شکری

books pcı day shall be charged from those who return them late.

replace ıt, if the same ıs detected at the tıme of return

# بلوغ الارب

# بلوغ الارب

## جلدِ اوّل

تالیف

**محمود شکری آلوسی**

ترجمہ و حواشی

**ڈاکٹر پیر محمد حسن**

ایم ۔ اے ، پی ایچ ۔ ڈی

شیخ الادب و صدر شعبۂ عربی

جامعۂ اسلامیہ ، بہاولپور

**مرکزی اردو بورڈ**

۳۶ جی ، گلبرگ ، لاہور

بار اول
مئی ، ۱۹۶۷ء



ناشر

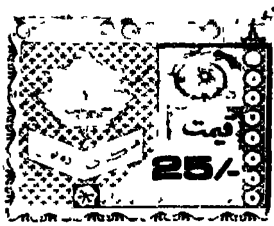
محمد حنیف رامے
ڈائرکٹر ، مرکزی اردو بورڈ
۳۶ / جی ، گلبرگ ، لاہور



طابع

سید نظر علی شاہ
منتظم ، سزان پرنٹنگ پریس
۲۷ / بی ، شاہ عالم مارکیٹ ، لاہور

قیمت



# پیش لفظ

۱۹۲۶ء کی بات ہے کہ حضرت الاستاذ علامہ محمد عالم آلاسی النظامی (م ۱۹۴۴ء) مرحوم و مغفور کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے مجھے بلوغ الارب کا مطالعہ کرنے کا مشورہ دیا ۔ میں نے فوراً اپنے ایک عزیز پیر غلام حسین صاحب کو جو ان دنوں بمبئی میں تھے لکھا کہ وہ بمبئی سے آتے ہوئے بلوغ الارب کا ایک نسخہ میرے لیے خرید لائیں ۔ چنانچہ وہ یہ کتاب خرید کر ساتھ لے آئے ۔ مجھے یہ کتاب اس وقت ملی جب میں ایک بارات کے ساتھ جا رہا تھا ۔ مجھے اس کتاب کو دیکھنے کا اس قدر شوق تھا کہ میں اس کو اپنے ساتھ ہی لے گیا ، دیگر باراتی تو خوش گپیوں میں مشغول رہے مگر میں اس کتاب کے مختلف مقامات دیکھتا رہا ۔

اس کے بعد میں نے اس کتاب کو خوب غور سے پڑھا ۔ کئی اشعار سمجھ میں نہ آئے ۔ میں نے اسے اپنی عدم مائگی پر محمول کیا مگر تینوں جلدوں کو دو ماہ کے اندر پڑھ ڈالا ۔ یہ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا ۔ میں اس وقت خوبیوں کے سوا کچھ اور نہ دیکھ سکتا تھا اور دل میں مصنف کی تعظیم گھر کیے جاتی تھی ۔ اس کے بعد میں نے اسے مزید دو بار پڑھا اور پھر یہ کتاب ۱۹۴۷ء کے فسادات کی نذر ہوگئی ۔

غالباً ۱۹۵۵ء کی بات ہے کہ میں اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے دفتر میں گیا ۔ وہاں سید اولاد علی گیلانی مرحوم و مغفور ، جو ان دنوں سیکریٹری تھے ، کے پاس بیٹھا تھا کہ انھوں نے بلوغ الارب کا ذکر چھیڑ دیا اور کہا کہ آج یونیورسٹی کی لائبریری سے ایک نہایت عمدہ کتاب نکلوائی ہے اور انتہائی تعجب کی بات یہ ہے کہ آج تک کسی نے اس کتاب کو اپنے نام پر جاری نہیں کروایا ۔ میں یہ سن کر مسکرایا ۔ انھوں نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ میرے پاس ذاتی کتاب موجود تھی اس لیے یونیورسٹی کی لائبریری سے نکلوانے کی ضرورت محسوس

نہیں ہوئی ۔ اس پر مرحوم نے کہا کہ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو جانا چاہیے ۔

پھر جب مرکزی اردو بورڈ کی طرف سے اس کتاب کے ترجمے کا کام میرے سپرد ہؤا تو میری حالت اس حالت سے مختلف تھی جو طالب علمی کے زمانے میں میری تھی ۔ اب مجھے اس کتاب کو بنظر غائر دیکھنا تھا ۔

بالعموم ایسا ہوتا ہے کہ جب لوگ یہ سن پاتے ہیں کہ فلاں کتاب فلاں کتاب کا ترجمہ ہے تو پہلا تاثر جو وہ لیتے ہیں وہ مترجم کی جانب سے انحراف اور انقباض کا ہوتا ہے ۔ ان کے دلوں میں مترجم کی قدر و قیمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اس لیے کہ اس نے اپنی طرف سے کوئی چیز پیش نہیں کی ہوتی ۔ البتہ جو لوگ اصل زبان سے ، جس سے ترجمہ کیا گیا ہوتا ہے ، واقف نہیں ہوتے وہ ترجمے کو غنیمت سمجھ لیتے ہیں ۔ میرے خیال میں اردو بورڈ کا بھی دراصل یہی مقصد ہے کہ اس کتاب سے ان لوگوں کو متعارف کرایا جائے جو عربی زبان سے واقف نہیں ہیں ۔ لیکن میرے اس ترجمے کی نوعیت بالکل مختلف ہے کیونکہ جب میں نے ترجمہ کرنا شروع کیا اور کتاب میں لاتعداد اغلاط کو پایا تو طبیعت نے محض ترجمے پر اکتفا کرنے سے اِبا کیا ۔ میں نے ماخذ کی طرف رجوع کر کے ان اغلاط کا پتا چلایا اور ان کی نشان دہی کی اور ساتھ ہی ماخذ کا حوالہ بھی دے دیا ۔ کئی جگہ ماخذ نے بھی ساتھ نہ دیا تو دماغ سے کام لے کر تصحیح کی گئی ۔ اس طرح اصل کتاب کی تصحیح بھی ہو گئی اور ترجمے نے اصل کتاب کی قدر و قیمت کو کم کرنے کے بجائے اس کی قیمت میں اضافہ کر دیا اور اب میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جب کبھی بلوغ الارب کا اصل عربی متن پھر سے شائع ہو اور مصحح اگر میرے حواشی سے مدد لے تو وہ کتاب کو کہیں بہتر اور اعلیٰ صورت میں پیش کر سکے گا ۔

کتاب کے حواشی لکھنے اور ماخذ کی طرف رجوع کرنے میں میری جو مدد میرے مکرم دوست کرنل عبدالعزیز چیف ہیلتھ آفیسر راولپنڈی

نے کی ہے میں اس کا ذکر کیے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ کرنل صاحب موصوف اپنے ذاتی کتب خانے کی وجہ سے پاکستان بھر میں مشہور ہیں ۔ انھوں نے نہایت فراخدلی کے ساتھ تمام وہ کتابیں ، جن کی مجھے ضرورت پڑتی رہی ، مہیا کیں اور اس طرح میرے کام کو آسان کر دیا جس کے لیے میں ان کا دل سے ممنون ہوں ۔ میں پروفیسر مرزا محمد منور صاحب گورنمنٹ کالج ، لاہور ، کا بھی شکرگزار ہوں جنھوں نے اس ترجمے پر نظرثانی فرمائی اور زبان کے سلسلے میں کئی قیمتی مشورے دیے ۔

محمد حسن
۲۹ نومبر ۱۹۶۶ء

# ترتیب

# فہرس کتب

## جن سے مقدمہ اور حواشی لکھنے میں مدد لی گئی

۱ - الاستیعاب از ابن عبد البر برحاشیہ اصابہ
۲ - اصابہ از ابن حجر (م ۸۵۲ھ) مطبعہ مکتبہ التجاریہ الکبریٰ
۳ - اصابہ " " " طبع ۱۳۵۸ھ=۱۹۳۹ء
۴ - الاعلام " " " خیر الدین زرکلی
۵ - اعلام النبوہ " ابو الحسن علی بن الماوردی (م ۴۵۰ھ) المطبعہ المحمودیہ التجاریہ بالازہر ۱۹۳۵ء=۱۳۵۲ھ
۶ - اغاثہ اللہفان من مصاید الشیطان از ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بہ ابن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ) مطبعہ مصطفیٰ البابی ۱۳۵۷ھ=۱۹۳۹ء
۷ - اغانی از ابوالفرج الاصبہانی طبع دارالثقافہ بیروت ۱۹۵۵ء
۸ - اقرب الموارد از سعید شرتونی
۹ - امالی الزجاجی از ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسحٰق الزجاجی النحوی البغدادی (م ۳۳۹ھ) طبع المطبعہ المحمودیۃ التجاریۃ بالازہر الطبعۃ الثانیہ ۱۳۵۴ھ=۱۹۳۵ء
۱۰ - امالی ابن الشجری (م ۵۴۲ھ) طبع حیدر آباد
۱۱ - امالی ابوعلی القالی (م ۳۵۶ھ) طبع اسماعیل یوسف بن دیاب
۱۲ - امالی مرتضیٰ طبع داراحیاء الکتب العربیہ
۱۳ - براکلمن Geschischte der Arabischen Literatur
۱۴ - البیان والتبیین از جاحظ طبع لجنہ التالیف و الترجمہ و النشر مصر ۱۳۶۸ھ=۱۹۴۹ء
۱۵ - تاج العروس از مرتضیٰ زبیدی طبع مصر
۱۶ - التاج المکلل من جواہر مآثرالطراز الآخر و الاول تالیف ابوالطیب صدیق بن حسن بن علی الحسینی البخاری (۱۲۴۸ تا ۱۳۰۷ھ= ۱۸۳۲ء تا ۱۸۹۰ء) المطبعۃ الہندیتہ العربیہ ۱۳۸۳ھ=۱۹۶۳ء

۱۷ - جمهرة خطب العرب از احمد زکی صفوت طبع مصر ۱۳۵۲ھ=۱۹۲۳ء
۱۸ - جمهرة رسائل العرب از احمد زکی صفوت ج : ۱ طبع مصر ۱۳۵۶ھ=۱۹۳۷ء
۱۹ - جمهرة اللغة از ابن درید (م ۳۲۱ھ) طبع حیدر آباد
۲۰ - الجواب الفسیح لمالفقہ عبدالمسیح از ابوالبرکات نعمان خیر الدین الآفندی الآلوسی طبع سنگ لاہور
۲۱ - حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاھرہ از سیوطی طبع مصر ۱۲۹۹ھ
۲۲ - حیاة الحیوان از کمال الدین الدمیری مطبعہ الاستقامہ بالقاھرہ ۱۳۷۸ھ=۱۹۵۸ء
۲۳ - خلاصہ تذهیب الکمال طبع مصر
۲۴ - دیوان زُهیر طبع بیروت ۱۳۷۹ھ = ۱۹۶۰ء
۲۵ - الروض الانف از عبدالرحمٰن سہیلی طبع مصر
۲۶ - سیرة ابن ھشام بر ھامش الروض الانف
۲۷ - شذرات الذھب از ابن عماد الحنبلی طبع مصر
۲۸ - شرح ابن ابی الحدید از عزالدین عبدالحمید بن ابی الحسن ھبة اللہ المدائنی الاصولی (۵۸۶ھ تا ۶۵۶ھ) مطبعہ مصطفی البابی بمصر
۲۹ - شرح الامالی از ابوعبید البکری طبع مصر
۳۰ - شرح الحماسہ از فیضی طبع سنگ
۳۱ - شرح الحماسہ از ابو زکریا یحییٰ بن علی التبریزی المعروف بالخطیب طبع مصر
۳۲ - شرح دیوان امرؤ القیس از وزیر ابوبکر عاصم (المتوفی ۴۹۴ھ) طبع مصر ۱۳۴۷ھ=۱۹۲۸ء
۳۳ - الشعر و الشعرا ج : ۱ از ابن قتیبہ طبعہ دارالثقافہ بیروت ۱۹۶۴ء
۳۴ - العقد الفرید از ابن عبدربہ مطبعہ الاستقامة بالقاھرہ ۱۳۷۲ھ=۱۹۵۳ء
۳۵ - عمدة القاری از بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ طبع مصر صرف جلد ۲۰
۳۶ - عیون الاخبار از ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) طبع مصر ۱۳۴۸ھ = ۱۹۳۰ء

۳۷ - غیاث اللغات از مولوی غیاث الدین طبع سنگ
۳۸ - فتح الباری از ابن حجر طبع مصر
۳۹ - الفہرست از ابن الندیم
۴۰ - کتاب الانساب از ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی (المتوفی ۵۶۲ھ=۱۱۶۶ء) طبع حیدر آباد
۴۱ - کتاب الحماسہ از ابوتمام طبع سنگ دیوبند
۴۲ - کتاب الحماسہ از ضیاء الدین ابوالسعادات ہبتہ اللہ علی بن محمد بن حمزہ العلوی الحسنی المعروف بابن الشجری المتوفی بالکرخ ۵۴۲ھ طبع مطبعہ مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن
۴۳ - کتاب الخیل از ابوعبیدہ معمر بن المثنی (م ۲۰۹ھ) طبع حیدر آباد
۴۴ - کتاب المحبر از محمد بن حبیب (م ۲۴۵ھ) طبع حیدر آباد ۱۳۶۲ھ=۱۹۴۲ء
۴۵ - کتاب المعارف از ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) طبع مطبعہ دارالکتب ۱۹۶۰ء
۴۶ - کشف الظنون از حاجی خلیفہ
۴۷ - الکامل للمبرد طبع مصر ۱۲۶۵ھ مطبعہ حجاری
۴۸ - اللباب فی تہذیب الانساب از عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن الاثیر مکتبہ القدس ۱۳۵۷ھ
۴۹ - لسان العرب از ابن منظور طبع بیروت
۵۰ - لین Lanes Lexicon
۵۱ - مروج الذہب از ابوالحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی (م ۳۴۶ھ) بتحقیق محی الدین عبدالحمید طبع مصر
۵۲ - المزہر از سیوطی طبع مصر عیسیٰ البابی الحلبی و شرکاؤہ
۵۳ - معجم البلدان از یاقوت حموی طبع مصر ۱۳۲۴ھ-۱۹۰۶ء
۵۴ - معجم المؤلفین عمر رضا کحالہ
۵۵ - مفصل مع شرح ابن یعیش (م ۶۴۳ھ) طبع مصر
۵۶ - مقدمہ ابن خلدون

# مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ و الصلوٰۃ و السلام علی من لا نبی بعدہ

## نام و نسب

بلوغ الارب کے مؤلف کا نام محمود شکری بن عبداللہ بن محمود بن عبداللہ بن محمود الحسینی الآلوسی البغدادی ہے۔ آلوسی نسبت میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، سمعانی کہتا[1] ہے:

اُلوسی۔ بضم الالف۔ ان شاء اللہ۔ و اللّام بعد هما الواو و فی آخر ها السین المهملة۔ هذه نسبه الی اُلُوس و هو موضع بالشام فی الساحل عند طرسوس (اُلُوس۔ الف اور لام دونوں پر ضمہ ہے۔ ان شاء اللہ۔ پھر واو ہے اور آخر میں سین مہملہ ہے اور اُلُوس کی طرف نسبت ہے جو شام میں ساحل سمندر پر طرسوس کے قریب ایک جگہ ہے)

مگر یاقوت حموی اور ابن الاثیر دونوں نے سمعانی کے اس قول کو غلط قرار دیا ہے۔

یاقوت کہتا[2] ہے:

قال ابو سعد: الوس بلدۃ بساحل بحرالشام قرب طرسوس۔ و هو سهو منه۔ و الصحیح انها علی الفراب قرب عانات و الحدیثه [ابو سعد (سمعانی) کہتا ہے۔ الوس ایک شہر ہے جو ساحل شام پر طرسوس کے

---

۱۔ الانساب: ۱: ۳۴۱۔
۲۔ معجم البلدان: ۱: ۳۲۶۔

قریب واقع ہے ۔ سمعانی سے یہ سہو ہؤا ہے ۔ درست یہی ہے کہ یہ ایک شہر ہے جو عانات اور حدیثہ کے قریب دریائے فرات کے کنارے واقع ہے] ۔

ابن الاثیر[1] نے بھی تقریباً یہی لکھا ہے مگر یاقوت نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ الوس دراصل ایک شخص کا نام تھا جس کے نام پر اس شہر کا یہ نام پڑا ۔ عمر رضا کحالہ[2] جدید ترین تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے :

آلوسی نسبة الی جزیرة آلوس فی وسط نهرالفرات علی خمس مراحل من بغداد (آلوسی نسبت ہے جزیرۃ آلوس کی طرف جو بغداد سے پانچ مرحلوں کے فاصلے پر دریائے فرات کے وسط میں واقع ہے)

ابن العماد نے سذرات الذهب (۴ : ۱۸۵) میں اَلوس کو ہمزہ کی فتحہ کے ساتھ دیا ہے مگر خیرالدین زرکلی (الاعلام : ۱ : ۱۸) نے مجلہ المجمع العربی (۱ : ۷۶) کے حوالے سے لکھا ہے کہ محمود شکری آلوسی نے خود اسے آلوسی ۔ مدّہ کے ساتھ لکھا ہے ۔ جب کسی نے محمود شکری سے دریافت کیا تو جواب دیا کہ ہمارے ہاں آلوس ہی پکارا جاتا ہے لہٰذا تحقیق شدہ بات یہی ہے کہ آج کل الوسی کو مدہ ہی کے ساتھ بولا جاتا ہے ۔

محمود شکری کے آبا و اجداد[3] دراصل بغداد کے رہنے والے تھے ۔ جب ۶۵۶ھ میں ہلاکو خاں نے بغداد کو فتح کرنے کے بعد قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو ان کا جد بغداد سے بھاگ کر آلوس چلا گیا اور وہ خاندان اسی وجہ سے آلوسی کہلایا ۔ شکری کا سلسلۂ نسب[4] شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (م ۵۶۰ھ) کے واسطے سے امام حسین علیہ السلام

---

۱ - اللباب : ۱ : ۶۶ ۔
۲ - معجم المؤلفین : ۱۲ : ۱۷۵ اور الاعلام : ۸ : ۵۴ ۔
۳ - الاعلام : ۸ : ۵۴ ۔
۴ - التاج المکلل : ۵۱۲ ۔

تک جا ملتا ہے - شکری کے دادا شہاب الدین محمود والد کی طرف سے حسینی اور والدہ کی طرف سے حسنی سید تھے -

محمود شکری بغداد کے رُصافہ نامی محلے میں ۱۹ رمضان ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۷ء) میں پیدا ہوئے - ابتدائی تعلیم اپنے والد عبداللہ سے حاصل کی - ابھی سترہ برس کی عمر کو پہنچے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا - مگر شکری نے اپنی تعلیم کو جاری رکھا اور اپنے چچا ابوالبرکات نعمان بن محمود اور دیگر علما سے علوم کی تکمیل کی - شکری کی کنیت ابوالمعالی اور لقب جمال الدین تھا - زرکلی نے انھیں مؤرخ ، ادیب ، لغوی اور عالم دین لکھا ہے - ان کے تمام سوانح نگاروں نے انھیں مِنَ الدُّعَاۃِ الی الاِصلاح ( یہ ان لوگوں میں سے تھے جو مسلمانوں کو اصلاح کی طرف دعوت دیتے تھے) لکھا ہے -

تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد پہلے یہ اپنے گھر میں درس دیتے رہے بعد میں کسی مسجد میں درس دینا شروع کر دیا - بعض لوگوں کے یہاں یہ دستور بن چکا ہے کہ وہ اصلاح کے دعوے دار بن کر اصلاح کے نام پر اس قدر غلو کر جاتے ہیں کہ معمولی باتوں پر عام مسلمانوں پر کفر و بدعت کا فتویٰ لگانے میں دریغ نہیں کرتے حالانکہ ایک مصلح کے لیے نہایت متحمل مزاج ، بردبار اور روا دار ہونا لازمی شرط ہے تاکہ وہ لوگوں کو محبت سے اور اپنے اخلاق حسنہ سے سمجھا بجھا کر اصلاح کی طرف مائل کر سکے ، مگر صوفیائے حقیقی کے سوا ہم نے بہت کم ایسا دیکھا ہے کہ ان مدعیان اصلاح نے اعتدال کی راہ اختیار کی ہو - جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اصلاح کے بجائے امت میں فساد برپا ہو جاتا ہے - یہی حال آلوسی کا بھی تھا - اس نے اصلاح کے نام پر چند رسالے تالیف کیے جن میں بزعم خود اہل بدعت کو خوب کوسا اور ان پر ناروا حملے کر کے انھیں کیا کیا کچھ کہہ ڈالا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکثر و بیشتر لوگ اس کے مخالف ہو گئے اور انھوں نے عبدالوہاب پاشا والئی بغداد کے پاس جا کر اس کی شکایت کی - عبدالوہاب پاشا

نے اس کی اطلاع سلطان عبدالحمید ثانی عثمانی کو دی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اگر آلوسی کو شہر میں رہنے دیا گیا تو بغداد میں فساد برپا ہونے کا خطرہ ہے۔ سلطان نے فوراً حکم صادر کیا کہ آلوسی کو شہر بدر کر کے ایشیائے کوچک (بلاد انضول) بھیج دیا جائے۔ یہ ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۳ء) کا واقعہ ہے۔ سرکاری افسر اسے نظربند کر کے لے جا رہے تھے اور ابھی موصل پہنچے تھے کہ وہاں کے سرکردہ لوگوں نے بطور احتجاج سلطان کی خدمت میں درخواست پیش کی اور سرکاری افسروں کو آلوسی کو آگے لے جانے سے روک دیا۔ سلطان نے ان لوگوں کی درخواست پر آلوسی کو واپس بغداد جانے کی اجازت دے دی اور وہ بغداد واپس چلا آیا۔ تذکرہ نگار یہاں سے خاموشی کے ساتھ گزر گئے ہیں، کسی نے یہ بیان نہیں کیا کہ آلوسی کو کن شرائط پر واپس بغداد آنے کی اجازت دی گئی تھی۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آلوسی نے یہ وعدہ کیا ہو گا کہ وہ آئندہ اشتعال انگیز باتیں نہ کہے گا۔

۱۳۳۳ھ (۱۹۱۴ء) میں جب پہلی عالمی جنگ چھڑی اور حکومت برطانیہ نے عراق پر حملہ کیا تو حکومت عثمانیہ نے آلوسی کو بلایا اور اسے نجد جانے کو کہا تاکہ وہ وہاں جا کر امیر عبدالعزیز آل سعود کو ترکوں کی مدد کرنے پر آمادہ کرے۔ آلوسی کے امیر عبدالعزیز کے ساتھ خاصے مراسم تھے۔ آلوسی اس سے پہلے ایک کتاب "تاریخ نجد" کے نام لکھ چکا تھا جس میں اس خاندان کی خوب تعریف کی تھی اور جو اعتراضات عامۃ المسلمین کو آل سعود پر تھے ان کی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی تھی مزید برآں یہ کہ نظریے میں بھی دونوں میں ہم آہنگی تھی۔ ان وجوہ کی بنا پر آلوسی کی آل سعود کے ہاں خاصی رسائی اور عزت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سلطان عبدالحمید نے اسے اس کام کے لیے منتخب کیا تھا۔ یاد رہے کہ امیر عبدالعزیز آل سعود اس وقت ابھی سعودی حکومت کا بادشاہ نہ بنا تھا اور برطانیہ کی یہ جنگ اس کے بادشاہ بنائے جانے کی پیش خیمہ تھی۔ آلوسی اس مقصد کے لیے شام اور حجاز کے راستے سے نجد روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اس نے امیر عبدالعزیز

سے اپنے آنے کی غرض و غایت بیان کی مگر چونکہ انگریزوں نے اس دروازے کو پہلے ہی سے بند کر رکھا تھا اس لیے امیر نے انگریزوں کے خلاف ترکوں کی مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا - آلوسی کو مجبوراً ناکام لوٹنا پڑا - آلوسی کو اپنی ان خدمات کی بنا پر جو اس نے آل سعود کے ضمن میں انجام دی تھیں پورا وثوق تھا کہ امیر اس کی بات کو رد نہ کرے گا - بالخصوص جب کہ یہ عیسائیت کے خلاف اسلام کی جنگ تھی - مگر حکومت اور ملک کی ہوس اس قدر اچھا دینے والی چیز ہے کہ لوگ اس کے مقابلے میں ہر قسم کی خدمات اور تعلقات کو ٹھکرا دیتے ہیں - آلوسی کو اپنی ناکامی کا اس قدر صدمہ ہوا کہ واپسی پر اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو گیا اور اپنی ساری توجہ تدریس و تالیف پر مرکوز کر دی -

۱۳۳۵ھ (۱۹۱۶ء) میں جب برطانوی حکومت بغداد پر قابض ہوگئی تو انھوں نے آلوسی کو بغداد کے عہدۂ قضا کی پیشکش کی مگر آلوسی نے انگریزوں کے ساتھ میل جول رکھنے سے نفرت کے باعث اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ، بلکہ آئندہ بھی کسی عہدے پر فائز ہونا پسند نہ کیا - البتہ جب عراق میں عربی حکومت کی بنیاد رکھی جانے لگی تو اس نے تعلیمی مجلس کا ممبر بننا منظور کر لیا - آلوسی نے بغداد میں شوال ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۴ء) میں وفات پائی -

## تصانیف

آلوسی کی کل ۵۲ تصنیفات ہیں جن میں کچھ رسالے ہیں اور کچھ کتابیں - ان میں سے مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں :

(۱) اخبار بغداد و ما جاورها من القری و البلاد - زرکلی (۸ : ۴۹-۵۰) نے لکھا ہے کہ یہ کتاب چار جلدوں میں ہے مگر عمر رضا کحالہ (۱۱ : ۱۶۹—۱۷۰) نے لکھا ہے کہ یہ تین جلدوں میں ہے - یہ کتاب طبع نہیں ہوئی -

۲ - الضرائر و ماسوغ للشاعر دون الناثر - اس کتاب میں اس امر پر بحث کی گئی کہ ایک شاعر کو شعر گوئی میں کیا کچھ کر لینے کی اجازت ہے اور نثر نگار کو نہیں - یہ کتاب طبع ہو چکی ہے -
۳ - بلوغ الارب فی معرفة احوال العرب - اس کا الگ ذکر کیا جائے گا -
۴ - المسک الاذفر فی تراجم علماء القرن الثالث عشر - اس میں تیرھویں صدی کے علما کے حالات قلمبند کیے ہیں - یہ کتاب طبع نہیں ہوئی -
۵ - مساجد بغداد - اس میں بغداد کی مساجد کی تاریخ اور ان کا احوال بیان کیا ہے مگر آلوسی اسے مکمل نہیں کر سکا - یہ بھی طبع نہیں ہوئی -
۶ - النحت و بیان حقیقته ونبذة من قواعده - اس میں دو لفظوں سے ایک نیا لفظ گھڑ لینے کی حقیقت اور اس کے قواعد پر بحث کی گئی ہے -
۷ - تاریخ نجد - یہ نجد کی تاریخ ہے جس میں آل سعود کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے -
۸ - امثال العوام فی دارالسلام - اس کتاب میں وہ ضرب الامثال دی گئی ہیں جنھیں بغداد کے عوام استعمال کرتے ہیں - یہ کتاب طبع نہیں ہوئی -
۹ - ریاض الناظرین فی مراسلات المعاصرین - یہ بھی طبع نہیں ہوئی -
۱۰ - بدائع الانشاء - دو جزؤوں میں ہے - یہ بھی طبع نہیں ہوئی -
۱۱ - عقدالدرر شرح مختصر نخبة الفکر - یہ مصطلحات حدیث کی کتاب ہے - یہ بھی طبع نہیں ہوئی -
۱۲ - مادل علیه القرآن ممایعضده الهیئة الجدیدة - اس کتاب میں ان امور کا ذکر کیا گیا ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے اور جدید علم ہیئت سے ان کی تائید ہوتی ہے - یہ کتاب بھی طبع نہیں ہوئی -
۱۳ - فتح المنان - یہ کتاب اہل بدعت کے رد میں لکھی گئی - یہ کتاب طبع ہو چکی ہے -
۱۴ - تجرید الاسنان فی الذب عن ابی حنیفة النعمان - یہ کتاب بھی طبع نہیں ہوئی -

۱۵ - صبّ العذاب علی من سبّ الاصحاب - اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا کہنا گناہ عظیم ہے - یہ کتاب بھی طبع نہیں ہوئی -

۱۶ - غایۃ الامانی فی الرد علی النبهانی - یہ کتاب طبع ہو چکی ہے اور دو جلدوں میں ہے - آلوسی نے یہ کتاب علامہ ابو المحاسن یوسف بن اسماعیل بن یوسف النبهانی (۱۲۶۵ھ تا ۱۳۵۰ھ ۱۸۴۹ء تا ۱۹۳۲ء) کے رد میں لکھی - نبہانی ایک مشہور صوفی اور ادیب اور شاعر تھے - ان کی بزرگی کو عرب شہر میں تسلیم کیا جاتا تھا - آلوسی نے اس کتاب محض نظریاتی اختلاف کی بنا پر لکھی - صوفیا اور علمائے ظاہر کا باہمی نزاع قدیم سے چلا آیا ہے - میں یہاں آلوسی اور نبہانی کے درمیان موازنے اور محاکمے کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا -

محمود شکری آلوسی کے حالات ان کے شاگرد رشید بہجۃ اثری نے اپنی کتاب اعلام العراق میں بالتفصیل قلمبند کیے ہیں - مگر افسوس کہ یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی - عمر رضا کحالہ نے معجم المؤلفین (۱۱-۱۶۹-۱۷۰) میں ان کے حالات اور مراجع کا ذکر کیا ہے -

## آلوسی خاندان

محمود شکری آلوسی کا تمام خاندان اہل علم کا خاندان تھا - اس خاندان کے تقریباً تمام افراد نے علمی خدمات سر انجام دیں اور کئی تصانیف بطور یادگار چھوڑیں - لہٰذا ضروری ہے کہ مختصر طور پر اس خاندان کے دیگر افراد سے بھی متعارف کرا دیا جائے -

## آلوسی کبیر

دراصل آلوسی کبیر ہی اس خاندان کی شہرت کا باعث تھا اور اسی سے اس خاندان کے چشم و چراغ ظہور میں آئے - ان کا نام شہاب الدین ابو الثناء محمود بن عبداللہ الحسینی الآلوسی ہے اور یہ آلوسی کبیر کے نام سے مشہور ہیں - یہ محمود شکری آلوسی کے دادا تھے - آلوسی کبیر

مُفسّر ، محدّث ، فقیہ ، ادیب ، لغوی اور نحوی تھے۔

آلوسی کبیر ۱۴ شعبان ۱۲۱۷ھ (۱۸۰۲ء) میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر بغداد کے مفتی مقرر ہوئے مگر تھوڑے عرصے کے بعد انہیں معزول کر دیا گیا۔ انھوں نے دو سفر کیے ، پہلے موصل کا اور پھر قسطنطنیہ کا۔ ان کا گزر ماردین اور سیواس سے بھی ہوا۔ سلطان عبدالمجید نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور پھر یہ بغداد چلے آئے۔

آلوسی کبیر نے ۲۵ ذوالقعدہ ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۴ء) میں وفات پائی۔

ان کی ۲۲ تصنیفات ہیں جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں :

۱ - روح المعانی فی تفسیر القرآن و السبع المثانی۔ یہ نو جلدوں میں قرآن مجید کی قابل قدر تفسیر ہے اور طبع ہو چکی ہے۔

۲ - کشف[۱] الطُرّۃ عن الغُرّۃ : یہ ابو محمد القاسم الحریری البصری (م ۵۱۶ھ) کی درۃ الغواص فی اوہام الخواص کی شرح ہے۔ اور طبع ہو چکی ہے۔

۳ - الاَجوبۃ العراقیہ والاسئلۃ الایرانیۃ : یہ بھی طبع ہو چکی ہے۔

۴ - نشوۃ الشمول فی السفر الی اسلامبول۔ آلوسی نے اس کتاب میں اپنے سفر کا حال بیان کیا ہے اور جن لوگوں سے سفر کے دوران ان کی ملاقات ہوئی ان کے احوال نقل کیے ہیں۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔

۵ - نحو میں حاشیۃ علی القطر لکھی۔ یہ طبع ہو چکی ہے[۲]۔

آلوسی کبیر کے پانچ[۳] بیٹے تھے۔ ان میں سے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ راسخ العلم سید بہاؤ الدین عبداللہ تھے۔ یہ محمود شکری آلوسی مصنف بلوغ الارب کے والد تھے۔ دوسرا بیٹا سعد الدین عبدالباقی تھا ،

---

۱ - زرکلی (۹ : ۲۳۰) نے اسی نام کی ایک کتاب محمد الحسنی الحسینی النقشبندی الآلوسی کی تصنیف بتائی ہے۔

۲ - آلوسی کبیر کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو معجم المؤلفین : ۱۲ : ۱۷۵ اور وہ مراجع جن کا وہاں ذکر کیا گیا ہے۔

۳ - التاج المکلّل : ۵۱۲

تیسرا خیر الدین نعمان ، چوتھا نجم الدین محمد حامد اور پانچواں مجد الدین احمد شاکر

## الادیب عبدالحمید بن عبداللہ

عبدالحمید بن عبداللہ بن محمود الحسینی الآلوسی البغدادی ۔ یہ آلوسی کبیر کے بھائی تھے ۔ ۱۲۳۲ھ (۱۸۱۷ء) میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶ء) میں بغداد میں وفات پائی اور کرخ میں دفن ہوئے ۔ یہ متکلم ، صوفی ، ادیب اور شاعر تھے ۔ ان کی یادگار ایک دیوان اور ایک کتاب نثر اللآلی فی نظم الامالی ہے[1] ۔

## عبدالرحمن الالوسی

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن محمود البغدادی الشافعی المشہور بالآلوسی ۔ یہ بھی آلوسی کبیر کے بھائی تھے ۔ خطیب اور واعظ تھے ۔ انھوں نے خطبوں کی کتاب لکھی ۔ ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) میں وفات پائی[2] ۔

## علاؤ الدین علی بن عبدالحمید

یہ مذکورہ عبدالحمید بن عبداللہ کے بیٹے اور آلوسی کبیر کے بھتیجے تھے ۔ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) میں آلوس میں پیدا ہوئے اور ۱۳۵۵ھ (۱۹۳۶ء) میں شوال کے آخر میں وفات پائی ۔

(۱) الدرّہ المرضیتہ فی علم التوحید ، (۲) صحیح المنقول فی الوعظ ، (۳) تحفہ المجالس فی الوعظ ، (۴) تذکرہ الشفیق فی التصوف اور (۵) الآثار العربیہ فی الدولتین الامویہ والعباسیہ ان کی تصانیف ہیں[3]

## عبداللہ بن محمود

عبداللہ بن محمود بن عبداللہ الآلوسی البغدادی الشافعی ۔ یہ آلوسی

---

۱ - معجم المؤلفین : ۵ : ۱۰۲

۲ - معجم المؤلفین : ۵ : ۱۵۱

۳ - معجم المؤلفین : ۷ : ۱۱۸

کبیر کے سب سے لڑے بٹے اور محمود شکری کے والد ہیں - ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۲ء)میں پیدا ہوئے اور سالیس سال کی عمر میں ۱۲۹۱ھ(۱۸۷۴ء) میں وفات پائی - یہ صوفی ، عالم اور ادیب تھے - (۱) التعطف علی التعرف فی الأصلین والتصوف ، (۲) الممنان علی المنطق و انیان اور نحو میں (۳) الواضح ان کی تصانیف ہیں[1] -

## عبدالباقی بن محمود

سعد الدین عبدالباقی بن محمود بن عبداللہ الآلوسی البغدادی الحنفی آلوسی کبیر کے دوسرے بیٹے اور محمود سکری کے چچا ہیں - ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء) میں پیدا ہوئے اور ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں وفات پائی - حدیث اور تفسیر کے عالم تھے اور دیگر علوم میں بھی مہارت رکھتے تھے ، کچھ عرصہ بغداد کے مفتی رہے - حجاز کا سفر کیا - کرکوک کے قاضی رہے اور اسی قسم کے دیگر اعلیٰ مناصب پر بھی فائز رہے - انہیں معروف کرخی رحمہ اللہ کے مقبرے میں دفن کیا گیا -

(۱) اوضح منهج الی معرفہ مناسک الحج ، (۲) الفوائد الآلوسیة علی الرسالة الأندلسیة فی العروض ، (۳) البهجة البهیة فی اعراب الأجرومیه ، (۴) القول الناصی فما یجب للمفتی و القاضی اور (۵) الفوائد السعدیه فی شرح العضدیة ان کی تصانیف[2] ہیں -

## خیر الدین نعمان

ابو البرکات خیر الدین نعمان بن محمود بن عبداللہ الآلوسی - یہ محمود شکری کے دوسرے چچا ہیں - والد کی وفات کے بعد انھی نے سکری کی تربیت کی اور انھی سے سکری نے علوم کی تکمیل کی - خیر الدین ۱۲ محرم ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۶ء) میں بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی -

---

۱ - معجم المؤلفین : ۶ : ۱۴۷

۲ - معجم المؤلفین : ۵ : ۷۵

متعدد شہروں میں جن میں ایک حِلّہ بھی ہے عہدہ قضا پر فائز رہے۔ حج کو جاتے ہوئے مصر بھی گئے۔ شام اور ایشیائے کوچک کا سفر اختیار کیا۔ وہاں کے فضلا سے ملاقات کی۔ پھر قسطنطنیہ گئے اور جب واپس پہنچے تو انھیں رئیس المدرسین کا لقب دیا گیا۔ انھوں نے بہت سی نادر کتابوں کا ذخیرہ جمع کر رکھا تھا۔ ۷ محرم ۱۳۱۷ھ (۱۸۹۹ء) میں بغداد میں وفات پائی۔

(۱) جلاء العینین فی محاکمة الاحمدین۔ احمدین سے ابن تیمیہ اور ابن حجر المکی الہیتمی مراد ہیں، (۲) الاجوبة العقلیة لاشرقیة الشریعة المحمدیة، (۳) الجواب الفسیح لما لفقه عبدالمسیح، (۴) غالیة المواعظ و مصباح المتعظ و قبس الواعظ اور (۵) شقائق النعمان فی دوائد الطرفین من الکلاب ان کی تصانیف[1] ہیں۔

یاد رہے کہ خیرالدین نعمان آفندی الآلوسی اور نواب صدیق حسن [۱۲۴۸ھ تا ۱۳۰۷ھ (۱۸۳۲ء تا ۱۸۹۰ء)] میں باہمی گہرے اور دوستانہ تعلقات تھے۔ چنانچہ نواب صاحب نے ان کا ذکر اپنی کتاب التاج المکلل (صفحہ ۵۱۶) پر کیا ہے۔

خیر الدین نعمان کے چار بیٹے تھے۔ محمد ثابت، پیدائش ۱۲۷۵ھ۔ دوسرا علی زین العابدین، پیدائش ۱۲۷۷ھ، تیسرا محمد حسام الدین، پیدائش ۱۲۸۷ھ اور چوتھا محمود شہاب الدین، اپنے دادا کا ہمنام، پیدائش ۱۲۸۹ھ[2]۔ ان سب کا شمار اصحاب علم میں ہوتا ہے اور چاروں اصحاب صاحب تصانیف بھی ہیں۔

## بلوغ الارب

اب ہم محمود شکری آلوسی کی تالیف بلوغ الارب کی طرف آتے ہیں۔ یہ کتاب تین بار طبع ہو چکی ہے۔ پہلی بار مطبع دارالسلام بغداد میں ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۶ء) میں طبع ہوئی۔ پھر دوبارہ محمد بہجہ اثری کے حواشی

---

۱ - معجم المؤلفین : ۱۳ : ۱۰۷

۲ - التاج المکلل : ۵۱۶

کے ساتھ طبع ہوئی - ہر طبع میں طباعت کی اغلاط موجود ہیں - محمد بہجۃ اثری نے جو حواشی لکھے ہیں ان میں اس نے آلوسی کی اغلاط کی طرف توجہ نہیں دی - اُن کی طرف خفیف سا بھی اشارہ پایا نہیں جاتا - ایسا گمان ہوتا ہے کہ بہجۃ اثری نے اُنھیں درست تصور کیا ہے - یہی وجہ ہے کہ وہ ان پر سے خاموشی کے ساتھ گزر گئے ہیں - اس کا ثبوت یہ ہے کہ ساری کتاب میں صرف ایک آدھ جگہ محمد بہجہ اثری نے آلوسی کی غلطی کی طرف اشارہ بھی کیا ہے - مزید برآں محمد بہجۃ اثری نے جو حواشی لکھے ہیں ان میں کئی مقامات پر ٹھوکر کھائی ہے - میں نے اپنے حواشی میں ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے تاکہ قارئین اس کی قلمبند کردہ تشریح سے دھوکا نہ کھائیں -

۱۸۸۹ء (۱۳۰۷ھ) میں سٹاک ہوم (سویڈن) میں مستشرقین کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آلوسی کو بھی مدعو کیا گیا اور آلوسی نے یہی کتاب پیش کی - اگرچہ دیگر علما بھی اس موضوع پر اپنی اپنی تالیف پیش کرنے کے لیے لائے تھے مگر کانفرنس نے اتفاق رائے سے آلوسی کی اس کتاب کو تمام دیگر کتابوں کے مقابلے میں بنظر استحسان دیکھا اور آلوسی کو انعام اور طلائی تمغہ بھی عطا کیا گیا - مستشرقین کی ایک عام کانفرنس میں یہ اعزاز حاصل کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے -

اس امر سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ آلوسی نے کتاب کا مواد کہاں کہاں سے لیا ہے - اس کتاب کو دیکھیے ہی مؤلف کی عظمت دل میں گھر کر لیتی ہے - جب میں نے طالب علمی کے زمانے میں اس کتاب کو پڑھا تھا تو میرا تاثر بھی یہی تھا مگر جب اسے بنظر غائر دیکھا اور نقادانہ پرکھا جائے تو پھر دل میں مؤلف کی پہلی سی عظمت باقی نہیں رہی -

آلوسی نے اس کتاب کا بیشتر مواد عبدالقادر بغدادی [م ۱۰۹۳ھ (۱۶۸۲ء)] کی خزانۃ الادب سے لیا ہے - مگر ساری کتاب میں کسی ایک مقام پر بھی خزانۃ الادب کا نام واضح طور پر نہیں لیا - پہلی اور معما کی صورت میں اس کتاب کا نام لیا گیا ہے - چنانچہ آلوسی اسے کہیں (۱ : ۳۲۷) کتاب لب لباب لسان العرب اور کہیں صرف لب اللباب کہتا

ہے - بغدادی نے جہاں جہاں سے مواد لیا ہے ان کتابوں کا نام دے کر پورا مضمون نقل کر دیا ہے - مگر آلوسی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ بغدادی کی خزانہ الادب کا ذکر ہی نہیں کرتا اور ان اصل کتابوں کا نام لے کر جن کا حوالہ بغدادی نے دیا ہے مضمون نقل کر دیتا ہے - جس سے یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ آلوسی نے اصل کتاب سے مواد لیا ہوگا - حالانکہ درحقیقت آلوسی نے اصل کتاب کی شکل تک نہیں دیکھی ہوتی - مزید برآں آلوسی نے جو مضمون بھی ماخذ سے لیا ہے اسے بغیر سوچے اور بغیر سمجھے مِن و عَن نقل کر دیا ہے - اس سے آلوسی کی بد دیانتی کا پول کھل جاتا ہے -

مثال کے طور پر بلوغ الارب : ۲ : ۱۰۰ پر آلوسی لکھتا ہے :

السُّمَانی طائر وهو موضع من الفرس لا أحفظه

(سُمَانی ایک پرندہ ہے - اور یہ گھوڑے کے جسم کا ایک مقام بھی ہے جو اس وقت مجھے یاد نہیں)

اس جملے سے پڑھنے والے کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ آلوسی یہ تشریح اپنی طرف سے پیش کر رہا ہے اور چونکہ اسے اس لفظ کی تشریح یاد نہیں رہی اس لیے اس کا اعتراف کرتے ہوئے '' لا احفظہ '' کہہ رہا ہے ، حالانکہ یہ ساری تشریح العقد الفرید لابن عبدربہ (م ۳۲۸ھ - ۹۴۰ء) سے لی گئی ہے جس کا ذکر آلوسی نے نہیں کیا - چنانچہ ابن عبدربہ کہتا ہے[1] :

وهو موضع من الفرس لا احفظه

ذرا غور فرمائیں کیا آلوسی نے ابن عبدربہ کے الفاظ کو بے کم و کاست اپنی طرف منسوب نہیں کیا اور کیا اس نے دیانت داری سے اعتراف کیا ہے کہ وہ یہ تمام تشریح العقد الفرید سے لے رہا ہے -

---

۱ - العقد الفرید : ۱ : ۱۱۳ - ۱۱۸ مطبعۃ الاستقامہ بالقاہرہ ۱۳۷۲ھ (۱۹۵۳ء)

اسی صفحے پر تھوڑا سا آگے چل کر لکھتا ہے :

والصقرأ حسبها دائرہ فی الرأس ولم أقف علیها

اس جملے کو آلوسی نے ابن عبدربہ کی عبارت کو تھوڑا سا بدل کر نقل کر دیا ہے - ابن عبدربہ کے الفاظ یہ ہیں[1] :

والصقر أحسبها دائرة فی الراس و ماوقفت علیها

آلوسی نے صرف ما وقفت کو بدل کر لم أقف کر دیا ہے -

آلوسی نے الحلیہ والرہان (بلوغ الارب : ۲ : ۱۰۲ - ۱۰۳) کا سارا بیان العقد الفرید (۱ : ۱۲۰ - ۱۲۱) سے لیا ہے مگر اس کا اعتراف نہیں کیا - العقد الفرید کا بیان اس شعر پر ختم ہو جاتا ہے -

إذَا سِئِمم أَنْ تَستَحثُوا وَجْهَ سَابِقٍ
جَوَادٍ فمدّوا فِی الرّهَانِ عِنَانِیَا

اس کے بعد آلوسی نے اقول لکھ کر چند سطریں اپنی طرف سے بڑھا دی ہیں یہاں بھی اصل ماخذ ہی کا ذکر کیا ہے -

مذاہب العرب (بلوغ الارب : ۲ : ۳۰۱ تا آخر جلد دوم و ابتداء جلد ثالث) کا سارا بیان شرح ابن ابی الحدید (۴ : ۴۳۳ تا ۴۵۱) سے لیا گیا ہے مگر کہیں اس کا اعتراف نہیں کیا - عزالدین عبدالحمید بن ابی الحسین المعروف بہ ابن ابی الحدید (م ۶۵۶ھ) معتزلی ہے - الوسی لکھتا ہے (۲ : ۳۰۴) :

وعلی هٰذا فَسّرَ اصحابنا

آلوسی چونکہ اہل سنت میں سے ہے اور معتزلی نہیں ہے لہٰذا فَسّرَ اصحابنا کے الفاظ سے یہ دھوکا ہوتا ہے کہ شاید یہ تفسیر اہل سنت کی ہے حالانکہ درحقیقت یہ الفاظ ابن ابی الحدید کے ہیں اور اصحابنا سے اس کی مراد معتزلہ سے ہے - مگر چونکہ آلوسی بدوں اس کے کہ

---

۱ - العقد الفرید : ۱ : ۱۱۷

اصل مآخذ کا حوالہ دے دوسروں کی عبارت پر غور کیے بغیر نقل کر دیتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کی اغلاط واقع ہو جاتی ہیں۔ ساتھ ہی یہ حقیقت بھی کھل جاتی ہے کہ ان الفاظ کا کہنے والا کوئی اور ہی ہے۔

اسی بیان کے آخر میں ابن ابی الحدید لکھتا ہے:

لأنّ الموضع قد ساقنا الیہ

آلوسی نے ان الفاظ کو معمولی سا بدل کر یوں لکھا ہے:

وقد ساقنا الموضع الی ذکرها

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ آلوسی نے غور کیے بغیر جہاں سے مواد ملا ہے اسے بعینہٖ اسی طرح نقل کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جو اغلاط اصل کتاب میں پائی جاتی ہیں وہ بعینہٖ اسی طرح بلوغ الارب میں بھی پائی جاتی ہیں۔ آلوسی نے ان کی تصحیح کی طرف قطعاً توجہ نہیں دی۔ مثال کے طور پر بلوغ الارب: ۱: ۱۴۷ - ۱۵۰ جہاں اس وفد کی تقریریں نقل کی ہیں جو نعمان بن منذر کی طرف سے کسریٰ کے دربار میں گیا تھا آلوسی نے ابن عبد ربہ کی تاریخ کا حوالہ دیا ہے چنانچہ لکھا ہے:

وسهم ابن عبدربّه فی تاریخه (۱ . ۱۴۷)

حالانکہ ابن عبدربہ نے کوئی تاریخ کی الگ کتاب نہیں لکھی۔ درحقیقت یہ تمام بیان ابن عبد ربہ کی العقد الفرید (۱ : ۲۲۸ - ۲۳۸) سے لیا ہے اور مآخذ کو چھپانے کی غرض سے ابن عبد ربہ کی تاریخ کا نام لے دیا ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ آلوسی نے عمداً ایسا نہیں کیا تو پھر یہ بات اس کی لاعلمی پر دال ہوگی کہ اسے کتاب کا صحیح نام بھی نہیں آتا۔ اس تمام بیان میں وہ اغلاط جو اصل العقد الفرید میں پائی جاتی ہیں بلوغ الارب میں بھی پائی جاتی ہیں۔ میں نے اپنے حواشی میں ان کی تصحیح کر دی ہے۔

بلوغ الارب : ۱ : ۳۶۸ پر ہے:

فلحق بالحکم بن هشام بن عبدالرحمن الداخل امیرالاندلس

زریاب عبدالرحمن الا وسط کے عہد میں اندلس گیا تھا نہ کہ الحکم کے عہد میں ، لہٰذا یہاں عبدالرحمٰن بن الحکم بن ھشام ہونا چاہیے اور یہ عبدالرحمٰن الداخل نہیں ہے بلکہ عبدالرحمٰن الاوسط ہے ۔ عبدالرحمٰن الاوسط کا عہد حکومت ۲۰۶ھ سے ۲۳۸ھ (۸۲۱ء تا ۸۵۲ء) تک رہا ۔

بلوغ الارب : ۲ : ۳۵ تا ۴۸ ، حدیث ام زرع کی تمہیدی عبارت تمام کی تمام فتح الباری سے نقل کی گئی ہے مگر اس کا کہیں ذکر نہیں کیا ۔ مزید برآں اس حدیث کی تشریح بھی حرف بہ حرف وہیں سے نقل کی ہے ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ کتابت اور طباعت کی جو اغلاط وہاں پائی جاتی ہیں وہ بعینہٖ بلوغ الارب میں بھی پائی جاتی ہیں مثلاً فتح الباری میں صفرت عظامہ کی بجائے صغرت عظامہ چھپا ہے اور بلوغ الارب میں بھی اسی طرح دیا ہے ۔

اسی طرح یہ شعر ،

أَبَتِ الرَّوَادِفُ وَالنُّهودُ لِمُشْمِصِهَا
مِنْ أَنْ تَمَسَّ بُطُونَهَا و ظُهُورَهَا

بھی جس طرح فتح اباری میں غلط مرقوم ہے اسی طرح بلوغ الارب میں ہے حالانکہ درست شعر یوں ہے :

ابت الروادف والنهود[1] لقمصها
مَسَّ البُطُونِ وأن تمسَّ ظُهُورَا

کیونکہ اس سے اگلا شعر یوں ہے :

وَإِذَا الرِيَاح مَعَ العَشِيِّ تَنَاوَحَتْ
نَبَّهْنَ حَاسِدَةً وَ هِجْنَ غَيُورَا

ملاحظہ ہو حماسہ مع شرح تبریزی : ۳ : ۱۳۹ ۔ آلوسی نے کہیں کہیں فتح الباری کی عبارت کو حذف کر دیا ہے اور کہیں ایک آدھ لفظ کو بدل دیا ہے ۔

---

۱ ۔ حماسہ میں النهود کی بجائے الثُّدِیّ ہے ۔

آلوسی اصل ماخذ کو چھپا کر یوں ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اس نے براہ راست قدما کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے حالانکہ قدما کی کتابوں کو اس نے دیکھا تک نہیں ہوتا ۔ چنانچہ بلوغ الارب : ۱ : ۸۷ تا ۹۰ پر عبداللہ بن جدعان کا بیان نقل کیا ہے اور یہ تمام کا تمام سُہیلی کی الروض الانف (۱ : ۹۲ - ۹۳) سے لیا گیا ہے وہاں سہیلی نے غریب الحدیث از ابن قتیبہ ، کتاب ری العاطش وانس الواحش از احمد بن عمار اور ابو حنیفہ کی الانواء کا حوالہ دیا ہے ۔ آلوسی سہیلی کا نام ہی نہیں لیتا اور جن کتابوں کا سہیلی نے حوالہ دیا ہے ان کا اسی طرح حرف بحرف ذکر کر دیا ہے ، یہ بات علمی دیانت سے بعید ہے ۔ غالب ظن یہی ہے کہ آلوسی نے ابن عمار کی ری العاطش کی شکل تک نہیں دیکھی ۔

بلوغ الارب : ۱ : ۱۶۰ پر آلوسی لکھتا ہے :

قال ابو عبید البکری فی شرح امالی القالی

اور وہ یوں ظاہر کر رہا ہے کہ اس نے یہ عبارت خود ابو عبید البکری کی شرح امالی سے لی ہے حالانکہ غالباً آلوسی نے شرح امالی کی شکل بھی نہیں دیکھی ۔ اس کتاب کو پہلی بار علامہ عبدالعزیز المیمنی نے ۱۹۳۶ء میں شائع کیا ۔ مگر آلوسی کا یہ راز بھی خود بخود فاش ہو جاتا ہے کیونکہ اسی صفحے پر آلوسی آگے چل کر لکھتا ہے :

واما کتاب المثالب و المناقب الذی بأیدی الناس الیوم فانما هو للنضر بن سمیل الحمیری

ہم جب اس عبارت کا مقابلہ شرح امالی کی عبارت سے کرتے ہیں تو اس میں سے

وهو کتاب الواحده المعلوم

کے الفاظ محذوف پاتے ہیں ۔ اور بعینہٖ یہی الفاظ بغدادی نے خزانہ الادب میں چھوڑ دیے ہیں جس پر علامہ میمنی کو یہ نوٹ دینا پڑا (شرح امالی : ۸۰۸) :

كذا في الأصلين و قد أسقطه البغدادی عمداً علی عادته فی حذف مالا

یفهمه (یہ عبارت دونوں اصل مخطوطوں میں اسی طرح پائی جاتی ۔ بغدادی نے اس عبارت کو عمداً حذف کر دیا ہے کیونکہ بغدادی کی یہ عادت ہے کہ جس عبارت کو وہ سمجھ نہیں سکتا اسے حذف کر دیتا ہے) ۔ یہاں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آلوسی نے یہ عبارت دراصل خزانة الادب سے لی ہے اور چونکہ وہاں یہ الفاظ موجود نہ تھے لہٰذا بلوغ الارب میں بھی موجود نہیں ہیں کیونکہ اگر یہ عبارت براہ راست شرح امالی سے لی گئی ہوتی جیسا کہ آلوسی نے ظاہر کیا ہے تو یہ الفاظ چھوٹنے نہ پاتے۔ آلوسی نے شرح امالی کا حوالہ دے کر دیانت داری کا ثبوت نہیں دیا ۔

بلوغ الارب : ۱ : ۱۶۹ - ۱۷۵ پر آلوسی ان الفاظ سے بیان شروع کرتا ہے :

قال ابن قتیبة فی کتاب تفضیل العرب

جس سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ آلوسی نے یہ تمام بیان ابن قتیبہ کی کتاب تفضیل العرب سے براہ راست لیا ہے حالانکہ درحقیقت یہ سارا بیان العقد الفرید (۳ : ۳۰۸ - ۳۱۲) سے لیا گیا ۔ ابن عبدربہ قال ابن قتیبة فی کتاب تفضیل العرب سے اپنا بیان شروع کرتا ہے مگر آلوسی نے اس کا اعتراف نہیں کیا ۔

بلوغ الارب : ۳ : ۱۹ پر لکھتا ہے :

ومن شعرالهذلی ماأنشده ابو عبید البکری فی شرح نوادر القالی

پھر اس کے بعد دو شعر پیش کرکے کہتا ہے :

قال البکری : هذا من شعر یهجوبه ناساً من قومه کانوا مع أبیه حجاجاً یوم قتل

یہاں پر پھر آلوسی نے یوں ظاہر کیا ہے کہ اس نے یہ عبارت براہ راست ابو عبید البکری کی شرح امالی سے لی ہے حالانکہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ۔ آلوسی نے شرح امالی دیکھی ہی نہیں ۔ درحقیقت آلوسی یہ عبارت خزانة الادب سے نقل کر رہا ہے ۔ مگر خزانة الادب کا نام نہیں لے رہا ۔ خزانة الادب میں یہ عبارت اسی طرح ہے جس طرح آلوسی نے نقل کی ہے

مگر شرح امالی میں صحیح عبارت دی گئی ہے ۔ اگر آلوسی نے براہ راست شرح امالی سے عبارت نقل کی ہوتی تو درست عبارت نقل کرتا چنانچہ شرح امالی میں :

کانوا مع أبیہ حجاجاً

کے بجائے

کانوا مع ابنہ حجاج

ہے ۔

اسی طرح آلوسی نے بلوغ الارب : ۳ : ۲۵ پر کتاب مساوی الخمر کا نام لیا ہے حالانکہ اس کتاب کا کہیں پتا نہیں چلتا ۔

بلوغ الارب : ۳ : ۲۸ پر ہے :

قال ابو عبید البکری فی شرح امالی القالی : کان الرجل فی الجاهلیة اذا غَدَرَ و اخفر الذمة جعل له مثال من طین و نصبه

آخری جملہ جعل له مثال من طین و نصبه غلط ہے حالانکہ شرح امالی میں یہ جملہ درست مرقوم ہے وہاں یہ جملہ اس طرح ہے :

جعل له تمثال من طین و نصب

جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آلوسی نے یہ عبارت براہ راست شرح امالی سے نہیں لی ۔ مزید برآں ایک جملہ چھوڑ کر آلوسی کہا قال الشاعر کہتا ہے ، حالانکہ شرح امالی میں شاعر کا نام عبداللہ بن جعدہ دیا ہے ۔ اگر آلوسی نے یہ عبارت شرح امالی سے لی ہوتی تو اس نے شاعر کا نام بھی لکھ دیا ہوتا ۔

اب ہم ان تشریحات کی طرف آتے ہیں جو آلوسی نے کہیں کہیں فرمائی ہیں ۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان تشریحات میں آلوسی نے بیشتر مقامات پر ٹھوکر کھائی ہے ۔ چنانچہ بلوغ الارب : ۱ : ۸۸ پر

الی رُدُحٍ مِنَ الشِّیزی مِلاءٍ

لُبابَ البُرِّ یُلْبَکُ بالشِّهادِ

کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے : الردحة : سترة تکون فی مؤخرالبیت او قطعة تزاد فیہ ۔

اس تشریح کا اصل معنی سے کیا تعلق ہے ، اور پھر شیزی کے ساتھ کونسا ربط ہے ؟ حالانکہ یہاں رُدُح رَدَاح کی جمع ہے ۔

بلوغ الارب : ۱ : ۱۲۶ پر

نفادیتھـا لمـا تَبَیَّـنَ نصفھـا
یکُـوم المتَالی والعِشار الضَّوارِب

کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے : الکُـوم القطعة من الابل والمتالی : الذی یراسل المغنّی بصوت رفیع

حالانکہ یہاں نہ گانے کا ذکر ہے اور نہ گویے کا ۔ یہاں تو اونٹنیوں کا ذکر ہے ۔ مزید برآں متالی کا کُوم کے ساتھ کیا تعلق ؟ آلوسی نے کُوم کو مفرد سمجھا ہے حالانکہ یہ کَوماء کی جمع ہے اور متالی کو بھی مفرد قرار دیا ہے حالانکہ وہ بھی مُتْلِ اور مُتْلیة کی جمع ہے ۔ آلوسی نے درحقیقت اسے مُتَالی ۔ بضم المیم ۔ پڑھا ہے جس کے معنی الذی یراسل المغنی بصوت رفیع کے ہیں ۔ حالانکہ یہ مَتَالی ۔ بفتح المیم ۔ اور جمع ہے ۔

بلوغ الارب : ۱ : ۱۳۶ پر لکھا ہے : منیت أی ضعفت ، معلوم نہیں یہ معنی کس لغت سے لیے گئے ہیں ۔

اسی طرح بلوغ الارب : ۳ : ۳۱۴ پر

وإنّی لیس یَشْنیشنی اذا ما
رحلت سنوح سجّاج نَعُوبِ

کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے :

وبعیر سجّاج : یسحج الأرض بخفہ ای یقشر

حالانکہ یہ شعر زجر اور عیافہ کے سلسلے میں پیش کیا گیا ہے اور "زجر" "کوے" کے ساتھ کیا جاتا ہے ۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ آلوسی

نے شعر کی روایت ہی غلط کی ہے اور اس روایت کی اپچ میں معنی کو کھینچا تانا جا رہا ہے۔ درست لفظ شَحّاج ۔ شین کے ساتھ ۔ ہے ۔ لسان العرب میں ہے :

شحج وقال ابن سیدة شحج صوت البغل و الحمار و الغُراب اذا اسنّ ... و غُرّاب شَحّاج کثیر الشحج

بلوغ الارب : ۱ : ۳۸۰ پر جو اشعار درج کیے ان میں سے اکثر کی روایت غلط ہے ۔ اصل مقام پر میں نے ان اشعار کی تصحیح کر دی ہے ۔ ان اشعار کی تشریح میں آلوسی لکھتے ہیں :

وماء الشبم : بفتح الشین المعجمة و فتح الباء الموحدة ماء الاسنان

حالانکہ ان اشعار میں ماء الشبم کا کہیں ذکر نہیں آتا ۔ صرف شبم کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ٹھنڈک کے ہیں ۔

اس کے بعد لکھا ہے : والبہض بکسرالباء الموحدہ و فتح الہاء و بالضاد المعجمہ الأرز باللبن

حالانکہ لغت کی کتابوں میں کوئی ایسا لفظ نہیں پایا جاتا ۔ درست لفظ بھط ہے اور لغت کی کتابوں میں اسی کے معنی الأرز باللبن دیے ہیں ۔

اس کے بعد لکھا ہے :-

والکشی کشیۃ بضم الکاف و اسکان الشین المعجمہ وھی شحمة بطن الضب اوأصل ذنبہ

حالانکہ درج کردہ شعروں میں کشی کا لفظ کہیں بھی نہیں آیا ۔

ان تمام مثالوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آلوسی نے اس کتاب کی تالیف میں یا تو عقل و دماغ سے کام نہیں لیا یا اگر لیا ہے تو پھر اشعار کو صحیح طور پر سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا ۔ جہاں کہیں کوئی مذہبی بحث آ گئی ہے وہاں آلوسی نے عبارت کو خواہ مخواہ لمبا کر دیا ہے ۔

ان تمام اغلاط اور کوتاہیوں سے قطع نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آلوسی نے اس کتاب میں عربوں کے حالات کے متعلق ہر قسم کی معلومات جمع کر دی ہے ۔ عربوں کے احوال سے متعلق اس تفصیل کے ساتھ کسی اور کتاب میں بحث نہیں کی گئی ۔ اس کی مقبولیت کا اصل سبب یہی ہے ، بعض لوگوں کو اس کی مقبولیت کو دیکھ کر رشک آنے لگا ۔ چنانچہ انھوں نے اس کی نقل کی ، مثلاً عبدالجواد الاصمعی نے بلوغ الارب کا ہی مواد لے کر ایک کتاب تالیف کر ڈالی چنانچہ جو طباعت کی اغلاط بلوغ الارب میں پائی جاتی نہیں وہی الاصمعی کی کتاب میں بعینہٖ آ گئیں ۔

اسی طرح شیخ محی الدین عطار کو شوق پیدا ہوا اور اس نے بلوغ الارب فی مآثر العرب لکھ ڈالی مگر

مَا كُلُّ مَنْ زَارَ الحِمٰى سَمِعَ النِّدَا
مِنْ أَهْلِهِ " أَهْلاً بِهٰذَا الزَّائِرِ "

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# سرِ آغاز

ہر قسم کی تعریف کا سزاوار وہ خدا ہے [۱] جس کی شان بلند ہے اور اقتدار عظیم، جس نے اپنی قدرت سے تمام زمانوں اور موجودات میں تصرف کیا، جس کی حکمت نے تمام عقلوں اور ذہنوں کو متحیر کر دیا۔ وہ جو کچھ بھی چاہتا ہے اور جس طرح بھی چاہتا ہے بلا تعریف و وضاحت پیدا کر دیتا ہے۔

(ازاں بعد) اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو جنھیں اللہ تعالیٰ نے افضل ترین گھرانے میں پیدا ہونے کے لیے وقف کیا اور جن کا پودا لگانے کے لیے معزز ترین خاندان کو چنا۔ چنانچہ آپ عدنان و قحطان دونوں کی اولاد کے سردار ہیں۔ آپ وہی نبی اُمّی عربی اور ہاشمی ہیں جنھوں نے اپنے وجود کے نور سے ہمیں ... جہالت سے نکال کر فضل و عرفان کی چوٹی پر پہنچا دیا۔

آپ کی اولاد اور اصحاب پر بھی درود و سلام ہو جو ہر حیرت زدہ کے لیے راہنما ہیں، جنھوں نے روشن اور دین حق کی فصیح ترین زبان اور شیریں ترین کلام کے ذریعے تشریح فرمائی، جنھوں نے گذشتہ اُمتوں کے حالات کی جستجو کی تاکہ ان کے ایمان میں اضافہ در اضافہ ہو۔ نیز ان لوگوں پر درود و سلام ہو جو بطریق صحیح ان کی پیروی کریں، یہ درود و سلام اس وقت تک جاری رہے جب تک گردش لیل و نہار جاری ہے اور سلسلۂ طلوع و غروب باقی ہے۔

اما بعد ۔ مولای عزیز کی مہربانی کا محتاج یہ بندہ محمود شکری بن عبداللہ بن محمود الآلوسی البغدادی ، خدا اس کا بہترین مددگار اور بہترین رہنما ہو اور اسے توفیق دے کہ وہ اس کے ہر لحظہ افزائش پزیر انعامات و احسانات کا شکریہ ادا کر سکے بیان کرتا ہے :-

جو شخص اُمتوں کے حالات سے واقف اور بنی آدم کی نسلوں کے اطوار سے آگاہ ہے وہ جانتا ہے کہ اگرچہ قوم عرب کی مختلف قسمیں تھیں ، اور ان کی اصل اور مختلف صنفوں میں تفاوت پایا جاتا تھا تاہم وہ دیگر اقوام پر فوقیت رکھتے تھے ۔ وہ اپنے فضائل اور کمالات کی رُو سے تمام انواع و اجناس سے ممتاز تھے ۔

اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے اہل عرب کو اپنے رسول کی وجہ سے شرف بخشا ، [۶] ۔ انھیں اپنی کتاب کی بدولت فضیلت عطا کر دی اور انھیں معجز نما خطاب بلیغ اور موجز الفاظ ، شافی سوال اور تسلی بخش جواب کی خصوصی نعمت سے نوازا ۔ چنانچہ اہل عرب کلام کے حکام اور علوم اور احکام کی کان تھے ۔ یہ لوگ شیران بیشہ وغا تھے اور مصیبت زدگان کے فریادرس ، قحط سالی کے وقت (دوسروں کی) مدد کرتے تھے ، خوش اخلاق تھے ، حیا ، کرم ، وفا ، مروت اور سخاوت کے پتلے تھے ۔ تجربوں نے انھیں پختہ کار بنا دیا تھا ، دانش نے انھیں ادب سکھا دیا تھا ۔ چنانچہ انھوں نے ان اوصاف کے ذریعے اپنی مقصد برآری کی ، ان کی زبانوں نے وعدہ کرنے میں ان کی تابعداری کی اور (وہ خود) ان وعدوں کو پورا کرنے کے معاملے میں فراخ دست واقع ہوئے تھے ، لہٰذا انھوں نے بات کہی تو اچھی کہی اور پھر اس اچھی بات کو اپنے عمل سے تقویت بھی دی ۔ انھوں نے بزرگی کا زر بفتی لباس پہنا اور سیاہ چہروں سے ننگ و عار کو دھو ڈالا ۔ انھوں نے اپنی دانش و رائے کے ذریعے بند دروازوں کو کھول دیا ۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کے فہم دو کانوں اور جواب دو زبانوں کے مالک ہیں ۔ وہ بہادروں کی کھوپریاں بھی اڑاتے تھے اور لوگوں کے حقوق کو بھی پہچانتے تھے ۔ رفتہ رفتہ وہ وقت آ گیا کہ تقدیروں کے ہاتھ ان سے چال چلنے لگے اور وہ دور دراز علاقوں

میں منتشر ہو کر رہ گئے ۔

میں ان کے کارناموں ، ان کی خوش روی اور واقعات کو معلوم کرنے کا مدت سے مشتاق چلا آ رہا تھا ۔ میری یہ تمنا تھی کہ مجھے کوئی ایسی کتاب مل جائے جس میں ان کے قبل از اسلام کے حالات بتائے جاتے ہوں ۔ جس میں ان کے زمانۂ جاہلیت کی عادات اور احکام کا ذکر ہو ۔ مگر جو کتابیں اور مجموعے ہمارے پاس موجود ہیں ان میں میں نے یہ باتیں نہ پائیں ، نہ یہ باتیں آج تک کسی کے کان پڑی ہیں ۔ با ایں ہمہ ہمیں معلوم ہے کہ قدیم مسلمان علما نے اس قسم کی اہم باتوں کو نظرانداز نہیں کیا ۔ انھوں نے کسی علم میں بھی کہنے والے کے لیے کہنے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ۔ یہ وہ علما تھے [ے] جنھیں تمام فنون میں یدطُولیٰ حاصل تھا ۔ جن کے معاملے میں ہم حسنِ ظن کے مالک ہیں ۔ مگر (ہوا یہ کہ) زمانوں نے پلٹے کھائے ، سال بیتتے چلے گئے لٰہذا ان کی کتابیں ضائع ہوگئیں ۔ کسی مقام پر بھی ان کا نشان نہ ملا ۔

کئی بار میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایک ایسی کتاب تیار کرنے کی جسارت کروں جس میں مختصر طور پر ان کے تمام حالات درج ہوں مگر میری بے بضاعتی یہ قدم اُٹھانے اور اس مقصد کا دروازہ کھٹکھٹانے سے مانع آتی رہی تاآنکہ ایسے اسباب پیدا ہوگئے جن کی وجہ سے مجھے نہ پیچھے ہٹنے کی کوئی صورت نظر آئی اور نہ اس مقصد سے اعراض کر کے آرام محسوس ہؤا ۔ لٰہذا میں اپنے مقصد (کے حصول) میں مصروف ہوگیا ۔ اور اس ضمن میں اپنی پوری کوشش صرف کر دی کیونکہ اس امر میں عام مصلحت اور کلی فائدہ متوقع تھا ، چنانچہ میں نے اس کتاب میں طول دینے اور زیادہ باتیں کہنے سے پہلوتہی کرتے ہوئے اختصار کا طریقہ اختیار کیا ہے ۔ تاہم مجھے اپنی کوتاہی اور کم علمی کا اعتراف ہے اور اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ میں اس میدان کے شاہسواروں میں سے نہیں ہوں ۔ مگر تقدیراتِ الٰہی کے کیا کہنے ۔ وہ تو انسان کو کھینچ کر ان امور کی طرف لے آتی ہیں جن کے معاملے میں اسے کوئی اختیار نہیں ہوتا ۔

إنّ المقادير إذا ساعدت
ألحقت العاجز بالحازم

جب کسی انسان کا مقدر اس کی مساعدت کرتا ہے تو اسے عاجز ہونے کے باوصف دانش مند کے ساتھ جا ملاتا ہے۔
اس سلسلے میں میں نے جو کچھ جمع کیا اور لکھا ہے اس کا نام

بُلُوغ الأرَب فی مَعرِفَۃِ أحوالِ العَرَب

قرار دیا ہے۔

میں اللہ سے مدد اور توفیق کا خواستگار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ میری صحیح راستے کی طرف راہنمائی کرے، مجھے قدرت و توفیق فقط اللہ ہی عطا کر سکتا ہے، میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

# عربوں کی تعریف اور ان کی انواع و اقسام کا بیان

عرب ایک ایسی قوم ہے[۸] جو دیگر اقوام میں از روئے گویائی ، فصاحت گفتار اور بلاغت بیان مشہور چلی آتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں یہ نام دیا گیا ہے کیونکہ عرب کے لفظی معنی ''اظہار و بیان'' کے ہیں ۔ چنانچہ جب کوئی شخص اپنے ما فی الضمیر کا اظہار کرتا ہے تو کہا جاتا ہے : آعْرَبَ الرَّجُلُ عَمَّا فِی ضَمِیْرِہٖ (فلاں نے اپنے ما فی الضمیر کا اظہار کیا) انہی معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے :
اَلثَّیِّبُ تُعْرِبُ عَنْ نَفْسِہَا (ثَیِّب[۱] اپنے دل کی بات آپ ہی ظاہر کرے گی) ۔ تمام قوموں میں عربوں کی فصیح البیانی ایک مخصوص علامت ہے ۔ ہم عنقریب کسریٰ کا قصہ بیان کریں گے کہ کس طرح اس نے عربی ممالک میں متعین اپنے وائسرائے نعمان بن منذر سے کہا تھا کہ اس کی طرف عربوں کے بزرگوں اور خطیبوں میں سے اپنی پسند کے کچھ لوگوں کا وفد بھیجے ۔ چنانچہ ان کا قصہ اور ان کی حیرت انگیز فصاحت کا واقعہ مشہور ہے ۔

عرب ایک قدیم قوم ہے ۔ یہ قوم طوفان نوح کے بعد اور نوح علیہ السلام کے زمانے میں عاد اولیٰ ، ثمود ، عمالقہ ، طسم ، جدیس ، امیم ، جُرہُم ، حضرموت اور سام بن نوح[۴] کی اولاد میں سے ان عرب بائدہ کی صورت میں موجود تھی جنھیں ان سے نسبت ہے ۔ پھر جب یہ زمانہ بھی گزر گیا تو یہ قومیں بھی ختم ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے جس طرح چاہا انہیں ہلاک کر دیا ۔ ازاں بعد عرب قوم ان اقوام کی

---

۱ ۔ ثیّب وہ عورت جس کا خاوند مر چکا ہو یا جسے طلاق مل چکی ہو ۔ یہ مسئلہ نکاح کی بات ہے ۔ اگر کنواری لڑکی سے دریافت کیا جائے کہ تو فلاں کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہے اور وہ خاموش رہے تو یہ اس کی رضامندی سمجھی جائے گی مگر ثیّب کو واضح الفاظ میں کہنا ہوگا ، آیا وہ رضامند ہے یا نہیں ۔

شکل میں رونما ہوئی جن کا نسب حمشیر، کہلان اور نبشم کی نسل کے لوگوں کے علاوہ اُن عرب مستعربہ سے بھی قریب تھا جو عابر بن شالخ بن آرفخشد بن سام کی اولاد میں سے تھے اور ان کی طرف منسوب تھے۔

پھر اس حالت پر بھی عرصہ دراز بیت گیا مگر چونکہ نوح کی اولاد میں سے شالخ[1] بن عابر کی اولاد اوروں کے مقابلے میں زیادہ صاحب علم تھی لٰہذا اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ابراہیم بن تارخ کو نبوت کے لیے مخصوص کر لیا۔ تارخ کا اصلی نام آزر بن ناحور بن ساروخ بن ارغو بن فالغ ہے۔ نمرود کے ضمن میں حضرت ابراہیم کو جو واقعہ پیش آیا، اس کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم کے ہجرت کر کے حجاز کی طرف چلے آنے کا بھی قصہ مشہور ہے۔ آپ کے بیٹے اسماعیل اپنی والدہ ہاجرہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی غرض سے حجر ہی میں رہ گئے تھے۔ اس بیابان میں سے جُرہم قوم کے کچھ لوگوں کا گزر ہؤا۔ جن سے اُن کا میل جول ہوگیا۔ حضرت اسماعیل نے بنو جُرہم ہی کے درمیان پرورش پائی، انھی کے قبائل میں تربیت حاصل کی اور انھی کی زبان سیکھ لی، حالانکہ آپ کے والد عجمی تھے۔

اس کے بعد جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے [۹] خانہ کعبہ کی تعمیر عمل میں آئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں جُرہم اور عمالقہ کی طرف مبعوث کیا جو ان دنوں حجاز میں آباد تھے۔ ان میں سے بہت سے لوگ آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کے تابع ہو گئے۔ اس کے بعد ان کی نسل بڑھ گئی۔ تاآنکہ آپ ایک نئی نسل کے ابوالاعلیٰ[2] بن گئے مثلاً ربیعہ، مُضر، اِیاد، عتک، نِزار اور عدنان میں سے وہ لوگ جو ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور حضرت اسماعیل کی ساری باقی اولاد ان سب کو العرب التابعۃ للعرب کہتے ہیں۔

---

۱ - اُوپر عابر بن شالخ بن آرفخشد دیا ہے مگر یہاں شالخ بن عابر دیا ہے اور یہی درست ہے۔

۲ - اصل کتاب میں بالجیل آخر چھپا ہے اسے "أباً لجیلٍ آخر پڑھیں۔

پھر عرصۂ دراز گزر جانے کے بعد ان لوگوں (کی قوت) کا خاتمہ ہو گیا ، اسلام کے آنے سے ان کی سیادت ختم ہو گئی ۔ پھر عجمیوں پر غلبہ پانے کی وجہ سے ان کا میل جول عجمیوں سے ہونے لگا اور ایک زمانہ گزر جانے کے بعد ان کی اولاد کی زبان بگڑ گئی ۔ ان کے جانشین صرف وہ قبائل رہ گئے جو کبھی جنگل میدانوں ، ریگستانوں اور جھیلی زمینوں میں بدوی زندگی گزارتے تھے اور کبھی آباد جگہوں میں — مغرب ، مصر ، عرب ، حجاز ، یمن ، مصر کے بالائی حصے ، سوڈان ، حبشہ ، شام ، عمان ، بحرین ، فارس ، کرمان اور خراسان کے قبائل کے لوگوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو گئی کہ احاطے اور شمار سے باہر ہے ۔ ان کی تعداد دنیا بھر کی قوموں سے زیادہ ہے ۔

ابن خلدون نے کتاب 'العِبَر' میں عرب اقوام کو ابتدائے آفرینش سے لے کر اپنے زمانے تک چار طبقوں میں محصور کیا ہے ۔ اس نے ان تمام زمانوں ، قوموں ، سلطنتوں اور قبائل کا ذکر کیا ہے جو ان میں سے کسی طبقے سے متعلق تھے ۔ چنانچہ اس نے سب سے اوّل

## پہلے طبقے

کا ذکر کیا ہے ۔ اور (اس طبقے کے لوگ) عرب عاربہ ہیں ۔ اس نے ان کے انساب ، اوطان ، حکومتوں اور سلطنتوں کا ذکر کیا ہے ۔ اس نے اس نسل کا نام 'عرب عاربہ' اس لیے رکھا کہ یہ لوگ عربیت میں راسخ تھے جیسا کہ عربی زبان میں لَیْلٌ اَلْیَلُ (نہایت تاریک رات) اور صَوْمٌ صائمٌ (تاکید کے لیے) کہا جاتا ہے ۔ یا اس معنی میں کہ یہ عربیت کے بنانے والے اور اس کے موجد ہیں کیونکہ یہ سب سے پہلی نسل کے لوگ تھے ۔ انھیں بائدہ یعنی 'نابود' بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس نسل کا کوئی فرد روئے زمین پر باقی نہیں رہا ۔

ازاں بعد

## دوسرا طبقہ

آتا ہے [۱۰] یہ 'عرب مستعربہ' ہیں ، جو حِمْیَر بن سبا کی اولاد میں سے تھے ۔ ابن خلدون نے ان کے انساب اور یمن میں ان کی حکومتوں

اور سلطنتوں کا ذکر کیا ہے جو خاندان 'تبعؑ' اور ان کی اولاد کے زیر نگیں تھیں - انھیں 'عرب مستعربہ' اس لیے کہا گیا کہ جب عربیت کی علامات اور امتیازی نشان پہلے لوگوں سے منتقل ہو کر ان میں آ گئے تو ان میں 'صیرورت' کا خاصہ اعتبار کیا گیا ، جس سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں نے وہ صورت اختیار کر لی جو ان سے پہلے ان کے ہم نسب لوگوں کی نہ تھی - یعنی یہ کہ انھوں نے عربی زبان بولنی شروع کر دی لہذا 'مستعربہ' کا لفظ باب استفعال میں بمعنی 'صیرورت'[1] ہے - چنانچہ عربوں کا محاورہ ہے إِسْتَنْوَقَ الجَمَلُ (اونٹ ناقہ (اونٹنی) بن گیا) اور إِسْتَحْجَرَ الطِّيْنُ (مٹی حجر (پتھر) بن گئی) -

چونکہ پہلے طبقے کے لوگ جہاں تک ہمیں معلوم ہے ، نسلی اعتبار سے تمام قوموں سے قدیم تر تھے لہذا اصالۃً عربی زبان انھی کی زبان تھی اور انھی کو 'عاربہ' کہا گیا تھا -

اس کے بعد ابن خلدون نے

## تیسرے طبقے

کا ذکر کیا ہے اور یہ 'العرب التابعہ للعرب' ہیں مثلاً قضاعہ ، قحطان ، عدنان اور ان کی دو بڑی شاخیں ربیعہ اور مضر — ابن خلدون نے سب سے پہلے قضاعہ اور ان کی نسبوں کا ذکر کیا ہے - نیز ان بدوی حکومتوں کا ذکر کیا ہے جو نعمان کے خاندان میں حیرہ اور عراق میں تھیں اور کندہ بن حجر آکل المرار[2] کے ان بادشاہوں کا ذکر کیا ہے جن سے ان کا ٹکراؤ ہوا - اس کے بعد عربوں کی اس بدوی حکومت کا ذکر کیا ہے

---

۱ - ایک حالت سے منتقل ہو کر دوسری حالت میں چلے جانا -

۲ - اصل کتاب میں اسی طرح دیا ہے حالانکہ کندہ تو حُجر آکل المُرار کا ابوالاعلیٰ ہوتا ہے - چنانچہ امرؤ القیس کا نسب نامہ یوں بیان کیا جاتا ہے : امرؤالقیس بن حُجُر (بضم الحاء والجیم) بن الحارث بن عمرو بن حُجر آکل المُرار بن عمرو بن معاویہ بن ثور اور ثور کا دوسرا نام کندہ ہے -

جو بنی حنفہ کے یہاں شام کے علاقے میں بمقام بلقاء قائم تھی - مدینے میں اوس اور خزرج کی سیادت تھی - اس کے بعد عدنان ، ان کے انساب اور مکے میں عمل پیرا قریش کی حکومت کا ذکر کیا ہے - اس کے بعد اس نے اس نبوت کا ذکر کیا ہے جس کی بدولت اللہ تعالٰی نے ان عربوں کو اور تمام نوعِ انسان کو شرف بخشا - پھر ہجرت اور سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کا ذکر کیا ہے - اس طبقے کو 'العرب التابعہ للعرب' کہنے کی وجہ ظاہر ہے -

اس کے بعد ابن خلدون نے

## چوتھے طبقے

کا ذکر کیا ہے - وہ لوگ 'عرب مستعجمہ' ہیں - نیز ان لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کی المشرق اور المغرب میں بدوی حکومت تھی - ان کا یہ نام اس لیے پڑا کہ جس مُضری زبان میں قرآن مجید نازل ہوا تھا اور جو ان کے اسلاف کی زبان تھی یہ اس سے ہٹ گئے تھے اور ان کی زبان میں عجمیت آ گئی تھی -

ابن خلدون نے ان چاروں طبقوں کا بالتفصیل ذکر کیا ہے[۱۱] کیونکہ اس کی کتاب کا موضوع اور مرکز بحث یہی امر ہے - چونکہ یہ کتاب لوگوں میں عام متداول ہے لہذا ان تمام باتوں کا ذکر کرنا یہاں ضروری نہیں -

## ان لوگوں کی تعریف جن پر لفظ 'عرب' کا اطلاق ہوتا ہے

در اصل لفظِ 'عرب' ایک ایسی قوم کا نام ہے جس میں چند اوصاف جمع ہو گئے ہوں - ایک یہ کہ ان کی زبان عربی ہو ، دوسرے یہ کہ وہ عربوں کی اولاد میں سے ہوں ، تیسرے یہ کہ ان کا مسکن عرب کی زمین ہو یعنی جزیرہ العرب کے رہنے والے ہوں - جزیرۃ العرب بحیرۂ قلزم سے لے کر بحیرۂ بصرہ تک اور یمن میں حجر کی آخری حدود سے لے کر شام کی اوّلین حدود تک ہے - اس طرح کہ یمن کا علاقہ تو اس میں آ جائے مگر شام کا علاقہ شامل نہ ہو - عرب لوگ اس علاقے میں بعثت سے

پہلے بھی آباد تھے اور بعثت کے وقت بھی۔ مگر جب اسلام آیا اور ملک فتح ہوئے تو انھوں نے دیگر ممالک میں بھی سکونت اختیار کر لی۔ اسی طرح المشرق کی آخری حدود سے لے کر المغرب کی آخری حدود اور شام کے ساحلی علاقوں اور ارمینیا تک عرب آباد ہو گئے حالانکہ اصلاً یہ علاقے ایرانی، رومی اور بربری وغیرہ قوموں کی آبادی پر مشتمل تھے۔

پھر یہ علاقے دو قسموں میں منقسم ہو گئے۔ کچھ علاقے ایسے تھے جہاں کے باشندوں کی اکثریت عربی زبان بولتی تھی۔ چنانچہ وہاں کے لوگ یا تو عربی زبان کے سوا کوئی دوسری زبان جانتے ہی نہ تھے یا عربی زبان کے ساتھ ساتھ دوسری زبان بھی جانتے تھے مگر ان کی عربیت میں غیر عربی محاورہ داخل ہوگیا تھا۔ یہ عالم، شام، عراق، مصر اور اندلس وغیرہ کی بیشتر بستیوں کا تھا۔ فارس اور خراسان کے علاقے کا حال بھی مدتوں سے ایسا ہی چلا آ رہا تھا۔ کچھ علاقوں میں عجمی زبان کی اکثریت تھی اور اسی کا غلبہ تھا مثلاً ترکستان، خراسان، ارمینیہ اور آذربیجان وغیرہ۔ پھر یہ علاقے تین حصوں میں منقسم ہوگئے۔ وہ جو ابتداءً عربی تھے، وہ جو عربی بن گئے اور وہ جو عجمی تھے۔

اسی طرح ان کے انساب کی بھی تین قسمیں ہیں۔ کچھ وہ لوگ جو عربی نسل سے ہیں اور اب تک یا تو زبان اور سکونت دونوں کے اعتبار سے عربی ہیں یا صرف زبان کے اعتبار سے عربی ہیں مگر سکونت کے اعتبار سے نہیں، یا صرف سکونت کے اعتبار سے عربی ہیں مگر زبان کے اعتبار سے نہیں۔ کچھ وہ لوگ جو عربی نسل سے ہیں بلکہ بنی ہاشم میں سے ہیں مگر ان کی زبان اور سکونت دونوں عربی ہو گئیں یا ان دونوں میں سے صرف ایک بات پائی گئی۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی اصل کا کچھ پتا نہیں کہ آیا وہ عربی نسل سے ہیں یا عجمی نسل سے۔ موجودہ زمانے کے بیشتر لوگوں کا یہی حال ہے۔ خواہ ان کی زبان اور سکونت دونوں عربی ہوں اور خواہ ان دو میں سے صرف ایک بات پائی جاتی ہو۔

اسی طرح زبان کے اعتبار سے بھی وہ تین قسموں میں بٹ گئے [۱۲]۔

کچھ لوگ تو وہ ہیں جن کے الفاظ اور بول چال کا لہجہ دونوں عربی ہیں ۔ کچھ وہ ہیں جن کی گفتگو کے الفاظ عربی ہیں مگر لہجہ عربی نہیں ۔ یہ وہ متعرب لوگ ہیں جنھوں نے عربی زبان شروع میں عربوں سے نہ سیکھی تھی ۔ وہ پہلے کسی اور زبان کے عادی تھے مگر بعد میں عربی زبان سیکھ لی ۔ یہی حال اکثر اہل علم کا ہے جنھوں نے عربی زبان سیکھ لی تھی ۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو بہت ہی کم عربی زبان بولتے ہیں ۔ ان آخری دو قسموں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن پر عربی زبان غالب ہے اور کچھ ایسے ہیں جن پر عجمی زبان غالب ہے ۔ ان میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنھیں دونوں زبانوں پر یکساں عبور حاصل ہوتا ہے ، خواہ یہ عبور قدرتاً حاصل ہو خواہ عادتاً ۔

## عَرَب اور اَعْرَاب میں معنوی فرق

بعض اہل لغت کا خیال ہے کہ یہ دونوں لفظ مترادف ہیں اور ان کے ایک ہی معنی ہیں ۔ جوہری[1] کتاب 'الصحاح' میں کہتا ہے :

"عرب قوم سے وہ لوگ مراد ہیں جو شہروں میں رہتے ہوں ۔ اس سے اسم نسبت 'عَرَبِیّ' بنے گا ۔ اَعْرَاب کا اسم نسبت 'اَعْرَابِیّ' ہے ۔ مگر عرف عام میں لفظ عرب کا اطلاق سبھی پر ہوتا ہے ۔ قاموس[2] اور لغت کی دیگر معتبر کتابوں میں بھی اسی طرح مندرج ہے ۔ ابوالعباس احمد بن عبداللہ جو ابن ابی غدہ کے نام سے مشہور ہیں اپنی کتاب 'نہایۃ الارب[3] فی معرفۃ انساب العرب' میں لکھتے ہیں :

---

۱ ۔ جوہری : ابو نصر اسماعیل بن حمادالترکی اللغوی ائمہ زبان میں سے تھے ۔ بہت سفر کرنے کے بعد نیشاپور میں سکونت اختیار کر لی ۔ صحاح اللغۃ اُن کی مشہور تصنیف ہے ۔ ۳۹۳ھ میں وفات پائی (شذرات : ۳ : ۱۴۲) مگر لین نے ۳۹۷ھ دی ہے ۔

۲ ۔ قاموس: مجدالدین فیروزآبادی المتوفی ۸۱۷ھ (۱۴۱۴ء) کی تالیف ہے ۔

۳ ۔ نہایۃ الارب فی معرفۃ انساب العرب ۔ ابوالعباس احمد القلقشندی المتوفی ۸۲۱ھ کی تصنیف ہے ۔

شہر کے رہنے والوں کے لیے لفظ عرب بولا جاتا ہے اور صحرا کے رہنے والوں کے لیے اعراب ، مگر عرف عام میں لفظ عرب کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے -

شیخ الاسلام ابوالعباس[۱] احمد بن تیمیہؒ اپنی کتاب 'الاقتضاء' میں کہتے ہیں :

اَعـرَاب کا لفظ دراصل صحرا نشین عربوں کے لیے بولا جاتا ہے - ظاہر ہے کہ ہر قوم میں شہری بھی ہوتے ہیں اور صحرا نشین بھی - چنانچہ عرب کے بادیہ نشینوں کو اعراب کہتے ہیں - جیسے روم کے بادیہ نشین آرمن وغیرہ ہیں ، ایران کے بادیہ نشین کُردی وغیرہ اور ترکستان کے تاتاری وغیرہ -

ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اصلی معنی یہی ہیں اگرچہ ان معنوں میں کمی بیشی ہو جاتی ہے واللہ اعلم - اہل تفسیر کہتے ہیں : الاعراب جمع کا صیغہ ہے مگر یہ لفظ عرب کی جمع نہیں ہے جیسا کہ سیبَوَیْہِ[۲] سے مروی ہے تاکہ اس سے جمع کا بمقابلہ واحد کے زیادہ خاص ہونا لازم نہ آئے ، کیونکہ عرب تو مطلق طور پر اس مشہور و معروف قوم کا نام ہے ہی ، رہے اعراب تو وہ صحرا کے رہنے والے ہیں ، اسی لیے اعراب کا اسم نسبت اسی لفظ سے أعرابی آتا ہے - مفسرین کی ایک جماعت کہتی ہے : عرب سے شہروں اور بستیوں کے رہنے والے مراد ہیں ، ان میں سے جو لوگ بادیہ نشین یا ان کے موالی ہیں انھیں أعراب کہا جاتا ہے اس قول کے مطابق عَـرَب اور أعراَب دو مختلف چیزیں ہیں - اور ان دونوں میں جمع اور واحد کا امتیاز 'یاء' کے ساتھ ہوتا ہے - لـٰہذا واحد کے لیے عَـرَبِیٌّ اور أعرابی کہیں گے اور جمع کے لیے عَـرَبٌ اور أعرَابٌ [۱۳] - اسی

---

۱ - شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالعلیم نے جو ابن تیمیہؒ کے نام سے مشہور ہیں ۷۲۸ھ میں وفات پائی -

۲ - سیبویہ : عربی صرف و نحو کا امام اور خلیل بن احمد کا شاگرد - اصلی نام عمرو بن عثمان وفات ۱۶۱ھ یا ۱۹۴ھ (شذرات : ۱ : ۲۴۸)-

طرح اعاریب کا لفظ بھی جمع کا لفظ ہے ۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ہم مَجُوسِی اور یَہُودِی واحد کے لیے استعمال کرتے ہیں ۔ مگر جمع کے لیے 'یاء' کو گرا دیتے ہیں اور المجوس اور الیہود کہتے ہیں ۔ ہمارا کا استعمال مفسرین کے قول کے عین مطابق ہے چنانچہ خدا نے قرآن مجید کی سورۂ توبہ میں مدینے کے منافقین کا حال بیان کرنے کے بعد دیگر منافقین عرب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ
(توبہ : ۹۰) ۔
بناوٹی عذر پیش کرنے والے بدوی اجازت جاہنے کے لیے آئے ۔

ایک اور آیت میں فرمایا :

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ط وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (توبہ : ۱۰۰) ۔

جو بدوی تمھارے آس پاس ہیں ان میں سے بعض لوگ منافق ہیں اور اہل مدینہ میں سے بھی کچھ لوگ اسی قسم کے ہیں ۔ یہ سب کے سب منافقت کے عادی ہو چکے ہیں ۔ آپ انھیں نہیں جانتے ۔ ہم انھیں جانتے ہیں ۔ ہم انھیں دگنا عذاب دیں گے اور پھر انھیں عذاب عظیم کی طرف لوٹایا جائے گا ۔

ایک اور آیت میں فرمایا :

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ط وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَ اللّٰهُ

سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ
وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ
عِنْدَ اللّٰہِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّھَا قُرْبَۃٌ
لَّھُمْ سَیُدْخِلُھُمُ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ اِنَّ اللّٰہَ
غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (توبہ : ۹۶-۹۸) ۔

بدوی بہت شدید قسم کے کافر اور منافق ہیں اور اس بات کے زیادہ اہل ہیں کہ انھیں ان احکام کی حدود معلوم نہ ہوں جو اللہ نے اپنے رسول پر اتارے ۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے اور کچھ بدوی ایسے ہیں کہ وہ جو مال خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ تم پر ہر مصیبت[1] نازل ہو۔ انھی پر بری مصیبت نازل ہوگی اور اللہ سمیع و علیم ہے ۔ اور کچھ بدوی ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو مال خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے قرب اور رسول کی دعائے خیر کا سبب سمجھتے ہیں ۔ ہاں ! یقیناً یہ ان کے لیے اللہ کے قرب کا سبب ہے ، اللہ تعالیٰ انھیں عنقریب اپنی رحمت میں داخل کرے گا ۔ اللہ غفور اور رحم ہے ۔

مؤرخین اس خیال کے حامی ہیں کہ اعراب عربوں ہی کی ایک قسم ہے چنانچہ ابن خلدون[2] عربوں کی اقوام ، ان کی اوّلیت اور طبقات کے اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے کتاب العبر میں لکھتا ہے :

---

۱ ۔ دوائر جمع ہے دائرہ کی جس کے معنی قتل ، موت ، مصیبت اور شکست کے آتے ہیں اور اس آیت میں تینوں معانی کا اطلاق ممکن ہے ۔

۲ ۔ ابن خلدون : ولی الدین ابو زید عبدالرحمٰن بن محمد المالکی المعروف بابن خلدون ۔ پیدائش ۷۳۲ھ وفات ۸۰۸ھ ۔ تیمور کی فوج کے ساتھ بھی کچھ عرصہ رہے ۔ تیمور کو ان کی باتیں بہت پسند آئیں ان کی موت ۷۶ سال کی عمر میں اچانک واقع ہوئی ۔ کتاب العبر ان کی معرکۃ الآرا تاریخ کی کتاب ہے ۔

یاد رکھیں کہ عربوں میں سے بعض لوگ خانہ بدوش ہیں ۔ آب و گیاہ کی تلاش میں گرداں رہے ہیں ۔ ان کی رہائش کے لیے ان کے خیمے ہوتے ہیں ، سواری کے لیے گھوڑے اور کسب معاش کے لیے چوپائے ۔ چوپاؤں کی دیکھ بھال کرتے ہیں ، [۴۱] ، ان کے دودھ سے خوراک حاصل کرتے ہیں ، ان کے بالوں اور پشم سے سردی سے بچاؤ کا اہتمام کرتے اور گھر کا سامان بناتے ہیں ۔ انھی کی پیٹھ پر یہ اپنا بوجھ لاد کر یہاں اور وہاں اترتے چلے جاتے ہیں ۔ وہ بالعموم شکار کے ذریعے سے روزی حاصل کرتے ہیں ۔ وہ ہمیشہ إدھر اُدھر پھرتے رہتے ہیں ۔ کبھی شدت گرما سے بھاگ رہے ہیں کبھی شدت سرما سے ، کبھی اپنی بھیڑ بکریوں کے لیے چراگاہ تلاش کر رہے ہیں اور کبھی اپنے ان اونٹوں کے معاد کی خاطر رواں ہیں جو ان کی روزی ہیں ، جو ان کے بوجھ اٹھاتے ہیں ، انھیں سردی سے بچاتے ہیں اور دیگر کئی فوائد کے بھی کفیل ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ اقلیم ثالث کی سکونت ان کے لیے مخصوص ہے جو مغرب میں بحر محیط سے لے کر یمن کی آخری حد تک اور مشرق میں ہندوستان کی حد تک پھیلی ہوئی ہے ۔ چنانچہ یہ لوگ یمن ، حجاز ، نجد ، تہامہ اور ان کے علاوہ دیگر ایسے ممالک میں بھی آباد ہو گئے جہاں یہ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے پانچویں صدی میں داخل ہوئے تھے مثلاً مصر ، صحرائے برقہ اور اس کے ٹیلے ، قسطنطنیہ ، افریقہ ، زاغا ، مغرب بعد اور سوس ۔ اس لیے کہ ان علاقوں میں خاص طور پر ریگستان اور ایسے حتیل میدان پائے جاتے ہیں جن کے گرد ہرے بھرے کھیت اور ٹیلے واقع ہیں ۔ یہ ٹیلے اور شاداب علاقے جہاں دیگر اقوام بھی آباد ہیں موسم بہار اور زمین کے بارونق زمانے میں یوں ہوتے ہیں کہ وہاں کے اقطاع چراگاہیں بن جاتے ہیں ۔ جن کے اطراف میں موسم گرما تک ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا سلسلہ جاری رہتا ہے تاکہ وہاں کے غلے سے سال بھر کے لیے خوراک حاصل کی جا سکے ۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا کہ یہاں کی آبادی کو خانہ بدوشوں کی آمد و رفت کے زمانے میں ان کی طرف سے بہت تکلیف پہنچتی ، جس کی وجہ یہ ہوتی کہ یہ قافلے فساد بپا کرتے ، کبھی ہرے بھرے کھیتوں

کو چر جاتے، اور کبھی ان کھیتوں کو خواہ وہ کھڑے ہوتے خواہ کٹے ہوتے لوٹ لیتے ماسوا ان کھیتوں کے جن کی حفاظت حکومت کرتی یا جن علاقوں میں شاہی اقتدار کی وجہ سے حفاظتی دستے بچاؤ کرتے۔ پھر یہ لوگ موسم خزاں میں چٹیل میدانوں میں اتر آتے تاکہ ان کے جانور وہاں کے درختوں کو چر سکیں اور ان کے اونٹ وہاں کی ریتلی زمینوں میں بچے پیدا کر سکیں۔ اس عمل میں ان کی کئی اور مصلحتیں بھی مضمر ہوتیں اور یہ مع اہل و عیال سردی کی اذیت سے بھاگ کر جانوروں کی گرمایش کی پناہ میں آ جاتے۔ بہر حال ہر سال اقلیم ثالث اور چہارم کے درمیان صحرا اور شاداب سرزمین کے درمیان ان کی آمد و رفت جاری رہتی۔ موسم کے رد و بدل کے ساتھ ساتھ یہ بھی کبھی اوپر چلے جاتے اور کبھی نیچے اتر آتے، ان کی امتیازی علامت یہ ہوتی کہ یہ بالعموم سلے ہوئے کپڑے پہنتے، سروں پر پگڑیاں تاج کے طور پر ہوتیں جن کی ایک طرف شملہ چھوڑ رکھا ہوتا۔ ان میں سے بعض اس شملے کے ایک حصے سے منڈاسا باندھ لیتے ہیں اور یہ مشرق کے عربوں کا (عام) طریقہ ہے [۱۵] اور کچھ لوگ پگڑی باندھنے سے پہلے اس کے کچھ حصے سے گردن اور گردن کی رگوں کو لپیٹ لیتے ہیں، پھر جو کپڑا ٹھوڑیوں کے نیچے بچ رہتا ہے اس سے منڈاسا باندھ لیتے ہیں۔ یہ مغرب کے عربوں کا (عام) طریقہ ہے اور کچھ لوگ پگڑی باندھنے سے پہلے اس کے کچھ حصے سے گردن اور گردن کی رگوں کو لپیٹ لیتے ہیں، پھر جو کپڑا ٹھوڑیوں کے نیچے بچ رہتا ہے اس سے منڈاسا باندھ لیے ہیں، یہ مغرب کے عربوں کا (عام) طریقہ ہے یہ لوگ بربر قوم کے ان زناتہ لوگوں کی نقل اتارتے ہیں جو ان سے پہلے وہاں آباد تھے۔ اسی طرح انھوں نے ان سے ہتھیار باندھنے کے معاملے میں خطی نیزوں کو رکاب اور ران کے درمیان رکھنا سیکھا اور کمانوں کو کندھوں پر رکھنا چھوڑ دیا حالانکہ ان سے پہلے کے لوگوں کے یہاں بھی اور اس زمانے کے مشرقی عربوں کے یہاں بھی ان دونوں طریقوں کا استعمال رائج تھا۔

---

۱ - اصل کتاب میں '' فضائلها '' چھپا ہؤا ہے اسے فتضلها پڑھیں۔

اس عبارت کے نقل کرنے سے جو ہمارا مقصد تھا پورا ہوگیا - یہی بات مشہور ہے اور اسی پر جمہور اہل لغت کا اتفاق ہے -

## جاهلیت کے معنی اور اس کا اطلاق

جاہلیت سے وہ زمانہ مراد ہے جس میں جاہلوں کی کثرت تھی اور یہ اسلام سے پہلے کا زمانہ تھا - بعض کہتے ہیں، کہ جاہلیت کا زمانہ 'فترت' کا زمانہ ہے یعنی وہ زمانہ جو دو رسولوں کے درمیان تھا - کبھی اس کا اطلاق مطلقی زمانہ کفر پر ہوتا ہے، کبھی فتح (مکہ) سے پہلے کے زمانے پر، اور کبھی اس زمانے پر جو ولادت نبوی اور بعثت کے درمیان ہے -

ابن خالویہ[1] سے مروی ہے کہ یہ لفظ ایسا نام ہے جو بعہد اسلام وجود میں آیا اور اس سے بعثت نبوی سے پہلے کا زمانہ مراد لیا جاتا ہے - عسقلانی[2] بخاری کی شرح میں کہتے ہیں: جاہلیت سے بالعموم یہی مراد لی جاتی ہے اور قرآن کی یہ آیت انھی معنوں کی حامل ہے:

يَظُنُّونَ بِاللهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ

"یہ لوگ عہد جاہلیت کے خیالات کی طرح اللہ کے متعلق غلط قسم کے خیالات رکھتے ہیں" -

---

۱ - ابن خالویہ: الاستاد ابو عبداللہ الحسین بن احمد الہمدانی النحوی اللغوی - کچھ عرصہ بغداد میں رہے پھر حلب چلے آئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی اور وہیں ۳۷۰ھ میں وفات پائی - سیف الدولہ کی مجلس میں ان کی متنبی سے نوک جھونک رہتی -

۲ - عسقلانی: شیخ الاسلام امیرالمؤمنین فی الحدیث، حافظ العصر شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی المعروف بابن حجر - آل حجر ایک قوم ہے جو فاس کی زمین میں بلادالجرید کے آخری حصے میں آباد ہے - ان کی نسبت اسی سے ہے، پیدائش ۷۷۳ھ اور وفات ۸۵۲ھ - بخاری پر ان کی شرح کا نام فتح الباری ہے جو تیرہ جلدوں میں مصر میں چھپ چکی ہے -

اس کے بعد کہتے ہیں: نووی[1] کا مسلم کی شرح میں متعدد مقامات پر حتمی طور پر یہ کہنا کہ جہاں کہیں بھی یہ لفظ آئے اس سے یہی مراد لی جاتی ہے غور طلب ہے کیونکہ لفظ جاہلیت کا اطلاق گزشتہ زمانے پر ہوتا ہے اور مراد ما قبلِ اسلام کا زمانہ لیا جاتا ہے اور اس کا آخری[2] زمانہ فتح مکہ لیا جاتا ہے۔ ابن حجر کا بیان ختم ہؤا۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ جاہلیت کا لفظ کبھی تو حالتِ جاہلیت کے نام کے طور پر بولا جاتا ہے اور کتاب و سنت میں بالعموم یہی معنی مراد لیے جاتے ہیں اور کبھی ذوالحال (یعنی وہ شخص یا لوگ جو اس حالت میں ہوں) مراد لی جاتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوذرؓ کو فرمانا:

إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ

(تجھ میں جاہلیت کی حالت پائی جاتی ہے)

اور حضرت عمرؓ کا فرمانا: میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات اعتکاف میں بیٹھوں گا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا: جاہلیت میں نکاح چار قسم کا تھا۔

اور صحابہ کا یہ کہنا: [۱۶] ''یا رسول اللہ ہم جاہلیت اور شر میں تھے''۔ یعنی جاہلیت کی حالت یا طریقے یا عادت وغیرہ میں تھے۔ یہ سب پہلے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ کیونکہ جاہلیت اگرچہ درحقیقت صفت ہے مگر کثرت استعمال کی وجہ سے یہ اسم بن گیا ہے۔ مگر اس کے معنی مصدری معنی کے قریب ہیں۔

---

۱۔ شیخ الاسلام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی اور النواوی بھی بولتے ہیں۔ حافظ حدیث اور زاہد تھے۔ پیدائش ۶۳۱ھ اور وفات ۶۷۶ھ۔

۲۔ فتح الباری (۷: ۱۱۲ مطبعة الکبری المصریہ ۱۳۰۰ھ) میں یہ عبارت یوں دی ہے: و ضابط آخرہ غالباً فتح مکہ۔

دوسرے معنی میں (یعنی ذوالحال کے معنوں میں) ہم کہتے ہیں طائفةٌ جاهلیةٌ ، اور شَاعِرٌ جَاهِلِیٌ اور یہ نسبت ہے جہل کی طرف جس کے معنی علم نہ ہونے کے یا علم کا اتباع نہ کرنے کے ہیں ۔ چنانچہ جو شخص حق بات کو نہ جانتا ہو اس شخص میں جہل بسیط پایا گیا ۔ اور اگر حق کے خلاف عقیدہ رکھے تو اس کا جہل ، جہل مرکب ہے اور اگر حق بات کو جانتے ہوئے یا نہ جانتے ہوئے حق کے خلاف کہے تو وہ بھی جاہل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَ إِذَا خَاطَبَهُمُ الجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا

(الفرقان : ٦٣)

”جب ہٹ دھرم لوگ ان سے خطاب کرتے ہیں تو یہ انہیں (اس کے جواب میں) سلام کہتے ہیں“ ۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِماً فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ ۔

”جب تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھے ہوئے ہو تو اسے نہ تو کوئی گندی بات کہنی چاہیے نہ اکھڑپنے کی“۔ انہی معنوں میں عمرو بن کلثوم اپنے قصیدے میں کہتا ہے :

أَلَا لَا يَجْهَلَنْ أَحَدٌ عَلَيْنَا
فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الجَاهِلِينَا

”خبردار ! کوئی ہمیں اکھڑپنا نہ دکھائے ورنہ پھر ہم ان سے بڑھ کر اکھڑپنا دکھائیں گے“۔ ان معنوں میں یہ لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے ۔

اسی طرح جو شخص حق کے خلاف عمل کرے وہ بھی جاہل ہے خواہ اسے علم ہی کیوں نہ ہو کہ یہ حق کے خلاف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ ؛

"اللہ تعالیٰ تو صرف ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت سے بُرا فعل کر بیٹھیں اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہی توبہ کر لیں"۔ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہر وہ شخص جو بُرا فعل کرے جاہل ہے خواہ اسے اس بات کا علم ہی کیوں نہ ہو کہ وہ فعل حق کے خلاف ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقی علم جو دل میں راسخ ہو چکا ہو اس کے ہوتے ہوئے ناممکن ہے کہ کسی انسان سے کوئی ایسا قول یا فعل صادر ہو جو اس علم کے خلاف ہو، لٰہذا جب حق کے خلاف بات صادر ہوئی تو وہاں یقیناً دل کی غفلت پائی گئی، یا حق کے مخالف امر کا مقابلہ نہ کرنے کی وجہ سے دل کی کمزوری پائی گئی اور یہ تمام حالات حقیقت علم کے منافی ہیں لٰہذا اس اعتبار سے جہل قرار پائے۔ یہیں سے تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اعمال ایمان میں مجازاً نہیں بلکہ حقیقتاً شامل ہیں۔ اگرچہ ہر وہ شخص جو اعمال ترک کر دے نہ کافر کہلا سکتا ہے اور نہ اصل ایمان کے نام سے خارج ہے۔ یہی حال عقل اور اسی قسم کے دوسرے ناموں کا ہے اسی لیے تو اللہ تعالیٰ ان حالات والوں کو مردے، اندھے گونگے، بہرے گمراہ اور جاہل کا نام دیتے ہیں اور ان کی تعریف میں "لَا یَعْقِلُوْنَ اور "لَا یَسْمَعُوْنَ جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور مؤمنین کی صفت میں أُولُوالْأَلْبَابِ، أُولُوالنُّهٰی، إِنَّهُمْ مُهْتَدُوْنَ (یہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں)، إِنَّ لَهُمْ نُوراً (ان کے لیے نور ہے)، إِنَّهُمْ یَسْمَعُوْنَ (یہ سنتے ہیں)، یَعْقِلُوْنَ (سمجھتے ہیں) قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

جب یہ بات واضح ہوگئی [۱۷] تو گویا وہ لوگ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تھے جاہلیت کی حالت میں تھے۔ یعنی ایسا جہل جو جاہل کی طرف منسوب ہو کیونکہ جن اقوال و افعال کے وہ عادی بن چکے تھے انہیں ایجاد بھی کوئی جاہل ہی کر سکتا تھا اور ان پر عمل پیرا بھی کوئی جاہل ہی ہو سکتا تھا، اسی طرح ہر وہ چیز جو رسولوں کے آوردہ احکام کے خلاف ہو خواہ اس کا تعلق یہودیت

سے ہو خواہ نصرانیت سے ، جاہلیت ہے - یہ تو عام جاہلیت تھی لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد مطلق جاہلیت کسی شہر میں ہو سکتی ہے اور کسی میں نہیں ، مثلاً وہ علاقے جنھیں غیر اسلامی کہا جاتا ہے اسی طرح جاہلیت کسی شخص میں ہوتی ہے کسی میں نہیں مثال کے طور پر ایک شخص اسلام لانے سے پہلے جاہلیت میں ہوتا ہے - باوجود اس کے کہ وہ دارالاسلام میں مقیم ہوتا ہے ، مطلق زمانے کے اعتبار سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد کوئی جاہلیت نہیں رہی کیونکہ آپ کی امت کے کچھ لوگ قیامت تک حق پر کاربند رہنے کے باعث غالب رہیں گے ، رہی مقید جاہلیت تو وہ بعض اسلامی ممالک میں بھی پائی جا سکتی ہے اور بہت سے مسلمان افراد میں بھی ، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

أَرْبَعٌ فِيْ أُمَّتِيْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُونَهُنَّ : الفخر بالأحساب ، و الطَّعْنُ فِي الأَنْسَابِ والاستسقاء بالنجوم و النياحة -

میری امت میں چار باتیں جاہلیت کی پائی جاتی ہیں جنھیں وہ نہیں چھوڑتے : حسب و نسب پر فخر کرنا ، اوروں کے نسب میں طعن کرنا ، ستاروں سے بارش طلب کرنا ، اور نوحہ کرنا -

ایک بار حضرت ابو ذرؓ نے کسی شخص کو اُن کی والدہ کے متعلق طعن کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ (تو ایسا انسان ہے جس میں جاہلیت کی خصلت پائی جاتی ہے) -

یہ سب باتیں جاہلیت کہلاتی ہیں - اگرچہ جاہلیت کا لفظ بالعموم عربوں کی قبل از اسلام کی حالت کے لیے بولا جاتا ہے کیونکہ وہ بہت سے اعمال اور احکام میں اس سے بھی زیادہ جہالت کا مظاہرہ کرتے تھے -

بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا : اگر تم عربوں کی جاہلیت کو معلوم کرنا چاہو تو

سورہ انعام کی ایک سو نیس سے اوپر کی آیات کو پڑھ کر دیکھ لو :

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْا أَوْلَادَ هُمْ سَفَهاً بِغَيْرِ
عِلْمٍ وَحَرَّمُوْا مَارَزَقَهُمُ اللهُ إِفْتِرَاءً عَلَى الله
قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۔

"جن لوگوں نے اپنی بیوقوفی کی وجہ سے بغیر علم کے اپنی اولاد کو قتل کیا اور اللہ کے رزق کو اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے حرام قرار دیا وہ لوگ خسارے میں ہیں ۔ یقیناً یہ لوگ گمراہ ہو چکے ہیں اور ہدایت پانے کے نہیں" ۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ
الجَاهِلِيَّةِ الأُوْلىٰ ۔

(گھروں کے اندر رہو اور پہلی سی جاہلیت کا سنگھار نہ کرو)

میں جاہلیت کے مفہوم کے متعلق مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ جاہلیت اولیٰ اس زمانے میں تھی جس زمانے میں ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی ۔ اس زمانے میں عورت موتیوں کی قمیص پہن کر راستے کے عین وسط میں چلتی اور اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتی تھی ۔

حَکَم[1] بن عُیَیْنَہ کہتے ہیں : جاہلیتِ اُولیٰ آدم اور

---

۱ ۔ حکم بن عُیَیْنَہ ۔ اصل کتاب میں اسی طرح دیا ہے مگر درست نام حَکَم بن عُتَیْبَہ ہے ۔ الحکم بن عُتَیْبَہ (بمثنّاۃ مصغراً) ۔ الکندی الکوفی مشہور علما میں سے تھے ۔ انھوں نے ابو جحیفہ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلی اور کئی ایک لوگوں سے روایت کی اور ان سے منصور، اعمش اور ابو عوانہ وغیرہ نے ۔ عجلی کہتے ہیں : یہ ثقہ اور ثبت تھے، صاحب سنت تھے، ۶۵ سال کی عمر میں ۱۱۵ھ میں وفات پائی ۔ (خلاصہ تذہیب الکمال : ص ۷۶) ۔

نوح علیہما السلام کے زمانے میں تھی اور نہ آٹھ سو سال کا عرصہ ہے۔ اس زمانے کے لوگوں کے اخلاق بُرے بیان کیے جاتے ہیں۔

ابن عباس[1] کہتے ہیں: نہ نوح[4] اور ادریس[4] کے درمیان کا زمانہ ہے۔

کلبی[2] کہتے ہیں: نوح اور ابراہیم کے درمیان کا زمانہ ہے۔ یہ جانا ہے کہ عورت رسولوں کی قمص پہنتی تھی جو دونوں جانب سے ملی ہوئی نہ ہوتی تھی۔ [۱۸] نئلے کپڑے تھے اور اسے بدن کو ڈھانپا نہ کرتی تھی۔

ایک گروہ کہتا ہے: جاہلیت اُولیٰ موسیٰ اور عیسیٰ کا درمیانی زمانہ ہے۔

ثعلبی[3] کہتا ہے: عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا عہد۔

---

۱۔ ابن عباس، عبداللہ بن عباس، ابن عم رسول اللہ صلی علیہ وسلم حبشرامت لقب ۶۸ھ میں وفات پائی۔

۲۔ کلبی: محمد بن السائب الکلبی الکوفی ابو صالح باذام سے روایت کی اور ان سے ابن مبارک وغیرہ نے۔ ان کی بات کو صرف تفسیر میں پسند کیا گیا ہے۔ ۱۴۶ھ میں وفات پائی۔
(خلاصہ تذہیب الکمال: ۲۸۸)

۳۔ ثعلبی: کتاب میں اسی طرح دیا ہے مگر بہتر ثعالبی ہے۔ ابو اسحٰق احمد بن محمد بن ابراہیم النیسا پوری المفسر۔ حافظ واعظ اور تفسیر کے سردار تھے۔ ابن خلکان نے انھیں تفسیر میں یکتائے روزگار کہا ہے، تفسیر کبیر لکھی۔ ان کی ایک اور تصنیف کتاب العرائس فی قصص الانبیا ہے۔ ثعلبی یا ثعالبی ان کا لقب ہے نسبت نہیں۔ ۴۲۷ھ میں وفات پائی۔ یاد رہے کہ اسی زمانے میں ایک اور ثعالبی بھی ہوئے ہیں جن کا نام ابو منصور عبدالملک بن محمد النیسا پوری الثعالبی ہے۔ یہ ادیب اور شاعر تھے۔ یتیمۃ الدہر اور بعد ان کی تصانیف ہیں، ۴۳۰ھ میں وفات پائی۔

ابو العالیہ[1] کہتا ہے : یہ داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں عورت جو قمیص پہنتی اس کی دونوں طرفیں سلی ہوئی نہ ہوتی تھیں اور عورتیں بدن کے اس حصے کو بھی ظاہر کر دیا کرتیں جس کا ظاہر کرنا قبیح معلوم ہوتا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ عورت (بیک وقت) اپنے خاوند اور اپنے یار کے ساتھ بیٹھ جاتی۔ یار تہمد سے اوپر کا حصہ لے لیتا اور خاوند تہمد سے لے کر نیچے تک کا حصہ اور بعض اوقات دونوں ایک دوسرے سے اپنا اپنا حصہ بدل لینے کی بھی فرمائش کرتے۔

مجاہد[2] کہتے ہیں : عورتیں مردوں کے درمیان چلا پھرا کرتی تھیں۔ اسی کو قرآن نے 'تبرج' سے تعبیر کیا ہے۔ ابن عطیہ[3] کہتے ہیں : میرے نزدیک ظاہر بات یہ ہے کہ اللہ نے اُس جاہلیت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا زمانہ اُنھوں نے پایا۔ لہٰذا انھیں اسی جاہلیت کے اخلاق سے علاحدہ ہو جانے کا حکم دیا گیا اور یہ اخلاق وہ اخلاق تھے جو شریعت کے آنے سے پہلے کفار کا شعار تھے، کیونکہ ان میں کسی قسم کی غیرت نہ پائی جاتی تھی۔ عورتوں کے معاملے میں کسی قسم کا حجاب نہ تھا اور اُس جاہلیت کو 'اُولیٰ' اُس حالت کی نسبت سے کہا گیا جس پر وہ اُس وقت یعنی بعہد اسلام تھیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں کوئی

---

۱ - ابو العالیہ : رُفیع بن مہران الریاحی ابو العالیہ البصری امام اور مخضرم ہیں۔ اُنھوں نے حضرت عمر کے پیچھے نماز پڑھی۔ ماوراء النہر میں سب سے پہلے اُنھوں نے اذان دی۔ ۹۰ھ میں وفات پائی۔

۲ - مجاہد : مجاہد بن جبر المکی۔ ابن عباس کے خاص شاگرد اور تفسیر کے بڑے عالم تھے۔ اسّی سال سے اُوپر عمر پا کر ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔

۳ - ابن عطیہ : ان کا کہیں پتا نہ چل سکا۔ غالباً درست ابن علیہ ہے۔ اسمٰعیل بن ابراہیم الاسدی القرشی۔ علیہ ان کی والدہ کا نام ہے۔ حافظ ثقہ، ثبت اور امام تھے۔ شعبہ نے انھیں 'ریحانۃ الفقہا' کہا ہے ولادت ۱۱۰ھ اور وفات ۱۹۳ھ (خلاصہ : ۲۷)۔

اور جاہلیت بھی ہے۔ جاہلیت کا لفظ اسلام سے پہلے کی مدت کے لیے استعمال کیا گیا جیسا کہ واضح ہے۔

## جنس عرب کی فضیلت اور ان کے امتیازی اوصاف کا بیان

یاد رکھیں کہ ہر نوع کو کمال اُن اوصاف کے حصول سے میسر آتا ہے جو اس نوع کے ساتھ مخصوص ہوں اور ان آثار کے صدور سے عمل میں آتا ہے جو اُس نوع سے مطلوب ہوں۔ انھی اوصاف کی کمی یا بیشی کی وجہ سے بعض افراد بعض پر فضیلت حاصل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک کو آسمان اور دوسرے کو زمین قرار دے دیا جاتا ہے۔ انسان بھی تمام اجسام کے ساتھ جگہ گھیرنے اور فضا میں موجود ہونے کے اعتبار سے برابر کا شریک ہے، اسی طرح غذا حاصل کرنے اور نشو و نما پانے کی رُو سے یہ نباتات کا شریک ہے اور سانس لے کر زندہ رہنے، حرکت ارادی اور احساس کی رعایت سے یہ بے زبان جانوروں کے زمرے میں شامل ہے۔ اسے اگر امتیاز حاصل ہے تو صرف اُس قوت گویائی کی وجہ سے جو اسے عطا کی گئی ہے اور ان امور کی وجہ سے ہے جو اس کے تابع ہیں مثلاً عقل، علوم ضروریہ، پسندیدہ و نیک اعمال، نظر و استدلال کی اہلیت، اور اس نظرو استدلال کے ذریعے مدارج کمال میں ترقی کرنے نیز یہ جاننے کی وجہ سے کہ کونسی بات ممکن ہے اور کونسی ناممکن۔ لہذا اس کا کمال اس بات میں مضمر ہے کہ وہ معقولات کا تصور کر لے، نامعلوم امور کو پا لے اور ان اخلاق حسنہ کو اپنا لے جو نیک اعمال کے تابع ہیں، چنانچہ انسان کو اپنی ذات اور جسم کے معاملے میں باقی تمام حیوانات پر فضیلت حاصل ہے۔

انسان کی ذاتی فضیلت اس قوت مفکرہ کی بدولت ہے جس کے ساتھ عقل، علم، حکمت، تدبیر اور رائے وابستہ ہوتی ہے اس لیے کہ اگرچہ حس تمام چوپاؤں میں بھی پائی جاتی ہے اور بعض میں تو قوت متخیلہ بھی ہوتی ہے تاہم ان میں نہ تو قوت مفکرہ ہوتی ہے نہ سوچنے کا مادہ۔

نہ معلوم چیز سے نامعلوم چیز کے استنباط کرنے کی قوت ، نہ وہ اشیا کی علّت اور اسباب کو جانتے ہیں اور نہ ان میں یہ طاقت ہوتی ہے کہ وہ ایسی صنعتوں کو سیکھ سکیں جن میں غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے - البتہ بعض حیوانات چند خیالی صنعتوں کو سیکھ لیتے ہیں اس بات میں ہاتھی اور بندر سب سے زیادہ قوی ہیں -

انسان کی جسمانی فضیلت ہی کو لیجیے - ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی فضیلت ، کام کرنے والے ہاتھ ، بولنے والی زبان اور اس سیدھے قامت کی وجہ سے ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان ان تمام چیزوں پر غالب ہے جو اس دنیا میں پیدا کی گئیں - اللہ تعالٰی نے اس بات کی اطلاع ہمیں اپنے فرمان

لَقَدْ خَلَقْنَا الاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

(ہم نے انسان کو بہترین ڈھانچے میں پیدا کیا)

اور صَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ

(اللہ نے تمھیں صورت بخشی اور اچھی صورت بخشی)

میں دی ہے - اس سے اللہ کی مراد محض خد و خال والی صورت ہی نہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ عقلی صورت بھی ہے - اور چونکہ اللہ نے انسان ہی کو یہ شرف بخشا ہے لہذا فرمایا ہے :

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ وَحَمَلْنَاھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاھُمْ مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلاً -

ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کرایا اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی -

اور جو شخص یہ خیال کرے کہ انسان کو وحشی جانوروں کے مقابلے میں ناقص پیدا کیا گیا ہے ، اس لیے کہ وحشی جانوروں کو لباس

کی ضرورت نہیں ہوتی اور انسان کو ہوتی ہے ۔ اسے خود اپنی ذات کے اندر ہتھیار بھی نہیں دیے گئے جس طرح کہ بہت سے وحشی جانوروں کو دیے گئے ہیں تو اس شخص کا خیال ناقص ہے ۔ ظاہر ہے کہ انسان کو ان چیزوں کے عوض وہ قوت عقل و تمیز دی گئی ہے جس کی مدد سے وہ اپنی خواہش کے مطابق ہر قسم کا لباس اور ہتھیار بنا سکتا ہے ۔ پھر جب چاہتا ہے ہتھیار لگا لیتا ہے اور جب چاہتا ہے اُتار کر رکھ دیتا ہے ۔ مزید برآں اگر انسان کو بھی اسی قسم کا کوئی ہتھیار دیا گیا ہوتا جس قسم کا ان وحشی جانوروں کو دیا گیا ہے تو پھر انسان کے لیے یہ ممکن نہ ہوتا کہ وہ کوئی اور ہتھیار استعمال کر سکے ایسے ہی جیسے وحشی جانور نہیں کر سکتے ۔ نیز یہ کہ اگر انسان کو ہتھیار دے دیا گیا ہوتا تو حق یہ ہے کہ پھر اسے قوت تمیز نہ دی جانی چاہیے تھی کیونکہ اس صورت میں انسان اس سے مستغنی ہوتا ، بدایں صورت وہ فائدے میں نہ رہتا ۔ اللہ تعالیٰ کے افعال اس (نقص) سے منزہ ہیں ۔

اگر کوئی یہ کہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے

خُلِقَ الاِنْسَانُ ضَعِیْفاً

کیوں فرمایا ؟ اور اسے کمزور کیوں خیال کیا ہے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کا کمزور ہونا ملأ اعلیٰ کے مقابلے میں ہے کیونکہ انسان میں وہ بدنی حاجات پائی جاتی ہیں جو ملأ اعلیٰ میں نہیں پائی جاتیں ۔ لہٰذا جب فضیلت کا دار و مدار ان امور پر قرار پایا جن کا ہم نے ذکر کیا ہے تو عربوں کو دیگر اقوام پر فضیلت ان خصوصیات کی بنا پر حاصل ہوئی جو انھیں اپنی عقل ، زبان ، اخلاق اور اعمال کی رو سے حاصل ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فضیلت یا تو نفع رساں علم کی وجہ سے ظہور میں آتی ہے یا عمل صالح کی بنا پر ۔ رہا علم تو اس کا ایک مبدأ ہے اور وہ قوت عقل ہے ، جو اپنی ذات میں قوت حفظ اور فہم بھی ہے دوسری بات اس کا کامل ہونا ہے اور وہ قوت گویائی ہے یعنی قوت بیان اور مافی الضمیر کا اظہار ۔ اور واضح ہے کہ عرب لوگ

دیگر اقوام کے مقابلے میں زیادہ سمجھ دار ، زیادہ حافظے والے اور زیادہ قادر الکلام ہیں ۔

رہا قوت فہم میں ان کا کمال [۲۰] تو یہ اس لیے ہے کہ قوت ذکاء ، صحیح د̃راکی ، تیزی فہم اور حقیقی فراست میں کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی ۔ یہ لوگ اپنی قوت ذکاء کے ذریعے نظروں سے اوجھل چیز کے متعلق بھی اس طرح خبر دیتے ہیں گویا اس کا مشاہدہ کر رہے ہوں ۔ چنانچہ گھاٹ پر آنے سے پہلے ہی صحیح د̃راکی سے اس گھاٹ کا صحیح حال بیان کر دیتے ہیں اور اپنی تیزی ذکاء کی وجہ سے بعید ترین چیز کو یوں ثابت کر دیتے ہیں گویا وہ بعید ہی نہیں ۔ ان کی حقیقی فراست غیر معلوم چیز کو ایسے کر دیتی ہے جیسے وہ مدت مدید سے معروف چلی آتی ہو ۔ وہ لوگ جو بعد کے زمانے میں تھے وہ گزشتہ زمانے کے لوگوں کے مقابلے میں کم درجہ رکھتے تھے ۔ اس کے باوجود وہ رمز آشنا اور دقیقہ شناس تھے ۔ مخفی اور لطیف اشاروں ہی سے خبردار ہو جاتے تھے ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک (۹۶ھ تا ۹۹ھ/۷۱۴ء تا ۷۱۷ء) کے سامنے قیدی لائے گئے ، اس وقت فرزدق (۱۱۰ھ) بھی حاضر تھا ۔ سلیمان نے فرزدق کو ان میں سے ایک کی گردن مارنے کا حکم دیا ۔ فرزدق نے معذرت چاہی ، مگر سلیمان نہ مانا اور ساتھ ہی ایک ایسی تلوار کی طرف اشارہ کر دیا گیا جو قابل استعمال نہ تھی ۔ اس فرمائش پر فرزدق نے کہا کہ میں تو ابو رغوان مجاشع کی تلوار سے ماروں گا ۔ اس سے مراد اس کی اپنی ذات تھی ، بالفاظ دیگر وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ اس تلوار کو تو ظالم بن ظالم کے سوا کوئی شخص استعمال نہیں کر سکتا ۔ اس کے بعد اس نے اپنی تلوار سے قیدی پر وار کیا مگر اتفاق سے وار اوچھا پڑا ، اس پر سلیمان اور وہ لوگ جو اس کے آس پاس تھے ہنس پڑے ۔ چنانچہ فرزدق نے یہ شعر کہے :

أَيُعْجِبُ النَّاسَ أَنْ أَضْحَكْتُ سَيِّدَهُمْ
خَلِيفَةَ اللهِ يُسْتَسْقَى بِهِ الْمَطَرُ

کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب آتا ہے کہ میں نے ان کے سردار

یعنی اللہ کے خلیفہ کو ہنسا دیا ہے جس کے واسطے سے بارش کی دعا کی جاتی ہے۔

لَمْ یَنْشَبُ سَیْفِیَ مِنْ رُعْبٍ وَلا دَهَشٍ
عَنِ الأَسِیْرِ وَلٰكِنْ أَخَّرَ القَدَرُ

میری تلوار کا وار قیدی سے کسی قسم کے رعب یا دہشت کی وجہ سے خطا نہیں گیا لیکن تقدیر میں تاخیر کر دی گئی۔

وَلَنْ یُقَدِّمَ نَفْساً قَبْلَ مِیْتَتِهَا
جَمْعُ الیَدَیْنِ وَلا الصَّمْصَامَةُ الذَّكَرُ

کسی شخص کی موت اپنے وقت سے پہلے نہ تو دونوں ہاتھ باندھ دینے سے آ سکتی ہے اور نہ عمدہ لوہے کی تلوار سے۔

اس کے بعد اس نے تلوار میان میں داخل کر دی اور کہا:

مَا إِنْ یُعَابُ سَیِّدٌ إِذَا صَبَا[1]
وَلا یُعَابُ صَارِمٌ إِذَا نَبَا
وَلا یُعَابُ شَاعِرٌ إِذَا كَبَا[2]

اگر کوئی سردار بچپن کی بات کر بیٹھے تو اس پر انگلی نہیں اٹھائی جاتی۔ نہ ہی کاٹنے والی تلوار پر حرف آ سکتا ہے اگر وہ چوک جائے، اور نہ ہی شاعر کی عیب چینی کی جاتی ہے اگر وہ ٹھوکر کھائے (منہ کے بل گرے)۔

---

۱۔ محمد یحییٰ انوری نے اس شعر میں صبا کے معنی عشق کی طرف مائل ہونے کے کیے ہیں۔ حالانکہ یہ معنی یہاں مراد نہیں ہیں یہاں صَبَا کے معنی مال الی الصبوہ ای جھلہ الفتوہ جوانی کی جہالت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک جہاں دیدہ سردار سے اتفاقیہ طور پر جوانوں کی سی جہالت سرزد ہو جاتی ہے مگر اس سے اس کی سرداری میں فرق نہیں آ سکتا۔

۲۔ اصل کتاب میں شاعر کا لفظ ہی دیا ہے۔ حالانکہ محاورہ میں 'کبوہ' کا لفظ 'فارس' کے لیے آتا ہے۔

اس کے بعد یہ کہتا ہؤا بیٹھ گیا : میں دیکھ رہا ہوں کہ ابن المراغہ (جریر) نے میری ہجو کی ہے اور یہ شعر کہا ہے :

بِسَیْفِ أبِیْ رَغْوَانَ سَیْفِ مُجَاشِعِ
ضَرَبْتَ وَلَمْ تَضْرِبْ بِسَیْفِ ابنِ ظَالِمِ

تو نے [۱، ۲] ابی رغوان یعنی مجاشع کی تلوار سے وار کیا ، ابن ظالم کی تلوار سے نہیں -

فرزدق یہ کہ کر اُٹھا اور چلا گیا - جریر آیا تو اسے یہ قصہ سنایا گیا ، مگر اسے یہ شعر نہ سنایا گیا - اس نے از خود ہی یہ کہا :

بِسَیْفِ أبِیْ رَغْوَانَ سَیْفِ مُجَاشِعِ
ضَرَبْتَ وَلَمْ تَضْرِبْ بِسَیْفِ ابنِ ظَالِمِ

سلیمان یہ دیکھ کر متعجب ہؤا - اس کے بعد جریر نے کہا : اے امیرالمؤمنین میں ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اُس لوہار کے بیٹے (فرزدق) نے میرے جواب میں شعر کہا ہے - اور (ساتھ ہی) یہ سعر پڑھ دیا :

وَلَا نَقْتُلُ الْاَسْرىٰ وَلٰكِنْ نَفُكُّهُمْ
إذَا أَثْقَلَ الْاَعْنَاقَ حَمْلُ الْمَغَارِمِ

جب گردنوں پر تاوان کا بھاری بوجھ پڑ جائے تو ہم قیدیوں کو قتل کرنے کی بجائے اُنھیں آزاد کر دیا کرتے ہیں - اس کے بعد فرزدق کو صرف ہجویہ شعر کے متعلق خبر دی گئی دوسرے شعر کا ذکر نہیں کیا گیا - تو اس نے جواباً یہ شعر کہے :

كَذَاكَ سُيُوفُ الْهِنْدِ تَنْبُو ظُبَاتُهَا
وَتَقْطَعُ أَحْيَانًا مَنَاطَ[۱] التَّمَائِمِ

اسی طرح بعض اوقات ہندی (بتراں) تلواروں کی دھاریں چوک بھی جاتی ہیں اور کبھی گردنوں کو کاٹ بھی دیتی ہیں -

---

۱ - مناط : لٹکانے کی جگہ تمائم جمع تمیمہ کی تعوید - تعوید لٹکانے کی جگہ یعنی گردن -

وَلاَ نَقْتُلُ الاَْسْرىٰ وَلٰكِنْ نَفُكُّهُمْ
إِذَا اَثْقَلَ الاَْعْنَاقَ حَمْلُ الْمَغَارِمِ
وَهَلْ ضَرْبَةُ الرُّومِيِّ جَاعِلَةٌ لَكُمْ
اَباً عَنْ[1] كُلَيْبٍ اَوْ اَخاً مِثْلَ دَارِمِ

جب گردنوں پر تاوان جنگ کا بارگراں پڑ جائے تو ہم قیدیوں کو قتل کرنے کی جگہ انھیں آزاد کر دیتے ہیں اور کیا رومی قیدی کو (کاری) ضرب لگانے سے تمھیں کُلَیب کے مقابلے کا کوئی باپ یا دارم جیسا بھائی مل جائے گا۔

اور حکایت کی جاتی ہے کہ ذوالرمہ[2] نے اپنے قصیدے کے لیے جس کا مطلع یہ ہے۔

نَبَتْ عَيْنَاكَ عَنْ طَلَلٍ بِحُزْوَى
عَفَتْهُ الرِّيحُ وَامْتَنَحَ الْقِطَارَا

حُزْوی کے مقام پر جو کھنڈر ہے اور جسے ہواؤں نے مٹا دیا ہے اور جس نے بارش کا تحفہ لیا ہے اس سے تمھاری آنکھیں اچاٹ ہوگئیں۔
جریر سے چند شعر بطور تحفہ مانگے تو جریر نے یہ شعر کہے:

يَعُدُّ النَّاسِبُونَ إِلَى تَمِيمٍ
بُيُوتَ الْمَجْدِ أَرْبَعَةً كِبَارًا

---

۱۔ فرزدق خاندانی آدمی تھا اور جریر کا تعلق ایک ادنی خاندان سے تھا۔ فرزدق نے اپنے اشعار میں ہمیشہ اپنے خاندان پر فخر کیا ہے اور جریر کو ادنیٰ خاندان سے ہونے کا طعنہ دیا ہے۔ کلیب، وائل اور دارم فرزدق کے خاندان میں رؤسا قوم ہوئے ہیں جن کے مقابلے میں جریر اپنے خاندان میں سے کسی کو پیش نہ کر سکتا تھا۔

۲۔ ذوالرمہ لقب ہے اصل نام غَیلان بن عُقبہ بن بُہیس ہے اور ابوالحرث کنیت۔ اسلامی شاعر ہے۔ اس کی محبوبہ میہ بنت عاصم بن طلبہ بن قیس بن عاصم ہے اور اس کی کنیت ام نوراء ہے۔ (شرح امالی : ۸۱ - ۸۲)۔

بنی تمیم کی طرف منسوب ہونے والے لوگ بزرگی کے چار بڑے گھرانے شمار کرتے ہیں ۔

یَعُدُّوْنَ الرِّبَابَ وَآلَ بَکْرٍ
وَعَمْرًا ثُمَّ حَنْظَلَةَ الخِیَارَا

وہ رباب ، آل بکر ، عمرو اور حنظلہ الخیر کو شمار کرتے ہیں ۔

[۲۲] وَیَذْهَبُ فِیهِمَا[۱] المُرِّیُّ لَغْوًا
کَمَا أَلْغَیْتَ فِي الدِّیَةِ الحُوَارَا

اور ان چاروں گھرانوں کے درمیان مرّیؓ بے کار چلا جاتا ہے جس طرح دیت میں اونٹ کے بچے کو شمار نہیں کیا جاتا ۔ ذوالرمہ نے ان اشعار کو اپنے قصیدے میں شامل کر لیا ۔ یہ قصیدہ ۵۲ اشعار کا ہے ۔ پھر ہوا یہ کہ ایک بار فرزدق کا ذوالرمہ کے پاس سے گزر ہوا ، اس نے ذوالرمہ کو قصیدہ سنانے کو کہا ۔ ذوالرمہ سناتا رہا اور فرزدق خاموشی سے سنتا رہا یہاں تک کہ جب وہ مذکورہ بالا تین شعروں پر پہنچا تو فرزدق نے اس سے دو بار ان کا اعادہ کروایا پھر کہا :

خدا کی قسم ان اشعار کا کہنے والا وہ شخص ہے جس کے جبڑے تم سے زیادہ مضبوط ہیں ۔

نیز حکایت کی جاتی ہے کہ عمر بن لجأ نے جریر کو شعر سنائے تو اس نے کہا : یہ تمہارے اشعار نہیں ہیں یہ تو کسی حنظلی کے کہے ہوئے ہیں ۔

ان کی ذہانت کے کیا کہنے ، جس کے باعث وہ لطف سے اشارہ کی تہ تک فوراً پہنچ جاتے تھے ۔ ان کی نظر اس قدر تیز تھی کہ نہایت معمولی رمز کو بھی پا جاتے تھے جیسا کہ مشہور روایات ان کی ترجمانی کرتی ہیں ۔

---

۱ ۔ اصل کتاب میں اسی طرح دیا ہے مگر سیاق کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں 'فیهم' ہو ۔

روایت ہے کہ ایک نُمیری اور ایک فزاری ساتھ ساتھ چل رہے تھے ، فزاری نے نُمیری سے کہا ، ''اپنے گھوڑے کی لگام کو نیچا کر دو'' نُمیری نے جواب دیا ، ''یہ مکرونہ (بندھی ہوئی) ہے''۔ فزاری کے پیش نظر یہ شعر تھا جو بنی نُمیر کے متعلق کہا گیا ہے :

فَغُضَّ الطَّرْفَ إِنَّكَ مِنْ نُمَيْرٍ
فَلَا كَعْبًا بَلَغْتَ وَلَا كِلَابَا

آنکھیں نیچے رکھو [۲۳] تم تو بنی نُمَیر میں سے ہو ، تم نہ تو کعب (کی شان) کو پہنچ سکے ہو اور نہ کلاب کو

اور نُمیری کی مراد اس شعر سے تھی جو بنی فزارہ کے بارے میں کہا گیا تھا

لَا تَأْمَنَنَّ فَزَارِيًّا خَلَوْتَ بِهِ
عَلَى قَلُوصِكَ وَاكْتُبْهَا بِأَسْيَارِ

جب تو کسی فزاری کے ساتھ خلوت گیر ہو تو اپنی اونٹنیوں کی طرف سے بے فکر نہ ہونا ۔ اُن کی شرمگاہ کو تسموں سے باندھ دینا (ان لوگوں سے اونٹنیوں کی عصمت محفوظ نہیں)

نیز یہ کہ قبیلہ نُمَیر کا ایک شخص جس کا نام شریک النُمیری ہے بنی تمیم کے کسی آدمی سے ملا تو تمیمی نے کہا ، ''شکاری پرندوں میں سے مجھے 'البازی' (باز) پسند ہے''۔ شریک نے کہا ، ''بالخصوص جو قطا' (بھٹ تیتر) کا شکار کرتا ہو''۔ تمیمی کی 'البازی' سے مراد یہ شعر تھا :

أَنَا الْبَازِيُّ الْمُطِلُّ عَلَى نُمَيْرٍ
أُتِيحَ مِنَ السَّمَاءِ لَهَا انْصِبَابَا

میں نُمَیر پر جھپٹنے والا وہ باز ہوں جس کا آسماں سے اُترنا ان کی تقدیر میں لکھا گیا ہے

اور 'قطا' کا ذکر کرنے سے شریک کی مراد طِرِمّاح کے اس شعر سے تھی :

تَمِيْمٌ بِطُرْقِ اللُّؤْمِ اَهْدىٰ مِنَ الْقَطَا
وَلَوْ سَلَكَتْ سُبُلَ الْمَكَارِمِ ضَلَّتِ [۲۳]

قوم تمیم کمینے پن کے راستوں پر بھٹ تیتر سے بھی زیادہ سیدھی جاتی ہے ۔ اگر وہ بزرگیوں کے راستے پر چلے بھی تو بھٹک جاتی ہے ۔

اسی طرح یہ کہ معاویہرض[۱] نے احنف[۲] سے کہا ، ''الشیُ المُلَفَّفُ فی البِجَاد (دھاری دار چادر میں لپٹی ہوئی چیز کیا ہے'') احنف نے جواب دیا ، ''سخینہ'' ، معاویہ کی مراد شاعر کے اس شعر سے تھی :

اِذَا مَا مَاتَ مَيْتٌ مِنْ تَمِيْمٍ
فَسَرَّكَ اَنْ يَعِيْشَ فَجِئْ بِزَادٍ

جب بنی تمیم کا کوئی آدمی مر جائے اور تو یہ چاہے کہ وہ زندہ ہو جائے تو پھر کھانے کی کوئی چیز لے آ

بِخُبْزٍ اَوْ بِتَمْرٍ اَوْ بِسَمْنٍ
اَوِ الشَّيْئِ الْمُلَفَّفِ فِی الْبِجَادِ

روٹی یا کھجور یا گھی یا دھاری دار چادر میں لپٹی ہوئی کوئی چیز

تَرَاهُ يَطُوفُ فِی الْآفَاقِ حِرْصاً
لِيَأْكُلَ رَأْسَ لُقْمَانَ بْنِ عَادٍ

تو اسے لالچ کی وجہ سے دنیا بھر کا چکر لگاتا دیکھے گا تاکہ (اگر ممکن ہو تو) وہ لقمان بن عاد کا سر ہی کھا سکے

---

۱ - معاویہرض : معاویہرض بن ابی سفیان ۔ پہلا اموی خلیفہ از ۴۱ھ تا ۶۰ھ ۔ ۷۸ سال کی عمر پائی ۔

۲ - احنف : احنف بن قیس تمیمی سادات تابعین میں سے تھے ، حلم میں ضرب المثل تھے ۔ اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور اُنھی کے اشارے سے ان کی قوم اسلام لائی مگر یہ آنحضرترض کی خدمت میں نہ آ سکا ۔ ۷۲ھ میں وفات پائی ۔ اس لطیفے کے لیے نیز ملاحظہ ہو بلوغ الارب : ۱ : ۲۸۱ ۔

احنف بنی تمیم میں سے تھا - رہی احنف کی سخینہ سے مراد تو سخینہ[1] ایک قسم کا کھانا ہے جو مہنگائی کے زمانے میں کھایا جاتا ہے -

---

۱ - سخینہ : یہ قریش کا لقب تھا ان کی چڑ تھی کہ وہ اس نام سے بُرا مانتے ، سہیلی (الروض الانف : ۲ : ۲۰۵) لکھتے ہیں کہ قریش کو قدیم زمانے سے سخینہ کے نام سے پکارا جاتا تھا کیونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ قُصَیّ کا یہ دستور تھا کہ مکے میں جب کبھی کوئی جانور ذبح کیا جاتا یا اُونٹنی ذبح کی جاتی تو وہ ران کا گوشت لے کر اس کا خزیرہ بناتے - خزیرے میں گوشت اور گندم کو ملا کر پکایا جاتا ہے اور پھر لوگوں کو کھلاتے - اسی وجہ سے قریش کو سخینہ کہا گیا - بعض کہتے ہیں کہ عرب قحط سالی میں علہز کھایا کرتے تھے اور علہز ، پشم اور خون ملا کر بنایا جاتا ہے مگر قریش خزیرہ اور فیتتہ (پنفتہ) کھایا کرتے - اس پر لوگ ان سے حسد کرنے لگ گئے اور ان کو سخینہ کا لقب دیا - قریش بھی اس لقب کو ناپسند نہیں کرتے تھے۔ اگر ناپسند کرتے ہوتے تو کعب اپنے اس شعر میں اس نام کا ذکر نہ کرتے :

جاءت سخینة کی تغالب ربها فلیُغلبن مُغالبُ الغلابِ :

کیونکہ رسول اللہ بھی تو قریش میں سے ہیں لہذا کعب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے ہوئے اس لفظ کو چھوڑ دیتے چنانچہ عبدالملک بن مروان نے بھی ان اشعار کے سماع کی درخواست کی تھی جو ہوازنی نے قریش کے بارے میں کہے تھے - ان میں ایک شعر یہ تھا :

یا شدہ ما شددنا غیر کاذبہ علی سخینہ لولااللیل و الحرم

اس پر عبدالملک نے کہا تھا کہ اس شاعر نے بھی کسی بات کا اضافہ نہیں کیا اور ایسا ہی آیا ہے مگر عبدالملک نے بھی اس لقب کو بُرا نہیں منایا لہذا معلوم ہوگیا کہ یہ لقب قریش کو ناپسند تھا اور نہ ہی اس میں کوئی عار کی بات تھی -

اور معاویہ کی قوم اسی پر اکتفا کیا کرتی تھی۔ مقصود معاویہؓ کی قوم کو بخل سے متہم کرنا تھا۔

نیز یہ کہ بنی محارب کا ایک آدمی عبداللہ بن یزید الہلالی کے پاس آیا تو عبداللہ نے کہا، "کل رات ہمیں بنی محارب کے بزرگوں سے بہت تکلیف پنہچی۔ انھوں نے ہمیں سونے ہی نہیں دیا"۔ اس کی مراد اخطل کے اس شعر سے تھی:

تَنِقُّ بِلاَ شَيْئٍ شُيُوخُ مُحَارِبٍ
وَمَا خِلْتُهَا كَانَتْ تَرِيشُ وَلاَ تَبْرِي

بنی محارب کے شیوخ بلاوجہ شور مچا رہے ہیں اور میرا گمان یہ نہ تھا کہ وہ اصلاح تو کر سکتے ہوں گے مگر فساد نہ کر سکتے ہوں گے

ضَفَادِعُ[1] فِي ظَلْمَاءِ لَيْلٍ تَجَاوَبَتْ
فَدَلَّ عَلَيْهَا صَوْتُهَا حَيَّةَ الْبَحْرِ

(ان کی مثال تو) ان مینڈکوں کی سی تھی جو تاریک رات میں ایک دوسرے کے جواب میں ٹرائیں اور ان کی آواز سے اژدہے کو ان کا پتا چل جائے

محاربی نے کہا، "خدا آپ کی حالت سنوارے، کل رات ان کا "برقع" گم ہو گیا تھا اور وہ اس کی تلاش میں تھے"۔ ان کی مراد شاعر کے اس شعر سے تھی:

لِكُلِّ هِلاَلِيٍّ مِنَ اللُّؤْمِ بُرْقُعٌ
وَلاِبْنِ يَزِيدٍ بُرْقُعٌ وَجِلاَلُ

بنی ہلال کے ہر شخص پر کمینگی کا برقع پڑا ہوا ہے لیکن ابن یزید پر برقع بھی ہے اور جھول بھی

---

۱۔ ابو علی قالی نے ان اشعار کو ابن الذبئہ ثقفی کی طرف منسوب کیا ہے اور یمن نے اسی پر بھبتی کسی ہے۔ ملاحظہ ہو شرح امالی صفحہ: ۶۹۲۔

نیز یہ کہ ایک شخص حسن بن ابی الحسین بصری[1] کے پاس آیا اور کہا : أعثلمير أخشرج أباذر
حسن بصری رح نے جواب دیا ، "انھوں نے تجھ سے جھوٹ کہا ایسا نہیں ہؤا"
سائل کی مراد تھی کہ عُثمَانُ أخرَجَ أبَا ذَرٍ (حضرت عثمان رض نے ابو ذر رض کو مدینے سے نکالا تھا)
نیز یہ کہ ایک رات حسن بن وہب ابن زیاب کی مجلس سے اٹھے اور کہا ، "سُحَيشُر یعنی شب بخیر"۔ ابن زیاب نے جواب میں بِنسیہ یعنی تجھے شب بخیر ہو کہا ،
اس قوم کی دانش مندی کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے جس کی عورتیں بھی شعر و شاعری کی تنقید میں ایسی طاق نہیں ۔
حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک عورت یعنی خنساء کے سامنے یہ شعر پڑھا گیا :

لنَا الجَفنَاتُ الغُرُّ يَلمَعنَ بالضُّحٰى
و أسيَافُنَا يَقطُرنَ مِن نَجدَةٍ دَمًا

ہمارے روشن پیالے چاشت کے وقت چمک رہے ہوتے ہیں اور ہماری تلواریں ہماری بہادری کی وجہ سے خون ٹپکا رہی ہوتی ہیں
خنساء نے (یہ سن کر) کہا ، "اس بات میں کیا فخر ہے کہ اس کے ، اس کے قبیلے اور اس کے متعلقین کے پاس زیادہ سے زیادہ دس پیالے ہوں اور اسی قدر تلواریں بھی ہوں ۔ اس نے جمع کثرت کے الفاظ جِفَان اور سُيُوف کیوں استعمال نہیں کیے ۔ پھر اس بات میں کون سا فخر پایا جاتا ہے کہ یہ

---

۱ ۔ کتاب میں حسن بن ابی الحسین ہی دیا ہے ۔ مگر درست حسن بن ابی الحسن ہے ۔ ابو سعید کنیت ۔ اہل بصرہ کے امام اور اپنے زمانے کے بہترین شخص تھے ۔ حضرت عمر کی خلافت میں ابھی دو سال باقی تھے کہ ان کی پیدائش ہوئی ۔ عابد ، ناسک ، فصیح اور سند تھے ۔ ۱۱۰ھ میں وفات پائی ۔

پیالے حاشیے کے وقت جو کھانا کھانے کا وقت ہے چمک رہے ہوں۔ یوں گویا کہ فروخت کرنے والے کے پیالے ہوں۔ کیا یوں محسوس نہیں ہوتا کہ اس نے اپنے آپ کو اور اپنے قبیلے والوں کو چند پیالوں کا بیچنے والا بنا دیا ہے۔ پھر یمظرن کا لفظ بہادری کی تعریف میں مبالغے کے لیے کس حساب سے موزوں اور بر محل ہو سکتا ہے۔ کیا اسے یہ نہیں چاہیے تھا کہ اس لفظ کی بجائے بَتَسیلْنَ یا یَفِضْنَ یا اسی قسم کا کوئی اور لفظ لاتا (جس سے قطروں کے ٹپکنے کی جگہ سیلاب اور طغیانی کا منظر نگاہوں میں پھر جاتا)''۔

ایک بار جریر[1]، کثیّر[2]، جمیل[3] اور نصیب[4] چاروں کے راوی ایک جگہ اکٹھے ہو گئے۔ ہر ایک نے اپنے شاعر کی طرف داری کی اور

---

۱ - جریر: جریر بن عطیہ بن الخَطَفی، مشہور اسلامی شاعر جس کی فرزدق سے نوک جھونک رہی۔ ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

۲ - کُثَیِّر۔ یہ اپنی محبوبہ عزّہ کی وجہ سے کُثَیِّر عزّہ کے نام سے مشہور ہے۔ کُثَیِّر بن عبدالرحمان بن الاسود نام ہے۔ والدہ کا نام جَمْعَہ ہے۔ ابو صخر کنیت۔ اموی عہد کا شاعر ہے۔ رافضی تھا۔ ۱۰۵ھ میں مرا۔

۳ - جمیل: جمیل بن عبداللہ بن معمرالعذری۔ ابن قمیئہ کے نام سے مشہور ہے۔ ابو عمرو کنیت، معمرین میں سے تھا۔ یہ بھی اموی عہد کا شاعر ہے۔

۴ - نُصَیب: ابوالحجنا کنیت، یہ اہل قُریٰ کے ایک آدمی کا حبشی غلام تھا۔ اس نے اپنے آپ کو آزاد کرانے کے لیے مکاتبت کی پھر عبدالعزیز بن مروان کے پاس آیا اور اس کی مدح کی۔ عبدالعزیز نے اسے انعام دیا اور مکاتبت کا روپیہ ادا کر دیا۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ قضاعہ کی شاخ بلیّٰ میں سے تھا اس کی والدہ حبشیہ تھی جس سے یہ پیدا ہوا۔ اس کے والد کی وفات کے بعد اس کے چچا نے اسے غلام بنا لیا اور عبدالعزیز کے ہاتھ بیچ ڈالا۔

اسے بلاغت میں دوسروں پر فوقیت دی - انھوں نے سُکَیْنَۃ[1] نامی ایک عورت کو ثالث مقرر کیا جس نے جریر کے راویہ سے کہا ، "کیا یہ شعر تمھارے استاد کا نہیں ہے" .

طَرَقَتْکَ صَائِدَۃُ الْقُلُوبِ وَلَیْسَ ذا
حِیْنُ الزِّیَارَۃِ فَارْجِعِیْ بِسَلَامٍ

دلوں کا شکار کرنے والی رات کے وقت تمھارے پاس آئی مگر (تم نے کہا) نہ ملاقات کا وقت نہیں لٰہذا تو سلامی کے ساتھ واپس چلی جا

ملاقات کے لیے رات سے بہتر کون سا وقت ہو سکتا ہے، خدا تمھارے استاد اور اس کے اشعار کو رسوا کرے - اس کے بعد اس نے کُثَیِّر کے راویہ سے کہا : کیا یہ شعر تمھارے استاد کا نہیں ہے :

یَقَرُّ بِعَیْنِیْ مَا یَقَرُّ بِعَیْنِھَا
وَأَحْسَنُ شَیْئٍ مَا بِہِ الْعَیْنُ قَرَّتِ

جو اس کی آنکھوں کا قرار ہے وہی میری آنکھوں کا قرار ہے اور بہترین چیز وہی ہوتی ہے جس سے آنکھوں کو قرار حاصل ہو

عورتوں کو تو بیاہ سے بڑھ کر کسی اور چیز میں قرار حاصل نہیں ہوتا کیا تمھارا اُستاد یہی چاہتا ہے کہ کوئی اس کو بیاہ لے جائے، خدا تمھارے اُستاد اور اس کے اشعار کو رسوا کرے

اس کے بعد اس نے جمیل کے راویہ کو کہا ، " کیا یہ شعر تمھارے اُستاد کا نہیں ہے" ؟

---

۱ - سکینہ بنت حسین رضؓ بن علی رضؓ - ان کا اصلی نام أمیمہ تھا ، بعض امیمہ بتاتے ہیں - سکینہ ان کا لقب ہے - انھوں نے پہلے مصعب بن زبیر پھر عبد اللہ بن عثمان بن عبداللہ پھر زید بن عمرو بن عثمان سے شادی کی - ان کا حسنِ اخلاق اور جمال مشہور ہے اور ان کے کئی ایک لطیفے ہیں - ۱۱۷ھ میں وفات پائی -

فَلَوْ تَرَكَتْ عَقْلِي مَعِي مَا طَلَبْتُهَا
وَإِنْ طِلَابِيهَا لِمَا فَاتَ مِنْ عَقْلِي

اگر [۲۷] وہ میری عقل کو میرے پاس رہنے دیتی تو میں اسے طلب نہ کرتا۔ میرا اسے طلب کرنا صرف اس گئی ہوئی عقل کی وجہ سے ہے

میرے خیال میں تمھارے اُستاد کو عشق نہیں وہ صرف اپنی عقل مانگ رہا ہے۔ خدا تمھارے اُستاد اور اس کے اشعار کو رسوا کرے۔ اس کے بعد اس نے نُصَیب کے راویہ سے کہا: ''کیا یہ شعر تمھارے اُستاد کا نہیں ہے'' ؟

أَهِيمُ بِدَعْدٍ مَا حَيِيتُ فَإِنْ أَمُتْ
فَيَا وَيْحَ نَفْسِي مَنْ يَهِيمُ بِهَا بَعْدِي

جب تک زندہ ہوں دعد پر عاشق ہوں اگر مر گیا تو وائے افسوس نہ جانے میرے بعد کون اس کا عاسق ہوگا

کیا تمھارے اُستاد کو اس کے سوا کوئی اور فکر نہ تھی کہ کون اس پر عاسق ہوگا۔ خدا تمھارے اُستاد اور اس کے اشعار کو رسوا کرے۔ اس نے یوں کیوں نہیں کہا:

أَهِيمُ بِدَعْدٍ مَا حَيِيتُ فَإِنْ أَمُتْ
فَلَا صَلُحَتْ دَعْدٌ لِذِي خُلَّةٍ بَعْدِي

جب تک میں زندہ ہوں دعد پر عاشق ہوں اور جب مر جاؤں تو خدا کرے میرے بعد وہ کسی عاشق کے لائق نہ رہے

یہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ عرب لوگ اپنی فطانت، ذکاوت اور حسنِ فہم میں حدِ اعجاز کو چھو رہے تھے۔ چنانچہ ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب الاغانی میں اپنی سند سے عبدالملک بن عُمَیر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کوفے میں عمرو بن هُبَیْرہ ہمارے پاس آیا اور وہاں کے سرکردہ لوگوں میں سے دس آدمیوں کو بلا بھیجا جن میں

ایک میں بھی تھا - چنانچہ کہانیاں بیان کی جانے لگیں - پھر عمرو نے ان سے کہا ، تم میں سے ہر ایک کوئی واقعہ بیان کرے اور سب سے پہلے مجھ سے فرمائش کی - میں نے کہا ، ''خدا امیر کا بھلا کرے کیا آپ سچا قصہ سننا چاہتے ہیں یا جھوٹا '' - اس نے کہا ، ''جھوٹا نہیں ، سچا'' میں نے کہا ،

''امرؤ القیس نے قسم کھائی تھی کہ وہ صرف اس عورت سے نکاح کرے گا جو اس کے تین سوالوں کا جواب دے گی - یعنی آٹھ ، چار اور دو - اب اس نے شادی کے لیے بات چیت شروع کی ، مگر جب ان سے ان تینوں کے متعلق پوچھتا تو وہ جواب میں بیہودہ بکنے دیتیں - ایک بار وہ آدھی رات کے وقت چل رہا تھا کہ اسے ایک شخص ملا جو اپنی چھوٹی لڑکی لیے جا رہا تھا - وہ خوب صورتی میں چودھویں رات کے چاند کی طرح تھی - امرؤ القیس کو لڑکی پسند آ گئی - اس نے لڑکی سے پوچھا ، ''آٹھ ، چار اور دو کیا ہے''- اس نے جواب دیا ، ''آٹھ کتیا کے تھن ہیں ، چار اونٹنی کے اور دو پستان عورت کے - یہ جواب سن کر امرؤ القیس نے اس کے باپ سے اس سے شادی کرنے کا سوال کیا اور وہ راضی ہو گیا - اس لڑکی نے شرط عائد کی کہ وہ شب زفاف میں اس سے تین باتوں کے متعلق سوال کرے گی - امرؤ القیس نے بھی اسے منظور کر لیا نیز کہا کہ وہ اسے ایک سو اونٹ ، دس غلام اور دس نوکرانیاں اور تین گھوڑے دے گا - اس نے وعدہ پورا کیا - اس کے بعد اس نے اپنا ایک غلام [۲۸] اس لڑکی کی طرف بھیجا اور اس کے ہاتھ ایک گھی کا مشکیزہ ، ایک شہد کا اور رنگ دار کپڑوں کا ایک جوڑا تحفے کے طور پر بھیجا - راستے میں وہ کسی چشمے پر اترا - کپڑوں کے جوڑے کو کھول کر پہن لیا جو بالوں[۱] میں پھنس کر پھٹ گیا - دونوں مشکیزوں کو بھی کھولا اور

---

۱ - اصل کتاب میں شعرہ کا لفظ دیا ہے مگر اس سے کوئی مناسب معنی نہیں نکلتے - میرے خیال میں یہاں شجرہ ہونا چاہئے یعنی دوشالہ درخت میں اٹک کر پھٹ گیا -

جو لوگ چشمے پر موجود تھے انھوں نے ان دونوں میں سے تھوڑا تھوڑا شہد چکھا جس سے دونوں مشکیزوں میں کمی واقع ہو گئی ۔ اس کے بعد وہ اس کے قبیلے میں آیا ۔ اس کے گھر والے کہیں باہر گئے ہوئے تھے ۔ اس غلام نے اس لڑکی سے اس کے باپ ، والدہ اور بھائی کے متعلق دریافت کر کے وہ تحفے دے دیے۔ اس پر لڑکی نے کہا ،

"اپنے آقا کو بتا دینا کہ میرا باپ اجنبی کو قریبی کو قریبی اور قریبی کو اجنبی بنانے گیا ہے اور میری والدہ ایک نفس کے دو نفس بنانے گئی ہے ۔ بھائی سورج کو تاک رہا ہے اور تمھارا آسمان پھٹ گیا ہے اور تمھارے دونوں برتن کم ہوگئے ہیں" ۔

غلام نے آ کر اپنے آقا کو یہ سب کچھ بتا دیا ۔ امرؤ القیس نے کہا ، "اس کا یہ کہنا کہ میرا باپ اجنبی کو قریبی اور قریبی کو اجنبی بنانے گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا باپ اپنی قوم کے خلاف کسی اور قوم کا حلیف بننے گیا ہے ۔ اس کا یہ کہنا کہ میری والدہ ایک نفس کے دو نفس بنانے گئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی والدہ کسی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے پر دایہ گیری کرنے گئی ہے ۔ اس کا یہ کہنا کہ میرا بھائی سورج کو تاک رہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کہیں جانور چرا رہا ہے اور سورج غروب ہونے کا منتظر ہے تاکہ جانوروں کو واپس لے آئے۔ اور اس کا یہ کہنا کہ تمھارا آسمان پھٹ گیا ہے اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ جو چادر تو نے بھیجی ہے پھٹ گئی ہے ، اور اس کا یہ کہنا کہ تمھارے دونوں برتن کم ہوگئے ہیں اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ جو دو مشکیزے تو نے بھیجے تھے ان میں کمی واقع ہوگئی ہے ۔ اب تم صحیح صحیح بتا دو" ۔ غلام نے کہا ، "اے میرے آقا ! میں ایک چشمے پر اترا تو وہاں لوگوں نے مجھ سے میرے نسب کے متعلق سوال کیا تو میں نے انھیں بتایا کہ تمھارا چچا زاد بھائی ہوں ۔ چادر کو پھیلایا تو وہ پھٹ گئی ۔ دونوں مشکیزوں میں سے پانی والوں کو (شہد) چکھایا" ۔ یہ سن کر امرؤ القیس نے کہا ، "خدا تجھے تباہ کرے" ۔

اس کے بعد [۲۹] امرؤ القیس نے ایک سو اونٹ ساتھ لیے اور لڑکی کی طرف گیا اور یہی غلام ساتھ تھا۔ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا غلام اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے گیا مگر پلا نہ سکا۔ امرؤ القیس نے پانی پلانے میں اس کی مدد کی تو غلام نے اسے کنوئیں میں پھینک دیا اور خود اونٹ لے کر عورت کی طرف آ گیا اور بتلایا کہ وہ اس کا خاوند ہے۔ لوگوں نے اس عورت سے کہا کہ تیرا خاوند آ گیا ہے۔ عورت نے کہا، ''مجھے معلوم نہیں کہ واقعی یہ میرا خاوند ہے یا نہیں۔ مگر تم اونٹنی ذبح کرو اور اس کی اوجھ اور دم کا حصہ اسے کھانے کو دو'' انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر کہا کہ اسے ترش دودھ پینے کو دو۔ انھوں نے پلایا اور وہ پی گیا۔ پھر کہا، ''اس کو میرے گھر اور صحن کے پاس کر دو''۔ چنانچہ ایسا کیا گیا اور وہ سو گیا۔ صبح ہوئی تو اس نے اسے پیغام بھیجا کہ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔ غلام نے جواب میں کہا، ''جو چاہو پوچھو''۔ لڑکی نے کہا، ''تمھارے ہونٹ کیوں مضطرب اور متحرک ہیں''۔ اس نے جواب دیا، ''تمھارا بوسہ لینے کے لیے''۔ پھر پوچھا، ''تمھاری کوکھ کیوں بے قرار ہے''۔ جواب دیا، ''تم سے چمٹ جانے کے لیے''۔ پھر پوچھا، ''تمھاری دونوں رانیں کیوں بے قرار ہیں'' جواب دیا، ''تاکہ تمھیں کھینچ لیں''۔ لڑکی نے کہا، ''اس غلام کو پکڑ لو اور مضبوطی سے پکڑ لو''۔ چنانچہ انھوں نے اسے پکڑ لیا۔

ابو عمرو کہتا ہے: کچھ لوگ اس طرف سے گزرے اور انھوں نے امرؤ القیس کو کنوئیں میں سے نکالا۔ وہ واپس اپنے قبیلے کے پاس گیا اور ایک سو اونٹ لے کر اپنی بیوی کی طرف آیا۔ چنانچہ لڑکی کو بتایا گیا کہ تمھارا خاوند آ گیا ہے اس نے کہا، ''اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں آیا یہ میرا خاوند ہے یا نہیں''۔ مگر تم ایک اونٹنی ذبح کرو اور اس کی اوجھ اور دم اسے کھانے کو دو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ لے کر اس کے پاس آئے تو اس نے کہا، ''جگر، کوہان اور پٹھے کا گوشت کہاں ہے''؟ اور اُن چیزوں کو کھانے سے انکار کر دیا۔ پھر کہا، ''اسے ترش دودھ پینے کو دو''۔ اس نے اسے بھی پینے سے انکار کر دیا اور

کہا ، ''تازہ دودھ اور رثیئہ[1] کہاں ہے''۔ اس کے بعد اس عورت نے کہا ، ''اس کا بستر گوبر اور خون کے پاس کر دو'' تو اس نے وہاں سونے سے انکار کر دیا اور کہا ، ''اس سرخ ٹیلے پر بستر کرو اور اوپر خیمہ لگا دو''۔ اس کے بعد اس لڑکی نے اسے بلا بھیجا اور سوالوں کی شرط پوری کرنے کو کہا ۔ اس نے جواب بھیجا ۔ جو جی میں آئے پوچھو ۔ لڑکی نے پوچھا ، ''تمھارے ہونٹ کیوں حرکت کر رہے ہیں'' ؟ اس نے جواب دیا ، ''ایسی شراب پینے کے لیے جس میں پانی ملایا گیا ہو'' ۔ پھر پوچھا ، ''تمھاری کوکھ کیوں بے قرار ہے''؟ جواب دیا ، ''دھاری دار یمنی چادر اوڑھنے کے لیے''۔ پھر کہا ، ''تمھاری رانیں کیوں بے قرار ہیں'' جواب دیا ، '' [۳۰] خوب صورت گھوڑوں پر سوار ہونے کے لیے''۔

(یہ سب کچھ سننے کے بعد) لڑکی نے کہا ، ''مجھے مری جان کی قسم یہی میرا خاوند ہے ۔ اس کی آؤ بھگت کرو اور غلام کو قتل کر ڈالو''۔ چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا اور امرؤ القیس اپنی بیوی کے پاس جا حاضر ہؤا ۔

اس پر ابن ہبیرہ[2] نے کہا ، ''بس اتنا ہی کافی ہے ۔ اے ابو عمرو ! تمھاری کہانی کے بعد باقی رات قصہ بیان کرتے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوگا ۔ تو اس سے زیادہ تعجب انگیز قصہ بیان نہ کر سکے گا'' ۔ اس پر ہم اٹھے اور واپس چلے آئے اور اس نے مجھ کو انعام دیے جانے کا حکم دے دیا ۔

---

۱ ۔ رثیئہ : وہ دودھ جس میں ترش اور تازہ دودھ ملا ہؤا ہو ۔

۲ ۔ ابن ہبیرہ : عمرو بن ہبیرہ والئی عراق خالد بن عبداللہ قسری نے اسے گرفتار کر کے قید کر دیا تھا مگر اس کے غلاموں نے قید خانے میں نقب لگا کر اسے نکال لیا اور یہ شام چلا گیا اور وہاں ۱۰۶ھ میں مرا (شذرات : ۱ : ۱۳۳) ۔

مبرد[۱] نے کتاب الروضہ میں لکھا ہے :

عرب ایک اشارے اور ایک لفظ میں بات معلوم کر لیا کرتے تھے ۔ اسی قسم کی ایک روایت ہے کہ جمیل نے کُثَیّر سے کہا : کاش کہ تو بُثینہ کے پاس جا کر اس سے ملنے کا وعدہ لے آتا ۔ کُثَیّر نے کہا : اس کے چچا کے بہت سے نوکر چاکر ہیں ۔ جمیل نے کہا : حیلے سے سب کچھ ہو سکتا ہے ۔ اس پر کُثَیّر نے تھوڑی دیر کے لیے سر جھکا لیا پھر کہا ۔ ''تمھاری اس سے آخری ملاقات کب ہوئی تھی''؟ جواب دیا ، ''فلاں دن'' ۔ پوچھا ، ''کس جگہ''؟ جواب دیا ، ''اس وادی میں جسے وادی[۲] الدوم کہتے ہیں ۔ بُثَینَہ کے کپڑے کو کچھ لگ گیا تھا جسے اس نے دھو ڈالا تھا'' ۔

راوی کہتا ہے کہ کُثَیّر بُثینَہ کے قبیلے کے پاس گیا اور ان سے باتیں کرنے لگا ۔ ہوتے ہوتے اس کے چچا کے پاس پہنچا اور اس سے بھی باتیں کیں اور کہا ، ''مجھے عَزّہ کے بارے میں کچھ اشعار یاد آتے ہیں وہ سناتا ہوں''۔ اس نے کہا ، ''سناؤ'' ۔ کُثَیّر نے بُثَینَہ کو سنانے کی غرض سے زور سے یہ شعر پڑھے :

أقُولُ لَهَا يَا عَزُّ أرْسَلَ صَاحِبِي
عَلَى نَأْيِ دَارٍ وَالرَّسُولُ مُوَكَّلُ

میں عَزّہ کو کہتا ہوں کہ اے عزہ میرے ساتھی نے مجھے باوجود بُعد مسافت کے بھیجا ہے اور (ظاہر ہے کہ) قاصد کے سپرد کوئی کام تو ہوتا ہے

بِأنْ تَجْعَلِي بَيْنِي و بَيْنَكِ مَوعِدًا
وَ أنْ تَأمُرِينِي بِالَّذِي فِيهِ أفْعَلُ

---

۱ ۔ مبرد : محمد بن یزیدالمبرد ۔ مبرد لقب ہے مشہور نحوی اور لغت دان ہیں ۲۸۵ھ میں وفات پائی ۔

۲ ۔ دوم گوگل کو کہتے ہیں ۔ اس وادی میں گوگل پایا جاتا تھا لہذا یہ نام پڑ گیا ۔

تاکہ تو وعدے کا وقت اور جگہ مقرر کرے اور تو مجھے بتا دے
کہ میں اس سلسلے میں کیا کروں

أَمَا تَذْكُرِينَ الْعَهْدَ يَوْمَ لَقِيتُكُمْ
بِأَسْفَلِ وَادِي الدَّوْمِ وَالثَّوْبُ يُغْسَلُ

کیا تجھے وہ عہد یاد نہیں جو تو نے اس دن کیا تھا جب میں تجھ
سے وادیٔ دوم کی نچلی جانب ملا تھا اور کپڑا دھل رہا تھا

اس سے بُثَینہ جان گئی کہ ان علامات سے اس کی مراد اسی سے ہے لہذا اس نے پکار کر کہا، ''دور ہو جا''۔ اس کے چچا نے انکار کر پوچھا تو نے کسے دور ہونے کو کہا ہے؟ کہنے لگی، ''ایک کتا رات کو آیا کرتا ہے وہ اس وقت بھی نظر آ گیا''۔ اس کے بعد کُثَیِّر جمیل کے پاس چلا آیا اور کہا، ''آج رات اس کے پاس چلے جانا کیونکہ اس نے رات کا ذکر کیا ہے''۔

ابن الاعرابی[۱] کہتا ہے کہ قبیلۂ طی نے ایک نوجوان عرب کو قید کر لیا۔ اس کا باپ اور چچا اس کا فدیہ ادا کرنے کے لیے آئے مگر قبیلۂ طی نے فدیے کا مطالبہ کرنے میں حد سے تجاوز کیا۔ انھوں نے کچھ مال پیش کیا مگر وہ اس پر رضامند نہ ہوئے۔ اس کے باپ نے کہا، ''یہ بات نہیں۔ قسم ہے اس خدا کی جس نے فرقدین کو ایسا بنایا ہے کہ وہ طی کے پہاڑ پر صبح کر دیتے ہیں اور شام بھی میں تمھیں اس سے زیادہ نہ دوں گا''۔ [۳۱] اس کے بعد دونوں واپس چلے آئے تو باپ نے چچا سے کہا، ''میں نے اپنے بیٹے کو ایک کلمہ کہہ دیا ہے اگر اس نے

۱ - ابن الاعرابی: ابو عبداللہ محمد بن زیاد۔ سامرّا میں اسی (۸۰) سال کی عمر میں ۲۳۱ھ میں مرا۔ اس کی مجلس میں اکثر سو طالب علم موجود ہوتے تھے۔ لغت میں مہارت تامہ رکھتے ہوئے۔ متعدد کتابیں لکھیں جن میں چند ایک کے یہ نام ہیں کتاب النوادر، کتاب الخیل، کتاب تفسیر الامثال اور کتاب معانی الشعر۔ اس واقعہ کے لیے ملاحظہ ہو شرح الامالی: ۲۶۔

کوئی جوہر ہوگا تو اس کے ذریعے بچ کر نکل آئے گا" ۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ وہ بچ کر نکل آئے اور ان کے کچھ اونٹ بھی ہانک کر لے آیا ۔ باپ نے گویا یوں کہا تھا ۔ فرقدان کو حوطی کے پہاڑ ہیں نہ چھوڑنا کیونکہ یہ طلوع ہونے کے بعد اس پہاڑ سے غائب نہیں ہوتے ۔

کتاب الملاحن[1] میں ہے : ابن درید سے بکر بن وائل کے ایک قیدی کے متعلق مروی ہے کہ اس نے قید کرنے والوں سے درخواست کی کہ وہ اسے اپنی قوم کی طرف قاصد بھیجنے دیں ۔ انھوں نے کہا ، "کہ جو پیغام بھی بھیجنا ہے ہماری موجودگی میں بھیجو" ۔ بنی بکر اس کی قوم پر دھاوا بولنے والے تھے اور انھیں ڈر تھا کہ وہ انھیں کہیں وقت سے پہلے ہی خبردار نہ کر دے ۔ چنانچہ ایک سیاہ رو غلام اس کے سامنے لایا گیا ، اس نے اس سے پوچھا ، "کیا تو کچھ سمجھتا بھی ہے" ؟ اس نے کہا ، "ہاں میں سمجھتا ہوں" ۔ قیدی نے کہا ، "میرا خیال نہیں کہ تو سمجھتا ہے" ۔ پھر رات کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کیا ہے ۔ اس نے کہا ، "یہ رات ہے" ۔ قیدی نے کہا ، "میرے خیال میں تو سمجھ دار ہے" اس کے بعد اس نے دونوں ہتھیلیاں ریت سے بھریں اور پوچھا یہ کتنی ہے ؟ غلام نے جواب دیا ، "مجھے معلوم نہیں مگر یہ بہت زیادہ ہے" ۔ پھر پوچھا ، "کیا سارے زیادہ ہیں یا سورج اور چاند" ۔ اس نے جواب دیا "ہر ایک بہت ہے" ۔ قیدی نے کہا ، "میری قوم کو میرا سلام پہنچا دو اور کہو کہ فلاں کی عزت کرو" ۔ (اس کی مراد ایک قیدی سے تھی جو ان کے ہاں گرفتار تھا) کیونکہ یہ لوگ میری عزت کرتے ہیں اور کہنا :

عرفج بوٹی میں ٹڈی دل پھیل گیا ہے ۔ عورتوں نے " شکوہ " لے لیا ہے اور کہنا کہ میری سرخ اونٹنی کی پیٹھ کو ننگا کر دو کیونکہ انھوں نے اس پر کافی مدت تک سواری کر لی ہے اور اب میرے بھورے اونٹ

---

۱ ۔ کتاب الملاحن ابن درید کی تصنیف ہے ۔ مکمل نام ابوبکر محمد بن الحسن بن درید الازدی اللغوی ۔ اٹھانویں سال کی عمر میں ۳۲۱ھ میں وفات پائی ۔

پر سوار ہو جائیں کیونکہ میں نے تمھارے ساتھ حَیْس (ایک قسم کا حلوا) کھایا ہے اور میرے متعلق حارث سے دریافت کر لینا۔

جب غلام نے پیغام پہنچا دیا تو انھوں نے کہا ، "أعْوَر دیوانہ ہوگیا ہے ہمیں نہ تو اس کی سرخ اونٹنی کا پتا ہے نہ بھورے رنگ کے اونٹ کا"۔ اس کے بعد غلام کو روانہ کر دیا اور حارث کو بلا کر قصہ سنایا ۔ حارث نے کہا ، "اس نے تمھیں متنبہ کر دیا ہے" ۔ اس کا یہ کہنا کہ عرفج میں ٹڈی دل آ گیا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ مردوں نے زرہ بکتر اور ہتھیار پہن لیے ہیں اور شَکَتِ النِّسَاءُ کا یہ مطلب ہے کہ انھوں نے سفر کے لیے مشکیزہ اٹھا لیا ہے ۔ شکوہ چھوٹے مشکیزے کو کہتے ہیں ۔ اس کے اس قول سے کہ میری اونٹنی کی پیٹھ کو ننگا کر دو مراد یہ ہے کہ دَهْنَاء کو چھوڑ کر چلے جاؤ اور صِمَّان کا راستہ اختیار کرو ۔ بھورے اونٹ سے یہی مراد ہے ۔ اس کا یہ کہنا کہ میں نے تمھارے ساتھ حَیْس کھایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مختلف قبائل کے لوگ تم پر چڑھائی کرنے آ رہے ہیں کیونکہ حَیْس گھی ، کھجور اور پنیر کو ملا کر تیار کیا جاتا ہے ۔ انھوں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا کیونکہ اس کی بات کو سمجھ گئے تھے ۔

راوی کہتا ہے کہ ایک شخص نے جو بنی تمیم کے ہاں قید میں تھا اس مفہوم کو اپنا لیا اور اسے اپنی قوم کی طرف شعروں میں بجھارت کے طور پر لکھ کر انھیں خبردار کر دیا :

خَلُّوا عَنِ النَّاقَةِ الْحَمْرَاءِ وَ اقْتَعِدُوا
الْعَوْدَ الَّذِي فِي جَنَابَيْهِ ظَهْرُه وَقِعُ

[۳۲] ناقۂ حمراء کو چھوڑ دو اور اس بوڑھے اونٹ پر سوار ہو جاؤ جو میرے صحن میں ہے اور جس کی پیٹھ زخمی ہے

إِنَّ الذِّئَابَ قَدِ اخْضَرَّتْ بَرَاثِنُهَا
وَ النَّاسُ كُلُّهُم بَكْرٌ إِذَا شَبِعُوا ۱

---

۱ ۔ اس شعر پر بحث کے لیے ملاحظہ ہو شرح الامالی : ۲۳ ۔

بھیڑیوں (دشمنوں) کے پنجے سبز ہوگئے ہیں اور جب لوگوں کا پیٹ
بھر جاتا ہے تو سب کے سب انی بکری کی طرح دشمن ہی جاتے ہیں

ابو عثمان اسنانداتی ''ابیات معانی'' میں کہتا ہے : ناقہ حمرا سے اس کی مراد دھنا سے ہے اور دھنا بنی تمیم کی زمین ہے کیونکہ ہموار ہونے کی وجہ سے یہاں[۱] آنا اور سفر کرنا آسان ہے اس لیے اسے اونٹنی سے تشبیہ دی ہے اور فاقشنعدُ وا العَشُوذ سے مراد یہ ہے کہ صمّان میں جا کر آباد ہو جاؤ اور وہ بنی تمیم کا شہر ہے اور وہاں کی زمین سخت اور کھردری ہے ۔ صمّان کو عود کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی ہے کہ یہ دائم مدکر ہے ۔ عود بوڑھے اونٹ کو کہتے ہیں اور صمّان کے متعلق ''طَنھَرُ وقع'' کہا ہے اور یہ اونٹ کی پیٹھ میں زخموں کے نشان ہیں ۔ صمان کو اونٹ کی زخمی پیٹھ کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ لوگ اس پر چلے اور اس پر لوگوں کے پاؤں کے نشانات کثرت سے پڑ گئے اور یہی حال زخمی اونٹ کی پیٹھ کا ہوتا ہے ۔ وہ کہتا ہے :

صمان پر سوار ہو کر اپنا بچاؤ کر لو کیونکہ یہ دشوار گزار اور سخت علاقہ ہے اس پر گھوڑے کا چلنا مشکل ہے اور دھنا پر چلنا ممکن ہے ۔ ذئاب سے اس کی مراد وہ لوگ ہیں جو ان پر غارت ڈالنے جا رہے تھے

ـــــان کی تیز رفتاری اور لوٹ مار کی ہوس کی وجہ سے انہیں بھیڑیے کہا ہے ۔ اس کا '' فَدِاحشَضَرَتْ بِراثِنھُا '' کہنے سے مراد یہ ہے کہ زمین سرسبز ہوگئی ہے اور گھاس کثرت سے اُگ آئی ہے اور چڑھائی کرنا ممکن ہوگیا ہے ۔ تازہ گھاس کی وجہ سے ان کے قدم سبز ہو رہے ہیں ۔ اقدام کو یہاں اس نے براثن بنا دیا ہے ۔ اور اس کے '' والنّاس کُلھُم بکر اذا شبعوا '' کہنے سے مراد یہ ہے کہ بکر بن وائل بنی تمیم کے

---

۱ ۔ اصل کتاب میں لتأنسھا دیا ہے اور اسی طرح ترجمہ کیا گیا ہے مگر سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ یہ لتأنیثھا ہے کیونکہ آگے چل کر صمان کے متعلق لتذکیر اسمہ لکھا ہے ۔

بدترین دشمن ہیں ۔ وہ کہتا ہے : جب لوگ سیر ہو جائیں اور فارغ البال ہو جائیں سو وہ بنی بکر کی طرح دشمن بن جاتے ہیں ۔

اس سلسلے کی ایک عجیب بات اور ہے جس کی روایت[1] مرزبان نے کی ہے ۔ وہ یہ کہ ایک مال دار شخص کے ہمراہ دو غلام سفر کو چلے ۔ جب آدھا راستہ طے کر چکے تو ان دونوں نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا ۔ جب اس کو صحیح طور پر معلوم ہوگیا تو کہنے لگا ، ''اگر میرے قتل کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو پھر میں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ (میرے قتل کے بعد) تم میرے گھر جا کر میری دونوں بیٹیوں کو یہ شعر سنا دینا'' ۔ انھوں نے کہا ، '' وہ کونسا شعر ہے'' ۔ اس نے یہ شعر پڑھا :

مَنْ مُبْلِغٌ بِنْتَيَّ أَنَّ أَبَاهُمَا
لِلّٰهِ دَرُّكُمَا وَ دَرُّ أَبِيكُمَا

ایک نے دوسرے سے کہا ، '' اس میں کوئی حرج نہیں'' ، بہرحال اُسے قتل کرنے کے بعد وہ اس کے گھر آئے اور اس کی بڑی بیٹی سے کہا ، '' تمہارے باپ کے ساتھ بھی وہ واقعہ پیش آ گیا ہے جو سب لوگوں کے ساتھ پیش آتا ہے ۔ اس نے ہمیں قسم دے کر کہا تھا کہ ہم اس کا یہ شعر تم تک پہنچا دیں''۔ بڑی نے کہا ، ''مجھے تو اس میں کوئی اطلاع کی سی شے نظر نہیں آتی جو تم مجھے دینا چاہتے ہو لیکن ذرا ٹھہرو میں اپنی چھوٹی بہن کو بلا لوں ۔ چنانچہ اس نے اسے بلا لیا اور وہ شعر اسے سنایا ۔ شعر سنتے ہی وہ ننگے سر باہر نکل آئی اور کہا : اے قوم عرب انھی دونوں نے میرے باپ کو قتل کیا ہے ۔ کیا تم فصحا نہیں ہو'' ؟ [۳۳] لوگوں نے کہا ، ''اس کا کیا ثبوت ہے''؟ اس نے جواب دیا ، ''دوسرے مصرعے کے ساتھ پہلا مصرع لگانے کی ضرورت ہے اور پہلے کے

---

۱ ۔ ابو عبید بکری نے یہ واقعہ مہلہل بن ربیعہ کے متعلق بیان کیا ہے (شرح الامالی : ۲۶ - ۲۷) ۔ میمنی نے حاشیے پر مزید حوالہ جات دیے ہیں اور لڑکی کا نام سُلیمٰی یا سلمٰی زوجہ ہجرس بن کلیب دیا ہے ۔ کتاب میں '' مرزبان '' ہی دیا ہے مرزبانی ہونا چاہیے ۔

ساتھ دوسرا (اس شعر میں) پہلا مصرع دوسرے مصرعے کے ساتھ میل نہیں کھاتا۔ لوگوں نے کہا "پھر یہ شعر کس طرح ہونا چاہیے؟" وہ کہنے لگی "ایسے یوں ہونا چاہیے":

مَنْ مُخبِرٌ بِنْتَيَّ أَنَّ أَبَاهُمَا
أَمْسَى قَتِيلاً بِالفَلاةِ مُجَدَّلاً
لِلّٰهِ دَرُّكُمَا وَ دَرُّ أَبِيكُمَا
لَنْ يَبْرَحَ العَبْدَانِ حَتَّى يُقْتَلاَ

میری دونوں بیٹیوں کو کون خبر دے گا کہ ان کا باپ جنگل میں قتل ہؤا اور زمین پر پھینک دیا گیا

تمھارے اور تمھارے باپ کے کیا کہنے دونوں غلاموں کو قتل کر دو، جانے نہ پائیں۔

(راوی کہتا ہے کہ) جب[۲] لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو واقعہ اسی طرح پایا۔

جو بات عربوں کے جودتِ فہم اور دقتِ نظر پر دلالت کرتی ہے وہ ان کا لا ئینی ٹھکرانے کا مخصوص طریقہ ہے۔ واقعہ کے استخراج کے ضمن میں یہ مشکل ترین طریقہ ہے اور استنباط کے اعتبار سے نہایت دشوار،

---

۱ - شرح امالی میں یہ شعر یوں دیے ہیں :

مَنْ مُبلِغُ الأَحياءِ أَنَّ مهلهلاً
أمسَى صَرِيعاً فِي الضَّرِيحِ مُجَدَّلاً
لِلّٰه دركُم و در أبيكُم
لايبرح العبدان حتّى يُقتَلاَ

بلوغ الارب میں "مجندلا" دیا ہے اسے محدلا ہونا چاہیے۔ نیز لن یبرح لا کی بجائے لایبرح ہونا چاہیے جیسا کہ شرح امالی میں ہے۔

۲ - میمنی لکھتے ہیں کہ مغربیہ کے حاشیہ پر ان الفاظ کا اضافہ ہے :
فاخذ وا العبدين فعذّبوهما فاقرّا انهما قتلاه
(شرح امالی : ۲۷)۔

اس لیے کہ یہ گفتار سے عاری ہے اور یہاں محض فعل پر اکتفا کیا جاتا ہے زبان سے کام نہیں لیا جاتا ، فعل سے اشارہ کر دیا جاتا ہے ۔ بنوقیس بن ثعلبہ کا دعویٰ ہے کہ سب سے پہلے سعد بن مالک بن ضُبَیْعَہ بن قیس بن ثعلبہ نے اپنے بھائی عمرو بن مالک کے لیے لاٹھی کو ٹھکرایا تھا ۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب نعمان کی ملاقات سعد سے ہوئی ۔ اس کے ساتھ کچھ ایسے گھوڑے تھے جنھیں وہ باگ سے پکڑ کر ساتھ لیے جا رہے تھے ۔ کچھ بغیر زین کے تھے ، انھیں کھلا چھوڑا ہوا تھا ۔ جب وہ نعمان کے پاس پہنچا تو اس نے ان سے ان گھوڑوں کے متعلق دریافت کیا ۔ سعد نے کہا ، ”میں ان گھوڑوں کو اس لیے ساتھ نہیں لایا کہ ان کی حفاظت کروں اور نہ اس لیے ان کو بغیر زین کے رکھا کہ ان کو ضائع کر دوں“ ۔ اس کے بعد نعمان نے اس سے اس کی زمین کے متعلق پوچھا ، ”کیا وہاں اس قدر بارش ہوئی ہے کہ اس کا اثر قابل تعریف ہو اور وہ درختوں کو سیراب کر دے“ ؟ سعد نے کہا :

أَمَّا المَطَرُ فَغَزِيرٌ وأَمَّا الوَرَقُ فَكَبِيرٌ و أَمَّا النَّافِدَةُ فَسَاهِرَةٌ و أَمَّا الحَازِرَةُ فَمُشْبِعَةٌ نائمة و أَمَّا البَشَرُ سَاءٌ فقد امتلأت مسَارِبُها و ابتَلَّتْ جَنَابِتُهَا وبروى جنابها وا ماالجوفُ فعُدُرٌ لا يطلع و أمّاالحذف فعزاف لايَتَشَكَّعُ يفتر اذا سريع

بارش تو بہت ہے مگر گھاس ابھی چھوٹی ہے ۔ جنھیں بھوک نے نڈھال کر رکھا ہے وہ سب بھر بیدار رہتے ہیں ۔ جن میں طاقت ہےوہ سیر شکم ہو کر سو جاتے ہیں ۔ جس زمین میں خاردار درخت ہیں وہاں کی چراگاہیں بھری پڑی ہیں اور صحن تر ہیں ۔ رہی وادی تو وہاں کے حوض اونچے ہی ہوتے ہیں (کیونکہ وہاں زیادہ بارش نہیں ہوتی) بھیڑ بکریاں پانی پینے سے پرہیز کرتی ہیں مگر پھر بھی پانی پینا بالکل بند نہیں کر دیتیں اور چر چکنے کے بعد دانت ۔ کھانے لگتی ہیں ۔

نعمان نے اس کی چرب زبانی پر حسد کرتے ہوئے کہا ، ''تیرے باپ کی قسم تُو تو بہت ہی فصیح و بلیغ ہے لیکن اگر تو چاہے تو میں تم سے ایک ایسی بات کہوں جس کا تم جواب نہ دے سکو'' ۔ سعد نے کہا ، ''مجھے منظور ہے بشرطیکہ اس میں نہ افراط پائی جائے نہ حد سے تجاوز ۔'' اس پر نعمان نے ایک نوکر کو حکم دیا کہ سعد کو تھپڑ مارے ۔ نعمان کا مقصد یہ تھا کہ سعد جواب میں زیادتی کرے تو اسے قتل کرنے کا بہانہ ہاتھ آ جائے گا ۔ پھر پوچھا ، '' اس کا کیا جواب ہے '' ؟ سعد نے جواب دیا ، '' سَفِیہٌ مَامُورٌ (یہ ایک بیوقوف شخص ہے جسے ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے) اور یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے ۔ نعمان نے نوکر کو ایک اور تھپڑ مارنے کو کہا اور اس نے ایسا ہی کیا ۔ پھر پوچھا ، ''اس کا کیا جواب ہے'' ؟ سعد نے جواب دیا ، '' لَوْ نُهِیَ عَنِ الْاُوْلیٰ لَمْ یَعُدْ لِلْاُخْریٰ (اگر اسے پہلی پر منع کر دیا جاتا تو دوبارہ ایسا نہ کرتا) ۔ یہ الفاظ بھی ضرب المثل بن گئے ۔ نعمان نے کہا ، ''ایک اور مار'' ۔ اس نے ایسا ہی کیا ۔ [۴۳] پوچھا ، ''اس کا کیا جواب ہے'' ؟ جواب دیا ، ''مالک[1] اپنے غلام کو ادب سکھا رہا ہے'' ۔ اس نے ایک اور مارنے کو کہا ۔ اس نے ایسا ہی کیا ۔ پوچھا ، ''اس کا کیا جواب ہے'' ؟ اس نے کہا ، ''مَلَکْتَ فَاَسْجِحْ'' (جب تمھیں قدرت حاصل ہو جائے تو نرمی برتو) ۔ یہ الفاظ بھی ضرب المثل بن گئے ۔ اس پر نعمان نے کہا ، ''تم نے ٹھیک کہا ہے ، اب بیٹھ جاؤ'' ۔ اس کے بعد مدت تک سعد اس کے پاس رہا ۔ پھر نعمان کو خیال آیا کہ کسی رائد[2] (سبزہ جُو) کو چراگاہ کی تلاش میں بھیجے ۔ اس نے سعد بن مالک کے بھائی عمرو بن مالک کو بھیجا ۔ اسے دیر ہو گئی نعمان کو ناگوار گزرا

---

۱ - یعنی تم اپنے غلام کو بھی ادب سکھانا چاہتے ہو ۔ ایک اور معنی بھی نکل سکتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ آقا اپنے غلام کو سزا دے رہا ہے یعنی میں ایک غلام ہوں جسے یہ سزا مل رہی ہے ۔

۲ - رائد : آب و گیاہ کی تلاش میں نکلنے والا ۔

لٰہذا اس نے قسم کھا لی کہ کے خواہ وہ آ کے گھاس کی تعریف کرے خواہ مذمت ، میں قتل کیے بغیر نہ رہوں گا ۔ جب عمرو آیا اور نعمان کے پاس پہنچا اس وقت اس کے پاس اور لوگ بھی موجود تھے ۔ حاضرین میں سعد بھی بیٹھا ہؤا تھا اور اسے نعمان کی قسم کا بھی علم ہو چکا تھا ۔ سعد نے عمرو سے بات کرنے کی اجازت چاہی مگر نعمان نے جواب دیا ، ''اگر تو نے اس سے بات کی تو تمھاری زبان کاٹ دوں گا''۔ سعد نے کہا ، ''تو کیا پھر اشارہ کر سکتا ہوں''؟ نعمان نے کہا ، ''اگر اشارہ کیا تو ہاتھ کاٹ دوں گا'' سعد نے کہا، ''تو کیا پھر آنکھ سے اشارہ کر سکتا ہوں'' ؟ نعمان نے کہا ، '' تو پھر میں تمھاری دونوں آنکھیں نکال دوں گا '' ۔ سعد نے کہا ، ''تو کیا لاٹھی ٹھکور سکتا ہوں'' ؟ اس نے کہا ، ''ہاں'' ۔ سعد نے کسی پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے لاٹھی لی اور اسے اپنے سامنے رکھ دیا ۔ پھر اپنی لاٹھی لی جو اس کے پاس ہی پڑی تھی ۔ اس کا بھائی کھڑا (دیکھ رہا تھا) ، اس نے اپنی لاٹھی سے دوسری لاٹھی کو ایک بار ٹھکورا ۔ اس کے بعد بھائی نے اس کی طرف دیکھا ، پھر لاٹھی سے اس کی طرف اشارہ کیا جس سے وہ سمجھ گیا کہ وہ مجھے کہہ رہا ہے کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو ۔ اس کے بعد پھر ایک بار لاٹھی کو ٹھکورا پھر اسے آسمان کی طرف اُٹھایا ۔ پھر دوسری لاٹھی سے اپنی لاٹھی کو ناپا ۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ مجھے کہہ رہا ہے کہ یوں کہو : میں نے خشک سالی نہیں پائی ۔ اس کے بعد اپنی لاٹھی کی نوک سے دوسری لاٹھی کو کئی بار ٹھکورا ۔ پھر اسے تھوڑا سا اُونچا اُٹھایا جس سے وہ سمجھ گیا کہ وہ کہہ رہا ہے ، اور '' نہ گھاس'' ۔ اس کے بعد پھر ایک بار لاٹھی کو ٹھکورا اور لاٹھی لے کر نعمان کی طرف بڑھا ۔ جس سے وہ سمجھ گیا کہ وہ کہہ رہا ہے : اب اس سے بات کرو ۔ اس کے بعد عمرو بن مالک آگے بڑھا اور نعمان کے سامنے آ کر ٹھہر گیا ۔ نعمان نے پوچھا ، '' کیا تجھے عمدہ قابل تعریف شادابی ملی یا قابل مذمت خشکی'' ؟ عمرو نے جواب دیا ، '' نہ تو خشکی کو قابل مذمت پایا اور نہ شادابی ہی کو قابل تعریف پایا ۔ زمین مشتبہ ہے نہ اس کی سرسبزی کا پتا چلتا ہے اور نہ ہی اس کی خشکی

بیان کی جا سکتی ہے ۔ اس میں جو آب و گیاہ کی تلاش میں جانے وہ کھڑا رہ جائے ، جو نہ پہچانے وہ بھی جانے ، جو سب سے زیادہ اس میں ہو وہ بھی ڈرے" (یہ سن کر) نعمان نے کہا ، " تمہارا سیاناپن ہو تم بچ نکلے چنانچہ وہ بچ گیا ۔ یہ پہلا شخص تھا جس کے لیے لاٹھی کو ٹھکورا گیا ۔ اس پر سعد بن مالک نے اسی لاٹھی کے ٹھکورنے کے متعلق یہ شعر کہے :

قَرَعْتُ الْعَصَا حَتَّى تَبَيَّنَ صَاحِبِي
وَلَمْ يَكُ لَوْلَا ذَاكَ يَفْهَمُ الْعَصَا

میں نے لاٹھی کو ٹھکورا یہاں تک کہ میرے ساتھی نے بات سمجھ لی ۔ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو یہ کسی شخص کے لیے لاٹھی ٹھکوری نہ جاتی

فَقَالَ رَأَيْتُ الْأَرْضَ لَيْسَتْ بِمُمْحِلٍ
وَلَا سَارِحٍ فِيهَا عَلَى الرَّعْيِ يَشْبَعُ

چنانچہ اس نے کہا ، "میں نے دیکھا ہے کہ زمین قحط زدہ نہیں ہے اور نہ ہی مویشی چر کر اس پیٹ بھر سکتے ہیں "

سَوَاءٌ فَلَا جَدْبٌ فَيُعْرَفُ جَدْبُهَا
وَلَا صَابَهَا غَيْثٌ غَزِيرٌ فَتُمْرِعُ

[۳۵] یہ زمین ایک جیسی ہے نہ اتنی قحط زدہ ہے کہ قحط سالی کو پہچانا جا سکے ، اور نہ ہی کثرت سے بارش ہوئی ہے کہ وہ سرسبز ہو جائے

فَنَجَّى بِهَا حَوْبَاءَ نَفْسٍ كَرِيمَةٍ
وَقَدْ كَانَ لَوْلَا ذَاكَ فِيهِمْ يُقَطَّعُ

اس طرح اس نے ایک شریف انسان کی جان بچا دی ۔ اگر "قرع عصا" نہ ہوتا (لاٹھی نہ ٹھکوری جاتی تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے ہوتے ۔

سعد نے کہا : " اما الورق فستنم " یعنی گھاس چھوٹی ہے بڑی نہیں ہوئی ، " و اما النافذة فساهره " یعنی جو لاغری کی وجہ سے

نڈھال ہو چکے ہیں اور ان میں طاقت نہیں رہی لہذا وہ جاگ رہے ہیں کیونکہ یہ ابھی سیر نہیں ہوئے۔ لہذا ان کی بے خوابی سیر نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ الحازرہ کا لفظ ” حزرۃ المال “ کے محاورے سے لیا گیا ہے جس کے معنی عمدہ مال کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ طاقت رکھنے کی وجہ سے چرنے کی قدرت رکھتے ہیں لہذا سیر ہو کر سو جاتے ہیں۔ برشاء اس زمین کو کہتے ہیں جہاں ایسے کانٹے دار درخت ہوں جنہیں اونٹ کھاتے ہوں اور مسارب، مسرب کی جمع ہے یعنی اونٹوں کے چرنے کی جگہ۔ اس کا کہنا : ابتلّت جنابتها ، جنابہ اور جناب ہم معنی لفظ ہیں اگر جنابتها کی بجائے جنَابثها کہا جائے تو ہو سکتا ہے کہ جنابث اور جنابذ ہم معنی ہوں اور جنابذ جنبذہ کی جمع ہے اور جنبذۃ بلند جگہ کو کہتے ہیں پھر ذال کو ثاء میں بدل دیا گیا جیسے کہتے ہیں جثّ اور جذّ۔ اور جس نے (برشاء کی جگہ) رھاء بڑھا ہے تو اس کے معنی اس زمین کے ہو سکتے ہیں جس پر رھام (تھوڑی تھوڑی مگر لگاتار بارش) پڑی ہو اور جوف کے معنی زمین کا درمیانی حصہ۔ غُدُر، غدیر کی جمع ہے یعنی وادی میں اس قدر زور کی بارش نہیں ہوئی کہ پانی بہنے لگتا اور پانی کا سیلاب کناروں تک چڑھ آتا اور تالابوں کی حد سے تجاوز کر جاتا۔ حذف ایک قسم کی چھوٹی بھیڑ بکریوں کو کہتے ہیں۔ شیزاف کا یہ مطلب ہے کہ پانی کی کثرت کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو پانی سے روکے رکھتی ہیں۔ ولا تنکع یعنی ان کا پینا منقطع نہیں ہو جاتا ہے۔ نکع اور انکع دونوں کے معنی منقطع ہونے کے ہیں۔ شاعر کہتا ہے :

بَنِيْ ثُعَلٍ لاتنكَعُوا العَنْزَ سِرْبَهَا
بَنِيْ ثُعَلٍ مَنْ يَنكَعُ العَنزَ ظَالِمُ

اے بنی ثعل بکریوں کو اپنا پانی کا پورا حصہ پینے سے نہ روکو۔
اے نبی ثعل جو ان کو روکے گا ظالم ہوگا

نفتر کے معنی ہیں کہ جب وہ چر لینے کے بعد سر اونچا کرتی ہیں تو دانت دکھائے گئی ہیں۔ اَوْلَى لَكَ ایک محاورہ ہے [۳۶] جو کسی کے

لیے اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ مصیبت میں گرفتار ہونے کو ہو مگر بچ نکلے ۔ رہا اس کا " حوباء نفس کریمہ " کہنا تو اس کی کئی توجیہیں ممکن ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ حوباء کے معنی نفس کے ہیں ۔ اگر یہی معنی لیے جائیں تو پھر سعد کے شعر میں حوباء کی اضافت نفس کی طرف اس لیے ہے کہ (اگرچہ معنی ایک ہے مگر) لفظ مختلف ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ حوباء کے معنی جان، نفس کے ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ حوباء کے معنی " روح القلب " کے ہیں ۔

اہل یمن کہتے ہیں کہ لاٹھی کو سب سے پہلے عمرو بن حُمَمَہ الدوسی کے لیے ٹھکورا گیا۔ یہ بات شعبی نے ابن عباس رض کی روایت سے بیان کی ہے ۔[1] حارث بن وعلہ کے ان اشعار میں " ذی الحلم " سے مراد عمرو بن حممہ الدوسی ہی ہے :

لاَ تَأمَنَنْ قَوْماً ظَلَمْتَهُمُ
وَبَدَأْتَهُمْ بِالشَّتْمِ وَالرَّغْمِ

جس قوم پر تو نے ظلم کیا ہو اور خود ان کو گالیاں دینے اور ذلیل کرنے میں پہل کی ہو اس سے بے خوف ہو کر نہ رہ

---

۱ ۔ حارث بن وعلہ : یہ جاہلی شاعر تھا ۔ اس کے بھائی معمر بن وعلہ کو بنی شیبان نے قتل کر دیا تھا ۔ ان اشعار میں وہ اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے ۔ یہ خود بھی بنی ثعلبہ میں سے تھا ۔ بکری کہتا ہے سب سے پہلے عامر بن الظرب العدوانی کے لیے قرع عصا ہوا ۔ ربعہ کہتا ہے : قیس بن خالد ذی الجدین کے لیے ۔ تمیم کہتے ہیں ربیعہ بن مُخاشن کے لیے جو بنی اُسَیِّدُ بن عمرو بن تمیم میں سے تھا اور اہل یمن کہتے ہیں عمرو بن حممہ الدوسی کے لیے (شرح امالی : ۵۸۵)

أَنْ بـأبَرُوا نخْلاً لِبعيشرِهِم
و الـشئي نَحتِرُ و قـد يَنْمِي

کہ وہ کسی اور قوم کی کھجوروں کو پیوند لگا دیں (یعنی کسی اور قوم کی اصلاح اور بھلائی کا کام کریں) ۔ تو ایک چیز کو حقیر سمجھتا ہے حالانکہ نشو و نما پا کے بڑی ہو جاتی ہے

وَ زَعَمْتُمْ أَنْ لا حُلُوم لَنَا
إِنَّ العَصا قُرِعَتْ لِذِي الحِلمِ[1]

تمھارا خیال ہے کہ ہم میں عقل ہی نہیں ہے ۔ (مگر جان لے کہ) لاٹھی درحقیقت عقلمند ہی کے لیے ٹھکوری گئی تھی

کہنا یہ چاہتا ہے کہ اگر معاملہ اسی طرح ہے اور عالم یہ ہے کہ ہم عقل نہیں رکھتے یعنی حقیقت تمھارے ہی خیال کے مطابق ہے تو تم ہمیں آگاہ کر دو ۔ کیونکہ جب دوسی کے لیے لاٹھی کو ٹھکور دیا جاتا تھا تو وہ جس مقدمے کے فیصلے میں اپنے بڑھاپے کی وجہ سے کجروی کرنے والا ہوتا اس سے آگاہ ہو جاتا ۔ اسے یہ بات شاعر تحکماً کہہ رہا ہے یعنی تم نے ہمیں تعریضاً بیوقوف کہا لہذا ہم نے بھی تصریحاً بات نہیں کہی ، تعریض ہی پر اکتفا کر لیا ہے ۔ ایسے ہی جیسے عقلمند کے لیے لاٹھی کا ٹھکورنا کافی ہو رہا تھا ۔

---

۱ - ابو عبید بکری (شرح امالی : ۵۸۴) نے اس شعر کی یوں شرح کی ہے : الأبر التلقیح و معناه کقولهم : " رُبَّ ساعٍ لِقاعِد " یقول : نغیر علیک فنَحرُبک و نقتلک فنشفی اعداءک منک حتی یبلغوا من ذلک سالم یکونوا لِیُدْرِکوه بجهدهم فکأن سعینا کان لهم ، و نکون فی ذلک کأنا اصلحنا أمْرَ غیرنا ۔ و قیل المعنی غیر هذا ، و انما اراد نقتلک و نملک ارضک و نأبرنخلک و الاول اجود ، و لیس کل من ملک واحداً ملک ارضه بل ذلک شئی لایکاد یقع ۔

قبیلہ مضر کا دعویٰ ہے کہ ذوالحلم سے مراد عامر بن الظرب العدوانی ہے اور ذوالاصبع نے اس شعر میں

وَمِنْهُمْ حَكَمٌ يَقْضِي
فَلَا يُنْقَضُ مَا يَقْضِي

یعنی ان میں ایک فیصلہ دینے والا ایسا بھی تھا جس کے فیصلے کو کوئی توڑ نہ سکتا تھا

اسی کی جانب اشارہ کیا ہے۔ ربیعہ کا دعویٰ ہے کہ وہ قیس بن خالد شیبانی تھا جو بسطام بن قیس بن مسعود بن خالد کا دادا تھا۔ عمرو بن حُمَمہ کے بارے میں بنو دوس کا دعویٰ ہے اس کا قصہ اور عامر بن الظرب کا قصہ ایک ہی ہے۔ یہ دونوں عربوں کے قاضی تھے جن کے پاس ہر مشکل کے وقت لوگ فیصلے کے لیے جایا کرتے تھے۔ مگر عمرو بن حممہ کی نسبت عامر زیادہ مشہور ہے۔ وہ قصہ اس طرح ہے کہ عرب اس کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے آتے۔ اس نے فیصلہ دینے میں غلطی کی، اس وقت یہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس کی بیٹی نے اسے کہا، "ابا! تو اپنے فیصلے میں غلطی کرنے لگ گیا ہے"۔ اس نے بیٹی سے کہا، "بیٹی جب تو ایسی بات دیکھے تو لاٹھی کو ٹھکور دیا کر"۔ چنانچہ جب لاٹھی ٹھکوری جاتی تو یہ سمجھ جاتا۔ اس کی دانش بحال ہو جاتی اور وہ درست فیصلہ کر دیتا۔

[۳۷] زبان سے ذکر کیے بغیر ان فعلی رموز میں سے جنھیں عرب سمجھنے میں خصوصیت رکھتے تھے ایک وہ قصہ ہے جس کی روایت امثال میں ابو فید سدوسی سے کی جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے: ابو خالد الکلابی نے بیان کیا کہ احوص بن جعفر آیا تو کسی نے اسے بتایا کہ ایک اجنبی شخص وارد ہوا تھا، جب وہ اپنی قوم سے اتنے فاصلے پر پہنچا کہ وہ اسے دیکھ سکیں تو وہ اپنی سواری پر سے اتر پڑا اور ایک درخت کے پاس جا کر اس سے دودھ کا ایک مشکیزہ لٹکا دیا، ایک شاخ سے حنظل لٹکا دیا، ایک ٹہنی سے مٹی کی تھیلی اور ایک سے کانٹوں کی ایک تھیلی لٹکا دی۔ اس کے بعد وہ اپنی سواری کے پاس آیا اور سوار ہو گیا۔ احوص نے اور ساری

قوم نے اس کی اس حرکت پر غور کیا مگر بات سمجھ میں نہ آئی ۔ احوص نے کہا کہ قیس بن زہیر کو بلایا جائے ۔ چنانچہ لوگ قیس کے پاس پہنچے اور اسے احوص کے پاس لے آئے ۔ احوص نے کہا ، ”کیا تو یہ نہیں کہا کرتا تھا کہ خواہ کوئی بھی معاملہ پیش آ جائے تو اس کی حقیقت کو سمجھ جاتا ہے کہ کیا ہے ۔ خواہ ابھی گھوڑوں کی پیشانیاں دکھائی نہ دی ہوں“ ۔ قیس نے کہا ، ”بات کیا ہے“ ؟ انھوں نے اسے بتایا ۔ اس نے کہا ، ”قد بَیَّنَ الصُّبْحُ لِذِی عَیْنَیْن (صبح آنکھوں والے کے لیے بالکل صاف ہے) اور یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے ۔ یہ مثل اس بات کے لیے جو خوب واضح ہو استعمال میں لائی جاتی ہے ۔

قیس نے کہا : مٹی کی تھیلی سے مراد یہ ہے کہ ایک بہت بڑی تعداد تم پر حملہ کرنے کے لیے آ رہی ہے ۔ حنظل سے مراد یہ ہے کہ قبیلہ حنظلہ آ رہا ہے ۔ کانٹوں کی تھیلی سے مراد یہ ہے کہ وہ مسلح ہیں ۔ دودھ دشمنوں کے قریب یا بعید ہونے کی دلیل ہے ۔ چنانچہ اگر وہ میٹھا اور تازہ ہے تو (دشمن کے) سوار آ پہنچے ہیں اور اگر نہ میٹھا ہے نہ ترش تو فاصلہ اسی کے مطابق ہوگا اور اگر ترش ہے تو اسی کے مطابق اور اگر دودھ جما ہؤا ہے تو تمھیں مشورہ کرنے کا وقت مل گیا ہے ۔ اس شخص نے تم سے زبانی بات اس لیے نہیں کی کہ اس سے وعدہ لیا گیا تھا (کہ وہ تمھیں بتلائے گا نہیں) مگر وہ تمھیں آگاہ کر گیا ہے ۔ اس قسم کی حکایات جن کی روایت قابل اعتماد لوگوں نے کی ہے کثرت سے ہیں ۔ جب ہم علوم عرب سے بحث کریں گے تو اس امر کی مزید وضاحت ہو جائے گی ۔

چونکہ عرب قوم اپنی قوت فہم اور ذہانت کی تیزی کے معاملے میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی لہٰذا انھیں عاجز کرنے کے لیے قرآن سے دو چار کیا گیا اس لیے کہ ہر قوم کو عاجز کرنے کے لیے وہی چیز بھیجی جاتی ہے جو ان کی فہم ان کی عقل اور ان کے ذہن کے مطابق ہو ۔ بنی اسرائیل خر دماغ تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ ان سے کوئی ایسی بات منقول نہیں جسے مستحسن کلام میں مدون کیا جائے یا جس سے اچھوتے معنی مستفاد

ہوں - جب وہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو بتوں کی پرستش کرتی تھی تو اپنے نبی سے کہنے لگے : ان کے خداؤں جیسا ہمیں بھی ایک خدا بنا دو - لہٰذا ان کو اس معجزے کے لیے مخصوص کیا گیا جس تک وہ اپنے ابتدائی خام حواس کے ذریعے پہنچ سکتے تھے - [۳۸] ظاہر ہے کہ عربوں کی قوم نہایت درست اور نہایت تیز ذہن والی قوم ہے - انھوں نے فصاحت کی بلیغ ترین راہیں نکالیں ، نہایت ہی عجیب معنی اختراع کیے اور مستحسن ترین آداب کی طرح ڈالی ، لہٰذا قرآن محمد کا معجزہ ان کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ، اس لیے کہ وہ اس کے ضمن میں اپنے فہم کی جولانی کو کام میں لا سکتے تھے اور ان کے ذہن اس تک پہنچ سکتا تھا - چنانچہ وہ اسے بداہۃً نہیں بلکہ اپنی فطانت کے زور سے سمجھتے ہیں - بے کاوش نہیں بلکہ سوچ بچار کی مدد سے - (یہ اس لیے کہا گیا) کہ ہر قوم کسی ایسی چیز کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے جو اس کی طبیعت کے ساتھ مطابقت اور اس کی سمجھ کے ساتھ موافقت رکھتی ہے اور واضح ہے کہ ہر توفیق اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے -

## عربوں کا دیگر اقوام کے مقابلے میں زیادہ تیز حافظے کا مالک ہونا

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں اکثریت اُمّی لوگوں کی ہے جو نہ پڑھ سکتے ہیں اور نہ لکھ سکتے ہیں بلکہ صحرا نشین عرب تو سارے کے سارے ایسے ہی ہیں - اس کے باوجود انھوں نے اپنی مشہور جنگوں ، لڑائیوں اور واقعات کو بالتفصیل محفوظ کر رکھا ہے اور اُن شعروں اور خطبوں کو بھی محفوظ کر رکھا ہے جو ان موقعوں پر کہے گئے - اسی طرح ان مفاخرات اور منافرات کو بھی محفوظ کر رکھا ہے جو ان کے قبائل کے مابین رونما ہوئے - انھوں نے اپنے نسب ناموں کے علاوہ ان گھوڑوں کے ناموں کو بھی محفوظ کر رکھا ہے جو ان کے جنگی میدانوں میں اترے - نیز اس بات کو بھی محفوظ کر رکھا ہے کہ وہ کس قبیلے سے ہیں اور وہ اولین آباء اور گذشتہ اسلاف میں سے کس مورث تک پہنچتے ہیں - جب

کوئی شاعر شعر کہتا ، خواہ اشعار کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہوتی ، جونہی یہ اُن اشعار کو سنتے وہ ان کے ذہنوں کے صحیفوں پر نقش ہو جاتے اور ان کے خیال میں تمثال کی طرح باقی رہتے ۔ اس بات میں ان کے قبائل کے عام اور خاص ، چھوٹے اور بڑے ، مرد اور عورت سب برابر تھے ۔ اس ضمن میں نہ کسی کو کوئی شبہ ہے اور نہ کسی صاحب نظر کو کوئی شک ہے ۔ جب کبھی ان کے یہاں کوئی عجیب واقعہ پیش آتا یا کوئی انوکھا نکتہ پیدا ہوتا تو وہ ضرب المثل بن جاتا اور ایسے اقوال قبائل میں مشہور ہو جاتے ، یہی باعث ہے کہ یہ واقعات ان کے ذہن سے غائب نہ ہو سکے تھے اور نہ ہی طویل مدت گزر جانے کے باوجود ان کے خزائن خاطر سے نکل سکتے ۔ بعد کے آنے والے لوگوں نے ان کے ایام جنگ اور واقعات کے متعلق جو کچھ معتبر لوگوں سے حاصل کیا اور جو کچھ روایت کرنے والوں کی زبانی سنا اسے جمع کردیا ۔ ان کی امثال اور ان کے اشعار کو بھی جمع کر دیا ، جس سے کئی مجموعے اور کئی جلدیں تیار ہو گئیں یہاں تک کہ یہ شمار و حصر کے دائرے سے نکل گئیں ۔ یہ مجموعے جو ہم تک پہنچے ہیں بمقابلہ [۳۹] ان کے جو ہم تک نہیں پہنچے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرے کی حیثیت رکھتے ہیں یا پہاڑ اور حٹیل میدانوں کے مقابلہ میں ایک ذرے کی ماہیت ۔ ان کے ابتدائی زمانے کے اشعار ، محاورے اور واقعات جنگ ان کے چلے جانے کے ساتھ ہی ضائع ہو گئے ۔ یہ سب کچھ ان کے سینوں ہی میں رہا ، ہم تک نہ پہنچا ۔ بہت سے علوم و فنون کو وہ اپنے ساتھ کفنوں میں لے گئے کیونکہ انھیں کوئی ایسا شخص نہ ملا جو ان کے حقوق کی حفاظت کرتا اور انھیں ضائع ہونے سے بچا لیتا ۔ ہر شاعر کا ایک راویہ ہوتا تھا جو اپنے شاعر کا ہر قول محفوظ کرتا اور ان اشعار کو یاد کر لیتا جو مختلف موقعوں پر پڑھے جاتے تھے ، مثلاً جب وہ حملہ کرتا اور جولانی دکھاتا پھر راویہ کو رجز ، قصائد اور دیگر اقسام کے اشعار کی اتنی تعداد یاد ہوتی کہ حصر و شمار سے باہر ہے ۔ ساحرین میں سے صرف اصمعی[۱] ہی کو

---

۱ ۔ عبدالملک بن قُریب الاصمعی ۔ عربی زبان کا مشہور لغت داں ، اس کی متعدد تصانیف ہیں ۔ تقریباً ۲۳۱ء میں وفات پائی ۔

لیجیے - وہ کہتا ہے : میں ابھی بالغ نہ ہؤا تھا کہ بدوئوں کے بارہ ہزار رجزیہ قصائد کی روایت کر چکا تھا اور خلف الاحمر[۱] اشعار کا بہترین راوی اور جید اشعار کا سب سے بڑا عالم تھا - مختصر یہ کہ عربوں کا حافظہ جملہ اقوام سے زیادہ تیز ہوا - اس امر میں صرف اسی شخص کو شک ہوگا جو احساس سے محروم ہوگا - یہاں تک کہ کتاب الوشئی[۲] المرقوم میں منقول ہے کہ ہمدانی نے دعویٰ کیا ہے کہ عربوں اور عجمیوں کے جو حالات لوگوں تک پہنچے ہیں وہ صرف عربوں کے ذریعے پہنچے ہیں - اس نے یہ بات بڑی وضاحت اور دلیل کے ساتھ بیان کی ہے - اس کے بعد کہا ہے کہ عرب بڑے حافظے والے اور صاحب روایت لوگ تھے -

اقوم المسالک کے مقدمے میں فرانس کے وزیر معارف عمومیہ[۳] دردی کی تاریخ سے نقل کرکے لکھا گیا ہے کہ اپنے جزیرے سے نکل کر دیگر علاقوں میں پھیل جانے سے پہلے ہی عرب قوم میں آداب جڑ پکڑ چکے تھے اور یہ دو زبانوں میں ادا کیے جاتے تھے ، یمن میں حمیری زبان میں اور حجاز میں قریش کی زبان میں - پھر اسی قریش کی زبان میں قرآن نازل ہؤا - تم سے یہ بات مخفی نہیں کہ حمیری کے مقابلے میں جو زبان آئی ہے وہ

---

۱ - خلف الاحمر حماد الراویہ کا شاگرد تھا - اسے عربی زبان پر خوب عبور تھا ، لاکھوں کی تعداد میں اشعار یاد تھے - کہا جاتا ہے کہ لامیۃ قصیدہ جو شنفریٰ کی طرف منسوب ہے دراصل اسی کا لکھا ہؤا ہے - تقریباً ۱۸۰ھ میں وفات پائی -

۲ - کتاب الوشئی المرقوم : مکمل نام الوشئی المرقوم فی حل المنظوم ہے - یہ ضیاء الدین نصر اللہ بن محمد بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری ۶۳۷ھ کی تصنیف ہے -

۳ - دردی : محمد بہجۃ اثری لکھتے ہیں کہ اصل کتاب میں اسی طرح دیا ہے مگر درست نام دوروی (Victor Duruy) ہے جیسا کہ الاستاذ شیخ محمد بہجۃ البیطار دمشقی کی کتاب محاضرہ الجامعۃ السوریہ میں دیا ہے -

مُضَری زبان ہے اگرچہ پڑھنے میں خاص قریشی زبان پر اجماع واقع ہؤا ہے - یہی وجہ ہے کہ اس زبان نے شہرت حاصل کی اور آج تک آمیزش سے پاک چلی آتی ہے کیونکہ علمی اور دینی کتابیں ہمیشہ اسی میں لکھی جاتی رہی ہیں - عربی زبان کے اندر عجمیت صرف اس وقت داخل ہوئی جب دوسری قومیں اسلام میں داخل ہوئیں اور ان کے اس داخلے پر عرصہ دراز گزر گیا - مذکورہ بالا زبان کے دائرے [۴۰] کی وسعت اس کی حقیقت کے جاننے والوں سے مخفی نہیں - بالخصوص ان اشیا کے متعلق جن پر صحرا میں زندگی کا دار و مدار ہے یا جن کو وہ بار بار دیکھتے ہیں یا انھیں اس کی اکثر ضرورت رہتی ہے - چنانچہ ایک ہی چیز کے لیے صفات و احوال کے اختلاف کی وجہ سے متعدد نام ہیں - چونکہ ان کے ہاں مترادف الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں لہٰذا شعری آداب کے دائرے بھی وسیع ہو گئے لہٰذا کہا جاتا ہے کہ ان کے ہاں شہد کے اسی (۸۰) نام ہیں - اژدہا کے دو سو (۲۰۰) شیر کے پانچ سو (۵۰۰) اور اونٹ کے ایک ہزار (۱۰۰۰) - اتنے ہی تلوار کے نام ہیں - مصیبت کے لیے تقریباً چار ہزار نام ہیں - اور یہ ایک یقینی امر ہے کہ ان تمام ناموں کو یاد رکھنے کے لیے حافظے کا قوی ہونا ضروری ہے - عربوں کی قوتِ حافظہ اور تیزیٔ فکر سے انکار کرنے کی کسی میں مجال نہیں - ان کے مشاہیر میں سے ایک شخص حماد الراویہ ہے جس نے ایک مرتبہ خلیفہ الولید سے کہا کہ وہ اسے وہیں اُسی وقت ایک سو قصیدے سنا سکتا ہے - ظاہر ہے کہ قصیدہ بیس شعروں سے لے کر سو شعروں تک کا ہوتا ہے چنانچہ سنانے والے سے پہلے خود سننے والا تھک گیا -

جس قدر عبارت یہاں نقل کرنا مقصود تھی وہ کر دی گئی ہے جس کے ذریعے اُس فاضل نے خالص یورپی ہونے کے باوجود عربوں کی اس قوتِ حافظہ کو تسلیم کیا ہے جو دوسری قوموں کے ہاں نہ تھی - جو شخص خود صاحبِ فضیلت ہوگا وہی کسی صاحبِ فضیلت انسان کو پہچان سکے گا - حق غالب ہو کر رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا چنانچہ ہم نے یہاں اسی پر اکتفا کر لیا ہے -

# قوم عرب کا دوسری قوموں کے مقابلے میں زیادہ قادر الکلام ہونا

یہ اس لیے ہے کہ ان کی زبان تمام زبانوں کے مقابلے میں بلحاظ جمع و فرق زیادہ واضح ہے اور معانی کے ضمن میں زیادہ تر امتیاز پیدا کر سکنے پر قادر ہے ۔ چنانچہ جب متکلم جمع کا ارادہ کرے تو بہت سے معانی کو کم لفظوں میں جمع کر لیتا ہے ۔ اس کے بعد کسی اور لفظ کے ساتھ جو مختصر بھی ہو اور مصرح بھی ہو ہر دو چیزوں میں امتیاز کرتا ہے جیسا کہ ہم ان کی لغت میں جنس حیوان کے متعلق پاتے ہیں کیونکہ عرب ذو حیوانات کی تمام انواع کے مابین پائی جانے والی قدر مشترک کو اس کے الگ الگ ناموں سے یاد کرتے ہیں مثلاً آوار، اولاد، مسکن، ناخن وغیرہ اور ان کو جدا جدا لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں ۔ یہ بات عربی زبان کی اُن خصوصیات میں سے ہے جس میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا ۔ ائمۂ لغت نے اس قسم کے امور کے متعلق الگ الگ کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں مطول بھی ہیں اور مختصر بھی ۔ مزید برآں یہ کہ اس جلیل القدر زبان میں وہ وہ خوبیاں پائی جاتی ہیں جو دوسری قوموں کی لغات میں نہیں پائی جاتیں ۔ چنانچہ مفرد اور جمع پر اور جمع کی علامت کے اختلاف کے اسباب پر غور کریں نیز اس بات پر غور کریں کہ ہر مقام کے لیے ایک مخصوص علامت ہے اسی طرح مفرد کا جمع کی جگہ
[۲۱] اور جمع کا مفرد کی جگہ واقع ہونا وغیرہ بھی لائق غور ہے ۔ یہ بھی کہ اصل کا ملحوظ رکھنا کہاں موزوں ہے اور اس سے اجتناب کرنا کس جگہ مناسب ہے ۔ یہ ایک نہایت ہی مفید بات ہے جس سے ہمیں اس عظیم القدر اور تمام دیگر اقوام کی زبانوں پر فضیلت رکھنے والی زبان کے راز کا پتا چلے گا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل چیز تو یہی ہے کہ معنی مفرد ہو اور اس پر دلالت کرنے والا لفظ بھی مفرد ہو ۔ اس لیے کہ لفظ معنیٰ کا ڈھانچہ اور لباس ہوتا ہے ۔ معنی لفظ کی پیروی کرتا ہے، لمبائی اور چھوٹائی، خفت اور ثقل، کثرت اور قلت، حرکت اور سکون،

سختی اور نرمی کے اعتبار سے لفظ اور معنیٰ کے مابین حقیقی مناسبت ثابت ہے ۔ چنانچہ اگر معنیٰ مفرد ہے تو اس کے لیے لفظ بھی مفرد ہی لایا جائے گا ۔ اگر معنیٰ مرکب ہے تو اس کے لیے لفظ بھی مرکب ہی لایا جائے گا ۔ معنیٰ طویل ہوگا تو لفظ کو بھی لمبا کر دیا جائے گا ۔ مثلاً طویل کے لیے عَشَنَّط[1] اور عَشَنَّق[2] ۔ اب اس لفظ کی لمبائی پر غور کریں ۔ یہ معنی کی لمبائی کی وجہ سے ہے ۔

اب ذرا لفظ بُحْتُر ، اس کی پیش اور اکٹھے پن پر غور کریں (آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ) اس لیے ہے کہ اس کے معنی کوتاہ قد اور گٹھے ہوئے جسم والے کے ہیں ۔ اسی طرح حدید ، حجر ، شدۃ ، قوہ وغیرہ الفاظ میں دیکھیں کہ ان کے مسمّٰی اور الفاظ میں مناسبت پائی جاتی ہے ۔ اسی طرح حَرَکۃ اور سکون کے لفظوں میں اور ان کے مسمّٰی کے درمیان حس کے ذریعے سے مناسبت معلوم ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح دَوَرَان ، نَزَوَان ، غَلَیَان اور اسی قسم کے دیگر الفاظ میں پے در پے وارد ہونے والی حرکات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان کے مسمّٰی میں بھی متواتر حرکت پائی جاتی ہے ۔ اسی طرح دَخّال و خَرّاج ، ضَرّاب اور اَفّاک وغیرہ الفاظ میں حرف مضاعف کی تکرار کے اندر معانی کی تکرار جلوہ گر ہے ۔ اسی طرح غَضْبَان ظَمآن ، حیران اور دیگر الفاظ ہیں جو اس وزن پر آتے ہیں ۔ ان الفاظ کی ادائی وسعت چاہتی ہے ۔ ان کے الفاظ سے منہ بھر جاتا ہے کیونکہ ان الفاظ کے حامل کا ان معانی سے پُر ہونا پایا جاتا ہے ۔ گویا غضبان وہ شخص ہے جو غضب سے بھرا ہؤا ہو ، جس کا غصہ اس قدر پھیلا ہؤا ہو کہ اس نے اس کے دل اور اعضا کو بھر دیا ہو ۔ یہی حال باقی الفاظ کا ہے ۔ یہاں پر اس

---

۱ ۔ عَشَنَطْنَط : لمبا اور مؤنث کے لیے عَشَنَطْنَطۃ ۔ لمبی گردن والی ناڑی کو بھی کہتے ہیں ۔

۲ ۔ عَشَنَّق اور عُشَنَانِق : ایسا لمبا شخص جو نہ موٹا اور نہ بھاری ہو ۔

اس کی تفصیل کے لیے گنجائش نہیں کیونکہ یہ بہت لمبی اور دقیق بحث ہے یہاں تک کہ اکثر لوگوں کا فہم اس کی نزاکت و لطافت کے باعث اس سے گریز کرنے لگتا ہے ۔ کیونکہ یہ معانی کبھی تو کسی حرف کے جوہر سے پیدا ہوتے ہیں ، کبھی اس کی صفت سے ، کبھی اسے اس کے متناسب حروف کے ساتھ ملانے سے ، کبھی اس کی تکرار سے ، کبھی اس کے متحرک اور کبھی ساکن ہونے سے ، کبھی اس کی تقدیم اور کبھی تاخیر سے ، کبھی اثبات اور کبھی حذف سے ، کبھی قلب و کبھی اعلال سے ، یہ اور اسی قسم کے دیگر کئی امور سے مثلاً حرکات کے درمیان موازنہ ، تعدیل حروف ، مشاکلت ، مخالفت ، خفت ، ثقل ، فصل اور وصل وغیرہ سے ۔ اور یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ جو شخص اس کے ضمن میں تفحص کرے گا اُسے ایک ضخیم کتاب لکھنا پڑے گی مگر ہم یہاں صرف ایک ہی مسئلے کا ذکر کرتے ہیں اور یہ مسئلہ لفظ کے مفرد سوے اور دیگر تغیرات کو چھوڑ کر تثنیہ اور جمع بن کر معنی کی زیادتی کی وجہ سے اس میں تغیر کے پیدا ہونے سے متعلق ہے ۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ مفرد چونکہ اصل ہے اور تثنیہ اور جمع اس کے تابع لہٰذا ان کے لیے اسم میں ایک ایسی علامت رکھ دی جو [۴۲] ان پر دلالت کرے ۔ اس علامت کو اسم کے آخر میں لگا دیا جائے تاکہ اصل حرف کا بھی حق ادا ہو جائے اور تابع اور فرع کا بھی ، چنانچہ فرع میں تو انھوں نے اس کا التزام کیا ، اور اس میں کوئی قطع و برید نہیں کی گئی مگر جمع میں انھوں نے ہر قسم کا طریقہ اختیار کر لیا چنانچہ اس میں ہر طرح کا تصرف عمل میں آیا ۔ انھوں نے کبھی تو اسے تثنیہ کی طرح رکھا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے ابواب میں یہی قیاس کے مطابق بھی ہے مثلاً تثنیہ ، نسب اور تانیث وغیرہ ۔ کبھی انھوں نے اس کے وسط میں ایک علامت کھینچ لی مثلاً جنعافیر میں الف اور عبید میں یاء اور قدّوس میں واو ۔ کبھی حرف کو مختصر کرنے اور اس کے کچھ حرف ساقط کر دینے کو جمع کی علامت بنا لیا جاتا ہے ۔ جیسے عنکبوت اور عناکب ، کیونکہ مفرد (پہلے ہی) ثقیل تھا اور اس کے حروف لمبے تھے پھر اس کی جمع بنانے سے یہ اور

بھی ثقیل ہو جاتا تھا لہٰذا انھوں نے اس کے کچھ حروف کو حذف کرکے اس میں تخفیف کر دی تاکہ دو ثقل اکٹھے نہ ہو جائیں ۔ اس میں اُن کے اُس اصول کی خلاف ورزی نہیں ہوتی کہ معنوں کی لمبائی سے لفظ بھی لمبا ہو جاتا ہے اور معنی میں کمی پیدا ہونے سے لفظ میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے اس لیے کہ یہ ایک الگ باب ہے جسے موازنہ اور معادلہ کا باب کہتے ہیں ۔ یہ اس اصول سے ٹکراتا اور اسے قیاس کے مطابق ہونے سے روک دیا ۔ اسی لیے تو فَعِیْلٌ ، فَعُوْلٌ اور فَعَالٌ کی جمع فُعُلٌ کے وزن پر آتی ہے مثلاً رَغِیْفٌ کی جمع رُغُفٌ ، عَمُوْدٌ کی جمع عُمُدٌ اور قَذَالٌ کی جمع قُذُلٌ کیونکہ حرف مدہ کے ہونے کی وجہ سے مفرد میں ثقل پایا جاتا تھا اور اگر مفرد میں تاء تانیث لائی جاتی ہو تو جمع میں اسے حذف کر دیا جاتا ہے اور یہاں صرف مدہ کو حذف کرنا ناپسند کیا گیا تاکہ لفظ میں دو قسم کے نقص جمع نہ ہو جائیں لہٰذا صرف مدہ کو بدل دیا جاتا ہے ، حذف نہیں کیا جاتا مثلاً رسالہ اور رَسَائِلُ اور صَحِیْفَۃٌ اور صَحَائِفُ ۔ وہ اس کمی کی تلافی فرق روا رکھ کے کر دیتے ہیں ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انھوں نے اصول کی خلاف ورزی کی ہے ۔ کبھی وہ کسی حرف کی حرکت کو بدل دینے پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں اور اسی کو اس کی علامتِ جمع بنا دیتے ہیں مثلاً فَلَکٌ سے فُلُکٌ ، عَبْدٌ سے عُبُدٌ ۔ اور کبھی اصل مفرد لفظ کو چھوڑ کر ایک نیا مستقل لفظ لے آتے ہیں مثلاً خَیْلٌ ، أَنَامٌ ، قَوْمٌ ، رَهْطٌ وغیرہ اور کبھی اس علامت کو لفظوں میں نہیں بلکہ صرف فرضی طور پر اور ذہن میں مراد رکھ لیتے ہیں مثلاً فُلْکٌ کا لفظ جمع اور واحد دونوں کے لیے ۔ کیونکہ یہاں واحد کی نسبت میں قُفْلٌ کی نسبت کی طرح ہے اور جمع کی نسبت رُسُلٌ کی طرح ۔ اسی طرح هِجَانٌ ، دِلَاصٌ ، شِمَالٌ اور أَعْشَارٌ کا معاملہ ہے حالانکہ اس قسم کے الفاظ بالعموم صفت کی صورت میں آتے ہیں (اسم کی صورت میں نہیں) تاکہ موصوف کے آنے سے امتیاز ہو سکے ۔ علامت کا پتا بھی چل جائے اور اسماء بھی واقع نہ ہو ۔ اس قسم کے الفاظ صفات کے سوا اور معنوں میں شاذ و نادر ہی آتے ہیں ۔ اس کے باوجود ان کے مفرد

کے لیے الگ لفظ کا ہونا ضروری ہے جو جمع سے مختلف ہو اور اس طرح دو الگ الگ لفظ کی حاجت کیونکہ انہیں معلوم ہے ۔ (اصوب دیگر) یہ لفظ انہوں نقل معلوم ہوگا ۔ رہی جرّی اور نصبی حالت تو اس میں نقل ہ لب کے نے درے اے کی وجہ سے ثقل پیدا ہوتا ہے مگر رفعی حالت میں اس کا ظہور کسرہ سے ضمہ کی طرف جانے سے ہوتا ہے لہذا وہ ہٹ کر جمع مکسر کی طرف آ گئے ۔ رَاجِمِین اور راجموں کے اضافہ سے ان پر اعتراض اس لیے وارد نہیں ہوتا کہ الف ساکن درمیان میں آ کر متوالی حرکات کے ورود کو روک دیتا ہے لہذا اس کی جمع مُشْبِعِین اور قانِتِین کی سی ہے [۶۳]- اسی طرح فعل مضاعف سے معاملہ ہے کہ جو صفت آتی ہیں ان کی جمع لاتے ہیں لیکن انہوں نے اس جمع سے حروف [illegible] لہذا قصٌّ اور سَرٌّ کی جمع سالم نہیں لاتے اور سَرّوں [illegible] نہیں کہتے تاکہ کہیں یہ کَشُّوب اور مسقُوب سے مشابہ [illegible] حالانکہ اس لیے کہ دونوں کا وزن ایک ہی ہے لہذا انہوں نے اس کی جمع مکسر بنائی [illegible] مگر جب غیر مضاعف کی طرف آئے مثلاً صعبٌ تو اس کی جمع صحیح سالم بنائی جس سے [illegible] کوئی [illegible] ان کی زبان میں فعلولٌ کا وزن نہیں ہے اور صعبٌ [illegible] ہے ۔ ان مذکورہ بالا اعتبارات پر اور اس [illegible] سے واضح ہو جاتا ہے کہ عربوں کے ذہن دیگر اقوام کے ذہنوں پر کسی طرح فوقیت رکھتے تھے جس طرح ان کی زبان دیگر اقوام کی زبانوں پر فوقیت رکھتی ہے ۔ اس امر سے متعلق بحث بہت طویل ہے ، عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں یہ اسرار پائے ہی نہیں جاتے ہیں ۔ فرق واضح ہے ، دن دن ہے ، رات رات ۔

عربوں کے کلام اور ان کی ترکیبوں میں جو خصوصیات پائی جاتی ہیں اور ان کے طرز بیان میں جو مختلف قسم کے محاسن سامنے ہیں ان کی تفصیل بیان کرنے کی [illegible] داری معانی اور بیان کی کتابوں پر [illegible] ان [illegible] عائد ہوتی ہے جو قرآن کا اعجاز بیان کرنے کے لیے تالیف کی گئیں

ایک بار ابواسحٰق الکندی[۱] فلسفی نے ابوالعباس المبّرد سے سوال کیا اور کہا کہ مجھے عربوں کے کلام میں بھرتی کے الفاظ دکھائی دیتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں عَبْدُ اللہ قائِمٌ۔ پھر کہتے ہیں اِنَّ عَبْدَاللہ قَائِمٌ۔ اس کے بعد کہتے ہیں اِنَّ عَبْدَاللہِ لَقَائِمٌ حالانکہ معنیٰ ایک ہی ہیں۔ ابوالعباس (المبرد)[۲] نے جواب دیا: ان (جملوں کے) معانی مختلف ہیں چنانچہ ان کا عبداللہ قائمٌ کہنا اس شخص کے صرف کھڑے ہونے کی اطلاع ہے۔ ان کا اِنَّ عبدَاللہ قائم کہنا سوال کرنے والے کا جواب ہے اور ان کا اِنّ عبدَاللہ لَقَائِمٌ کہنا یہ اس شخص سے جواباً کہا گیا ہے جو اس کے کھڑے ہونے کا انکار کرتا ہو۔

ان لفظوں میں معمولی سی تبدیلی کی وجہ سے ان کے معانی کے مختلف ہو جانے پر غور تو کرو۔ رہی ان کی فصیح زبان اور ملیح بلاغت اور وہ کلام جو بدویوں کی زبانی صحراؤں میں، ان کی مجالس کے خطیبوں سے اور نجد کے ڈاکوؤں سے چراگاہوں میں اور تہامہ کے دلالوں سے ان کی منڈیوں اور مجمعوں میں سننے میں آئے۔ جو رجز کے اشعار پانی [۴۴] نکالنے والے اپنے کنوؤں کے منہ پر کہتے ہیں اور وہ سجع جو چرواہے اپنے خشبی اور حرمی پیالوں کے لبوں پر کہتے ہیں اور وہ اشعار جو قیس اور تمیم کے شعرا جنگل میں دور نکل جانے کے بعد ایک دوسرے کو سناتے ہیں اور ہنگاموں کے زمانے میں ثقیف اور ہُذَیل کے سفیروں نے جو تبادلۂ رجز کیا ہے یہ تمام ایسی باتیں ہیں کہ دواتوں کی دواتیں ختم ہو جائیں گی مگر دفتر در دفتر صحیفے ان کے محاسن بیان نہ کر پائیں گے۔ حق یہ ہے کہ یہ لوگ اس کے اہل اور مستحق بھی ہیں۔ کیا مہمانوں کی ضیافت کرنا ان کا خاصہ نہیں اور

---

۱ - ابواسحٰق الکندی: ابواسحٰق یعقوب بن اسحٰق الکندی المتوفی[۱] تقریباً ۲۳۶ھ = ۸۵۰ء - اسے فیلسوف العرب کہا جاتا ہے۔

۲ - محمد بن یزید المبرد - عربی لغت اور صرف و نحو کے چوتھی صدی کے عالموں میں سے ہوا ہے۔ ان کی الکامل اور الروضہ دو مشہور تصنیفیں ہیں - ۲۸۵ھ = ۸۹۸ء میں وفات پائی -

کیا لوگوں کے لیے اونٹنیوں کو ذبح کر دینا ان کی عادت نہیں ۔ زمانے کی کوئی گردش بھی ان کا زور بازو نہ توڑ سکی اور نہ انہیں بے آبرو کر سکی ۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ لوگ جسموں کی ضیافت تو کرنا جانتے ہیں چنانچہ مختلف رنگوں اور مختلف ذائقوں کے کھانے پیش کر دیتے ہیں مگر روح کی ضیافت کرنا نہیں جانتے۔ یہی باعث ہے کہ وہ ایک قسم کے اسلوب بیان کو دوسری قسم کے اسلوب بیان سے مختلف صورت نہیں دے سکتے کیونکہ کلام مفید غذائے روح ہونے کی رو سے اگر پسندیدہ ہے تو باعتبار معنی ہے نہ کہ باعتبار صورت ۔ چنانچہ روح کے لیے جام سحر و ساغر شام عمدہ ترین ضیافت ہے ۔

میں نے ایک ایسے شخص کو جو ہر جوہر سے بے بہرہ تھا یہ دعوی کرتے ہوئے سنا کہ آج کل کی فرنگی زبانیں عربی زبان کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہیں کیونکہ ان کی زبان میں وہ الفاظ ایجاد ہو گئے ہیں جنہیں انہوں نے ان معانی کے لیے وضع کیا ہے جو گزشتہ صدیوں اور زمانوں میں سرے سے پائے ہی نہ جاتے تھے چہ جائے کہ عرب ان معانی سے آگاہ ہوتے ، ان کے کلام کا جزو بنتے یا یہ کہ وہ ان کے بارے میں سوچتے اور انہیں زبان سے ادا کرتے ۔

تجھ سے یہ بات مخفی نہ رہے کہ اس کلام سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس کے قائل کو یہ پتا ہی نہیں کہ زبان میں وسعت کیسے پیدا ہوتی ہے نیز یہ کہ اس شخص کو زباندانی کے مختلف فنون کے سمندروں میں شناوری کا موقع نہیں ملا ، اگر اسے کوئی ایسا موقع ملا ہوتا تو اس پر عیاں ہو جاتا کہ یہ کمال کیونکر حاصل کیا جاتا ہے ۔

اس کا یہ کہنا کہ عربوں کے بعد ان مختلف فنوں اور صنعتوں کی ایجاد کو مدنظر رکھتے ہوئے جو پہلے لوگوں کے خیال میں بھی نہ آئی تھیں عربی زبان نامکمل ہے تو اس سے عربی زبان کو کسی قسم کا عیب نہیں لگ سکتا ۔ کیونکہ لغت وضع کرنے والے کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ ان اشیا کے نام معین کرے جو ابھی معرض وجود ہی میں نہیں آئیں ۔ یہ حرف تو ہم پر اس دور میں آتا ہے کہ ہم اپنی زبان کے کمال سے ان

ناموں کو وضع کر سکنے پر قادر ہونے کے با وصف اجنبی زبانوں سے ان ناموں کو مستعار لے لیتے ہیں ۔ مزید برآں یہ کہ ان میں سے بیشتر نام ایسے ہیں جو یا تو اسم مکان ہیں یا اسم آلہ ، اور عربی زبان میں ہر ثلاثی فعل سے اسم مکان اور اسم آلہ کا لینا ایک قیاسی امر ہے لہٰذا ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم قَبشرِیقہ یا کرخانہ کہیں اور مَعْشمَل اور مَصْنَع نہ کہیں ۔ یا یہ کہ بیمارستان کا لفظ استعمال کریں اور مستشفیٰ نہ کہیں یا دیوان کہیں اور مأمر نہ کہیں ۔ یا اسطرلاب کہیں اور منظر نہ کہیں ۔

آج کل عرب بغیر وجہ کے اپنی زبان کو چھوڑ کر اور دیگر زبانوں کی طرف مائل ہو کر اپنی زبان کی حق تلفی کر رہے ہیں کیونکہ بے احتیاج ہونے کے باوصف جو دوسروں سے کپڑا عاریۃً لے اسے کج نظر بھی کہا جائے گا اور حد شکن بھی ۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ غیر عربی الفاظ عربی زبان میں داخل ہوتے رہے ہیں اور یہ کہ ہر زبان کے اندر دخیل الفاظ کا پایا جانا ایک لابدی امر ہے اس لیے کہ زبان کا حال بھی اُن لوگوں ہی کی طرح ہے جو اسے بولتے ہیں ، کسی بھی قوم کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ دوسری قوموں سے میل جول رکھے بغیر اکیلی ہی زندگی گزار سکے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان بالطبع مدنی واقع ہوا ہے یعنی اس بات کا محتاج ہے کہ اپنے تمدن میں اپنے ہم جنسوں کے ساتھ میل جول رکھے ۔

اس بات کا جواب یہ ہے کہ ہم اُس دخیل لفظ سے صرف ایسے عالم میں چشم پوشی کریں گے جب خود ہماری اپنی زبان میں اس کا مترادف موجود نہ ہوگا یا یہ کہ ہم اس قسم کا لفظ ڈھال نہ سکتے ہوں لیکن جب تک یہ امکان موجود ہے ان دخیل الفاظ سے چشم پوشی کرنا یقیناً اپنی زبان کی حق تلفی کرنا ہے ورنہ ان عربیت اختیار کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ بائے فارسی (پ) اور کاف فارسی (گ) بھی بولا کریں یا یہ کہ مضاف الیہ کو مضاف سے پہلے لائیں ۔

عربی زبان میں ان الفاظ کو جو ان الفاظ کی جگہ لیں جن کی ہمیں

ضرورت پڑ گئی ہے گھڑ لینے کی ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ باب " نَحت " ہے (یعنی الفاظ تراش لینا)

ابن فارس[۱] فقداللغہ میں کہتا ہے :

عرب دو کلموں سے ایک نیا لفظ تراش لیتے ہیں اور یہ ایک قسم کا اختصار ہوتا ہے مثلاً ان کا رَجُلٌ عَبْشَمِیٌ کہنا دونوں ناموں کی نسبت ظاہر کرتا ہے یعنی عبد شمس ۔

خلیل نے (نحت کی مثل میں) یہ شعر پیش کیا ہے :

اَقُولُ لَهَا و دَمْعُ العَینِ جارٍ
اَلَمْ تَحزُنْكِ حَیْعَلَةُ المُنَادِی

میری آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور میں اسے کہہ رہا تھا کیا تو پکارنے والے کے " حَیَّ عَلی کَذَا " کہنے سے عمناک نہیں ہوئی

[۳۶] حَیْعَلَه کا لفظ حَیَّ علی کذا سے تراشا گیا ہے ۔ ہمارا طریقہ یہی ہے کہ وہ اشیا جو تین حرفوں سے زائد ہوں ان میں سے بیشتر " منحوت " ہیں مثلاً ضَبْطَرٌ کا لفظ جسے عرب مضبوط اور طاقتور انسان کے لیے بولتے ہیں ضَبَطَ اور ضَبَرَ سے تراشا گیا ہے اور صَهْصَلِیقٌ (شور مچانے والی بڑھیا) صَهَلَ اور صَلَقَ سے بنایا گیا ہے اور صلدم صَلْدٌ اور صَدَمَ سے بنایا گیا ہے وغیرہ وغیرہ ۔

یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ عربی زبان صیغوں اور اسلوب کے اعتبار سے بہترین زبان ہے ۔ اس کی ترتیب و ترکیب کامل تر ہے ، اور اس کے علاوہ ضرورت پڑنے پر " نحت " کا استعمال بھی جائز ہے ۔ اگر اوائل عرب دخانی کشتیوں ، ریلوے لائن ، تار برقی ، پٹرول ، اور ڈاکخانوں وغیرہ کو دیکھ لیتے جو فرنگیوں کی ایجاد ہیں تو وہ ان کے لیے

---

۱ ۔ ابن فارس : ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا ۔ لغوی اور مختلف فنون کے امام تھے ۔ لغت میں المُجمَل لکھی ۔ حریری نے مقامات کا طرز انھی سے لیا ہے ۔ بدیع الزمان ہمدانی ان کے شاگرد تھے ۔ ۳۹۰ھ میں وفات پائی ۔

خالص اور صریح عربی نام بنا لیتے لہٰذا اس بات میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں ۔ ملامت کے مستحق تو ہم ہیں کہ ہم ان کی زبان کے وارث کہلاتے ہیں اور ان (نئی) چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں مگر ان کے نام اس طریقے کے مطابق وضع کرنے پر آمادہ نہیں جو عربوں کے ہاں مالوف تھا ۔ وہ طریقہ اختصار و ایجاز کا طریقہ ہے ۔

رہا عمل تو اس کی بنیاد اخلاق پر ہوتی ہے اور اخلاق ایسے جوہر طبعی ہیں جو نفس کے اندر پیدائشی طور پر موجود ہوتے ہیں ۔ عربوں کی طبائع میں بمقابلہ دیگر اقوام کے بھلائی کے سامنے جھک جانے کی صلاحیت بہت زیادہ پائی جاتی ہے لہٰذا سخاوت ، حلم ، شجاعت ، وفا اور غیرت وغیرہ اخلاقِ محمودہ سے جس قدر وہ قریب ہیں دوسرے لوگ نہیں ۔

## عربوں کا بمقابلہ دیگر اقوام کے سخاوت کے قریب تر ہونا

یہ ایسا معاملہ ہے جو محتاج بیان نہیں ۔ اس ضمن میں کسی قسم کی دلیل یا ثبوت پیش کرنے کی بھی ضرورت نہیں اس لیے کہ دوست اور دشمن سب اس بات کے گواہ اور قریب اور بعید سب اس کے معترف ہیں ۔ جب ان کے یہاں کوئی مہمان آ جاتا تو اسے (گویا) اپنا حاکم بنا لیتے اور اس کی خاطر اپنی کسی بھی قیمتی چیز کو جو انھیں میسر آ سکتی کوئی وقعت نہ دیتے ، یہ اُن کے اشعار ہیں جو ان کی فطرت کی ترجمانی کر رہے ہیں ۔ وہ لوگ جن امور کے عادی تھے اور جن کی طرف ان کا میلان تھا ان امور پر یہ اشعار بخوبی روشنی ڈال رہے ہیں ۔ ہمارے لیے اس کا یہاں مکمل طور پر بیان کرنا ممکن نہیں ۔ بھلا ہم بحرِ محیط کا احاطہ کیسے کر سکتے ہیں ۔ ایسا کرنے سے فہموں کی رسائی کے دائرے تنگ ہوگئے مگر محال چیز کی وجہ سے ممکن الحصول چیز کو ترک نہیں کیا جا سکتا ۔ لہٰذا اس موجزن سمندر کے موتیوں کی چند لڑیوں سے اس کتاب کی بے زیور گردن کو آراستہ کیے بغیر چارہ نہیں ،

قبیلہ بنی الحارث بن کعب کا فرد عُتیبہ بن بُجَیر المارنی کہتا ہے :

و مُستنبح بات الصدی یستتیهه،
إلی کل صوتٍ فهو فی الرحل جانح،

ایک مسافر سب کو کونج کی آواز نے رات بھر ایسا پریشان کیے رکھا کہ وہ ہر آواز کی طرف لپکتا اور بالآخر میرے ہی ڈیرے کی طرف مائل ہوا

فقلتُ لأهلی ما بُغام مطیّةٍ
و سارٍ أضافته الکلابُ النوابح،

اس پر میں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ یہ اونٹنی کی اور رات کو چلنے والے کی آواز کیسی ہے جسے بھونکنے والے کتے ضیافت کی طرف بلا رہے ہیں

فقالوا غریبٌ طارقٌ طوّحت بہ
متونُ الفیافی والخطوبُ الطوارح،

انھوں نے جواب دیا کہ یہ ایک پردیسی مسافر سب ہے ، جسے بیابانوں کی وسعتیں اور دھکیلنے والی مصیبتوں نے گردش میں ڈال رکھا ہے

فقمتُ و لم أجثم مکانی و لم تقم
مع النفس علاتُ البخیل الفواضح،

یہ سن کر میں اٹھ کھڑا ہوا ۔ اپنی جگہ سے چمٹا نہیں رہا اور میرے ساتھ بخیل آدمی کو رسوا کرنے والے اسباب نہیں اٹھے

و نادیتُ شبلاً فاستجاب و رُبّما
ضمِنّا قِری عشرٍ لِمن لا نصافح،

میں نے شیر کے بچے (اپنے بیٹے) کو پکارا اور وہ آ گیا اور ایسا کئی بار ہوا کہ ہم نے ایسے اجنبیوں کی دس دس راتوں تک مہماں نوازی کرنے کا ذمہ لے لیا جن سے ہم نے کبھی مصافحہ بھی نہ کیا ہوتا تھا

فَقَامَ أَبُو ضَيْفٍ كَرِيمٌ كَأَنَّهُ
وَقَدْ جَدَّ مِنْ فَرْطِ الْفُكَاهَةِ مَازِحُ

لہٰذا سخی میزبان (یعنی میں خود) اُٹھا اور اس نے مہمان سے اس قدر فراخ دلانہ باتیں کیں کہ محسوس ہونے لگا گویا وہ ہنسی مذاق کر رہا ہے حالانکہ وہ تو سنجیدگی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا

[۴۸] إِلَى جِذْمِ مَالٍ قَدْ نَهَكْنَا سَوَامَهُ
وَأَعْرَاضُنَا فِيهِ بَوَاقٍ صَحَائِحُ

(وہ اُٹھ کر) اصل اُونٹوں کی طرف آیا جن میں سے ہم نے چرنے والے اُونٹوں کو (ضیافتوں میں) فنا کر دیا تھا اور اس ضمن میں ہماری عزتیں صحیح و سلامت رہی تھیں (کسی نے ہم پر بخل کا الزام لگا کے ہمیں رسوا نہیں کیا)

جَعَلْنَاهُ دُونَ الذَّمِّ حَتَّى كَأَنَّهُ
إِذَا عُدَّ مَالُ الْمُكْثِرِينَ الْمَنَائِحُ

ہم نے ان اُونٹوں کو اپنی نیک نامی کے لیے ڈھال بنا لیا ، یہ اُونٹ باثروت بخیلوں کے یہاں بیشک مال میں شمار ہوتے رہیں مگر اپنے یہاں ان کی حیثیت منیحہ[۱] اُونٹنیوں کی سی ہے

لَنَا حَمْدُ أَرْبَابِ الْمِئِينَ وَلَا يُرَى
إِلَى بَيْتِنَا مَالٌ مَعَ اللَّيْلِ رَائِحُ

---

۱ - منیحۃ وہ دودھ دینے والی اُونٹنی جو کسی ہمسائے یا دوست کو دی جائے تاکہ جب تک اُونٹنی دودھ دیتی رہے وہ اس کا دودھ پیتا رہے اور جب دودھ جاتا رہے تو وہ اُونٹنی واپس کر دے ۔ چنانچہ منیحۃ اُونٹنی پھر اپنے مالک کے پاس واپس آ جاتی ہے ۔ شاعر ضیافت کے لیے اُونٹ ذبح کرنے کو ایسا ہی معمولی کام سمجھتا ہے جیسے کسی اُونٹنی کو اس کے دودھ دیتے رہنے کی مدت تک کسی کو ادھار دے دینا ۔

ہماری اتنی ہی تعریف کی جاتی ہے جتنی کہ سینکڑوں اونٹوں کے مالکوں کی کی جاتی ہے حالانکہ ہمارا کوئی سال شام ہوتے واپس آتا دکھائی نہیں دیتا (یعنی ہم اس قدر سخی ہیں کہ ضیافت کے خیال سے اپنا مال چراگاہ میں بھیجتے ہی نہیں)

سُرّہ[۱] بن مَحکَان التمیمی السعدی کہتا ہے :

یَا رَبَّةَ البَیتِ قُومِی غَیرَ صَاغِرَةٍ
ضُمِّی إِلَیکِ رِحَالَ القَومِ وَالقُرُبَا

اے گھر والی ذلیل ہوئے بغیر اٹھ کھڑی ہو اور ان لوگوں کے پالانوں اور اسلحہ کو اکٹھا کر کے رکھ لے

فِی لَیلَةٍ مِن جُمَادَی ذَاتِ أَندِیَةٍ
لَا یُبصِرُ الکَلبُ مِن ظَلمَائِهَا الطُّنُبَا

موسم سرما کی ایسی رات میں جس میں تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی ہو اور ایسی تاریکی ہو کہ کُتا طنابیں بھی دیکھ نہ سکتا ہو

لَا یَنبَحُ الکَلبُ فِیهَا غَیرَ وَاحِدَةٍ
حَتَّی یَلُفَّ عَلَی خَیشُومِهِ الذَّنَبَا

(یہ رات اس قدر سرد ہے) کہ کُتا صرف ایک بار بھونک کر (فوراً) اپنی دم اپنی ناک پر لپیٹ لیتا ہے

مَاذَا تَرَینَ أَ نُدنِیهِم لِأَرحُلِنَا
فِی جَانِبِ البَیتِ أَم نَبنِی لَهُم قُبَبَا

---

۱ - یہ بنی رُبیَع کا سردار تھا - اسے مصعب کے صاحب الشرطہ نے قتل کیا تھا - یہ کم گو شاعر اور سرنف ڈاکو تھا - جریر اور فرزدق کے عہد میں تھا مگر ان کی شہرت کے سامنے اس کی شہرت ماند پڑ گئی - اسے ابو الاضیاف (پدر مہماناں) کہا جاتا تھا - (شرح ذیل الامالی للمیمنی : ۸۳) یہ اشعار حماسہ طبع دیو بند صفحہ ۲۹۷ پر دیے ہیں -

تمھارا کیا خیال ہے کیا ہم انھیں اپنے گھر کے پہلو میں اپنے ڈیرے کے قریب لے آئیں یا ان کے لیے الگ خیمے لگا دیں

لِمُرْمِلِ الزَّادِ مُعْتَنِيٍ بِحَاجَتِهِ
مَنْ كَانَ يَكْرَهُ ذَمًّا أَوْ يَقِي حَسَبَا

(ہم یہ خیمے ان لوگوں کے لیے گاڑیں) جن کا زادِ راہ ختم ہو چکا ہو اور وہ اپنی حاجت لے کر کسی ایسے شخص کے پاس آئے ہوں جو مذمت کو ناپسند کرتا ہو اور اپنی عزت کو بچانا چاہتا ہو

وَقُمْتُ مُسْتَبْطِنًا سَيْفِي فَأَعْرَضَ لِي
مِثْلُ الْمَجَادِلِ كُوْمٌ بَرَّكْنَ عُصَبَا

اور میں اپنی تلوار کو چھپائے ہوئے اٹھا تو مجھے اپنے سامنے محل کی طرح بلند اونچی ، بڑے بڑے کوہانوں والی ، اور گروہ گروہ ہو کر بیٹھی ہوئی اونٹنیاں دکھائی دیں

[۴۹] فَصَادَفَ السَّيْفُ مِنْهَا سَاقَ مُتْلِيَةٍ
جَلْسٍ فَصَادَفَ مِنْهُ سَاقُهَا عَطَبَا

میری تلوار ایک بچے والی اونٹنی کی بنڈلی کو لگی جو بڑے ہی مضبوط جسم والی تھی اور اس سے اس کی پنڈلی کٹ گئی

زَيَّافَةٍ بِنْتِ زَيَّافٍ مُذَكَّرَةٍ
لَمَّا نَعَوْهَا لِرَاعِي سَرْحِنَا انْتَحَبَا

یہ اکڑ کر چلنے والی اور اکڑ کر چلنے والے اونٹ کی بیٹی ہے ، اور قامت میں نر اونٹ کے مشابہ ہے ۔ جب اس کے ذبح کیے جانے کی خبر ہمارے جانوروں کے چرانے والے کو ملی تو وہ زار و قطار رونے لگ پڑا

أَشْطَيْتُ جَازِرَنَا أَعْلَى سَنَا سِنِهَا
فَصَارَ جَازِرُنَا مِنْ فَوْقِهَا قَتَبَا

میں نے قصاب کو اس کی کوہان کے اوپر کے حصے پر سوار کر دیا اور اوپر چڑھنے کے بعد وہ کوہان پر یوں معلوم ہونے لگا جیسے پالان ڈال دیا گیا ہو

يُنَشْنِشُ اللَّحْمَ عَنْهَا وَهْيَ بَارِكَةٌ
كَمَا تُنَشْنِشُ كَفَّا قَاتِلٍ سَلَبَا

وہ اس کے گوشت کو جبکہ یہ بیٹھی ہوئی تھی اس طرح جلدی جلدی اتار رہا تھا جس طرح قاتل کے دونوں ہاتھ مقتول کے مال کو لوٹنے میں پھرتی دکھا رہے ہوں

وَقُلْتُ لَمَّا غَدَوْا أُوصِي قَعِيدَتَنَا
غَدِّي بَنِيكِ فَلَنْ تَلْقَيْهِمُ حِقَبَا

جب صبح ہوئی تو میں نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ ان اپنے بیٹوں (مہمانوں) کو صبح کا کھانا دو کیونکہ تو نئی سالوں تک انھیں پھر نہ دیکھ سکے گی

أُدْعَى أَبَاهُمْ وَلَمْ أُقْرِفْ بِأُمِّهِمِ
وَقَدْ عَمِرْتُ وَلَمْ أَعْرِفْ لَهُمْ نَسَبَا

مجھے ان کا باپ کہا جاتا ہے حالانکہ مجھے ان کی والدہ کے ساتھ متہم نہیں کیا گیا اور باوجود اس قدر عمر گزار دینے کے مجھے ان کے نسب تک کا پتہ نہیں

أَنَا ابْنُ مَحْكَانَ أَخْوَالِي بَنُو مَطَرٍ
أُنْمَى إِلَيْهِمْ وَكَانُوا مَعْشَرًا نُجُبَا

میں محکان کا بیٹا ہوں اور بنو مطر میرے ماموں ہیں میں انھی کی طرف منسوب ہوتا ہوں وہ اصیل لوگ تھے

ایک اور شاعر[۱] کہتا ہے :

---

۱ - حماسہ : ۲۹۸ -

وَ مُسْتَنْبِحٍ قَالَ الصَّدَى مِثْلَ قَوْلِهِ
حَضَأْتُ لَهُ نَاراً لَهُ حَطَبٌ جَزْلُ

کئی ایک رات کے وقت کتوں کی طرح بھونک کر کتوں کو بھونکانے والے مسافر تھے جن کی آواز کی گونج انھی کے قول کی طرح آ رہی تھی۔ میں نے ان کے لیے وسیع ایندھن ڈال کے آگ جلا رکھی تھی (تا کہ وہ اسے دیکھ کر ادھر آ جائیں)

فَقُمْتُ إِلَيْهِ مُسْرِعاً فَغَنِمْتُهُ
مَخَافَةَ قَوْمِي أَنْ يَفُوزُوا بِهِ قَبْلُ

(جب وہ آ گیا تو) میں جلدی سے اٹھ کر اس کی طرف گیا اور اسے اپنے ہمراہ لے آیا کہ مبادا میری قوم مجھ سے پہلے اسے اچک لینے میں کامیاب ہو جائے

فَأَوْسَعَنِي حَمْداً وَ أَوْسَعْتُهُ قِرًى
وَ أَرْخِصْ بِحَمْدٍ كَانَ كَاسِبُهُ الأَكْلُ

اس پر اس نے میری بڑی ہی تعریف کی۔ میں نے بھی دل کھول کر اس کی ضیافت کی اور وہ تعریف جو صرف کھانا کھلانے سے حاصل ہو جائے کسی قدر سستی ہے

ایک[1] اور کہتا ہے:

تَرَكْتُ ضَأْنِيَ تَوَدُّ الذِّئْبَ رَاعِيَهَا
وَ أَنَّهَا لَا تَرَانِيَ آخِرَ الأَبَدِ

میں نے اپنی بھیڑوں کی یہ حالت کر دی ہے کہ (اب وہ) چاہتی ہیں کہ اے کاش بھیڑیا ان کا چرواہا ہوتا اور اے کاش وہ مجھے تاابد کبھی نہ دیکھ سکیں

[۵۰] الذِّئْبُ يَطْرُقُهَا فِي الدَّهْرِ وَاحِدَةً
وَ كُلَّ يَوْمٍ تَرَانِي مُدْيَةٌ بِيَدِي

---

۱۔ حماسہ: ۲۹۸۔

بھیڑیا تو زمانے بھر میں (زندگی بھر میں) ایک بار حملہ کرتا مگر مجھے یہ ہر روز دیکھتی ہیں کہ میرے ہاتھ میں چھری ہوتی ہے

ایک[۱] اور کہتا ہے:

وَمَا أَنَا بِالسَّاعِي إِلَى أُمِّ عَاصِمٍ
لِأَضْرِبَهَا إِنِّي إِذاً لَجَهُولُ

میں دوڑ کر ام عاصم کو مارنے کے لیے جانے والا نہیں ہوں اگر ایسا کروں تو میں جاہل ہوں

لَكِ الْبَيْتُ إِلَّا فَيْنَةً تُحْسِنِينَهَا
إِذَا حَانَ مِنْ ضَيْفٍ عَلَيَّ نُزُولُ

اے ام عاصم گھر تیرا ہی ہے، ماسوا اس لمحے کے جب تو اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرے مہمان کے نازل ہونے پر، یعنی جب مہمان آئے تو اچھی طرح خدمت کیا کر، مہمان کی آمد کا لمحہ مہمان کے لیے وقف ہے۔ ورنہ گھر کی مالک تو ہی ہے

اور بنی اسد[۲] کا ایک شاعر کہتا ہے:

وَسَوْدَاءَ لَا تُكْسَى الْبِرْقَاعَ نَسِيئَةً
لَهَا عِنْدَ قَرَّاتِ الْمُسِيئَاتِ أَزْمَلُ

ایک سیاہ رنگ کی بہت بڑی ہنڈیا ہے جسے چیتھڑوں سے ڈھانپا نہیں جا سکتا اور جو ٹھنڈی راتوں میں بڑے زور سے جوش مارتی رہتی ہے

إِذَا مَا قَرَيْنَا هَا قِرَاهَا تَضَمَّنَتْ
قِرَى مَنْ عَرَانَا أَوْ تَزِيدُ فَتُفْضِلُ

جب ہم اس میں گوشت ڈال دیتے ہیں تو یہ ان لوگوں کی ضیافت کی ضامن ہو جاتی ہے جو ہمارے پاس آتے ہیں اور اگر کچھ بچ جائے

---

۱، ۲ - حماسہ: ۲۹۸

تو اوروں پر بھی مہربانی کر دیتی ہے

ایک اور شاعر کہتا ہے اور اس کا نام عروہ[1] بن ورد ہے :

سَلِی الطَّارِقَ المُعْتَرَّ یَا أُمَّ مَالِکٍ
إِذَا مَا أَتَانِی بَیْنَ قِدْرِی وَ مَجْزَرِی

اے ام مالک رات کے آنے والے محتاج سائل سے دریافت کر جب وہ میری ہنڈیا اور ذبح خانہ کے درمیان میرے پاس آتا ہے

أَیُسْفِرُ وَجْهِی أَنَّهُ أَوَّلُ القِرَی
وَ أَبْذُلُ مَعْرُوفِی لَهُ دُونَ مُنْکَرِی

کیا (اسے دیکھ کر) میرا چہرہ روشن ہو جاتا ہے (یا نہیں) اور کیا میں اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں یا برے طریقے سے پیش آتا ہوں

---

۱ - عروہ بن الورد بن زید ، بعض ابن عمرو بن عبد اللہ العبسی بتاتے ہیں - اس کا لقب عروہ الصعالیک ہے اور یہ لقب اس کے اس شعر کی وجہ سے پڑا :

لَحَى اللهُ صُعْلُوکاً إِذَا جَنَّ لَیْلُهُ
مُصَافِی المُشَاشِ آلِفاً کُلَّ مَجْزِرِ

بعض کہتے ہیں کہ اس کی کنیت ابو الصعالیک تھی اور بعض ابو نجدہ بتاتے ہیں ، بعض ابو المعلس - بیٹوں میں اس کی [illegible]
ابو عبلہ اور ان میں ابو شریعہ [illegible]
ابو الفتح [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
(مزید ملاحظہ ہو الروض الانف : ۲ : ۱۷۸—۱۸۱ -

ایک[1] اور شاعر کہتا ہے :

وَإِنَّا لَمَشَّاؤُونَ بَيْنَ رِحَالِنَا
إِلَى الضَّيْفِ مِنَّا لَاحِفٌ وَمُنِيمُ

ہم اپنے گھروں میں مہمان کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں - ہم میں سے کچھ لوگ اپنے کپڑے اوڑھنے کو دیتے ہیں اور کچھ [illegible] ایسے سلا دیتے ہیں

فَذُو الحِلْمِ مِنَّا جَاهِلٌ دُونَ ضَيْفِهِ
وَذُو الجَهْلِ مِنَّا عَنْ أَذَاهُ حَلِيمُ

ہمارا حلیم الطبع آدمی مہمان کی حفاظت میں اُجڈ [illegible] ہے اور ہمارے اُجڈ لوگ اسے تکلیف نہ دینے کی وجہ سے حلیم ہو جاتے ہیں

ابن ہرمہ[2] کہتا ہے :

أُشَيِّئُ الطَّرِيقَ [illegible]
[illegible]

۱ - حماسہ : ۲۹۹ اور وہاں ان اشعار کو فرزدق کی طرف منسوب کیا ہے ۔

۲ - ابن ہرمہ : ابراہیم بن علی بن سلمہ بن ہرمہ ۔ یہ قیس کے خُلُج میں سے تھا اور خلج قیس بن الحارث بن فہر کو کہتے ہیں ۔ انھیں خُلُج اس لیے کہا گیا کہ [illegible] عدوان میں سے پھر ہوازن میں آ گئے ۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں یہ ان کے پاس آئے تاکہ آپ ان کا وظیفہ مقرر کر دیں ۔ [illegible] نے ان کے نسب کا انکار کر دیا ۔ پھر جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو یہ لوگ ان کے پاس آئے آپ نے انھیں [illegible] میں شریک کر دیا ۔ اس لیے انھیں خلج کہا گیا کیونکہ انھیں [illegible] ساتھ تھے ۔ بعض کہتے ہیں [illegible] کی وجہ سے ان کا یہ نام پڑا ۔ [illegible] متقدمین شعرا [illegible] اور یہ مخضرم الدولتین میں سے ہے ۔ [illegible] اس کی [illegible] ہے (شرح امالی : ۳۹۸) ۔

میں راستے کو اپنے خیمے اور شامیانے کے ساتھ ڈھانپ دیتا ہوں اور ایک بلند مقام پر ڈیرہ ڈال کر مقیم ہو جاتا ہوں

إنَّ امْرَأً جَعَلَ الطَّرِيْقَ لِبَيْتِهِ
طُنُبًا و أنْكَرَ حَقَّهُ لَلَئِيْمُ

وہ شخص جو راستے بھر میں اپنے خیمے کے لیے طنابیں گاڑ دے اور پھر اس کا حق ادا نہ کرے یقیناً کمینہ ہے ۔

[۵۱] ایک[۱] اور شاعر کہتا ہے :

و مُسْتَنْبِحٍ تَسْتَكْشِطُ الرِّيْحُ ثَوْبَهُ
لِيَسْقُطَ عَنْهُ وَ هُوَ بِالثَّوْبِ مُعْتَصِمُ

رات کو آنے والوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس کے کپڑوں کو کھول کر ہوا پھینک دینی چاہیے اور وہ کپڑوں کو مضبوط پکڑے ہوئے ہو

عَوَى فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ بَعْدَ اعْتِسَافِهِ
لِيَنْبَحَ كَلْبٌ او لِيَفْزَعَ نُوَّمُ

وہ رات کی تاریکی میں راستے سے بھٹک جانے کے بعد بھونکا (تاکہ اس کی آواز سن کر) کتا بھونکے یا سوئے ہوئے لوگ بیدار ہو جائیں

فَجَاوَبَهُ مُسْتَسْمِعُ الصَّوْتِ لِلْقِرَى
لَهُ عِنْدَ إتْيَانِ المُهِيْبِيْنَ مَطْعَمُ

ایک کتے نے جو اس کی آواز کو غور سے سن رہا تھا اسے جواب دے کر ضیافت کی طرف بلایا کیونکہ بیدار کرنے والوں کے آنے سے اسے بھی خوراک مل جاتی ہے

يَكَادُ إذَا مَا أبْصَرَ الضَّيْفَ مُقْبِلاً
يُكَلِّمُهُ مِنْ حُبِّهِ وَ هُوَ اعْجَمُ

---

۱ - حماسه : ۲۹۹ -

جب وہ مہمان کو آتے دیکھتا ہے تو مہمان کی محبت کے باعث اس سے بات کرتا ہؤا سا معلوم ہوتا ہے حالانکہ . . کہ بے زبان جانور ہے

سالم بن قحفان عنبری کہتا ہے :

لَا تَعذُلِينِي فِي العَطَاءِ و يَسِّرِي
لِكُلِّ بَعِيرٍ جَاءَ طَالِبُهُ حَبْلا

(اے میری بیوی) تو مجھے مال عطا کرنے پر ملامت نہ کر (بلکہ تجھے چاہیے) کہ جو بھی اونٹ مانگنے آئے تو اس کے لیے رسی تیار رکھے

فَإِنِّي لَا يَبكِي عَلَيَّ إِفَالُهَا
إِذَا شَبِعَت مِن رَوْضِ أَوْطَانِهَا بَقْلا

کیونکہ جب اونٹوں کے بچے اپنے وطن کے باغوں میں گھاس کھا کر سیر ہو جائیں گے تو وہ مجھ پر نہ روئیں گے

فَلَمْ أَرَ مِثْلَ الإِبْلِ مَالًا لِمُقْتَنٍ
وَ لَا مِثْلَ أَيَّامِ الحُقُوقِ لَهَا سُبْلا

میرے خیال میں مال جمع کرنے والے کے لیے اونٹوں جیسی کوئی چیز نہیں اور نہ ہی ان دنوں سے بہتر خرچ کرنے کا کوئی راستہ ہوگا جن میں اس مال کے حقوق ادا کیے جائیں

ان اشعار کا واقعہ یہ ہے کہ سالم بن قحفان کے پاس اس کا برادر نسبتی آیا تو اس نے اسے ایک اونٹ دیا اور اپنی بیوی سے کہا ، "رسی لاؤ تاکہ اس اونٹ کو اس کے اپنے اونٹ کے ساتھ ایک ہی رسی میں باندھ دیا جائے" ۔ اس کے بعد ایک اور اونٹ دیا اور کہا ، "رسی لاؤ" ۔ پھر تیسرا دیا اور کہا ، "رسی لاؤ" ۔ بیوی نے کہا ، میرے پاس تو اب کوئی رسی نہیں رہی ۔ سالم نے کہا ، "میرے ذمے اونٹ ہیں اور تمہارے ذمہ رسیاں" ۔ اس پر بیوی نے اپنی اوڑھنی اس کی طرف

بھینک دی اور کہا ، '' اس میں سے ایک کے لیے رسی بنا لو '' ۔ اس پر اس نے مذکورہ بالا اشعار کہے ، اُن شعروں کا جواب اس کی بیوی[۱] نے یوں دیا :

حَلَفْتُ يَمِيْنًا يَا ابْنَ قُحْفَانَ بِالَّذِي
تَكَفَّلَ بِالْاَرْزَاقِ فِي السَّهْلِ وَ الْجَبَلِ

اے ابن قحفان میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں جس نے میدانوں اور پہاڑوں میں رزق دینے کا ذمہ لیا ہوا ہے

تَزَالُ حِبَالٌ مُحْصَدَاتٌ أُعِدُّهَا
لَهَا مَا مَشَى مِنْهَا عَلَى خُفِّهِ جَمَلْ

کہ جب تک اونٹ اپنے پاؤں پر چلتا رہے گا (یعنی تاابد) میں ان اونٹوں کے لیے مضبوط رسیاں تیار کرتی رہوں گی

فَأَعْطِ وَ لَا تَبْخَلْ لِمَنْ جَاءَ طَالِبًا
فَعِنْدِي لَهَا خُطْمٌ وَ قَدْ زَاحَتِ الْعِلَلْ

لہذا جو بھی اونٹ مانگنے آئے تو اسے دیے جا اور بخل نہ کر میرے پاس ان کے لیے مہاریں موجود ہیں ۔ اب تمام موانع اٹھ گئے ہیں

ایک[۲] اور شاعر کہتا ہے :

أَلَا تَرَيْنَ وَ قَدْ قَطَّعْتِنِي عَذَلًا
مَاذَا مِنَ الْبُعْدِ بَيْنَ الْبُخْلِ وَ الْجُودِ

تو نے تو میری سخاوت پر مجھے وہ ملامت کی ہے گویا میرے پرزے اُڑا دیے ہیں ، مگر کیا تو دیکھتی نہیں کہ بخل و سخاوت میں کس قدر فرق ہے ؟

---

۱ ، ۲ حماسہ : ۳۰۰

إلاَّ يكُنْ وَرَقِي حَفْضاً أراح ..
لِلْمُعْتَفِينَ وَما شَيْءٌ أَشُسُّ المعُودُ

اگر میرا مال سالوں کے لیے تر و تازہ نہ ہو جو سے مفروں کو دے کر میں راحت و خوشی پاؤں تو میں ایمان و خوا ہو جاؤں

اور قیس[1] بن عاصم المنقری کہتے ہیں :

إنِّي امْرُؤٌ لاَ يَعْتَرِي حُلُقِي
دَنَسٌ يُفَنِّدُهُ وَلاَ أَفْنُ

بیشک میں ایک ایسا انسان ہوں کہ میری عادت اور خو کو ایسی ناقص اور میلی بات پیش نہیں آتی جس کے باعث کسی قسم کی کو مجھ سے منسوب کیا جائے اور نہ ہی مجھے کم عقلی لاحق ہوتی ہے

مِنْ مِنْقَرٍ فِي بَيْتِ مَكْرُمَةٍ
وَالغُصْنُ يَنْبُتُ حَوْلَهُ الغُصْنُ

میں بنی منقر کے شریف خاندان سے ہوں اور شاخ کے گرد (اسی قسم کی) شاخ نکلتی ہے (یعنی میں اپنے بزرگوں کی طرح شریف ہوں)

خُطَبَاءُ حِينَ يَقُولُ قَائِلُهُمْ
بِيضُ الوُجُوهِ مَصَاقِعٌ لُسْنُ

ان میں سے کوئی جب بھی بولے تو یہی احساس ہوتا ہے کہ وہ سب خطیب ہیں - وہ روشن چہروں والے ، فصیح و بلیغ اور زبان آور ہیں

1 - قیس بن عاصم المنقری : شاعر ہیں ، مخضرم ہیں ، جاہلی ہیں اسلامی ہیں - ان کا شمار سادات اور حکماء العرب میں ہوتا ہے - چنانچہ کہتے ہیں احلم من قیس بن عاصم - حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے - اچھے مسلمان تھے - انھوں نے احادیث کی بھی روایت کی ہے شرح امالی : (۳۸۸-۳۸۷) (حماسہ : ۳۰۰)

لَا يَفْطُنُونَ لِعَيْبِ جَارِهِمُ
وَهُمْ لِحِفْظِ جِوَارِهِ فُطُنُ

وہ اپنے ہمسایے کے عیب سے تو باخبر نہیں ہوتے مگر پڑوس کے حق کی حفاظت کرنے کے معاملے میں بڑے ہوشیار و خبردار ہیں

ابن عنقاء الفزاری کہتا ہے :

رَأَى مَا بِي عُمَيْلَةُ فَاشْتَكَى
إِلَى مَالِهِ حَالِي أَسَرَّ كَمَا جَهَرْ

عمیلہ نے میری اس بری حالت کو دیکھا جس میں میں مبتلا تھا تو اس نے اس کا شکوہ اپنے مال کے پاس کیا ۔ اس کا باطن ایسا ہی تھا جیسا کہ ظاہر

دَعَانِي فَآسَانِي وَلَوْ ضَنَّ لَمْ أَلُمْ
عَلَى حِينَ لَا بَدْوٌ يُرَجَّى وَلَا حَضَرْ

اس نے مجھے بلایا اور ایسے وقت میں اپنے مال سے میری غم خواری کی جب نہ کسی دیہاتی سے امید رکھی جا سکتی تھی نہ شہری سے اور اگر وہ بخل کرتا تب بھی میں اسے ملامت نہ کرتا

غُلَامٌ رَمَاهُ اللّٰهُ بِالْخَيْرِ يَافِعًا
لَهُ سِيمِيَاءُ لَا تَسُوُّ عَلَى الْبَصَرْ

وہ نوجوان ہے ۔ اللہ نے اسے جوانی ہی میں مال و دولت عطا کر دی ہے ۔ اس کے چہرے پر ایسا نور و جمال ہے جس کا دیکھنا آنکھ کو ناگوار معلوم نہیں ہوتا

كَأَنَّ الثُّرَيَّا عُلِّقَتْ فِي جَبِينِهِ
وَفِي خَدِّهِ الشِّعْرَى وَفِي وَجْهِهِ الْقَمَرْ

[۵۳] یوں معلوم ہوتا ہے گویا ثریا ستارہ اس کی پیشانی پر لٹکا ہوا ہے ، شعریٰ اس کے رخسار پر اور چاند اس کے چہرے پر

إذَا قِيلَتِ العَوْرَاءُ أَغْضَى كَأَنَّهُ
ذَلِيلٌ بِلاَ ذُلٍّ وَلَوْ شَاءَ لاَنْتَصَرْ

جب کوئی شخص اس کے بارے میں کوئی برا کلمہ استعمال کرتا ہے تو وہ اس طرح چشم پوشی کرتا ہے جیسے وہ کوئی کمزور انسان ہو حالانکہ اس میں کوئی کمزوری نہیں پائی جاتی ، وہ اگر چاہے تو بدلا لے سکتا ہے

وَلَمَّا رَأَى المَجْدَ اسْتُعِيرَتْ ثِيَابُهُ
تَرَدَّى رِدَاءً وَاسِعَ الذَّيْلِ وَائْتَزَرْ

اور جب اس نے دیکھا کہ بزرگی کا لباس ایک مستعار لباس ہے تو اس نے (نیک نامی کی) وسیع چادر اور تہمد پہن لیا

فَقُلْتُ لَهُ خَيْراً وَأَثْنَيْتُ فِعْلَهُ
وَأَوْفَاكَ مَا أَسْدَيْتَ مَنْ ذَمَّ أَوْ شَكَرْ

چنانچہ میں نے بھی اس سے کلمۂ خیر ہی کہا اور اس کے کام کی تعریف کی ۔ ظاہر ہے کہ جو تیری مذمت کرتا ہے یا شکریہ ادا کرتا ہے وہ تجھے تیری ہی عطا کردہ خیر تو ری کی پوری واپس دے رہا ہوتا ہے

ابو ریاش کہتا ہے : عمیلہ فزاری کا گزر ابن عنقاء الفزاری کے پاس سے ہؤا تو وہ اپنی بھیڑ بکریوں کے لیے سوکھی گھاس کاٹ رہا تھا ۔ بعض کہتے ہیں سبزیاں کھود کر کھا رہا تھا ۔ عمیلہ نے کہا ، ’’ اے ابن عنقاء تمھاری یہ حالت کیسے ہوگئی‘‘۔ ابن عنقاء نے جواب دیا ، ’’زمانے کے تغیر ، بھائیوں کے بھاگ جانے اور تمھارے جیسے مال داروں کے اپنے مال کے ضمن میں بخل کرنے نے میری یہ حالت کر دی ہے (یہ کیفیت سن کر) عمیلہ نے کہا ، ’’خدا کی قسم کل جب صبح سورج طلوع ہوگا تو یقیناً تو بھی ہمارے جیسا ہوگا ‘‘۔ اس کے بعد ہر دو اپنے اپنے گھر چلے آئے ۔ عمیلہ جوان تھا اور ابھی اس کے چہرے پر

سبزہ بس اُگا ہی تھا ۔ ابن عنقاء کا خیال عمیلہ کے الفاظ کی طرف لگا رہا اس وجہ سے وہ رات بھر بستر پر بے قرار رہا اور اسے نیند نہ آئی ۔ اس کی بیوی نے (اس کی یہ حالت دیکھ کر) کہا، "کیا بات ہے"؟ اس نے اس کو تمام واقعہ کہہ سنایا ۔ بیوی نے کہا ، "تو سٹھیا گیا ہے" اور تیری عقل جاتی رہی ہے ، اسی لیے تو ایک کم سن نوجوان کے الفاظ کے ساتھ امید وابستہ کر لی ہے ۔ ایسا نوجوان جسے اپنی زبان سے نکلی ہوئی بات کا پاس نہ ہو ۔ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ جب صبح ہوئی تو اس کی بیٹی نے اس سے کہا ، "جب عمیلہ نے آپ کے ساتھ اپنا مال تقسیم کرنے کو کہا ہے تو آپ اس کے پاس کیوں نہیں جاتے "۔ عمیلہ نے جواب دیا ، "بیٹی وہ اُس وقت نشے میں تھا ۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا اس کا اسے شعور بھی تھا یا نہ "۔ ابھی بیٹی باپ سے یہ بات کہہ ہی رہی تھی کہ اُونٹ ، بھیڑ ، بکریاں اور گھوڑے (کالی) رات کی طرح آتے دکھائی دیے اور خود عمیلہ بھی وہاں آن کھڑا ہوا اور کہا ، "ابن عنقاء باہر آؤ "، وہ باہر آیا عمیلہ نے کہا "یہ میرا سارے کا سارا مال ہے آؤ اسے آپس میں تقسیم کر لیں" چنانچہ ایک ایک اُونٹ ، ایک ایک گھوڑا ، ایک ایک بکری ، ایک ایک لونڈی اور ایک ایک غلام کر کے انھوں نے آپس میں تقسیم کیا ، اس کے بعد عمیلہ واپس چلا گیا ۔ اس پر ابن عنقاء نے مذکورہ بالا اشعار کہے تھے ۔

ایک[1] اور کہتا ہے :

---

۱ ۔ حماسہ : ۳۰۱ ۔ عمرو بن سعید بن العاص کے پاس اشراف مدینہ کا ایک شخص بیٹھا تھا ۔ باتیں کرتے کرتے جُبّہ کے نیچے سے اس کی پھٹی ہوئی قمیص کی آستین دکھائی دی ۔ جب وہ واپس چلا گیا تو عمرو بن سعید نے اس کے پاس دس ہزار درہم اور ایک سو کپڑوں کا جوڑا بھیجا ۔ اس پر اس نے یہ شعر کہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اشعار عمرو بن عثمان بن عفان کی مدح میں کہے گئے ہیں ۔

مَا شَكَرْتُ عَمْرًا اِنْ تَرَاخَتْ مَنِيَّتِي
أيَادِيَ لَمْ تُمْنَنْ وَ اِنْ هِيَ جَلَّتِ

اگر میری موت نے مجھے مہلت دی تو میں عنقریب عمرو کے ان احسانات کا شکریہ ادا کروں گا جو مجھے جتلائے تک نہیں گئے حالانکہ وہ بہت بڑے احسانات تھے

فَتًى غَيْرُ مَحْجُوبِ الغِنَى عَنْ صَدِيقِهِ
وَلَا مُظْهِرُ الشَّكْوَى اِذَا النَّعْلُ زَلَّتِ

وہ ایسا سخی نوجوان ہے کہ اپنی دولت کو اپنے دوست سے چھپائے نہیں رکھتا اور اگر خود شکست ہو جائے تو کسی سے شکایت کا اظہار نہیں کرتا

رَأَى خَلَّتِي مِنْ حَيْثُ يَخْفَى مَكَانُهَا
فَكَانَتْ قَذَى عَيْنَيْهِ حَتَّى تَجَلَّتِ

[۵۴] اس نے میرے فقر و احتیاج کو وہاں سے دیکھ لیا جہاں وہ چھپا ہؤا تھا لہٰذا میری حاجت اس کی آنکھوں کا تنکا بنی رہی جب تک کہ اس نے اسے دور نہ کر دیا

قبیلہ بہراء کا ایک شخص جس کا نام فدکی ہے کہتا ہے:

اِنْ اَجْزِ عَلْقَمَةَ بنِ سَيْفٍ سَعْيَهُ
لَا اَجْزِهِ بِبَلَاءِ يَوْمٍ وَاحِدِ

اگر میں علقمہ بن سیف کو اس کی کوشش کی جزا دوں تو اس کے ایک دن کے احسان کا بدلہ بھی نہ دے سکوں گا

لَاحَبَّنِي حُبَّ الصَّبِيِّ وَ رَمَّنِي
رَمَّ الهَدِيِّ اِلَى الغَنِيِّ الوَاجِدِ

بخدا اس نے مجھ کو ایسا دوست رکھا ہے جیسے بچے کے ماں باپ بچے کو دوست رکھتے ہیں اور اس نے میرے حال کی ایسی اصلاح کی ہے

جیسے ہدیہ بھیجنے والا تحفے کو بنا سنوارکر مالدار اور صاحب مقدور سخص کے پاس بھیجتا ہے

وَأَجَابَتنِي نَومَ الصُّرَاخِ بِهَجمِهِ
مِائَةٍ تَنُوءُ عَلَى عِصِيِّ الذَّائِدِ

اس نے فریاد خواہی کے دن ایسے سو اونٹوں کے ساتھ جواب دیا جو (حوض سے) روکنے والے کی لاٹھیوں پر غالب آ جائیں (اور باوجود مارنے کے نہ رک سکیں اس قدر طاقتور ہوں)

وَلَقَد نَضَحتُ بِلَابِلِي فَتَمَيَّثَتُ
عَن آلِ عَتَّابٍ بِمَاءٍ بَارِدِ

بخدا میں نے اپنی باطنی حرارت کو اس ٹھنڈے پانی سے بجھایا جو آل عتاب نے دیا تھا چنانچہ وہ بجھ گئی

فلکی کا قصہ یہ ہے: وہ بنی تغلب میں بنی عتّاب بن سعد بن زھیر بن جُسَم بن بکر بن حبیب بن عمرو بن غنم بن تغلب کے ایک آدمی کی زیر حفاظت و حمایت رہتا تھا اور مدت تک اس کے ہاں مقیم رہا - پھر علقمہ بن سیف عتّابی چڑھائی کرنے کی غرض سے کسی طرف کو روانہ ہو گیا تو بنی تعلبہ بن بکر بن حبیب کے ایک فرد حسن بن معبد نامی نے بہرانی کے اونٹ لُوٹ لیے- جب بنو عتّاب اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لئے حوض پر لاتے تو بہرانی ایک حوض بناتا اور اسے پانی سے بھر دیتا - پھر اس میں اپنا آلۂ تناسل ڈال کر کہتا " پی - اب تیرے سوا میرا کوئی مال نہیں رہا " اور جب قوم کی مجلس میں آتا تو یہ شعر پڑھتا :

هَل أَنَا إِلَّا مُعزِبٌ لَيَالِيَا
لَيَالِيَا مِن رَجَبٍ ثَمَانِيَا
ثُمَّ تَجِيئُنِي جِيرَتِي بِمَا لِيَا

میں تو صرف رجب کی راتیں دور رہوں گا اس کے بعد مجھے پناہ دینے والے میرا مال لے آئیں گے۔

جب علقمہ بن سیف آیا تو لوگوں نے اسے بہرانی کا قصہ سنایا۔

علقمہ نے کہا ، ''حنتش بن معد میرا دوست ہے میں اس کے پاس جاؤں گا تو وہ اونٹ واپس کر دیگا'' چنانچہ وہ بنی تغلب کی ایک جماعت کے ہمراہ جن میں بنی اوس بن تغلب کا بھی ایک آدمی شامل تھا حنش کے پاس گیا ۔ بنی اوس عربوں میں بہت ہی منحوس خیال کیے جاتے ہیں کیونکہ انھی کے ایک آدمی کی وجہ حرب بسوس واقع ہوئی تھی اور ایک اور شخص کی وجہ سے بعض کے دونوں بیٹوں ذُبیان اور عبس کی جنگ[۱] ہوئی ۔ جب یہ لوگ حنش بن معد کے پاس پہنچے تو حنش کو بہت خوشی ہوئی ۔ ان کے لیے خیمہ لگایا گیا اور ان کی تعظیم کی گئی اور وعدہ کیا گیا کہ صبح ہوتے ہی علقمہ بن سیف کو اونٹ واپس کر دیے جائیں گے

[۵۵] جب رات ہوئی تو حنش بن معد ان کی باتوں کو چھپ کے سننے لگا ۔ وہ حنش کے ارادہ اور اونٹوں کو واپس کر دینے کے وعدہ کا ذکر کر رہے تھے ۔ حنش نے اوسی کو یہ کہتے ہوئے سنا ، ''کیا میں نے نہیں بتلایا تھا کہ ان کی مثال اسی جماعت کی سی ہے جسے سیری نے نکل لیا ہو لٰہذا اگر انہیں قے نہ کر دے گی تو گوارا کر کے ضرور پھینک دے گی ۔ اس پر حنش کو غصہ آ گیا اور اس نے قسم کھا لی کہ اب ایک اونٹ بھی واپس نہ دے گا (چنانچہ علقمہ ناکام لوٹ آیا) واپس آ کر علقمہ بن سیف نے اپنے مال میں سے ایک سو اونٹ نکال کر مہرانی کو دیئے اور کہا یہ ان سو اونٹوں کے بدلے میں ہیں جو تم سے چھین لیے گئے ہیں ۔ اس پر مہرانی نے مذکورہ بالا ابیات کہے ۔

حسین[۲] بن مطیر الاسدی نے کسی عرب کے بارے میں یہ شعر کہے :

---

(۱) حرب داحس وغبراء مراد ہے ۔

(۲) حسین بن مطیر بن مکمل ۔ مکمل پہلے غلام تھا اس کے آقا نے اسے آزاد کر دیا تھا ۔ یہ رصافہ کا رہنے والا راوی تھا اور اس کا کلام اور طرز نگارش بدویوں کے کلام اور طرز سے مشابہت رکھتا ہے ۔ اس کا شمار شعراء الدولتین کے قدیم شعرا میں ہوتا ہے (شرح امالی : ۴۰۹) ان اشعار میں وہ خلیفہ مہدی کی تعریف کر رہا ہے ۔ ملاحظہ ہو حماسہ : ۳۰۳ ۔

لَهُ يَوْمُ بُؤْس فِيهِ لِلنَّاسِ اَبْؤُس
وَيَوْمُ نَعِيمٍ فِيهِ لِلنَّاسِ اَنْعُمُ

اس کا یوم جنگ دشمنوں کے لیے نہایت ہی تکلیف دہ ہوتا ہے اور اس کا بخشش کا دن دوستوں کے لیے بے حساب عنایات کا دن ہوتا ہے

فَيَمْطُرُ يَوْمَ الجُودِ مِنْ كَفِّهِ النَّدَى
وَيَمْطُرُ يَوْمَ البَاْسِ مِنْ كَفِّهِ الدَّمُ

چنانچہ سخاوت کے دن اس کی ہتھیلی سے بخشش برستی ہے اور جنگ کے دن اس سے خون برستا ہے

وَلَوْ اَنَّ يَوْمَ الْبَاْسِ خَلَّى عِقَابَهُ
عَلَى النَّاسِ لَمْ يُصْبِحْ عَلَى الاَرْضِ مُجْرِمُ

اگر جنگ کے دن یہ اپنے دشمنوں پر اپنی دھر پکڑ عام کر دے تو روئے زمین پر ایک مجرم بھی باقی نہ رہے

وَلَوْ اَنَّ يَوْمَ الجُودِ خَلَّى يَمِينَهُ
عَلَى النَّاسِ لَمْ يُصْبِحْ عَلَى الاَرْضِ مُعْدِمُ

اور اگر سخاوت کے دن یہ اپنے دائیں ہاتھ کو کھلی چھٹی دے دے تو روئے زمین پر کوئی محتاج باقی نہ رہے

ابوالطمحان القینی جس کا نام حنظلہ بن الشرقی ہے کہتا ہے:

---

(۲) ابوالطمحان کا نام حنظلہ بن الشرقی ہے یہ قبیلہ قضاعہ میں بنی قین بن جسر میں سے تھا۔ یہ جاہلی اور اسلامی شاعر ہے۔ زبیر بن عبدالمطلب کا ندیم اور ہم عمر تھا۔ بڑا بے دین تھا مگر عمدہ شعر کہتا تھا (شرح امالی: ۳۳۲) حماسہ: ۳۰۳: - ابوالطمحان قبیلہ جدیلہ طی میں مقیم تھا کہ طی کے دونوں قبیلوں جدیلہ اور غوث کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور وہ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ یہ جنگ بیس دن رہی جن میں سے سخت ترین جنگ یوم عرقوب کی تھی۔ ابوالطمحان کو قبیلہ غوث کے دو آدمیوں نے قید کر لیا۔ بجیر بن اوس بن حارثہ بن لام طائی نے اسے خریدا اور پیشانی کے بال کاٹ کر رہا کر دیا۔ اس پر ابوالطمحان نے بنی لام کی مدح میں یہ شعر کہے:

اِذَا قِيلَ اَىُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَبِيلَةً
وَ اَصْبَرُ يَوْمًا لَا تَوَارَى كَوَاكِبُهُ،

جب یہ کہا جائے کہ کون لوگ قبیلے کے اعتبار سے بہترین ہیں اور کون لوگ ایسی جنگ کے دن جس کے ستارے پوشیدہ نہ ہوں سختیوں پر زیادہ صابر ہیں

فَاِنَّ بَنِى لَامِ بْنِ عَمْرٍو اَرُومَةٌ
سَمَتْ فَوْقَ صَعْبٍ لَا تُنَالُ مَرَاقِبُهُ

(تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ) بنی لام بن عمرو ایسا خاندان ہے جو ایک ایسی اوگھٹ گھاٹی پر چڑھ گئے ہیں جس کی بلندیوں کو کوئی بھی حاصل نہیں کر سکتا

اَضَاءَتْ لَهُمْ اَحْسَابُهُمْ وَوُجُوهُهُمْ
دُجَى اللَّيْلِ حَتَّى نَظَّمَ الْجِزْعَ ثَاقِبُهُ

[۵۶] ان کے اچھے کارناموں اور ان کے روشن چہروں نے رات کی تاریکیوں کو روشن کر دیا ہے یہاں تک کہ پرونے والے نے اس روشنی میں سلیمانی منکوں کو لڑی میں پرو دیا

ایک اور شاعر کہتا ہے[۱]:

يَا اَيُّهَا الْمُتَمَنِّى اَنْ يَكُونَ فَتًى
مِثْلَ ابْنِ زَيْدٍ لَقَدْ خَلَّى لَكَ السُّبُلَا

اے وہ شخص جو ابن زید کی طرح جوان مرد بننا چاہتا ہے اس نے تو تمہارے لیے تمام راستے کھلے چھوڑ دیے ہیں (صلاحیت ہے تو اس جیسا بن جا)

اُعْدُدْ نَظَائِرَ اَخْلَاقٍ عُدِدْنَ لَهُ
هَلْ سَبَّ مِنْ اَحَدٍ اَوْ سُبَّ اَوْ بَخِلَا

جو اخلاق اس کے شمار کیے جاتے ہیں (ذرا تو بھی اپنے اندر) ویسے

۱ - حماسہ : ۳۰۳-۳۰۴ -

اخلاق شمار کر کے دیکھ ۔ کیا اس نے کبھی کسی کو گالی دی ، یا کبھی اسے کسی نے گالی دی یا کیا اس نے کبھی بخل کیا

اِنْ تُنْفِقِ المَالَ اوتُكَلِّفْ مَسَاعِيَہٗ
يَشُقُّ عَلَيْكَ وَتَفْعَلُ دُوْنَ مَافَعَلَا

اگر تو اسی طرح مال خرچ کرے جس طرح وہ کرتا ہے اور اسی قسم کی مشکلات میں ڈالا جائے جن میں اسے ڈالا جاتا ہے تو یہ معاملہ تمھارے لیے ناقابل برداشت ہوگا ، تو اس کے اعمال سے کم درجے کے اعمال ہی پر قادر ہے

لَوْ يُبْعَثُ النَّاسُ اَدْنَاهُمْ وَ اَبْعَدَهُمْ
فِيْ سَاحَةِ الاَرْضِ حَتّٰى يَحْسُرَ الاِبِلَا

اگر نزدیک اور دور کے تمام لوگوں کو روئے زمین پر بھیج دیا جائے یہاں تک کہ ان کے اونٹ (پھرتے پھرتے) لاغر ہو جائیں

كَيْ يَطْلُبُوْا فَوْقَ ظَهْرِ الاَرْضِ لَمْ يَجِدُوْا
مِثْلَ الَّذِيْ غَيَّبُوا فِيْ بَطْنِهِ رَجُلَا

تاکہ وہ روئے زمین پر اس شخص جیسا کوئی آدمی ڈھونڈ نکالیں جسے انھوں نے زمین کے پیٹ کے اندر غائب کر دیا ہے تو انھیں ایک بھی ایسا آدمی نہ ملے گا

بنی قضاعہ کا ایک فرد سقران[۱] مولی سلامان کہتا ہے :

لَوْ كُنْتُ مَوْلَى قَيْسٍ عَيْلَانَ لَمْ تَجِدْ
عَلَيَّ لِاِنْسَانٍ مِنَ النَّاسِ دِرْهَمَا

اگر میری ولاء (صرف) قیس عیلان سے ہوتی تو تجھے کسی شخص کا میرے ذمے ایک درہم تک نہ دکھتا

وَلٰكِنَّنِيْ مَوْلَى قُضَاعَةَ كُلِّهَا
فَلَسْتُ اُبَالِيْ اَنْ اَدِيْنَ وَتَغْرَمَا

---

۱ ۔ سقران عہد اسلامی کا شاعر ہے ۔ حماسہ : ۳۰۴ ۔

مگر میری ولاء تو سارے بنی قضاعہ کے ساتھ ہے لہٰذا اب مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ میں قرض لیے جاؤں وہ ادا کرتے چلے جائیں گے

أولئك قومي بارك الله فيهم
على كل حال ما أعف وأكرما

یہی لوگ میری قوم ہیں۔ خدا ہر حال میں انہیں برکت دے وہ کس قدر پارسا اور کس قدر سخی ہیں

ثقال الجفان والحلوم رحاهم
رحى الماء يكتالون كيلا غذمذما

ان کے پیالے اور عقلیں وزنی ہیں اور ان کی چکیاں پن چکیاں ہیں وہ لوگوں کو (غلہ دیتے ہوئے ناپ تول کر نہیں بلکہ) یونہی تخمیناً دے دیتے ہیں

خفاف الخطا[۱] لا يصيبون مفصلا
ولا يأكلون اللحم إلا تخذما

یہ لوگ کاٹنے کی جگہ سے گوشت کو نہیں کاٹتے اور نہ عین جوڑوں پر چھری چلاتے ہیں (بلکہ سالم گوشت کے ٹکڑے سے) جلدی جلدی کاٹ کر دیا کرتے ہیں (یعنی وہ بڑے فراخ حوصلہ اور عالی ظرف لوگ ہیں)

---

۱۔ شاعر ان کی امارت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ذبیحہ جانور کا سالم ٹکڑا بھونا جاتا ہے۔ اس کے نہ ٹکڑے ٹکڑے کیے جاتے ہیں اور نہ جوڑوں کو الگ کیا جاتا ہے۔ پھر جب کھاتے ہیں تو چھریوں سے کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں۔ اس شعر میں مذمت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے کیونکہ أصاب المحز، أصاب المفصل اور أصاب المفصل تینوں محاورے صائب الرأی ہونے اور درست کام کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب وہ ایسے نہیں ہیں تو مذمت کا پہلو نکل آیا۔

لیلیٰ اَخْیَلِیَّہ[1] نے کہا مگر بعض کہتے ہیں کہ یہ اشعار اس کے باپ نے کہے تھے :

نَحْنُ الْأَخَايِلُ لَا يَزَالُ غُلَامُنَا
حَتّٰى يَدِبَّ عَلَى الْعَصَا مَذْكُورَا

---

١ - لیلیٰ اخیلیہ : لیلیٰ بنت عبداللہ بن کعب ۔ اس کے دادا عُبادۃ بن عُقَیل بن کعب کا لقب اَخْیَل تھا ۔ توبہ بن حُمَیِّر کی محبوبہ تھی ۔ اس کا عجیب قصہ یہ ہے کہ اس کی شادی بنی الادرع میں ہوئی ۔ ایک چراگاہ کی تلاش میں اس کا اور اس کے خاوند کا اس مقام سے گزر ہوا جہاں توبہ بن حُمَیِّر کی قبر تھی ۔ خاوند بضد ہوا کہ تمھیں توبہ کی قبر پر ضرور لے جاؤں گا اور دیکھوں گا کہ میرے اس کو سلام کرنے پر اس کا صدا تجھے جواب دیتا ہے یا نہیں جیسا کہ توبہ نے اپنے ان اشعار میں دعویٰ کیا ہے :

وَلَوْ أَنَّ لَيْلَى الْأَخْيَلِيَّةَ سَلَّمَتْ
عَلَيَّ وَدُونِي تُرْبَةٌ وَصَفَائِحُ
لَسَلَّمْتُ تَسْلِيمَ الْبَشَاشَةِ أَوْ زَقَا
إِلَيْهَا صَدًى مِنْ جَانِبِ الْقَبْرِ صَائِحُ

لیلیٰ نے جواب میں کہا کہ تو ان پتھروں اور بوسیدہ ہڈیوں سے کیا امید رکھتا ہے مگر خاوند نہ مانا ۔ لہذا راستہ چھوڑ کر قبر کی طرف ہو لیا ۔ اس روز سخت گرمی پڑ رہی تھی ۔ جب وہ قبر کے پاس پہنچی اور بلند آواز سے سلام کہا تو ایک پرندہ جو گرم لُو سے بچنے کے لیے قبر کے پتھر کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا اُڑا جس سے اُونٹنی بدک گئی ، لیلیٰ گر پڑی اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گئی ۔ توبہ بن الحُمَیِّر بن حَزْن الخفاجی عہد اسلامی کا شاعر ہے (شرح امالی : ١١٩—١٢٠)
ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو حماسہ : ٣٠٦ ۔

ہم بنی اخشل کے افراد ہیں ۔ ہمارے نوجوان بچوں تک کا ذکر (محفلوں میں) ہوتا رہتا ہے تاآنکہ بوڑھا ہو کر وہ لاٹھی کے سہارے چلنے لگے

تبكى السيوف اذا فقدن اكفنا
جزعا و تعلمنا الرفاق بحورا

[۵۷] جب ہماری تلواریں ہماری ہتھیلیوں کو نہیں پاتیں تو گھبرا کر رونے لگ جاتی ہیں اور ہمارے ساتھی سخاوت میں ہمیں سمندر پاتے ہیں

و لتنحش اوثق فی صدور نسائکم
منکم اذا تکثر الصراخ بکورا

ہم بخدا خود تمہاری عورتوں کے سینوں میں تم سے زیادہ وثوق و اعتماد ہیں ۔ ہر ایسی صبح کے وقت جب کوئی فریادی آواز بلند کرے

اور بنی خزرج کا عمرو بن الاطنابہ[1] کہتا ہے :

انی من القوم الذین اذا انتدوا
بدءوا بحق الله ثم النائل

میں تو اس قوم کا فرد ہوں کہ جب وہ محفل سجاتے ہیں تو پہلے اللہ کا حق ادا کرتے ہیں (یعنی ضروری فرائض) پھر عطیے دیتے ہیں

المانعین من الخنا جاراتهم
و الحاشدین علی طعام النازل

یہ لوگ ان عورتوں کی جو ان کی پناہ میں آ جائیں ہر قسم کی فحش بات سے حفاظت کرتے ہیں اور جب کوئی آ کر اترے تو اس

---

۱ ۔ عمرو بن الاطنابہ ۔ اطنابہ اس کی والدہ کا نام ہے جس کے معنی سائبان کے ہیں ۔ بعض اس کا نام عامر بتاتے ہیں ۔ خزرجی اور جاہلی شاعر ہے ۔

کو کھانا کھلانے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں (ہر فرد اسے اپنا مہمان بنانے کا خواہاں ہوتا ہے تا یہ کہ سبھی اکٹھے اس کی خاطر تواضع میں لگ جاتے ہیں)

وَ الشِّخَا لِيطِيشَنَ فَتَبشّرَ هُمْ بِغَتَيتَّهمْ
وَ الشِّبَا ذَلِيشَنَ عَطَاءَ هُمْ لِاسْتَائِلِ

یہ لوگ اپنے قبیلے کے محتاج لوگوں کو اپنے یہاں کے مال دار افراد کے برابر کر دیتے ہیں اور سائل کے لیے اپنے عطیے خرچ کرتے رہتے ہیں

و الضَّارِبِشَنَ الكَبْشَ يَبْرُقُ بَيْضَه،
ضَرْبَ المُهَجْهِجِ عَنْ حِيَاضِ الآبِلِ

وہ اس سردار کو جس کا خود چمک رہا ہو اس طرح مارتے ہیں جس طرح اونٹوں کے پانی پی لینے کے بعد انھیں ہانکنے والے حوض سے دور ہانک دیتے ہیں (عالی قدر بہادر سرداروں کو آسانی سے ہلاک کر دیتے ہیں)

وَ الشِّهَا تِلِيشَنَ لَدَى الوَغَا أَقْرَانَهُمْ
إِنَّ الْمَنِيَّةَ مِنْ وَرَاءِ الوَائِلِ

اور جنگ کے وقت مخالفین کو قتل کر ڈالتے ہیں کیونکہ موت تو پناہ لینے والے کے سامنے آ جاتی ہے (پناہ ڈھونڈنے والوں کو موت تاک لیتی ہے)

وَ الشِّائِلِيشَنَ فَلاَ تُعَابُ كَلاَمُهُمْ
يَوْمَ المَقَامَةِ بِالقَضَاءِ الفَاصِلِ

اور جب مجلس کا دن ہوتا ہے تو یہ فیصلہ کن حکم دینے والے ہوتے ہیں ۔ کسی کے لیے ان کے کلام میں عیب نکالنے کی گنجائش نہیں ہوتی

حُزْرٌ عُيُونُهُمْ، إِلَى أَعْدَائِهِمْ
يَمْشُونَ مَشْيَ الأُسْدِ تَحْتَ الوَابِلِ

یہ اپنے دشمنوں کی طرف بنظر استحقار دیکھتے ہیں اور یوں چلتے ہیں جیسے بارش میں شیر چلتا ہے

لَبِسُوا بِأَنْكَاسٍ وَلَا مِيْلٍ إِذَا
مَا الْحَرْبُ شُبَّتْ أَشْعَلُوا بِالشَّاعِلِ

یہ نہ کمزور ہیں اور نہ ایسے کہ گھوڑے کی پیٹھ پر نہ بیٹھ سکیں۔ جب جنگ کی آگ جلائی جائے تو وہ بھڑکانے والے کی مدد سے اسے اور بھی بھڑکا دیتے ہیں

[۵۸] اور جحدر بن خالد نعمان بن المنذر کی مدح میں کہتا ہے:

سَمِعْتُ بِفِعْلِ الْفَاعِلِيْنَ فَلَمْ أَجِدْ
كَمِثْلِ أَبِي قَابُوْسَ حَزْمًا وَنَائِلَا

میں نے کام کرنے والوں کے کاموں کے متعلق سنا، مگر نعمان کی سی نیکی اور سخاوت کسی کے یہاں نہیں پائی

فَسَاقَ إِلٰهِيْ الْغَيْثَ مِنْ كُلِّ بَلْدَةٍ
إِلَيْكَ فَأَضْحٰى حَوْلَ بَيْتِكَ نَازِلَا

لہذا میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہر شہر سے ابر باراں کو ہانک کر لے آئے اور وہ آ کے تیرے گھر کے گرد برس پڑے

فَأَصْبَحَ مِنْهُ كُلُّ وَادٍ حَلَلْتَهُ
مِنَ الْأَرْضِ مَسْفُوْحَ الْمَذَانِبِ سَائِلَا

پھر اُس بارش سے ہر اُس وادی کی جہاں تو نے ڈیرہ ڈال رکھا ہو یہ حالت ہو جائے کہ وہاں پانی کی ندیاں رواں ہو پڑیں

مَتٰى يُنْعَ يَنْعَ الْجُوْدُ وَالْبَأْسُ وَالتُّقٰى
وَيُصْبِحُ مَلْهُوْفُ الْحَرْبِ جَرْبَاءَ حَائِلَا

اے نعمان جب تمھاری موت کی خبر دی جائے گی تو درحقیقت

---

۱ - حماسہ : ۳۱۲

سخاوت ، شجاعت اور پرہیزگاری کی موت کی خبر دی جائے گی اور جنگ کی جوان اونٹنی خارشی اور بانجھ ہو جائے گی

فَلاَ مَلِكٌ مَا يُدْرِكُ نَشْكَ سَعْيُهُ
وَ لاَ سُوقَةٌ مَا يَمْدَحُ نَشْكَ بَاطِلاَ

لہذا کوئی بادشاہ ایسا نہیں جس کی کوشش تمہارے درجہ تک پہنچ سکے اور نہ ہی رعایا میں سے کوئی شخص تمہاری جھوٹی تعریف کر سکتا ہے

ایک[1] اور شاعر کہتا ہے :

وَ مُسْتَنْبِحٍ بَعْدَ الهُدُوءِ دَعَوْتُهُ
بِشَقْرَاءَ مِثْلِ الفَجْرِ ذَاكٍ وُقُودُهَا

کئی ایک لوگ آوازوں کے تھم جانے کے بعد رات کے وقت ... تو میں نے انھیں سرخ رنگ کی آگ کے ذریعے اپنے پاس بلا لیا۔ وہ آگ جو صبح کی طرح روشن ہوتی تھی - جس کا ... شعلہ زن ہوتا تھا

فَقُلْتُ لَهُ أَهْلاً وَ سَهْلاً وَ مَرْحَبًا
بِمُوقِدِ نَارٍ مُحْمِدٍ مَنْ يَرُودُهَا

جب بھی آنے والوں میں سے کوئی آیا تو میں نے اسے خوش آمدید کہا اور خوش خبری دی کہ تو ایسے آگ جلانے والے کے پاس پہنچ گیا ہے جس کے پاس جو بھی ارادہ کر کے آ جائے اسے قابل تعریف ہی پاتا ہے

نَصَبْنَا لَهُ جَوْفَ فَاءِ ذَاتِ ...
مِنَ الشُّدْهِمِ مِشْفَاها طَوِيلٌ ...

ہم نے ان کے لیے ایک بڑے پیٹ والی دیگ ...

---

۱ - حماسہ : ۳۱۲

بھاپ اٹھ رہی تھی اور یہ منجملہ ان دیگوں کے تھی جو ہمیشہ چولہے پر چڑھے رہنے کے باعث سیاہ ہو رہی تھیں۔

فإنْ شئتَ أثْوَيْناكَ في الحَيِّ مُكْثِرًا
وَإنْ شئتَ بَلَّغْنَاكَ أرْضًا تُرِيدُهَا

اور اگر تو چاہے تو ہم تجھے قبیلے میں مہمان کے طور پر ٹھہرائے رکھیں گے اور اگر چاہے تو ہم تجھے وہاں پہنچا دیں گے جہاں تو جانے کا خواہاں ہو۔

ایک[1] اور شاعر کہتا ہے:

وَمُسْتَنْبِحٍ يَهْوِي مَسَاقِطَ رَأْسِهِ
إلَى كُلِّ شَخْصٍ فَهْوَ لِلسَّمْعِ أَصْوَرُ

مسافروں میں سے ایک ایسا شخص بھی ہوتا ہے جس کا سر دور سے دکھائی دینے والے ہر وجود کی طرف لپکتا ہے اور وہ آواز سننے کی طرف مائل ہوتا ہے (کہ جس طرف سے آواز آئے وہ ادھر کو ہو رہے)

يُصَفِّقُهُ أَنْفٌ مِنَ الرِّيحِ بَارِدٌ
وَنَكْبَاءُ لَيْلٍ مِنْ جُمَادَى وَصَرْصَرُ

[۹ د] جسے ٹھنڈی ہوا کا ابتدائی حصہ اور پھر موسم سرما کی جو باوی ہوا سخت ٹھنڈے تھپیڑے لگا رہی تھی

حَبِيبٌ إلَى كَلْبِ الكَرِيمِ مُنَاخُهُ
بَغِيضٌ إلَى الكَوْمَاءِ وَالكَلْبُ أَبْصَرُ

جس کا آکر اونٹ کو بٹھانا سخی آدمی کے کتے کو محبوب ہو مگر فربہ کوہان والی اونٹنی کو برا لگتا ہو لیکن اس معاملے میں [illegible] ہے

---

۱ ... ۳۱۳

حَضَأتُ لَهُ نَارِي فَأَبْصَرَ ضَوْءَهَا
وَمَا كَادَ لَوْلَا حَضْأُهُ النَّارَ يُبْصِرُ

میں نے اس کے لیے آگ کو روشن کیا تو اس نے اس کی روشنی دیکھ لی۔ اگر میں آگ کو روشن نہ کرتا تو وہ اسے دیکھ نہ پاتا

دَعَتْهُ بِغَيْرِ اسْمٍ هَلُمَّ إِلَى الْقِرَى
فَأَسْرَى يَبُوعُ الْأَرْضَ وَالنَّارُ تَزْهَرُ

(اس آگ نے) اسے بغیر نام لیے پکار کر کہا، ''ضیافت کی طرف آ جاؤ'' تو یہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا رات کے وقت چل کر آ گیا۔ آگ (برابر) جل رہی تھی

فَلَمَّا أَضَاءَتْ شَخْصَهُ قُلْتُ مَرْحَبًا
هَلُمَّ وَلِلصَّالِينَ بِالنَّارِ أَبْشِرُوا

جب اس آگ نے اس کے جسم کو واضح اور روشن کر کے دکھلا دیا تو میں نے اسے کہا: ''مرحبا، تشریف لائیے اور ان لوگوں کو جو آگ تاپ رہے کہا (اس مہمان کے آنے پر) خوش ہو جاؤ

فَجَاءَ وَمَحْمُودُ الْقِرَى يَسْتَفِزُّهُ
إِلَيْهَا وَدَاعِي اللَّيْلِ بِالصُّبْحِ يَصْفِرُ

چنانچہ وہ مہمان آیا اور وہی شخص جس کی مہمان نوازی کی لوگ تعریف کرتے تھے اسے کھینچ کر آگ کی طرف لیے آ رہا تھا۔ اور مرغ سحر خواں اذان سحر دے رہا تھا۔ (یعنی رات آخر ہونے کو تھی)

تَأَخَّرْتَ حَتَّى لَمْ تَكَدْ تَصْطَفِي الْقِرَى
عَلَى أَهْلِهِ وَالْحَقُّ لَا يَتَأَخَّرُ

(میں نے اس سے کہا) تو نے آنے میں تاخیر کر دی یہاں تک قریب تھا کہ تو گھر والوں سے عمدہ ضیافت حاصل نہ کر سکے حق

مہماں کا حق پیچھے نہیں رہ[1] سکتا

وَقُمْتُ بِنَصْلِ السَّيْفِ وَالْبَرْكُ هَاجِدٌ
بَهَازِرُهُ وَاشْمَتَتْ بِالسَّيْفِ تَنْظُرُ

میں تلوار لے کر اٹھا جبکہ بیٹھے سونے والے کی بڑی اونٹنیاں سوئی ہوئی تھیں اور بوڑھی میری تلوار کو غور سے دیکھ رہی تھی (کہ کس کی اجل آئی ہے)

فَأَمْضَضْتُهُ الطُّولَى سَنَامًا وَخَيْرَهَا
بَلَاءً وَخَيْرُ الْخَيْرِ مَا يُتَخَيَّرُ

میں نے اس تلوار کے ذریعے اس اونٹنی کو ذبح کیا جس کی کوہان سب سے دراز تھی اور بلحاظ وصف کے سب سے بہتر تھی۔ بہترین مال تو وہی ہے جسے پسند کیا جائے (جو سب کے نزدیک مستحب ہو)

فَأَمْضَيْنَ عَنْهَا وَهْيَ تَرْغُو حُشَاشَةً
بِذِي نَفْسِهَا وَالسَّيْفُ عُرْيَانُ أَحْمَرُ

چنانچہ دیگر اُونٹنیاں اس کے پاس سے بھاگ گئیں درآنحالیکہ یہ جسم میں باقی ماندہ جان کی وجہ سے خرخرا رہی تھی اور میری ننگی تلوار اس کے خون سے سرخ تھی

فَبَاتَتْ رُحَابٌ جَوْنَةٌ مِنْ لِحَامِهَا
وَفُوهَا بِمَا فِي جَوْفِهَا يَتَغَرْغَرُ

[٦٠] چنانچہ ایک سیاہ بڑی دیگ کے اندر قسم قسم کے گوشت رات بھر جوش کھاتے رہے اور اس کا منہ اس گوشت اور شوربے کی وجہ سے جو اس کے اندر تھا بار بار اُبلتا تھا

۱۔ مہماں کا حق تو مقدم ہوتا ہے اس لیے تمہارے دیر سے آنے سے بھی تمہارے حق میں کمی نہ ہوگی۔

ایک[۱] اور شاعر کہتا ہے:

وَ مَا بِکَ فِیَّ مِنْ عَیْبٍ فَإِنِّی
جَبَانُ الْکَلْبِ مَهْزُولُ الْفَصِیْلِ

مجھ میں جو عیب بھی ہو، ہوتا رہے، مگر میرا کتا بزدل ہے (کسی آنے والے کو نہیں بھونکتا) اور میری اونٹنی کا بچہ لاغر ہوتا ہے (کیونکہ میں مہمانوں کو اونٹنی کا دودھ پلا دیتا ہوں اور بچہ بھوکا رہ جاتا ہے)

ایک[۲] اور شاعر کہتا ہے:

سَأَقْدَحُ مِنْ قِدْرِی نَصِیْبًا لِجَارَتِی
وَ إِنْ کَانَ مَا فِیْهَا کَفَافًا عَلَی أَهْلِی

میں اپنی ہنڈیا میں سے (چمچے کے ساتھ) اپنی پڑوسن کا حصہ نکالوں گا خواہ ہنڈیا میں جو کچھ ہے وہ صرف میرے اہل بچوں کی ضرورت کو پورا کر سکتا ہو

إِذَا أَنْتَ لَمْ تُشْرِکْ رَفِیْقَکَ فِی الَّذِی
یَکُوْنُ قَلِیْلًا لَمْ تُشَارِکْهُ فِی الْفَضْلِ

اگر تو اپنے رفیق کو تھوڑے کھانے میں شریک نہیں کر سکتا تو پھر تو اسے ضرورت سے زیادہ کھانے میں بھی شریک نہیں کرے گا

اور[۳] عمرو بن الاھتم کہتا ہے:

ذَرِیْنِی فَإِنَّ الشُّحَّ یَا أُمَّ هَیْثَمٍ
لِصَالِحِ أَخْلَاقِ الرِّجَالِ سَرُوْقٌ

اے امِ ہَیْثَمْ مجھے انہی اچھے اخلاق پر رہنے دو (جو مجھ میں ہیں) کیونکہ بخل انسان کے اچھے اخلاق کو چرا لے جاتا ہے]

---

(۱، ۲، ۳ - حماسہ: ۳۱۴ -

ذَرِينِي وَحَظِّي فِي هَوَايَ فَإِنَّنِي
عَلَى الحَسَبِ الزَّاكِي الرَّفِيعِ شَفِيقُ

مجھے رہنے دو اور (سخاوت کرنے کی) میری خواہش میں میری موافقت کرو کیونکہ مجھے اپنی بلند اور بڑھی رہنے والی خوبیوں کے متعلق خطرہ رہتا ہے (کہ مبادا کوئی ضعف و عار کی بات واقع ہو جائے)

ذَرِينِي فَإِنِّي ذُو فَعَالٍ يُهِمُّنِي
نَوَائِبُ تَغْشَى رُزْؤُهَا وَحُقُوقُ

مجھے رہنے دو کیونکہ میں وہ اچھے کام کرنے والا ہوں۔ مجھے ان حقوق اور مشکلات کی فکر دامنگیر رہتی ہے جن کی مصیبت مجھ پر چھائی ہوتی ہے

وَكُلُّ كَرِيمٍ يَتَّقِي الذَّمَّ بِالقِرَى
وَلِلْحَقِّ بَيْنَ الصَّالِحِينَ طَرِيقُ

ہر سخی انسان مہمانوں کی ضیافت کر کے مذمت سے بچتا ہے اور (مہمانوں کے) حقوق کا راستہ صالحین کے یہاں کھلا ہی رہتا ہے

لَعَمْرُكَ مَا ضَاقَتْ بِلَادٌ بِأَهْلِهَا
وَلَكِنَّ أَخْلَاقَ الرِّجَالِ تَضِيقُ

تیری جان کی قسم شہر اپنے باشندوں کی کثرت سے تنگ نہیں ہوتے البتہ لوگوں کے اخلاق میں تنگی آ جاتی ہے

ایک اور شاعر کہتا ہے:

أَحَلَّتْكَ قَوْمٌ حَيْثُ صِرْتَ إِلَى الغِنَى
وَكُلُّ غَنِيٍّ فِي القُلُوبِ جَلِيلُ

[۶۱] جب تو مال دار ہو گیا تو تیری قوم تیری تعظیم کرنے لگے گی۔ ہر مال دار انسان لوگوں کے دلوں میں جلیل القدر خیال کیا جاتا ہے

وَ لَيْسَ الْغِنٰى اِلَّا غِنًى زَيَّنَ الْفَتٰى
عَشِيَّةَ يَقْرِي اَوْ غَدَاةَ يُنِيلُ

لیکن درحقیقت مال داری وہ مال داری ہے جو انسان کو اس رات زینت بخشے جب وہ مہمانوں کی ضیافت کرے یا اس صبح جس میں وہ کسی کو کچھ عطا کرے

اور مثلم[1] بن ریاح مُرّی کہتا ہے :

[2]بَكَرَ الْعَوَاذِلُ بِالسَّوَادِ يَلُمْنَنِي
جَهْلًا يَقُلْنَ أَلَا تَرَى مَا تَصْنَعُ

ملامت کرنے والی عورتیں آخر شب کی تاریکی ہی میں یعنی پو پھٹنے سے بھی قبل مجھے نادانی کے باعث ملامت کرنے لگیں اور کہنے لگیں : کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ تو کیا کر رہا ہے

أَفْنَيْتَ مَالَكَ فِي السَّفَاهِ وَ إِنَّمَا
أَمْرُ السَّفَاهَةِ مَا أَمَرْنَكَ أَجْمَعُ

تو نے اپنا مال بیوقوفی کی وجہ سے تباہ کر دیا ہے (حالانکہ درحقیقت جس بات کا وہ تمہیں حکم دے رہی ہیں (یعنی بخل) وہی سب سے بڑی بیوقوفی کی بات ہے

وَ قُتُودِ نَاجِيَةٍ وَ ضَعْتُ بِقَفْرَةٍ
وَ الطَّيْرُ غَاشِيَةٌ الْعَصَا فِي وُقَّعُ

اور کئی تیز رفتار اُونٹنیوں کے پالانوں کی لکڑیوں کو اُتار کر

---

۱ - مثلم بن ریاح المُرّی یہ جاہلی شعرا میں سے ہے - اس نے حباشہ کو جو حارث بن ظالم کی پناہ میں تھا قتل کر دیا تھا اور پھر حصین بن حمام مُرّی کے پاس آ کر پناہ لی تھی - حصین نے نہ صرف اسے پناہ دی بلکہ مقتول حباشہ کی دیت بھی اس کی طرف سے ادا کر دی -

۲ - حماسہ : ۳۱۵

میں نے چٹیل میدانوں میں رکھ دیا (تا کہ اونٹنی کو ذبح کروں) درآنحالیکہ زندے سائلوں کے اوپر چھائے ہوئے تھے اور ان پر کر گر پڑے تھے

بِمُهَنَّدٍ ذِي حِلْيَةٍ جَرَّدْتُهُ
بُشْرَى الأَصَمَّ مِنَ العِظَامِ وَيَقْطَعُ

میں نے اس اونٹنی کو اس تیز ہندی اور مزیّن و آراستہ تلوار سے ذبح کیا جسے میں نے میان سے نکال لیا تھا اور جو ٹھوس ہڈیوں تک کو کاٹ ڈالتی تھی

لِيَنُوبَ نَائِبَةٌ فَتَعْلَمَ أَنَّنِي
مِمَّنْ يَغُرُّ عَلَى الثَّنَاءِ فَيُخْدَعُ

میں نے اس اونٹنی کو اس لیے ذبح کیا کہ کوئی اترنے والا قافلہ آ کر میرے پاس اترے اور اسے معلوم ہو جائے کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو تعریف سے دھوکا کھاتے اور فریب میں آ جاتے ہیں

إِنِّي مُقَسِّمٌ مَا مَلَكْتُ فَجَاعِلٌ
أَجْراً لِآخِرَةٍ وَدُنْيَا تَنْفَعُ

میں اپنے مال کا تقسیم کرنے والا ہوں اور اسے آخرت کے اجر یا دنیا کی منفعت پر لگا دینے والا ہوں

اور ارطاة[1] بن سُهَيَّة المُرّی کہتا ہے:

---

۱۔ ارطاة بن سُهَيَّة ۔ ارطاة بن زُفر بن جزء بن شدّاد ۔ یہ بنی مُرہ بن عُشبہ بن غیظ بن مرۃ میں سے تھا اور سُہَیَّہ اس کی والدہ بنی کلب میں سے تھی ۔ وہ گرفتار ہو کر آئی تھی ۔ پہلے ضرار بن الازور کے پاس تھی پھر حمل کی حالت میں زفر کے پاس آ گئی اور ارطاة پیدا ہؤا اور والدہ کا نام ہی غالب رہا ۔ یہ اسلامی عہد کا شاعر ہے ۔ معاویہ رضؓ کے عہد میں شعر کہے اور سلیمان کے عہد تک زندہ رہا ۔ بقول ابن حجر (اصابہ) اس نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا تھا (شرح امالی : ۲۹۹ اور ۶۳۰) ۔

فَلَوْ[۱] اَنَّ مَا نُعْطِي مِنَ الْمَالِ نَبْتَغِي
بِهِ الْحَمْدَ نُعْطِي مِثْلَهُ زَاخِرُ الْبَحْرِ،

تعریف حاصل کرنے کی غرض سے جس قدر مال ہم خرچ کرتے ہیں
اگر اس قدر مال موجزن سمندر خرچ کرتا

لَظَلَّتْ قَرَاقِيرٌ صِيَامًا ظَوَاهِرٌ
مِنَ الضَّحْلِ كَانَتْ قَبْلُ فِي لُجَجٍ خُضْرِ

تو وہ کشتیاں جو پہلے سیاہ موجوں میں چلتی تھیں کم پانی کی
سطح پر کھڑی کی کھڑی رہ گئی ہوتیں

وَ لَا نَكْسِرُ الْعَظْمَ الصَّحِيحَ تَعَزُّزًا
وَ نُغْنِي عَنِ الْمَوْلَى وَ نَجْبُرُ ذَا الْكَسْرِ،

ہم (صرف) صحیح و سالم ہڈی ہی کو غرور کے ساتھ نہیں توڑتے۔ ہم تو
اپنے مولٰی کی مدافعت بھی کرتے ہیں اور مظلوم کی مدد بھی کرتے ہیں

غَلَبْنَا بَنِي حَوَّاءَ مَجْدًا وَ سُودَدًا
وَ لٰكِنَّنَا لَمْ نَسْتَطِعْ غَلَبَ الدَّهْرِ،

[۶۲] ہم اپنی بزرگی اور سرداری کی بدولت حوّاء کی اولاد پر غالب
آ گئے ہیں مگر زمانے پر غالب آنے کی قدرت نہیں رکھ سکے (اگر
عاجز آئے تو فقط انقلاب کے روبرو)

اور حجر بن حیہ العبسی کہتا ہے:

وَ لَا[۲] أَدُومُ قِدْرِي بَعْدَ مَا نَضِجَتْ
بُخْلًا لِتَمْنَعَ مَا فِيهَا أَثَافِيهَا

---

۱ - حماسہ: ۳۱۶

۲ - محمد بہجۃ اثری لکھتے ہیں: لا أُطِيلُ ادامه قدری - اعزاز علی لکھتے ہیں: دَوَّمَه: أَطَالَه، مگر یہ معنی درست نہیں ہیں - لسان العرب میں ہے: أَدَامَ الْقِدْرَ و دَوَّمَهَا إِذَا غَلَتْ فَنَضَحَهَا بِالْمَاءِ الْبَارِدِ لِيَسْكُنَ غَلَيَانُهَا.......يُقَالُ أَدَامَ الْقِدْرَ اذا سَكَّنَ غَلَيَانَهَا بِأَنْ لَا يُوقَدَ تَحْتَهَا وَ لَا يُنْزِلَهَا - وَ كَذٰلِكَ دَوَّمَ -

میں اپنی ہنڈیا کو پک جانے کے بعد بخل کی وجہ سے چولھے پر نہیں رہنے دیتا تاکہ اس کے نیچے اس لقمے کو جو ہنڈیا کے اندر ہے بچا سکیں

حَتّى تُقَسَّمَ شَتّى اَيْنَ ما قُسِمَتْ
وَلا سُؤْرَ دَبَّ تَحْتَ الثِّيابِ فيها

(مجھے چین نہیں آتا) تاآنکہ اسے جتنے حصوں میں بھی ہو سکے تقسیم نہ کیا جائے۔ رات کی تاریکی میں کسی سائل سے بھی سختی سے پیش نہیں آیا جا سکتا

لا أَحْرِمُ الجارَةَ الدُّنْيا إذا قَرُبَتْ
وَلا أَقُومُ بِها في الحَيِّ أُخْزِيها

میں قریب کی پڑوسن کو جب میرے پاس آ جائے اپنے عطیوں سے محروم نہیں کرتا اور نہ ہی قبیلہ میں اسے رسوا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں

---

۱ - اعزاز علی لکھتے ہیں : قام بِهِ : تَحَمَّلَه و حَفِظَه۔ مگر یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے۔ لسان العرب میں ہے : و معنی القیامِ العَزْم کقول العمانی الراجز :

قُلْ لِلإمامِ المُقْتَدَى بِأُمِّهِ
ما قاسِمٌ دُونَ مَدَى ابْنِ أُمِّهِ
فَقَدْ رَضِيناهُ فَقُمْ فَسَمِّهِ

ای فاعزِمْ و نُصَّ علیه۔ محمد بہجۃ اثری نے یہ معنی دیے ہیں یقول العرب قام بی فلان و قعد اذا فسا عنک قبیحاً۔ یہ محاورہ تو قام به و قعد ہے اور یہاں قعد کا لفظ نہیں ہے۔

وَ لاَ أُكَلِّمُهَا إِلاَّ عَلاَنِيَةً
وَ لاَ أُخَبِّرُهَا إِلاَّ أُنَادِ بِهَا

اور میں اس کے ساتھ جو گفتگو بھی کرتا ہوں علانیہ کرتا ہوں اور جو خبر بھی اسے دیتا ہوں وہ بلند آواز سے اور پکار کر دیتا ہوں

مساور بن ہند بن قیس بن زہیر کہتا ہے :

فِدًى لِبَنِي هِنْدٍ غَدَاةَ دَعَوْتُهُمْ
بِجَوٍّ وَبَالَ النَّفْسُ وَ الأَبَوَانِ

میرا نفس اور میرے والدین بنی ہند پر اس صبح کو فدا ہوں جب میں نے انھیں وبال کی زمین میں (مدد کے لیے) پکارا تھا

إِذَا۱ جَارَةٌ شُلَّتْ لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ
لَهَا اِبِلٌ شُلَّتْ لَهَا اِبِلاَنِ

جب کوئی شخص سعد بن مالک کی کسی پڑوسن کا ایک اُونٹ ہانک لے جائے تو (اس پڑوسن کی خاطر) ہانک لے جانے والے کے دو اُونٹ ہانک لائے جاتے ہیں

إِذَا عَقَدَتْ اَفْنَاءُ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ
لَهَا ذِمَّةٌ عَزَّتْ بِكُلِّ مَكَانِ

جب سعد بن مالک کے وہ لوگ جو مختلف اطراف میں بکھر گئے ہوں کسی پڑوسن کو کوئی عہد دے دیں تو وہ پڑوسن ہر مقام پر قابل عزت ہو جاتی ہے

إِذَا سُئِلُوا مَا لَيْسَ بِالحَقِّ فِيهِمِ
اَبَى كُلُّ مَجْنِيٍّ عَلَيْهِ وَ جَانِي

جب ان سے کسی ناحق بات کا مطالبہ کیا جائے تو ان میں سے ہر شخص خواہ مظلوم ہو (یعنی کمزور) خواہ ظالم (طاقتور) اس ناحق بات کے قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے

---

۱ - نثر یوں ہوں گی : ذا شُلَّتْ إبلاَنِ من إبلِ جارة سعد بن مالك -

وَ دَارِ حِفَاظٍ قَدْ حَلَلْتُمْ مُهَانَةً
بِهَا نِيْبُكُمْ وَالضَّيْفُ غَيْرُ مُهَانٍ

(اے بنی ہند) تم بہت سے حمیت کے مقامات پر جا کر اترے جہاں تمھارے اونٹ تو قیمت کھو بیٹھتے تھے مگر تمھارے مہمان کی توہین نہ ہوتی تھی

ایک اور شاعر کہتا ہے :

جَزَى اللّٰهُ خَيْرًا غَالِبًا مِنْ عَشِيْرَةٍ
إِذَا حَدَثَانُ الدَّهْرِ نَابَتْ نَوَائِبُهَا

خدا قبیلۂ غالب کو جزائے خیر دے ایسے عالم میں کہ حوادثِ زمانہ کے مصائب نازل ہو رہے ہوں

فَكَمْ دَفَعُوا مِنْ كُرْبَةٍ قَدْ تَلَاحَمَتْ
عَلَيَّ وَ مَوْجٍ قَدْ عَلَتْنِي غَوَارِبُهْ

کیونکہ انھوں نے بہت سی ایسی مصیبتوں کو جو مجھے سختی سے چمٹ گئی تھیں اور بہت سی ایسی موجوں کو جن کے بالائی حصے میرے اوپر چڑھ آئے تھے مجھ سے دور کر دیا

إِذَا قُلْتُ عُوْدُوْا عَادَ كُلُّ شَمَرْدَلٍ
أَشَمَّ مِنَ الْفِتْيَانِ جَزْلٍ مَوَاهِبُهُ

جب میں کہتا ہوں کہ (احسان اور عطا کی طرف) لوٹ آؤ تو ان کا ہر قد آور سخی اور کثیرالعطا نوجوان لوٹ آتا ہے

إِذَا أَخَذَتْ بُزْلُ الْمَخَاضِ سِلَاحَهَا
تَجَرَّدَ مِنْهَا مُتْلِفُ الْمَالِ كَاسِبُهْ

[٦٣] جب جوان اور حاملہ اونٹنیاں (اپنے محاسن کی وجہ سے بچاؤ کے) ہتھیار سے لیس ہو جائیں تو ایک مال لٹا دینے والا اور کمانے والا

---

۱ - حماسہ : ۳۱۷

(ان کو بخش دینے یا ذبح کرنے کے لیے) آمادہ ہو جاتا ہے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

وَلَيْسَ فَتَى الْفِتْيَانِ مَنْ جُلُّ هَمِّهِ
صَبُوحٌ وَإِنْ أَمْسَى فَفَضْلُ غَبُوقِ

وہ انسان صحیح معنوں میں جوان مرد نہیں جس کی ہمہ تن فکر اس طرف لگی ہے کہ وہ صبح کی شراب پیے اور جب شام ہو تو شام کی باقی ماندہ شراب پی جائے

وَلَكِنْ فَتَى الْفِتْيَانِ مَنْ رَاحَ أَوْغَدَا
لِضُرِّ عَدُوٍّ أَوْ لِنَفْعِ صَدِيقِ

مگر درحقیقت صحیح معنوں میں جوان مرد وہ شخص ہے جو صبح و شام دشمن کو نقصان پہنچانے یا دوست کو نفع پہنچانے کی غرض سے نمودار ہوتا ہو

[1]اور بنی عبد مناف میں سے خراز بن عمرو کہتا ہے :

لَنَا إِبِلٌ لَمْ يُهِنْ رَبَّهَا
كَدَرًا مَسُّهَا وَالْفَتَى ذَاهِبُ

ہمارے اصیل اُونٹ ہیں جن کے اصیل ہونے نے ان کے مالک کو ذلیل نہیں کیا اور انسان تو (اس دنیا سے) جلد ہی چلا جانے والا ہے

هِجَانٌ يُكَافَأُ مِنْهَا الصَّدِيقُ
وَيُدْرِكُ فِيهَا الْمُنَى الرَّاغِبُ

یہ سفید رنگ کے (اصیل) اُونٹ ہیں جن سے دوستوں کو بدلہ دیا جاتا ہے اور ان اُونٹوں کے (لینے کی) خواہش کرنے والا اپنی آرزو پا لیتا ہے

---

١ - حماسہ : ٣١٨

وَ نَطعَنُ عَنهَا نُحُورَ العِدیٰ
وَ یَشرَبُ مِنَّا بِهَا الشَّارِبُ

(یہ اُونٹ ہم کو اس قدر عزیز ہیں کہ) ہم ان کی حفاظت کرتے ہوئے دشمنوں کے سینوں میں نیزے مارتے ہیں اور ہمارے شراب پینے والے انہیں بیچ کر شراب پیتے ہیں

وَ نُؤ لِفُهَا فِی السِّنِینَ الکُهُولَ
إذَا لَم یَجِد مُکتَسِبًا کَاسِبُ

اور قحط سالی کے زمانے میں ہم ان اُونٹوں کو یتیموں اور کمزوروں سے مانوس کر دیتے ہیں (ایسی قحط سالی کہ) کمانے والے کو کوئی ذریعہ معاش نہ ملے

وَ لَم یَکُ یَومًا إذَا رَوَّحَت
عَلَی الحَیِّ یَعفُو لَهَا جَادِبُ

جب انہیں شام کے وقت واپس قبیلے میں لایا جاتا ہے تو کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ کسی نہ کسی نئے شخص کی ضیافت[1] نہ کی جاتی ہو

حَبَانَا بِهَا جَدُّنَا وَ الإلٰهُ
وَ ضَربٌ لَنَا خَذِمٌ صَائِبُ

ہمیں یہ اُونٹ ہمارے دادا نے، اللہ نے اور اس تلوار نے عطا کیے جس کا وار کبھی اوچھا نہیں پڑتا

---

۱ - میرے نزدیک یہاں جَادِب بمعنی مُجدِبٌ ہے جیسا کہ کہتے نَزَلنَا بِفُلَانٍ فَأَجدَبنَاهُ ای لَم نَقرِنَا۔ دیگر شراح نے جَادِبٌ بمعنی عائِبٌ دیا ہے اس صورت میں معنی یوں ہوں گے کہ جب یہ اُونٹ شام کو واپس آتے ہیں تو کوئی شخص ان پر عیب نہیں لگاتا۔

[۱] اور مفرس بن ربعی کہتا ہے :

وَإِنِّي لَا أَدْعُو الضَّيْفَ بِالصَّوْءِ بَعْدَمَا
تَسَدَّى الأَرْضَ نَضَّاحُ الْجَلِيدِ وَجَامِدُهُ

جب زمین پالے کے جھنٹوں اور برف سے ڈھک چکی ہو تو میں مہمان کو اپنی (آگ کی) روشنی کے ذریعے بلاتا ہوں

لِأُكْرِمَهُ إِنَّ الْكَرَامَةَ حَقُّهُ
وَمِثْلَانِ عِنْدِي قُرْبُهُ وَتَبَاعُدُهُ

تاکہ اس کی تعظیم کروں کیونکہ یہ تو اس کا حق ہے اور میرے لیے اس کا نزدیک کا ہونا یا دور ہونا ایک جیسا ہے

أَبِيتُ أُعَشِّيهِ السَّدِيفَ وَإِنَّنِي
بِمَا نَالَ حَتَّى يَتْرُكَ الْحَيَّ حَامِدُهُ

میں رات بھر اسے کوہان کی چربی کھلاتا رہتا ہوں اور جو ضیافت اور عطیے وہ مجھ سے حاصل کرتا ہے اس پر (اُلٹا) میں اس کی تعریف کرتا ہوں یہاں تک کہ وہ قبیلے کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے ۔ (میں اسے احساس دلاتا رہتا ہوں کہ وہ میرے دسترخوان پر کھانا قبول کر کے مجھ پر احسان کر رہا ہے)

اور[۲] حماس بن ثامل کہتا ہے :

وَمُسْتَنْبِحٍ فِي لُجِّ لَيْلٍ دَعَوْتُهُ
بِمَشْبُوبَةٍ فِي رَأْسِ صَمْدٍ مُقَابِلِ

[۶۴] مسافرانِ شب میں سے کسی نے رات کی تاریکی میں کتوں کو بھونکایا ۔ میں نے اس کو ایک ٹیلے پر اس کے سامنے جلائی ہوئی آگ کے ذریعے بلایا

---

۱ ۔ حماسہ : ۳۲۳ ۔

۲ ۔ حماس عہد اسلامی کا شاعر ہے اور اس کا شمار مخضرموا الدولتین میں ہوتا ہے ۔

وَقُلْتُ لَهُ أَقْبِلْ فَإِنَّكَ رَاشِدٌ
وَإِنَّ عَلَى النَّارِ النَّدَى وَابْنَ نَائِلِ

اور میں نے اس سے کہا : چلے آؤ کیونکہ تم نے صحیح راستہ پایا ہے ۔ اس آگ پر سخاوت بھی موجود ہے اور ابن نائل جیسا سخی آدمی بھی

اور[1] نمری نے کہا ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اشعار بنی باہلہ میں سے کسی شخص کے ہیں :

وَدَاعٍ دَعَا بَعْدَ الْهُدُوءِ كَأَنَّمَا
يُقَاتِلُ أَهْوَالَ السُّرَى وَتُقَاتِلُهْ

رات کے پُرسکون ہو جانے کے بعد ایک پکارنے والے نے اس طرح پکارا کہ معلوم ہوتا تھا گویا وہ رات کے سفر کی ہولناکیوں کے خلاف رزم آرا ہے

دَعَا بَائِسًا شِبْهَ الْجُنُونِ وَمَا بِهِ
جُنُونٌ وَلَكِنْ كَيْدُ أَمْرٍ يُحَاوِلُهْ

اس نے ایک قسم کے جنون کے باعث مصیبت کی حالت میں پکارا حالانکہ درحقیقت اسے جنون نہ تھا البتہ وہ ایک مقصد کے لیے حیلہ و تدبیر کر رہا تھا

فَلَمَّا سَمِعْتُ الصَّوْتَ نَادَيْتُ نَحْوَهُ
بِصَوْتِ كَرِيمِ الْجَدِّ حُلْوٍ شَمَائِلُهْ

جب میں نے اس کی آواز سنی تو میں نے اس کی طرف منہ کر کے ایک کریم الاجداد میٹھے اخلاق والے آدمی کی سی آواز نکال کر پکارا

---

۱ - غالباً یہ منصور بن سلمہ بن زبرقان النمری ہے جو کلثوم عتابی کا شاگرد اور راویہ ہے اور شعروں میں اسی کا تتبع کرتا ہے ۔

فَأَبْرَزْتُ نَارِيْ ثُمَّ أَثْقَبْتُ ضَوْءَهَا
وَأَخْرَجْتُ كَلْبِيْ وَهْوَ فِي الْبَيْتِ دَاخِلُهُ

اس کے بعد میں نے اس کے لیے اپنی آگ کو نمایاں کیا پھر اس کی روشنی کو تیز کیا اور اپنے کتے کو گھر کے اندر سے باہر نکالا

فَلَمَّا رَآنِيْ كَبَّرَ اللهَ وَحْدَهُ
وَبَشَّرَ قَلْبًا كَانَ جَمًّا بَلَابِلُهْ

جب اس نے مجھے دیکھا تو اس نے خدائے واحد کے نام کی تکبیر کہی اور اپنے کثیرالهموم دل کو بشارت دی (کہ وہ اب سخی آدمی کے پاس آ گیا ہے لہذا غم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں)

فَقُلْتُ لَهُ أَهْلًا وَسَهْلًا وَمَرْحَبًا
رَشَدْتَ وَلَمْ أَقْعُدْ إِلَيْهِ أُسَائِلُهْ

میں نے اسے اہلاً و سہلاً و مرحباً کہا اور کہا کہ وہ صحیح مقام پر آ گیا ہے اور اس کے پاس کسی قسم کا سوال کرنے کے لیے نہیں بیٹھا (تاکہ کھانے کے تیار کرنے میں دیر نہ لگ جائے)

وَقُمْتُ إِلَى بَرْكٍ هِجَانٍ أَعُدُّهُ
لِوَجْبَةِ حَقٍّ نَازِلٍ أَنَا فَاعِلُهْ

اور میں اٹھ کر سفید اونٹوں کی ایک بیٹھی ہوئی جمعیت کے پاس گیا جسے میں اترنے والے (مہمان) کے ضروری حقوق کی ادائی کے لیے تیار رکھتا ہوں

بِأَبْيَضَ خَطَّتْ نَعْلُهُ حَيْثُ أَدْرَكَتْ
مِنَ الْأَرْضِ لَمْ تَخْطَلْ عَلَيَّ حَمَائِلُهْ

میں ایک چمک دار تیز تلوار لے کر (اٹھا) جس کی کونھی (نوک والا حصہ) جس جگہ بھی زمین پر لگتی خط کھینچ دیتی مگر اس کا پرتلا میرے جسم پر ڈھیلا معلوم نہ ہوتا تھا

فَجَالَ عَلَيْنَا وَ اتَّقَانِي بِخَيْرِهِ
سِمَانًا وَ أَمْلَاهُ مِنَ الشَّحْمِ كَاهِلُهُ

(اُونٹوں کی یہ جمعیت) تھوڑی دیر تک اِدھر اُدھر دوڑتی رہی میرے اور ان کے درمیان ایک ایسا اُونٹ آ گیا جس کی کوہان ان سب سے بہتر اور جس کا کندھا (گودے سے) ان سب سے زیادہ بھرا ہؤا تھا

بِعَرْمٍ هِجَانٍ مُصْعَبٍ كَانَ فَحْلُهَا
طَوِيلَ الْقَرَى لَمْ يَعْدُ أَنْ شُقَّ بَازِلُهُ

[٦٥] یہ ایک ایسا نوجوان قوی اور سفید نر اُونٹ تھا جو اس ساری جماعت کا سانڈ تھا ۔ ابھی پیٹھ والا تھا ۔ ابھی اس کا دانت[۱] نکلا ہی تھا (نوجوان تھا)

فَجَرَّ وَظِيفُ الْقَرْمِ فِي نِصْفِ سَاقِهِ
وَ ذَاكَ عِقَالٌ لَا يُنَشَّطُ عَاقِلُهُ

(میں نے اس کی پنڈلی پر تلوار ماری) سو اس اُونٹ کی اگلی آدھی پنڈلی کٹ کر گر گئی اور یہ ایک ایسی رسی ہے جس کا باندھنے والا (اسے پھر) کھول نہیں سکتا (اس کے بعد اُونٹ دوڑ نہ سکتا تھا)

بِذَلِكَ أَوْصَانِي أَبِي وَ بِمِثْلِهِ
كَذَلِكَ أَوْصَاهُ قَدِيمًا أَوَائِلُهُ

مجھے میرے باپ نے یہی وصیت فرمائی تھی اور اسی طرح میرے باپ کے بزرگوں نے اسے وصیت کی تھی

---

۱ ۔ اور یہ دانت نو سال کی عمر میں نکلتا ہے اور اُونٹ نو سال کی عمر میں پورا جوان ہوتا ہے ۔ یعنی یہ اُونٹ بھرپور جوانی میں تھا ۔

اور نابغہ[1] ذبیانی کہتا ہے :

لَہٗ بِفِنَاءِ البَیْتِ سَوْدَاءُ فَخْمَۃٌ
تُلَقِّمُ اَوْصَالَ الجَزُورِ العَرَاعِرِ

اس (نعمان) کے صحن میں ایک سیاہ بڑی دیگ ہے جو ایک موٹی اُونٹنی کے جوڑوں کو نگل جاتی ہے

بَقِیَّۃُ قِدْرٍ مِنْ قُدُورٍ تُوُرِّثَتْ
لِاٰلِ الجُلَاحِ کَابِرًا بَعْدَ کَابِرٍ

یہ ان دیگوں کی بقیہ یادگار ہے جو آل جُلاح کی تھیں اور نسلاً بعد نسل ان کے ورثے میں چلی آئیں

تَظَلُّ الاِمَاءُ یَبْتَدِرْنَ قَدِیْحَہَا
کَمَا ابْتَدَرَتْ سَعْدٌ مِیَاہَ قَرَاقِرِ

لونڈیاں اس دیگ کے باقی ماندہ شوربے کو اس طرح جلدی جلدی پیالے بھر بھر کر نکالتی ہیں جس طرح بنی سعد قراقر کے پانی کو جلدی جلدی نکالتے ہیں

---

۱ - نابغہ لقب ہے اور اس لقب کے عربی زبان میں کئی شعرا ہوئے ہیں - اس کا نام زیاد بن معاویہ ہے - ان اشعار کے کہنے کا سبب یہ ہؤا کہ نعمان بن وائل بن الحلاج تغلبی نے بنی ذبیان پر لوٹ مار کا حملہ کیا اور چند عورتوں کو قید کر کے لے گیا جن میں نابغہ کی بیٹی عقرب بھی تھی - نعمان نے جب اس سے دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ میں نابغہ کی بیٹی ہوں - نعمان نے کہا ، ''اللہ کی قسم ہم تو کسی کی اتنی عزت نہیں کرتے جتنی تمہارے باپ کی کرتے ہیں'' - نعمان نے اسے چھوڑ دیا - پھر کہا ، شاید نابغہ اتنے پر راضی نہ ہو تو پھر سب کو رہا کر دیا - اس پر نابغہ نے اس کی مدح میں یہ اشعار کہے - ملاحظہ ہو حماسہ : ۳۲۴-۳۲۵

[1]اور فرزدق کہتا ہے :

وَدَاعٍ بِلَحْنِ الكَلْبِ يَدْعُو وَدُونَهُ
مِنَ اللَّيْلِ سِجْفَا ظُلْمَةٍ وَغُيُومُهَا

اور بہت سے کتے کی سی آواز نکال کر پکارنے والوں میں سے کسی نے اس وقت پکارا جبکہ اس کے سامنے رات کے دو پردے تھے ایک گھپ تاریکی دوسرے بادل

دَعَا وَهْوَ يَرْجُو أَنْ يُنَبِّهَ إِذْ دَعَا
فَتًى كَابْنِ لَيْلَى حِينَ غَارَتْ نُجُومُهَا

اس نے ستاروں کے غروب ہو جانے کے بعد پکارا اور اس پکارنے سے اس کی یہ آرزو تھی کہ ابن لیلٰی یعنی فرزدق جیسے شخص کو جگا دے

بَعَثْتُ لَهُ دَهْمَاءَ لَيْسَتْ بِلِقْحَةٍ
تَدُرُّ إِذَا مَا هَبَّ نَحْسًا عَقِيمُهَا

میں نے اس کے لیے ایک سیاہ رنگ کی دیگ دیگدان پر چڑھائی ۔ یہ دودھ دینے والی اونٹنی نہ تھی ۔ یہ دیگ اس وقت دودھ (مراد شوربا) دیتی ہے جب سرد اور بانجھ ہوا چلتی ہے (خزاں کے موسم میں جب ہر طرف ویرانی اور بھوک پھیل جاتی ہے میری سخاوت بہار پر ہوتی ہے)

كَأَنَّ الْمَحَالَ الْغُرَّ فِي حَجَرَاتِهَا
عَذَارَى بَدَتْ لَمَّا أُصِيبَ حَمِيمُهَا

اس دیگ کے اطراف میں سفید سہرہائے پشت یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے باکرہ لڑکیاں اپنے قریبی رشتہ دار کے قتل ہونے پر (سیاہ لباس میں) ظاہر ہوئی ہوں

غَضُوبًا كَحَيْزُومِ النَّعَامَةِ أُحْمِشَتْ
بِأَجْوَازِ خُشْبٍ زَالَ عَنْهَا هَشِيمُهَا

[٦٦] یہ ہنڈیا سخت غصے کی حالت میں تھی (یعنی خوب جوش مار رہی تھی) اور (اس کا سینہ) شتر مرغ کے سینے کی طرح آگے کو نکلا

---

۱ - حماسہ : ۳۲۵

ہؤا تھا - اس کے نیچے ایسی لکڑی کے گٹھے جلائے گئے تھے جن سے سوکھی ٹہنیاں جدا کی گئی تھیں

مُحَضَّرَۃٌ لَا یُجْعَلُ السِّتْرُ دُوْنَھَا
إذَا المُرْضِعُ العَوْجَاءُ[1] جَالَ بَرِیْمُھَا

اس ہنڈیا پر لوگ کثرت سے آتے رہتے ہیں - ہم اسے اس وقت بھی چھپا کر نہیں رکھتے جب بچے کو دودھ پلانے والی مہربان والدہ کا مُہروں کا ہار (لاغری کے باعث) ڈھیلا ہو جائے (خواہ کتنا ہی قحط و نایابی کا دور ہو)

شُریح[2] بن الاحوص کہتا ہے

---

۱ - عوجاء وہ عورت جو اپنے بچوں کو دودھ پلانے میں مہربان ہو - لسان العرب میں ہے امرأہ عوجاء اذا لہا ولد تعوج الیہ لتُرضعہ ومنہ قول الشاعر:

اذا المُرْضِعُ العَوْجَاءُ بَاتَ یَعُزُّھا
عَلٰی ثَدْیِھَا ذُوْ غُسَّتَیْنِ لَھُوْجُ

محمد بہجۃ الاثری اور ذوالفقار علی دونوں نے عوجاء کے معنی: آلتی اعوجت ھُزَالاً و جوعاً دیے ہیں حالانکہ یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے - انھیں یہ غلطی اس لیے لگی ہے کہ عوجاء کے دوسرے معنی: الضامرہ من الابل کے ہیں -

۲ - سُریح جاہلی شاعر ہے - یہ بہادر شاہسوار، اور سخی تھا - جاہلیت میں اسے سادات میں شمار کیا جاتا تھا - اس کا باپ احوص رحرحان الثانی کی جنگ میں بنی عامر کا رئیس تھا - اس دن بنی عامر بن صَعْصَعَہ نے بنی تمیم پر غلبہ پایا تھا - جنگ کی وجہ یہ تھی کہ حارث بن ظالم نے خالد بن جعفر بن کلاب کو قتل کر دیا - پھر بھاگ کر بنی تمیم میں زرارہ بن عدس کے یہاں چلا آیا اور وہاں قیام کر لیا - احوص بن جعفر اور اس کا قبیلہ بھائی کا بدلہ لینے کو آئے - مقام رحرحان پر دونوں گروہوں میں جنگ ہوئی جس میں بنو تمیم کو شکست ہوئی اور حاجب بن زرارہ کا بھائی معبد بن زرارہ قید کر لیا گیا - حاجب بن زرارہ بنی تمیم کا سردار تھا - احوص کا بیٹا سریح ان گھوڑسواروں کا سردار تھا جو حارث بن ظالم کی تلاش میں نکلے تھے ۔

وَمُسْتَنْبِحٍ يَبْغِي الْمَبِيتَ وَدُونَهُ
مِنَ اللَّيْلِ سِجْفَا ظُلْمَةٍ وَسُتُورُهَا

مسافران شب میں سے کوئی جو شب باشی کی تلاش میں تھا اور اس کے سامنے رات کی تاریکی اور اس کے گھنے ہی پردے حائل ہے

رَفَعْتُ لَهُ نَارِي فَلَمَّا اهْتَدَى بِهَا
زَجَرْتُ كِلَابِي أَنْ يَهِرَّ عَقُورُهَا

میں نے اس کے لیے اپنی آگ کے شعلوں کو بلند کیا پھر جب آگ کے ذریعے اس نے راستہ پا لیا تو میں نے اپنے کتوں کو ڈانٹا کہ کوئی کاٹنے والا کتا بھونکنے نہ پائے

فَبَاتَ وَإِنْ أَسْرَى مِنَ اللَّيْلِ عُقْبَةً[1]
بِلَيْلَةِ صِدْقٍ غَابَ عَنْهَا شُرُورُهَا

اگرچہ وہ رات کے وقت دو فرسخ چل چکا تھا اس نے میرے پاس ایسی اچھی رات گزاری جو ہر شر اور خطرے سے مامون تھی

[2]اور مسکین الدارمی کہتا ہے

كَأَنَّ قُدُورَ قَوْمِي كُلَّ يَوْمٍ
قِبَابُ التُّرْكِ مُلْبَسَةَ الْجِلَالِ

میری قوم کی دیگیں ہر روز اس طرح دکھائی دیتی ہیں جیسے ترکی خیموں پر سیاہ جھولیں ڈالی گئی ہوں

كَأَنَّ الْمُوقِدِينَ بِهَا جِمَالٌ
طَلَاهَا الزِّفْتَ وَالْقِطْرَانَ طَالِي

---

۱ - عقبۃ - لسان العرب میں ہے العقبہ قدر فرسخین محمد بہجہ اثری اور ذوالفقار علی وا عزاز علی نے اس کے معنی نوبت کے کیے ہیں -

۲ - مسکین اس کا لقب ہے - اس کا اصل نام ربیعہ عامر بن انیف ہے - ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو حماسہ : ۳۲۶

ان دیگوں کی دیکھ بھال کرنے والے یوں معلوم ہوتے ہیں گویا وہ ایسے اونٹ ہیں جنھیں ملنے والے نے روغن زفت اور قطران مل دیا ہو

بِأَيْدِيهِمْ مَغَارِفُ مِنْ حَدِيدٍ
أُشَبِّهُهَا مُقَيَّرَةَ الدَّوَالِي

اُن کے ہاتھوں میں لوہے کے جمچے ہیں (جن کے ذریعے وہ دیگوں میں سے کھانا نکالتے ہیں) اور میں انھیں ان ڈولوں سے تشبیہ دیتا ہوں جنھیں قار (روغن) مل دیا گیا ہو

[1]اور عُکلِی نے کہا ہے

أَعَاذِلُ بَكِّينِي لِأَضْيَافِ لَيْلَةٍ
تَزُورُ الْقِرَى أَمْسَتْ بَلِيلاً شِمَالُهَا

اے مجھے ملامت کرنے والی مجھ پر اس رات کے مہمانوں کی خاطر رو جس میں (بوجہ قحط سالی) کم ضیافت کی جاتی ہو۔ وہ رات جس کی بادِ شمال سرد اور نم آلود ہو

أَعَامِرُ مَهْلاً لَا تَلُمْنِي وَلَا تَكُنْ
خَفِيًّا إِذَا الْخَيْرَاتُ عُدَّتْ رِجَالُهَا

اے عامر ذرا ٹھہر جاؤ۔ مجھے ملامت نہ کرو۔ جب نیکیوں کے لیے گننی کے لوگ رہ جائیں تو تم چھپ کر نہ بیٹھو (بلکہ باہر آؤ اور سخاوت کرو)

أَرَى ابِلِي تَجْزِي مَجَازِيَ هَجْمَةٍ
كَثِيرٍ وَإِنْ كَانَتْ قَلِيلاً إِفَالُهَا

میں دیکھ رہا ہوں کہ اگرچہ میرے اونٹوں کے بچے کم ہیں مگر پھر بھی وہ بہت بڑی جماعت کا سا کام دیتے ہیں

مَتَى كَيْلُ مَا يَنْفَكُّ أَرْحُلُ جَمَّةٍ
تُرَدُّ عَلَيْهِمْ نُوقُهَا وَجِمَالُهَا

---

۲ - حماسہ : ۳۲۶

میری اونٹنیوں کے بچے (عطایا کے باعث ذبح کیے جانے کے سبب سے) اکثر گم ہوتے رہتے ہیں اور کچھ لوگ ہمیشہ ان کے پاس آ کر اترتے رہتے ہیں جن کو ان کی اونٹنیاں اور اونٹ (لوگوں کے مابین صلح کرانے یا دیت ادا کرنے کی خاطر دے دیے جاتے ہیں -

[۱] اور جابر بن حیّان کہتا ہے

فَإِنْ تَقْتَسِمْ مَالِي بَنِيَّ وَإِخْوَتِي
فَلَنْ يَقْسِمُوا خُلُقِي الْكَرِيمَ وَلَا فِعَالِي

[٦٧] اگر میرے بیٹے اور بھائی میرا مال آپس میں تقسیم کر لیں گے تو وہ میرے کریمانہ اخلاق و افعال کو آپس میں تقسیم نہ کر سکیں گے

أُهِينُ لَهُمْ مَالِي وَأَعْلَمُ أَنَّنِي
سَأُورِثُهُ الْأَحْيَاءَ سِيرَةَ مَنْ قَبْلِي

میں اپنے مہمانوں کے لیے اپنے مال کو بے وقر کر دیتا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ (اگر مہمانوں کو نہ دوں گا تو) گزشتگان کی طرح میں بھی زندہ (رشتہ داروں) کو ان کا وارث بنا دوں گا (مجھ سے قبل چل بسنے والے لوگ اپنے ہمراہ کچھ نہ لے گئے تھے)

اور عتبہ[۲] بن بُجَیر کہتا ہے

لِحَافِي لِحَافُ الضَّيْفِ وَالْبُرْدُ بُرْدُهُ
وَلَمْ يُلْهِنِي عَنْهُ غَزَالٌ مُقَنَّعُ

میرا لحاف مہمان کا لحاف ہے ، میرا گھر اس کا گھر ہے اور میری نقاب پوش ہرنی (بیوی) مجھے اس سے غافل نہیں کر سکتی

أُحَدِّثُهُ إِنَّ الْحَدِيثَ مِنَ الْقِرَى
وَتَعْلَمُ نَفْسِي أَنَّهُ سَوْفَ يَهْجَعُ

میں (کھانا کھلانے کے بعد) اس سے باتیں کرتا ہوں کیونکہ مہمان سے باتیں کرنا بھی ضیافت ہی میں شامل ہے ۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ (سفر کی تھکن کی وجہ سے) جلدی سو جائے گا

---

۱ - حماسہ : ۳۲٦ ، ۲ - حماسہ : ۳۲٦

اور مرّار[۱] فقعسی کہتا ہے

آلَيْتُ لاَ أُخْفِي إِذَا اللَّيْلُ جَنَّنِي
سَنَا النَّارِ عَنْ سَارٍ وَ لاَ مُتَنَوِّرِ

میں نے قسم کھائی ہے کہ جب رات چھا جائے گی تو میں اپنی آگ کی روشنی کو رات کے چلنے والے اور دور سے دیکھنے والے سے چھپا کے نہ رکھوں گا

فَيَا مُوقِدَيْ نَارِي ارْفَعَاهَا لَعَلَّهَا
تُضِيءُ لِسَارٍ آخِرَ اللَّيْلِ مُقْتِرِ

اے میری آگ کے جلانے والے دو ملازمو ، اس کے (سعلوں کو) اور بلند کرو تا کہ نہ کسی رات کے آخر میں جلنے والے محتاج آدمی کے لیے روشن ہو

وَ مَا ذَا عَلَيْنَا أَنْ يُوَاجِهَ نَارَنَا
كَرِيمُ الْمُحَيَّا شَاحِبُ الْمُتَحَسَّرِ

ہمارا کیا حرج ہے اگر کوئی شریف چہرے والا جس کے جسم کا رنگ بدل چکا ہو ہماری آگ کے سامنے آکر کھڑا ہو جائے

إِذَا قَالَ مَنْ أَنْتُمْ لِيَعْرِفَ أَهْلَهَا
رَفَعْتُ لَهُ بِاسْمِي وَ لَمْ أَتَنَكَّرِ

جب وہ آگ والوں کو جاننے کے لیے کہتا ہے : تم کون ہو ؟ تو میں اپنا نام بلند آواز سے کہتا ہوں - میں اجنبی نہیں بنا

---

۱ - مرّار فقعسی : مرّار سات شعرا کا نام ہے - مرّار فقعسی ، مرّار عدوی ، مرّار عجلی ، مرّار طائی ، مرّار شیبانی ، مرّار کلبی ، مرّار حرشی اور یہ مرّار مرّار بن سعید بن حبیب بن خالد بن نضلۃ الاشجع ابن حجوان بن فقعس ہے - اس کی کنیت ابو حسّان ہے - عہد اسلامی کا شاعر ہے (شرح امالی : ۲۳۱)
ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو حماسہ : ۳۲۹

فَبِتْنَا بِخَيْرٍ مِنْ كَرَامَةِ ضَيْفِنَا
وَ بِتْنَا نُلْهِيْهِ طُعْمَةً عَشْرَ مَيْسِرِ

چنانچہ، مہمان کی تعظیم میں ہم رات اچھی طرح گزار دیتے ہیں۔ رات بھر اس کے لیے کھانا تیار کرتے رہتے ہیں نیز اس کے دل بہلانے کے لیے اس کے ساتھ جوا کھیلیں

اور یزید[۱] بن الطثریہ کہتا ہے

اذا اَرْسَلُوْنِیْ عند تقدیر حاجۃٍ
اُمَارِسُ فیھَا کُنْتُ نِعْمَ المُمَارِسُ

جب میری قوم مجھے کسی ایسی حاجت کا اندازہ لگانے کے لیے بھیجے جس کے معاملے میں میں مشتاق ہوں تو میں (واقعی) عمدہ مشتاق ثابت ہوں گا

وَ نَفْعِیْ نَفْعُ المُوْسِرِیْنَ وَ اِنَّمَا
سَوَامِیْ سَوَامُ المُقْتِرِیْنَ المَفَالِسِ[۲]

میں لوگوں کے لیے مال داروں کی طرح نفع رساں ہوں حالانکہ میرے جانور مفلس اور محتاج لوگوں جیسے ہیں

[۶۸] اور عُروۃ بن الورد العبسی کہتا ہے :

أَرَی[۳] اُمَّ حَسَّانَ الغَدَاۃَ تَلُوْمُنِیْ
تُخَوِّفُنِی الاَعْدَاءَ وَالنَّفْسُ اَخْوَفُ

---

۱ - یزید بن طثریہ ۔ طثریہ اس کی والدہ بنو طثر میں سے ہے جو عنز بن وائل بن قاسط کا ایک بطن (ذیلی قبیلہ) ہے ۔ اس کی کنیت ابو المکشوح ہے اور لقب مُوَدَّق کان یُوَدِّقُ النساء میں جمالہ ۔ یہ عہد اسلامی کا شاعر ہے (شرح امالی : ۱۰۳) ۔ ان اشعار کے لیے دیکھیں ، حماسہ : ۳۳۰ ۔

۲ - ان دونوں شعروں میں اقواء ہے کیونکہ پہلے شعر میں الممارس پڑھا ہے اور اس میں المفالس ۔

۳ - حماسہ : ۳۲۹

میں آج صبح دیکھ رہا ہوں کہ اُمّ حسان مجھے ملامت کر رہی ہے ، مجھے دشمنوں سے ڈرا رہی ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کا نفس ڈر کو بہت قبول کرتا ہے

لَعَلَّ الَّذِی خَوَّفْتِنَا مِنْ أَمَامِنَا
یُصَادِفُهُ فِی أَهْلِهِ الْمُتَخَلِّفُ

ہو سکتا ہے کہ جس آگے آنے والی موت سے تو مجھے ڈرا رہی ہے اسے گھر میں پیچھے رہ جانے والا گھر ہی میں پا لے

إِذَا قُلْتُ قَدْ جَاءَ الغِنٰی حَالَ دُوْنَهُ
أَبُو صِبْیَةٍ یَشْکُو مَفَاقِرَ أَعْجَفُ

جب میں کہتا ہوں : مال آ گیا تو اس کے درمیان بچوں کا وہ باپ حائل ہو جاتا ہے جو لاغر اور محتاجی کا شاکی ہوتا ہے

لَهُ خَلَّةٌ لَا یَدْخُلُ الحَقُّ دُوْنَهَا
کَرِیْمٌ اَصَابَتْهُ حَوَادِثُ تَجْرُفُ

اس کی ضرورت اتنی شدید ہے کہ (دوسرے لوگوں کے) واجبی حقوق درمیان میں حائل نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایک شریف انسان ہے جسے حوادث نے تباہ کر رکھا ہے

اور اقرع[1] بن معاذ کہتا ہے :

---

۱ - اقرع بن معاذ : ایک قول کے مطابق یہ نام مجنوں کا ہے کیونکہ اس کے نام میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے - چنانچہ اسے بعض قیس بن معاذ اور بعض قیس بن الملوّح کہتے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ ملوّح اور معاذ ایک ہی شخص کے نام ہیں - ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ مجنوں کا نام البختری بن الجعد ہے - ابو العالیہ کہتا ہے کہ اس کا نام اقرع ہے - ابو الفرج کہتا ہے کہ درست نام قیس بن مر بن قیس ہے - اصمعی کہتا ہے کہ دو شخصوں کو دنیا میں نام کے بغیر پہچانا نہیں گیا مجنوں بنی عامر اور ابن الفریہ - متعدد لوگوں نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے اسے دیکھا ہے اور اس سے بات بھی کی ہے - نوفل بن مساحق نے بھی اسے وحشت کی حالت میں دیکھا اور اس سے شعر سنانے کو فرمائش کی ہے (شرح امالی : ۳۵۰)

إنَّ لَنَا صِرْمَةً تُلْفَى مُخَيَّسَةً
فِيهَا مَعَادٌ وَ فِي أَرْبَابِهَا كَرَمُ

ہمارے اونٹوں کا ایک گلہ جسے (ذبح کرنے کے لیے یا لوگوں کو عطا کرنے کی غرض سے) چراگاہ میں نہیں بھیجا جاتا ہم اس گلے کی طرف (سوالیوں کو دینے کے لیے) بار بار رجوع کرتے ہیں ۔ اس کے مالک سخی ہیں

تُسَلِّفُ الجَارَ شِرْبًا وَهْيَ حَائِمَةٌ
وَ لَا يَبِيتُ عَلَى أَعْنَاقِهَا قَسَمُ

باوجود اس کے کہ یہ خود پیاسی ہوتی ہیں اپنا دودھ پڑوسی کو (پینے کے لیے) پیش کر دیتی ہیں ۔ ان کی جانوں کی قسم بھی نہیں کھائی جاتی (ہم کبھی یہ قسم نہیں کھاتے کہ ان اونٹوں کو ذبح نہ کریں گے)

وَ لَا تُسَفِّهُ عِنْدَ الحَوْضِ عَطْشَتُهَا
أَحْلَامَنَا وَ شَرِيبُ السَّوْءِ يَحْتَدِمُ

اور ان کی پیاس حوض کے پاس آ کر ہماری عقلوں کو بیوقوف قرار نہیں دیتی درآنحالیکہ ہر پانی پلانے والا برا ساتھی غصے سے لال پیلا ہو رہا ہو (ہماری روا داری ہماری ضرورت کے احساس کو بے قابو نہیں ہونے دیتی)

یزید بن الجہم ہلالی کہتا ہے :
بعض کے نزدیک یہ اشعار حمید بن ثور کے ہیں

لَقَدْ أَمَرَتْ بِالبُخْلِ أُمُّ مُحَمَّدٍ
فَقُلْتُ لَهَا حُثِّي عَلَى البُخْلِ أَحْمَدَا

ام محمد نے مجھے بخل اختیار کرنے کا حکم دیا تو میں نے اس سے کہا کہ بخل کرنے کا حکم احمد کو دو [1]

---

۱ ۔ ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو حماسہ : ۳۳۰

فَانِّي امْرُؤٌ عَوَّدْتُ نَفْسِي عَادَةً
وَ كُلُّ امْرِئٍ جَارٍ عَلَى مَا تَعَوَّدَا

کیونکہ میں تو ایسا انسان ہوں جس نے اپنے آپ کو ایک عادت ڈال رکھی ہے - ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی عادت کے مطابق چلتا ہے

أَحِينَ بَدَا فِي الرَّأْسِ شَيْبٌ و أَقْبَلَتْ
إِلَيَّ بَنُو عَيْلَانَ مَثْنَى وَ مَوْحَدَا

کیا اب جب میرے سر میں سفید بال ظاہر ہوگئے ہیں اور بنو عیلان اِکے دُکے میری طرف آنے لگے ہیں

رَجَوْتِ سِقَاطِي وَ اعْتِلَالِي و نَبْوَتِي
وَ رَاءَ كِبِ عَنِّي طَالِقًا وَ ارْحَلِي غَدَا

تُو یہ اُمید رکھتی ہے کہ میں لغزش کھا جاؤں گا ، بہانے بناؤں گا اور بد خلقی اختیار کروں گا - دور ہو جا تجھے طلاق ہے اور کل صبح یہاں سے کوچ کر جا (عمر بھر کی عادت کو اب بڑھاپے میں کیوں بدل دوں)

ایک اور شاعر کہتا ہے :

إِنِّي وَإِنْ لَمْ يَنَلْ مَالِي مَدَى خُلُقِي
فَيَّاضُ مَا مَلَكَتْ كَفَّايَ مِنْ مَالِ

[۶۹] میں وہ سب مال لوگوں کو دے دیا کرتا ہوں جو میرے قبضے میں ہو اگرچہ میرا مال میری فیاضانہ ذوق و شوق کی حد کو نہیں پہنچ سکتا

لَا أَحْبِسُ الْمَالَ إِلَّا رَيْثَ أُتْلِفُهُ
وَ لَا تُغَيِّرُنِي حَالٌ إِلَى حَالِ

---

۲ - حماسہ : ۳۳۱

میں اپنے لیے اپنے پاس صرف اسی قدر مال روک رکھتا ہوں جس قدر خرچ کر سکوں ۔ میری طبیعت کو ایک حالت دوسری حالت میں تبدیل نہیں کر سکتی

اور سوادة الیر بوعی[۱] کہتا ہے

أَلاَ بَكَرَتْ مَيٌّ عَلَيَّ تَلُومُنِي
تَقُولُ أَلاَ أَهْلَكْتَ مَنْ أَنْتَ عَائِلُهُ

اے مخاطب میری بیوی میّہ صبح ہوتے ہی ملامت کرنے کو آ گئی وہ کہتی تھی کہ تو نے اپنے اہل و عیال کو جن کا تو کفیل ہے تباہ کر دیا ہے

ذَرِينِي فَإِنَّ الْبُخْلَ لاَ يُخْلِدُ الْفَتَى
وَلاَ يُهْلِكُ الْمَعْرُوفُ مَنْ هُوَ فَاعِلُهُ

(میں نے کہا) مجھے اسی طرح رہنے دے کیونکہ نہ بخل انسان کو ہمیشہ کی زندگی عطا کر سکتا ہے اور نہ ہی احسان ، احسان کرنے والے کو ہلاک کر دیتا ہے

مقنّع الکندی[۲] کہتا ہے

نَزَلَ الْمَشِيبُ فَأَيْنَ تَذْهَبُ بَعْدَهُ
وَقَدِ ارْعَوَيْتَ وَحَانَ مِنْكَ رَحِيلُ

---

۱ - حماسہ : ۳۳۱

۲ - مقنع : مقنع اس کا لقب ہے ۔ اس کا نام محمد بن عمیرہ ہے ۔ بعض لوگ ابن عمیر بن ابی شمر بن فرعان کہتے ہیں ۔ کندی اور اسلامی شاعر ہے ۔ ہیثم بن عدی کہتا ہے کہ مقنع نہایت ہی خوب صورت تھا ۔ جب چہرہ کو کھولتا تو اسے نظر بد لگ جاتی اور اور یہ بیمار پڑ جاتا اور اسے تکلیف ہوتی لہٰذا یہ ہمیشہ گھونگٹ نکال کر چلتا (شرح امالی : ۶۱۰) ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو حماسہ : ۳۳۲

(تجھ پر) بڑھاپا نازل ہو گیا ہے تو اس کے بعد جانے کا کہاں ؟
تو راہِ حق سے دور ہٹ گیا ہے حالانکہ تیرے کوچ کا وقت آ گیا ہے

كَانَ الشَّبَابُ خَفِيفَةً أَيَّامُهُ
وَالشَّيْبُ مَحْمِلُهُ عَلَيَّ ثَقِيلُ

جوانی کے ایام ہلکے پھلکے تھے ، بڑھاپا تو میرے لیے بہت ہی گراں بار ہے

لَيْسَ العَطَاءُ مِنَ الفُضُولِ سَمَاحَةً
حَتَّى تَجُودَ وَمَا لَدَيْكَ قَلِيلُ

ضرورت سے زائد مال میں سے سخاوت کرنا کوئی سخاوت نہیں ۔ بات جب بنتی ہے کہ تیرے پاس مال کم ہو اور تو سخاوت کرتا رہے

یہ اور اسی قسم کے دیگر اشعار میں یہی روش اختیار کی گئی ہے ۔ ان سب سے اس بات کا پتا چل جاتا ہے کہ عربوں کے یہاں صفاتِ محمودہ میں سے کون کون سی صفات تھیں جنھیں حاصل کرنے کے وہ بہت مشتاق تھے ۔ نیز ان اشعار سے سخاوت اور احسان کا بھی پتا چل جاتا ہے جو عربوں میں رواج پزیر تھا ۔ متقدمین اہل لغت و ادب میں سے کسی نے عربوں کے سخاوں کے واقعات اور اس سلسلے کے نوادر اور عجیب و غریب قصے اور منتخب اشعار پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے ۔ جو اشعار میں نے نقل کیے ہیں یہ وہ ہیں جن کی روایت ابوتمام نے حماسہ میں کی ہے ۔ اسی لیے میں نے ان کی تشریح کرنے کی طرف توجہ نہیں دی کیونکہ اس کتاب کی بہت سی شرحیں پائی جاتی ہیں ۔ لہٰذا اگر کسی کو کوئی اِشکال پیش آ جائے تو اسے ان شروح کی طرف رجوع کرنا چاہیے ۔

جو بات عربوں کی سخاوت پر مزید دلالت کرتی ہے یہ ہے کہ ان کی آگوں میں سے ایک آگ کو نَارُالقِرَی (ضیافت کی آگ) کہا

جاتا تھا یعنی مہمان نوازی کی آگ جو مہمانوں کو منزل کی راہ بتانے کے لیے جلائی جاتی تھی [۔۷] وہ اس آگ کو بلند مقامات پر جلا دیا کرتے تھے تاکہ وہ خوب مشہور ہو جائے۔ کبھی یوں بھی ہوتا تھا کہ وہ اسے تر مندل سے جلاتے تھے اور مندل ایک قسم کا عطر ہے جو مندل کی طرف منسوب ہے اور مندل ہندوستان کے ایک شہر کا نام ہے یا اسی قسم کی کسی اور چیز سے جلاتے تھے جسے دھونی کے بطور استعمال کیا جاتا ہے تاکہ اندھے بھی راستہ پا سکیں۔ یہ آگ دیگر تمام آگوں کے مقابلے میں زیادہ بزرگ سمجھی جاتی تھی۔ ان سب کا مفصل ذکر عنقریب آئے گا ان شاءاللہ تعالی۔ شعرا ان آگوں کا ذکر ہمیشہ کرتے رہے ہیں۔

۱ابوزیادالاعرابی الکلابی ایک سخی عرب کی تعریف میں کہتا ہے:

۲لَهُ نَارٌ تُشَبُّ عَلَى يَفَاعٍ
اِذَا النِّيرَانُ اُلبِسَنَ القِنَاعَا

جب لوگوں کی آگوں کو سرپوش ڈال کر بجھا دیا گیا ہو (سخت قحط سالی کی وجہ سے) تو اس وقت بھی اس کی آگ بلند ٹیلوں پر جلتی رہتی ہے

وَلَمْ يَكُ اَكثَرُ الفِتيَانِ مَالاً
وَلَكِنْ كَانَ اَرْحَبَهُمْ ذِرَاعاً

اگرچہ یہ شخص دیگر جوانمردوں کے مقابلے میں زیادہ مالدار نہیں ہے تاہم (اس کی سخاوت کا) ہاتھ ان کے مقابلے میں زیادہ فراخ ہے۔

ایک اور شاعر کہتا ہے

اِنِّي اِذَا خَفِيَتْ نَارٌ لِمُرْمِلَةٍ
اُلْفِي بِاَرْفَعِ تَلٍّ رَافِعاً نَارِي

---

۱ - ابو زیادالاعرابی عہد اسلامی کا شاعر ہے

۲ - حماسہ: ۳۰۲

جب اس جماعت کی آگ پوشیدہ ہو جائے جن کا زاد راہ ختم ہو چکا ہو تو تم مجھ کو بلند ترین ٹیلے پر آگ کے شعلے بلند کرتے ہوئے پاؤ گے

ذَاكَ وَإِنِّيْ عَلَى جَارِيْ لَذُوْ حَدَبٍ
اَحْنُوْ عَلَيْهِ كَمَا يُحْنٰى عَلَى الْجَارِ

وجہ اس کی یہ ہے کہ میں اپنے پڑوسی پر مہربانی روا رکھتا ہوں اور اس کا پورا پورا خیال رکھتا ہوں، اسی طرح جس طرح ایک ہمسائے کا حق ہوتا ہے

نیز یہ کہ عرب بوجوہ کتے پال رکھا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کتے بھونک کر مہمانوں کو راستہ بتا دیتے تھے۔ اس بنا پر وہ کتوں کی تعریف کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شاعر اپنے کتے کے متعلق کہتا ہے

اُوْصِيْكَ خَيْرًا بِهٖ فَاِنَّ لَهٗ
خَلَائِقًا لَا اَزَالُ اَحْمَدُهَا

میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ تو اس کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا کیونکہ اس میں کچھ ایسے اخلاق پائے جاتے ہیں جن کی میں ہمیشہ تعریف کرتا رہا ہوں

يَدُلُّ ضَيْفِيْ عَلَيَّ فِيْ غَسَقِ اللَّيْلِ إِذَا النَّارُ نَامَ مُوْقِدُهَا

جب میری آگ کا جلانے والا سو جاتا ہے تو یہ کتا رات کی تاریکی میں میرے مہمان کی میری طرف راہنمائی کرتا ہے

عربوں کے جؤا کھیلنے کا باعث بھی ان کی سخاوت اور ان کی طبعِ کریمانہ تھی کیونکہ عربوں کے مالدار اور سخی لوگ سخت سردی اور مصیبت کے زمانے میں جؤا کھیلا کرتے تھے۔ یہ جؤا تیروں کے ساتھ کھیلا جاتا تھا جن کی تعداد دس ہوتی۔ داؤ ایک اونٹنی ہوتی جس کے اٹھائیس (١ + ٢ + ٣ + ٤ + ٥ + ٦ + ٧ = ٢٨) حصے کر دیے جاتے تھے۔ جب ہم ان کے اُن اعمال کا ذکر کریں گے جن کو اسلام نے جڑ سے اکھاڑ

کر پھینک دیا تھا تو انشاءاللہ ہم بتائیں گے کہ یہ جؤا کس طرح کھیلا جاتا تھا ۔ جب کوئی شخص بازی جیت لیتا تھا تو وہ داؤ کی اونٹنی کے اجزا کو حاجتمندوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا تھا (اس سے قحط سالی میں) لوگوں کی حالت سدھر جاتی اور زندگی فنا ہونے سے بچ جاتی ۔

عرب تیروں کے لیے (جؤا کھیلنے) کی تعریف کیا کرتے تھے۔ جو شخص جؤا نہ کھیلتا اسے برا کہتے اور اس کا نام بَرَم رکھتے (گویا ان کے نزدیک جؤا کھیلنے پر آمادہ نہ ہو سکنا بخل کی علامت اور دولت پرستی کی نشانی تھی)

[۱۷] مُتَمّم[۱] بن نُوَیْرَہ اپنے بھائی مالک کے مرثیے میں کہتا ہے

وَلاَ بَرَماً تُهدِی النِّسَاءُ لِعِرْسِهِ
اِذَا القِشْعُ مِنْ بَرْدِ الشِّتَاءِ تَقَعْقَعَا

(میرا) یہ بھائی بَرَم نہ تھا کہ جب سرما کی سردی کی وجہ سے سوکھی کھال آواز دینے لگے (یعنی سخت قحط سالی ہو) تو عورتیں اس کی بیوی کی طرف تحفے بھیجیں

عرندس[۲] نے یہ شعر عربوں کے کسی قبیلے کے متعلق کہے تھے

هَیِّنُونَ لَیِّنُونَ اَیْسَارٌ ذَوُو کَرَمٍ
سُوَّاسُ مَکْرُمَةٍ اَبْنَاءُ اَیْسَارِ

۱ ۔ مُتَمّم بن نویرہ بن جمرہ بنی یربوع بن حنظلہ میں سے تھا ۔ جاہلی اور اسلامی شاعر ہے ۔ اس کی کنیت ابو نہشل تھی ۔ یہ ابن درید کا قول ہے ۔ کلبی نے اس کی کنیت ابو تمیم بتائی ہے اور ابوالفرج نے ابونہشل ۔ اس کے بیشتر قصائد اپنے بھائی مالک کے متعلق ہیں ۔

۲ ۔ عرندس کلابی کسی غنوی کی مدح میں کہتا ہے : حماسہ : ۳۰۲ ان اشعار پر مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو شرح امالی : ۵۳۶

یہ لوگ نرم مزاج ، نیک خو ، سخی ، صاحبِ کرم ، خوش اخلاق منتظم اور سخیوں کے بیٹے ہیں

إنْ يُسْأَلُوا الحَقَّ يُعطُوهُ وَ إنْ خُبِرُوا
فِي الجَهْدِ أُدْرِكَ مِنْهُمْ طِيْبُ أَخْبَارِ

اگر ان سے حقوقِ مہمان نوازی وغیرہ کی درخواست کی جائے تو یہ لوگ ان حقوق کو ادا کر دیں گے - اگر انھیں سختی اور شدت کے زمانے میں آزمایا جائے تو ان سے عمدہ خبریں حاصل ہوں گی (قحط کے دور میں ان کے اعلیٰ اوصاف اور بھی زیادہ اُجاگر ہوں گے)

وَ إنْ تَوَدَّدْتَهُمْ لاَنُوْا وَ إنْ شُهِمُوْا
كَشَفْتَ أَذْمَارَ شَرٍّ غَيْرِ أَشْرَارِ

اور اگر تو اُن سے دوستی کا مطالبہ کرے تو یہ نرم ہو جائیں گے - اگر انھیں خطرے سے دو چار کیا جائے تو یہ بہادرانِ جنگ ثابت ہوں گے ، تم انھیں شریر نہ پاؤ گے

فِيْهِمْ وَ مِنْهُمْ يُعَدُّ المَجْدُ مُتَّلِدًا
وَ لاَ يُعَدُّ نَثَا خِزْيٍ وَ لاَ عَارِ

شرف و مجد قدیم ان ہی (کی عادات) میں شمار کی جاتی ہے - رسوائی اور عار کی کوئی بات ان (کے خصائل) میں شمار نہیں کی جاتی

لاَ يَنْطِقُوْنَ عَنِ الفَحْشَاءِ إنْ نَطَقُوا
وَ لاَ يُمَارُوْنَ إنْ مَارَوْا بِإكْثَارِ

جب بولتے ہیں تو واہیات نہیں بکتے اور اگر جھگڑا کرتے ہیں تو فضول باتوں پر نہیں جھگڑ پڑتے

مَنْ تَلْقَ مِنْهُمْ تَقُلْ لاَقَيْتُ سَيِّدَهُمْ
مِثْلَ النُّجُوْمِ الَّتِي يَسْرِي بِهَا السَّارِي

اِن میں سے جس سے بھی تمہاری ملاقات ہوگی وہ یہی کہے گا کہ میں ان کا سردار سے ملا ہوں ۔ یہ لوگ تو ایسے ستاروں کی طرح (تابندہ) ہیں جن کی روشنی میں رات کا سفر کرنے والا چلتا ہے

لبید[۱] بن مالک اپنے معلّقہ میں کہتا ہے :

وَ جَزُوْرِ اَیْسَارٍ دَعَوْتُ لِحَتْفِهَا
بِمَغَالِقٍ مُتَشَابِهٍ أَجْسَامُهَا

بہت سی اُونٹنیاں اور اُونٹ جوئے بازوں کے لائق تھیں ، میں نے ان کو ذبح کرنے کے لیے جوئے بازوں کو بلایا جن کے پاس ایسے تیر تھے جو باہم مشابہ تھے (تیر ایک جیسے تھے ۔ تاکہ شناخت نہ ہو اور قرعہ نے رعایت عمل میں آئے)

اَدْعُوْ بِهِنَّ لِعَاقِرٍ اَوْ مُطْفِلٍ
بُذِلَتْ لِجِيْرَانِ الجَمِيعِ لِحَامُهَا

میں ان تیروں کے ساتھ کسی بانجھ یا بچے والی اُونٹنی کو (ذبح کرنے) کے لیے بلاتا ہوں جن کا گوشت قبیلے کے پڑوسیوں میں خرچ کر دیا جاتا ہے

فَالضَّيْفُ وَ الجَارُ الجَنِيْبُ كَاَنَّمَا
هَبَطَا تَبَالَةَ مُخْصِبًا أَهْضَامُهَا

لہٰذا مہمان اور قریب کا پڑوسی اس طرح مسرور ہو جاتے ہیں گویا وہ تبالہ کی سرسبز و شاداب وادی میں اُتر پڑے ہوں

[۷۲] تَأْوِی إِلَى الأَطْنَابِ كُلُّ رَذِيَّةٍ
مِثْلُ البَلِيَّةِ قَالِصٍ أَهْدَامُهَا

۱ - اصل کتاب میں اسی طرح لبید بن مالک ہی دیا ہے مگر درست لبید بن ربیعہ بن عامر بن مالک ہے ۔

ہمارے خیمے کے پاس آ کر ہر وہ عورت پناہ لیتی ہے جس کے بوسیدہ کپڑے سکڑے سمٹے ہوں اور جس کی حالت بلیہ[۱] اونٹنی کی سی ہو رہی ہو

وَ يُكَلِّلُوْنَ إِذَا الرِّيَاحُ تَنَاوَحَتْ
خُلُجًا تُمَدُّ شَوَارِعًا أَيْتَامُهَا

جب (قحط سالی کی) بالمقابل ہوائیں چلتی ہیں تو یہ لوگ بڑے بڑے پیالوں کو گوشت سے بھر دیتے ہیں جن کے ختم ہونے پر اور گوشت ڈال دیا جاتا ہے - قبیلے کے جملہ یتیم ان میں آن گھستے ہیں

اس سلسلے میں بہت سے اشعار کہے گئے ہیں :

مزید برآں سخاوت صرف یہی نہیں ہے کہ مال خرچ کر دیا جائے یہ تو درحقیقت انسان کی ایک (طبعی) کیفیت ہوتی ہے جو اسے اپنا اندوختہ خرچ کرنے پر مجبور کرتی ہے ،خواہ درحقیقت مال خرچ ہو یا نہ ہو - سخاوت کی ضد شُح ہے - اندوختہ کو خرچ کرنے کو جُود کہتے ہیں اور اس کی ضد بخل ہے - ان الفاظ کے اصل معنی یہی ہیں اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے - اس فرق کا پتا تجھے یوں چلے گا کہ عربوں نے سخاء اور شُح سے اسم فاعل جو بنایا ہے وہ طبعی اور فطری افعال کے اسم فاعل کی طرح بنایا ہے چنانچہ فَعِیل کے وزن پر شَحِیحٌ اور سَخِيٌّ کہتے ہیں اور اس کے برخلاف جود اور بخل سے جَوادٌ اور بَاخِلٌ کہتے ہیں - اب اگر کوئی یہ کہے کہ بخیل بر وزن فعیل آیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مبالغے کی غرض سے اسے اپنے اصل وزن سے ہٹا کر فعیل کے

---

۱ - بَلِيَّة وہ اونٹنی جسے مالک کے مرنے پر اس کی قبر کے قریب گڑھے میں ڈال دیا جاتا تھا اور تھوڑا سا چارا بھی رکھ دیا جاتا تھا - چارا ختم ہو جانے کے بعد وہ اونٹنی بھوک اور پیاس کی وجہ سے سخت مصیبت کی حالت میں مر جاتی -

وزن پر بولا گیا ہے جس طرح عرب رّاحیمؒ اور رَحویشمؒ کہتے ہیں ۔

چونکہ سخاوت ایک طبعی چیز ہے اس لیے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت میں استعمال نہیں ہوتا (لہذا اللہ تعالیٰ کو "سخی" نہیں کہیں گے جوّادؒ کہیں گے) ۔

**زمانۂ جاہلیت کے عربوں میں جو لوگ جود و سخا میں مشہور ہوئے اور ان کی سخاوت ضرب المثل بن گئی ان میں سے ایک**

## حاتم الطائی

ہے ۔ چنانچہ عربوں کے ہاں مثل ہے : أجودُ مِن حاتِم ۔ اس سے ان کی مراد حاتم بن عبداللہ بن سعد بن الحشرج بن امرؤ القیس بن عدی بن أحزم الطائی سے ہے جو مشہور سخی اور جاہلیت کے شعرا میں سے تھا ۔ اس کی کنیت ابو عدی اور ابو سَفّانہ (سین پر زبر اور فاء پر تشدید ہے) تھی ، اس کے بیٹے حضرت عدی نے اسلام کا زمانہ پایا اور وہ ایمان لائے ۔

امام احمد[۱] نے اپنی مسند میں حاتم کے بیٹے عدی سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے کہا : یا رسول اللہ ! میرا باپ صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور فلاں فلاں کام کیا کرتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تیرے باپ نے ایک بات چاہی اور اسے حاصل کر لیا ۔ آپ کی مراد شہرت سے تھی

سَفّانہ حاتم کی بیٹی تھی ۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گرفتار کر کے لایا گیا تو اس نے کہا ، "میرا والد مر گیا ہے ۔ مددگار غائب ہوگئے ہیں ۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے رہا کر دیں اور قبائل عرب کو میری مصیبت [۷۳] پر خوش نہ ہونے دیں

---

۱ ۔ احمد سے مراد امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ ہیں ۔

کیونکہ میرا باپ اپنی قوم کا سردار تھا ، قیدیوں کو چھڑایا کرتا تھا ۔ جن امور کی حفاظت اس کے ذمے ہوتی ان کی حفاظت کیا کرتا تھا ۔ مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کیا کرتا تھا ، کھانا کھلایا کرتا تھا ۔ امن و سلامتی کو رواج عام دیتا تھا ۔ کوئی حاجت مند ایسا نہ ہوگا کہ وہ حاجت روائی کا خواہاں ہو کر اس کے پاس آیا ہو اور اس نے اس کی حاجت روائی نہ کی ہو ۔ میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں" ۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، " لڑکی یہ تو مؤمن کی صفات ہیں ۔ اگر تمھارا باپ عہد اسلامی میں ہوتا تو ہم اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے" (پھر حکم دیا کہ) اسے رہا کر دیا جائے کیونکہ اس کا باپ مکارم اخلاق سے محبت رکھتا تھا ۔

ابن الاعرابی کہتے ہیں : حاتم زمانۂ جاہلیت کے شعرا میں سے تھا ، سخی تھا ، اس کی سخاوت اس کے شعروں کے ساتھ پوری مطابقت رکھتی ہے۔ اس کا فعل اس کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ جہاں کہیں بھی اُترتا اس کی فرودگاہ لوگوں میں معروف ہوتی ۔ ہمیشہ ظفریاب[۱] رہا ۔ جب بھی لڑا غالب آیا ، جب بھی غنیمت کا مال حاصل کیا تو لُٹا دیا۔ جب بھی وہ تیروں[۲] سے جؤا کھیلا تو جیت گیا اور جب مسابقت کی تو آگے نکل گیا ۔ جب کسی کو گرفتار کیا تو رہا کر دیا ۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ کسی ماں کے اکلوتے بیٹے کو ہرگز قتل نہ کرے گا ۔ رجب کا چاند دیکھنے کے بعد ہر روز دس اُونٹ ذبح کیا کرتا اور لوگوں کو کھلا دیتا ، چنانچہ لوگ اس کے پاس آ کر جمع ہو جاتے تھے ۔

---

۱ ۔ شرح امالی میں مظفراً کی بجائے ظَفِراً دیا ہے (شرح امالی : ۶۰۶)۔
۲ ۔ بلوغ الارب میں یہ الفاظ دیے ہیں و اذا ضرب بالقداح فاز و اذا سابَق سَبَقَ اور شرح امالی میں صرف و اذا قامَرَ سَبَقَ دیا ہے مگر شرح امالی کی یہ مطبوعہ عبارت درست نہیں ۔ میمنی صاحب اس کی تصحیح سے قاصر رہے ہیں ۔ قامَرَ اور سبق کے الفاظ میں مناسبت نہیں ہے ۔

سب سے پہلی بار اس کی سخاوت کا ظہور یوں ہؤا کہ یہ ابھی چھوکرا ہی تھا کہ اس کا باپ اسے اونٹوں میں چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کے پاس شعرا کی ایک جماعت آئی جن میں عَبِیْد بن اَبْرَص، بشر بن ابی حَازِم اور نابغہ ذبیانی تھے۔ یہ لوگ نعمان بن المنذر کے یہاں جا رہے تھے۔ انھوں نے اس سے کھانا مانگا۔ حاتم انھیں جانتا نہ تھا۔ اس نے جواب دیا، ”تم اونٹوں کو دیکھ کر ضیافت کی درخواست کر رہے ہو، اتر آؤ“۔ وہ اتر آئے۔ اس نے ہر ایک کے لیے ایک ایک اونٹ ذبح کیا پھر ان کے نام دریافت کیے۔ انھوں نے اپنے نام بتلا دیے اور اس نے وہ اونٹ اور بھیڑ بکریاں انھی میں تقسیم کر دیں۔ جب باپ نے آ کر پوچھا کہ تم نے کیا کیا تو جواب دیا، ”جس طرح کبوتر کی گردن کا طوق دائمی ہے اسی طرح میں نے ابدی بزرگی کا ہار تمھارے گلے میں ڈال دیا ہے“۔ پھر سارا قصہ سنا دیا۔ یہ سن کر باپ نے کہا، ”میں آئندہ کبھی بھی تمھارے ساتھ نہ رہوں گا اور نہ تمھیں اپنے گھر میں رکھوں گا“۔ حاتم نے کہا، ”کچھ پروا نہیں“۔

حاتم کا ایک واقعہ یہ ہے کہ وہ کسی کام کے لیے محرم کے مہینے میں کسی طرف کو روانہ ہؤا۔ جب قبیلہ عَنَزَہ کے علاقے میں پہنچا تو ان کے ایک قیدی نے اسے پکار کر کہا، ”اے ابو سفانہ مجھے باندھنے کی رسیوں اور جوؤں[1] نے کھا لیا ہے“۔ حاتم نے کہا، ”تمھارا خانہ خراب میں تو اپنی قوم کے علاقے میں نہیں ہوں۔ اس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ تو نے میرے نام کی تشہیر کر کے میرے ساتھ زیادتی کی ہے مگر اب میں تمھیں چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتا“۔ اس کے بعد اس نے قبیلہ عَنَزَہ والوں سے بھاؤ کر کے اسے خریدا اور رہا کر دیا اور پھر

---

۱ - اس زمانے میں قیدی کی گردن میں تازہ ذبح کیے ہوئے جانور کی کھال کا طوق بنا کر ڈال دیتے تھے۔ جب وہ سوکھ جاتا تو سخت تکلیف دیتا۔ نیز کچی کھال ہونے کی وجہ سے اس میں جوئیں اور کیڑے پڑ جاتے تھے۔

خود اس کی جگہ قید میں رہا ۔ تاآنکہ اُس کا فدیہ لایا گیا جو اس نے عَنَزَہ والوں کو ادا کیا (اور رہائی پائی) ۔

حاتم کا ایک واقعہ یہ ہے جو اس کی بیوی ماویہ نے بیان کیا ہے وہ کہتی ہے کہ سخت قحط سالی کا دور تھا [۴۷] اُونٹ[۱] اور مویشی تباہ ہوگئے ، ہم نے ایک رات سخت ترین بھوک کی حالت میں گزاری ۔ حاتم نے عدی کو سنبھالا اور میں نے سفّانہ کو ۔ ان کو دلاسا دیتے رہے تاآنکہ وہ سو گئے ۔ اس کے بعد حاتم باتیں کر کر کے میرا جی بہلانے لگا تاکہ میں بھی سو جاؤں ۔ مجھے اس کی تکلیف پر رحم آ گیا ۔ میں نے بات کرنی بند کر دی تاکہ وہ سمجھے میں سو گئی ہوں تو وہ بھی سو جائے ، چنانچہ اس نے کئی بار کہا ، ”کیا تو سو گئی ہے“۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا ۔ وہ بھی چپ ہوگیا ۔ اس نے خیمے کے پیچھے کی طرف جو دیکھا تو کسی چیز کو آگے کی طرف آتے ہوئے پایا ۔ سر اُونچا کر کے دیکھا تو وہ ایک عورت تھی جو کہہ رہی تھی ”اے ابو سفانہ ! میں تمھارے پاس بھوکے بچوں کے پاس سے آئی ہوں“ ۔ حاتم نے کہا ، ”اپنے بچوں کو لے آ ۔ اللہ کی قسم میں ضرور ان کے پیٹ بھروں گا“ ۔ (حاتم کی بیوی) کہتی ہے کہ میں جلدی سے اُٹھی اور کہا ، ”حاتم ! تو کس چیز کے ساتھ ان کا پیٹ بھرے گا ۔ اللہ کی قسم تمھارے اپنے بچے تو صرف دلاسے کے سہارے خالی پیٹ سو گئے ہیں“۔ حاتم اُٹھا ۔ اس نے اپنے گھوڑے کو ذبح کیا ، پھر آگ جلائی ایک چھری اُٹھا کر اس عورت کو دی اور کہا ، ”بھونتی جاؤ خود بھی کھاؤ اور اپنے بچوں کو بھی کھلاؤ“ ۔ پھر مجھ سے کہا ، ”تم بھی بچوں کو جگاؤ“۔ میں نے انھیں جگا دیا ۔ پھر کہنے لگا ، ”اللہ کی قسم یہ تو کمینہ پن ہے کہ تم تو گوشت کھاؤ اور ڈیرے والے جن کا حال تم جیسا ہے (نہ کھائیں) پھر ڈیرے کے ایک ایک گھر گیا اور کہا کہ آگ کی طرف چلے آؤ چنانچہ سب نے اکٹھے ہو کر کھایا مگر وہ خود کمبل اوڑھ کر ایک

---

۱ ۔ خُف اُونٹ کا پاؤں اور ظِلف گائے ، ہرن وغیرہ جانوروں کے پاؤں کو کہتے ہیں ۔ لہٰذا اُونٹ اور مویشی مراد لیے گئے ۔

طرف بیٹھا رہا تاآنکہ زمین پر گھوڑے کے گوشت میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا ، مراد یہ کہ خود حاتم نے کچھ بھی نہ چکھا ۔

فاضل شہاب الدین[1] نے عقد میں یہ قصہ کسی اور طرح بیان کیا ہے ۔ وہاں سے دیکھ لیں ۔ جو بیان ہم نے دیا ہے وہ میدانی[2] کی اس روایت کے مطابق ہے جو اس نے مجمع الامثال میں نقل کی ہے ۔

حاتم کی سخاوت کے واقعات بہت ہیں اور مشہور ہیں ۔ حاتم نے مرنے کے بعد جو ضیافت کی تھی اب ہم اس کا ذکر کرتے ہیں ، وہ عجیب و غریب واقعہ ہے ۔

حضرت ابوہریرہ کا مولیٰ محرز بیان کرتا ہے کہ عبدالقیس میں سے کچھ لوگوں کا گزر حاتم کی قبر کے پاس سے ہوا ، انھوں نے قبر کے قریب ہی ڈیرہ ڈال دیا ، ان میں سے ایک شخص نے جس کا نام ابوالخیبری تھا اٹھ کر حاتم کی قبر کو لاٹھی سے مارنا شروع کیا اور ساتھ ساتھ یہ کہنے لگا : (اے حاتم) ہماری ضیافت کرو ۔ ان میں سے ایک نے کہا ، " ارے کمبخت تو خواہ مخواہ ایک مرے ہوئے انسان کے کیوں پیچھے پڑ گیا ہے" ۔ اس نے کہا ، " قبیلہ طی کا خیال ہے کہ جو شخص بھی حاتم کی قبر پر آ کر اترتا ہے حاتم اس کی ضیافت کرتا ہے" ۔ اس کے بعد رات جھا گئی اور وہ سو گئے ۔ ابوالخیبری گھبرا کر اٹھا اور وہ کہتا رہا تھا ، " ہائے میری سواری " ۔ ساتھیوں نے پوچھا ، " کیا بات ہے ؟ " ۔ اس

---

۱ ۔ شہاب الدین احمد بن محمد بن عبداللہ مصنف العقد الفرید ۳۲۷ھ میں اکاسی سال عمر میں مرا ۔

۲ ۔ ابوالفضل احمد بن محمد المیدانی النیسا بوری ۔ واحدی مفسر اس کی صحبت میں رہا اور اس سے تعلیم پائی ۔ اس نے لغت میں کتب تصانیف کیں ۔ ان میں سے کتاب الامثال اور کتاب السامی ہے ۔ ۵۱۸ھ میں وفات پائی اور باب میدان زیاد میں دفن ہوئے ۔ میدان زیاد نیشا پور کا ایک محلہ ہے جس کی طرف یہ منسوب ہوتے ہیں ۔

نے جواب دیا ، ”حاتم خواب میں آیا اور اس نے میرے دیکھتے دیکھتے میری اونٹنی کے گھٹنے تلوار سے کاٹ دیے، پھر شعر کہے جو مجھے یاد ہیں“۔ اُن میں وہ کہتا ہے

أبَا الخَيْبَرِيِّ وَأَنْتَ امْرُؤٌ
ظَلُومُ العَشِيرَةِ شَتَّامُهَا

اے ابوالخیبری تو ایسا انسان ہے جو اپنے قبیلے پر بہت ظلم کرے اور اسے بہت گالیاں دے

أَتَيْتَ بِصَحْبِكَ تَبْغِي القِرَى
لَدَى حُفْرَةٍ قَدْ صَدَتْ هَامُهَا

تو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ضیافت کا طالب ہو کر اس قبر پر آیا ہے جس کا ”ہام“ صدیٰ بن چکا ہے

أَتَبْغِي لِيَ الذَّمَّ عِنْدَ المَبِيتِ
وَحَوْلَكَ طَيٌّ وَأَنْعَامُهَا

[۵ے] کیا رات گزارنے کے وقت تو یہ چاہتا ہے کہ میری مذمت کی جائے حالانکہ تمہارے گرد قبیلہ طی اور ان کے چوپائے موجود ہیں

فَإِنَّا لَنُشْبِعُ أَضْيَافَنَا
وَنَأْتِي المَطِيَّ فَنَعْتَامُهَا[1]

---

۱ - محمد بہجہ اثری نے اس شعر کو نہیں سمجھا اور اس کی جو شرح کی ہے وہ مضحکہ خیز ہے - چنانچہ لکھتے ہیں : عتمت الابل واعتمت واستعتمت اذا حلبت عشاءً - اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک شعر سے استشہاد بھی کیا ہے - حالانکہ یہ عیمۃ سے ہے جس کے معنی بہترین چیز کے ہیں ، لسان العرب میں ہے العِيمَةُ مِنَ المَتَاعِ خِيرَتُه قال الأزهري : عِيمَةُ كل شيءٍ خيار و جمعها عِيَمٌ وقد اعْتَامَ يَعْتَامُ اعتِيامًا اذا اختار - ان اشعار کی روایت میں اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ شرح الامالی [۶۰٦] میں صرف تین اشعار دیے گئے ہیں - دوسرا شعر یوں دیا گیا ہے :

وَمَاذَا أَرَدْتَ إِلَى رِمَّةٍ بِدَوِّيَّةٍ صَخِبٍ هَامُهَا

نیز ملاحظہ ہو العقدالفرید (۱ : ۳۳۵) لدی حفرة صدیت هامها

ہم اپنے مہمانوں کو پیٹ بھر کر کھلاتے ہیں اور جب سواریاں آتی ہیں تو ہم ان میں سے بہترین کو چن لیتے ہیں ۔

لہٰذا سب اٹھ کھڑے ہوئے ، دیکھا تو ایک اونٹنی تین ٹانگوں پر چل رہی ہے اور چوتھی کٹی ہوئی ہے - پھر انھوں نے اسے ذبح کر لیا اور رات بھر کھاتے رہے اور کہنے لگے حاتم نے زندگی میں بھی ہماری ضیافت کی اور مرنے کے بعد بھی ، ازاں بعد انھوں نے اپنے ساتھی (ابوالخیبری) کو اپنے پیچھے اونٹنی پر بٹھا لیا اور روانہ ہو پڑے - کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہے اور ایک اور اونٹ کو ساتھ لیے آ رہا ہے جب ان کے پاس آ پہنچا تو پوچھا ، " تم میں سے کون ابوالخیبری ہے"۔ اس نے کہا ، " میں ہوں"۔ اس نے کہا ، یہ اونٹ لے لے - میں عدی بن حاتم ہوں - حاتم خواب میں میرے پاس آیا اور بتایا کہ اس نے تمھاری ہی اونٹنی سے تمھاری ضیافت کر دی ہے پھر مجھے حکم دیا کہ میں تمھیں سوار ہونے کے لیے جانور دوں لہٰذا تم یہ اونٹ لے لو ، یہ کہہ کے عدی نے وہ اونٹ ابوالخیبری کو دے دیا اور لوٹ گیا ۔

ابو دارہ العطفانی نے جو اشعار عدی بن حاتم رض کی مدح میں کہے ہیں ان میں اسی واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے ، چنانچہ کہتا ہے :

أَبُوكَ أَبُو سَفَّانَةَ الخَيْرِ لَمْ يَزَلْ
لَدُنْ شَبَّ حَتَّى مَاتَ فِي الخَيْرِ رَاغِبَا

تمھارا باپ ابو سفانہ نیک کام کرنے والا شخص تھا جوانی کے وقت سے لے کر مرتے دم تک نیکی کی طرف راغب رہا

بِهِ تُضْرَبُ الأَمْثَالُ فِي الشِّعْرِ مَيِّتاً
وَكَانَ لَهُ إِذْ ذَاكَ حَيّاً مُصَاحِبَا

مرنے کے بعد بھی (شعروں میں) اس کی مثال دی جاتی ہے ۔ وہ زندگی میں بھی اشعار کا ساتھی تھا ۔ (لوگ اس کی تعریف میں شعر کہتے تھے)

قَرَی قَبْرُہُ الاَضْیَافَ إذ نَزَلُوا بِہِ
وَ لَمْ یَقْرِ قَبْرٌ قَبْلَہُ الدَّھْرَ اَکْبَا

- اس کی قبر نے مہمانوں کی ضیافت کی ، جب وہ اس کے پاس آکر
- اترے اور اس سے پہلے کسی قبر نے کسی سوار کی ضیافت نہیں کی

حاتم طائی کے اشعار بہت ہیں جنھیں بلاغت میں مقام بلند حاصل ہے - اس کے دیوان میں تو سارے کلام کا صرف ایک حصہ شامل ہے

اس کے اشعار میں سے کچھ اشعار وہ ہیں جو اس نے اپنی بیوی ماویہ بنت عبداللہ کو مخاطب کر کے کہے :

أیَا ابْنَۃَ عَبْدِاللہِ وَ ابْنَۃَ مَالِکٍ
وَ یَاابْنَۃَ ذِی البُرْدَیْنِ وَالفَرَسِ الوَرْدِ

اے عبداللہ اور مالک کی بیٹی اور دو چادروں والے اور سرخ گھوڑے والے کی بیٹی

إذَا مَا صَنَعْتِ الزَّادَ فَالْتَمِسِی لَہُ
أکِیلاً فَإنِّی لَسْتُ آکِلَہُ وَحْدِی

جب تو کھانا تیار کرے تو اس کے لیے کھانے والا ساتھی بھی تلاش کر کیونکہ میں کھانا اکیلے نہیں کھا سکتا

أخاً طَارِقاً أوْ جَارَ بَیْتٍ فَإنَّنِی
أخَافُ مَذَمَّاتِ الأحَادِیثِ مِنْ بَعْدِی

یا کوئی رات کو آنے والا بھائی ہو یا گھر کا پڑوسی - میں ڈرتا ہوں کہ مرنے کے بعد لوگ میری مذمت نہ کریں (مجھے اکل کھرا نہ کہیں جو بخل کی علامت ہے)

وَإنِّی لَعَبْدُ الضَّیْفِ مَادَامَ ثَاوِیاً
وَمَا فِیَّ إلاَّ تِلْکَ مِنْ شِیْمَۃِ العَبْدِ

جب تک کوئی مہمان میرے یہاں مقیم رہے میں اس کا غلام بنا رہتا ہوں ، اس ایک خصلت کے سوا مجھ میں غلاموں کی سی کوئی اور

خصلت نہیں پائی جاتی

ذی البُردین (دو چادروں والا) سے اس کی مراد عامر بن اُحَیمر بن بہدلہ سے ہے ، اس کا ذوالبُردین کے لقب سے ملقب ہونے کا قصہ دو چادروں سے وابستہ ہے وہ یوں کہ منذر بن ماء السماء کے یہاں کئی ایک وفد جمع ہوئے ۔ منذر کے باپ کا اصلی نام امرؤالقیس تھا ۔ ماء السماء کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ اس کی والدہ کا نام تھا جس کی طرف وہ اس کی بزرگی و شرافت کی وجہ سے منسوب ہؤا ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی والدہ کو ماء السماء کا لقب اس لیے دیا گیا تھا کہ اس کا نسب پاک و صاف تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے رنگ کی صفائی کی وجہ سے یہ لقب دیا گیا تھا اور اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ وہ آسمان کے پانی کی طرح ہے جس میں کدورت کے ہونے کا احتمال نہیں ہے ۔ ایک دن نعمان نے وفدوں کو آزمانے کی غرض سے دو چادریں نکلوائیں اور کہا ، ”تم میں سے جس کا قبیلہ عربوں میں سب سے زیادہ عزت والا ہو وہ اٹھ کر انھیں لے لے“ ۔ عامر بن امیمر نے اٹھ کر دونوں چادریں لیں اور ایک کو بطور تہمد باندھ لیا اور دوسری کو بطور چادر کے اوڑھ لیا ۔ اس پر منذر نے دریافت کیا ، ” آیا تو ہی عرب بھر میں سب سے زیادہ ذی عزت قبیلے والا ہے “ ؟ اس نے جواب دیا ، ” عزت اور تعداد معد میں ہے پھر نزار میں ، پھر مضر میں ، پھر خندف میں ، پھر تمیم میں ، پھر سعد میں ، پھر کعب میں ، پھر عوف میں ، پھر بہدلہ میں ، جو اس کا انکار کرے وہ مجھ سے حسب و نسب میں مفاخرت کر لے“ ۔ اس پر دیگر سب لوگ خاموش رہے ۔

منذر نے کہا ، ” تمھارے خیال کے مطابق بھی تو یہ عزت و شرف تمھارے قبیلے کی ہوئی ۔ تم اپنے گھر والوں اور اپنی ذات میں سے کیسے ہو“؟ اس نے جواب دیا ، ” میں دس بچوں کا باپ ہوں ، دس کا بھائی ہوں ، دس کا خالو ہوں ، دس کا پھوپھا ہوں“ ۔ رہی میری ذات تو جو میری عزت کا گواہ ہے وہی میری ذات کا بھی گواہ ہے ۔ اس کے بعد اس نے اپنا قدم زمین پر رکھا اور کہا ، ” جو اسے اس جگہ سے ہٹا دے

اسے ایک سو اونٹ انعام دوں گا ۔ اس پر حاضرین میں سے کوئی بھی نہ اٹھا اور وہ دونوں چادریں حاصل کرنے کے معاملے میں کامیاب رہا ۔

حاتم کے شعروں میں سے یہ اشعار بھی ہیں

وعَاذِلَةٍ قَامَتْ عَلَيَّ تَلُومُنِي
كَأَنِّي إِذَا أَعْطَيْتُ مَالِيَ أَضِيمُهَا

ایک ملامت کرنے والی مجھے ملامت کرنے کے لیے اٹھی ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جب میں اپنا مال کسی کو دیتا ہوں تو گویا اس پر ظلم کرتا ہوں

أَعَاذِلُ إِنَّ الجُودَ لَيْسَ بِمُهْلِكِي
ولاَ مُخْلِدِ النَّفْسَ الشَّحِيحَةَ لُؤْمُهَا

اے مجھے ملامت کرنے والی (مجھے میری) سخاوت مجھے ہلاک نہ کر دے گی ، اور نہ ہی بخیل آدمی کو اس کا بخل ہمیشہ کی زندگی عطا کر دے گا

وَتُذْكَرُ أَخْلاَقُ الفَتَى وَعِظَامُهُ
مُغَيَّبَةٌ فِي اللَّحْدِ بَالٍ رَمِيمُهَا

انسان کے (اعلیٰ) اخلاق کا ذکر برابر ہوتا رہتا ہے حالانکہ اس کی ہڈیاں قبر میں غائب اور بوسیدہ ہو چکی ہوتی ہیں

وَمَنْ[۱] يَبْتَدِعْ مَا لَيْسَ مِنْ خِيمِ نَفْسِهِ
يَدَعْهُ وَيَغْلِبْهُ عَلَى النَّفْسِ خِيمُهَا

جو شخص کوئی ایسی نئی خصلت بنا لے جو درحقیقت اس کی (فطری) خصلت نہ ہو تو وہ اس خصلت کو چھوڑ دے گا اور اس پر اس کی اصلی اور فطری خصلت غالب آ جائے گی

---

۱ - مبرد نے کامل میں پہلے مصرع کی روایت یوں کی ہے : وَمَنْ يَتَّخِذْ خِيماً سِوَى خِيمِ نَفْسِهِ

اسی طرح یہ اشعار بھی حاتم کے ہیں :

أَكُفُّ يَدِي عَنْ أَنْ يَنَالَ التِمَاسُهَا
أَكُفُّ صِحَابِي حِينَ حَاجَتُنَا مَعَا

جب میری اور میرے ساتھی کی حاجت ایک ہی وقت میں ظہور پذیر ہو تو میں اپنے ہاتھ کو روک لیتا ہوں کہ کہیں وہ تلاش کرتے وقت میرے ساتھیوں کی ہتھیلیوں سے نہ لگے (میں اپنی حاجت کو اپنے کسی دوست کی حاجت پر ترجیح نہیں دیتا)

أَبِيتُ هَضِيمَ الكَشْحِ مُضْطَمِرَ الحَشَا
مِنَ الجُوعِ أَخْشَى الذَّمَّ أَنْ أَتَضَلَّعَا

میں بھوک کی وجہ سے پتلی کمر اور پتلے پیٹ والا بن کر رات گزار دیتا ہوں اور مذمت کے ڈر سے پیٹ بھر کر نہیں کھاتا

وَ إِنِّي لَأَسْتَحْيِي رَفِيقِيَ أَنْ يَرَى
مَكَانَ يَدِي مِنْ جَانِبِ الزَّادِ أَقْرَعَا

[۷۷] مجھے اس بات کے خیال سے بھی حیا آتی ہے کہ کہیں میرا ساتھی کھانے کی جانب سے میرے ہاتھ کی جگہ کو خالی نہ دیکھ لے

وَ إِنَّكَ مَهْمَا تُعْطِ بَطْنَكَ سُؤْلَهُ
وَفَرْجَكَ نَالَا مُنْتَهَى الذَّمِّ أَجْمَعَا

جب تو اپنے شکم اور جنس کو ان کی خواہش پر چھوڑ دے گا تو یہ دونوں انتہائی مذمت حاصل کریں گے

نیز کہتا ہے :

أَمَا وَالَّذِي لَا يَعْلَمُ السِرَّ غَيْرُهُ
وَيُحْيِي العِظَامَ البِيضَ وَهِيَ رَمِيمُ

خبردار ! قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی راز جاننے والا نہیں اور جو سفید ہڈیوں کو بوسیدہ ہونے کے بعد زندہ کرے گا

لَقَدْ كُنْتُ أَخْتَارُ القِرَى طَاوِيَ الحَشَا
مُحَافَظَةً مِنْ أَنْ يُقَالَ لَئِيمُ

میں پیٹ سے بھوکا رہ کر ضیافت کرنے کو پسند کیا کرتا تھا اس ڈر سے کہ کہیں کوئی مجھے کمینہ اور بخیل نہ کہدے

وإِنِّي لَأَسْتَحْيِي يَمِيْنِي وَ بَيْنَهَا
وَ بَيْنَ فَمِي دَاجِي الظَّلَامِ بَهِيمُ

میں تو اپنے دائیں ہاتھ سے اس بات پر شرماتا ہوں کہ نہیں میرے منہ اور اس کے درمیان سیاہ اور تاریک رات نہ ہو (تاریک رات میں چھپ کر کھانے سے شرماتا ہوں)

نیز کہتا ہے :

وَ لَمَّا رَأَيْتُ النَّاسَ هَرَّتْ كِلَابُهُمْ
ضَرَبْتُ بِسَيْفِي سَاقَ أَفْعَى فَخَرَّتِ

جب میں نے لوگوں کے کتوں کو بھونکتے دیکھا تو میں نے اپنی تلوار اپنی افعٰی نامی اونٹنی کی پنڈلی پر ماری اور وہ گر گئی

وقُلْتُ لِأَصْبَاءٍ صِغَارٍ وَ نِسْوَةٍ
بِشَهْبَاءَ من ليلِ[۱] الثمانين قرّتِ

اور پھر میں نے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو قحط سالی کی تاریک رات میں جو ٹھنڈی ہوی کہا

عَلَيْكُمْ مِنَ الشَّحْمِ كُلَّ وَرِيَّةٍ
إِذَا النَّارُ مَسَّتْ جَانِبَيْهَا ارْمَعَلَّتِ

۱ ۔ کتاب میں اسی طرح ثمانین دیا ہے مگر یہ لفظ یہاں پر کوئی معنی ادا نہیں کرتا ۔ میرے خیال میں اس کی بجائے ثلاثین ہونا چاہیے اور لیل الثلاثین مہینے کی آخری رات کو کہتے ہیں جو سخت تاریک ہوتی ہے ۔

تم کوہان کی ایک طرف سے گوشت کے چربی والے ٹکڑے لے لو
جب آگ ان پر اثر کرے تو ان کی چربی [illegible] لگے

وَلَا يَشْتَرِي [illegible] [illegible]
وَأَشْهَدُ [illegible] [illegible]

(کوئی بھی) سخی آدمی اپنی [illegible] [illegible]
اس کے پاس مال موجود ہو [illegible] اور تنگی [illegible]

پھر کہتا ہے:

وَلَا [illegible] [illegible]
عَلَيَّ إِذَا [illegible] [illegible]

جب تو ہنڈیا پکانے والے جیسا [illegible] کرے گا
تو جو کچھ تو نے پکایا ہوگا وہ [illegible]

وَلَكِنْ [illegible] [illegible]
[illegible] إِذَا أُوقِدَتْ لَا [illegible] ۱

لیکن جب تو آگ جلائے تو اس ٹیلے پر بڑی موٹی لکڑیوں سے جلانا
نہ کہ چھوٹی لکڑیوں سے، کیونکہ وہ جلدی [illegible] اور [illegible]
سے زیادہ کھانا بھی پک نہ سکے گا۔

نیز کہتا ہے:

وَ [illegible] [illegible]
وَ [illegible] [illegible]

ایک [illegible] والی (یعنی میری بیوی) مجھے [illegible]
سخاوت سے ہمارے مال [illegible] کو بھی اور [illegible]
یہاں تک کہ تمہاری سخاوت [illegible] [illegible] پہنچ
کر رہی

---

۱ - اس شعر میں اقواء پایا جاتا ہے

فَقُلْتُ دَعِيْنِي إِنَّمَا تِلْكَ عَادَتِي
لِكُلِّ كَرِيْمٍ عَادَةٌ يَسْتَعِيْدُهَا[1]

میں نے اس سے کہا : مجھے (اسی طرح) رہنے دو ، یہ تو میری عادت ہے اور ہر شریف و سخی انسان کی ایک عادت ہوتی ہے ، جس پر وہ کار بند رہتا ہے

جب شدت کی سردی اور شدت کا پالا پڑتا تو حاتم اپنے یسا نامی غلام کو حکم دیتا اور وہ ایک ٹیلے پر آگ جلا دیتا [۲۸] تاکہ جو شخص رات کے وقت راستے سے بھٹک گیا ہو اسے دیکھ کر اِدھر آ جائے ۔

أَوْقِدْ فَإِنَّ اللَّيْلَ لَيْلٌ قَرٌّ
وَالرِّيْحَ يَا وَاقِدُ رِيْحٌ صِرٌّ

آگ جلا کیونکہ رات ٹھنڈی ہے ۔ اے آگ جلانے والے ! ہوا بھی ٹھنڈی چل رہی ہے

عَلَّ يَرَى نَارَكَ مَنْ يَمُرُّ
إِنْ جَلَبْتَ ضَيْفاً فَأَنْتَ حُرٌّ

ہو سکتا ہے کہ کوئی راہگیر تمہاری آگ کو دیکھ لے ۔ لہذا اگر یہ آگ کسی مہمان کو کھینچ کر اِدھر لے آئے تو تُو آزاد ہے

نیز کہتا ہے[2]

أَمَاوِيَّ قَدْ طَالَ التَّجَنُّبُ وَالهَجْرُ
وَقَدْ عَذَرَتْنَا فِي طِلَابِكُمُ العُذْرُ[3]

---

۱ ۔ اِسْتَعَادَهَا : تعوّدَها

۲ ۔ ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۱ : ۳۳۵ - ۳۳۶

۳ ۔ العُذْرُ دراصل العُذُر تھا ۔ العُذُر عِذَار کی جمع ہے جس کے معنی لگام کا وہ حصہ جو گھوڑے کے رخسارے پر ہوتا ہے ضرورت شعری کے لیے ذال کو ساکن پڑھا گیا ۔ محاورہ ہے عَذَرْتُ الفَرَسَ بالعِذَار ای شددته به اور یہاں بطور استعارہ موانع کے معنوں میں آیا ہے ۔ مگر پھر بہجہ اثری نے اسے یوں لیا ہے : وقوله عذرتنا الخ عذرته فیما صنع : رفعت عنه اللوم فهو معذور ای غیر ملوم ۔ بیوی کا مطالبہ تھا کہ اتنی سخاوت نہ کرو کہ ہم خود محتاج ہو جائیں ۔

اے (میری بیوی) ماویہ تمہاری علیحدگی اور جدائی نے طول پکڑا
اور تمہارے معاملے (کی بنا پر) عذر کرنے سے تمہاری ملامت نے مجھے
روک دیا ہے

أماويّ إنّ المال غادٍ ورائحٌ
ويبقى من المال الأحاديث والذكرُ

اے ماویہ دولت تو آنی جانی چیز ہے، اور دولت کی (صرف) باتیں
باقی رہ جاتی ہیں (اس کے متعلق) ... اور ذکر رہ
جاتا ہے!

أماويّ إمّا مانعٌ فمبيّنٌ
وإمّا عطاءٌ لا ينهنهه الزجرُ

اے ماویہ میں نے سخاوت کی صفت اختیار کی ہے تو وہی سخاوت جو
تمہاری زجر و توبیخ اسے روک نہیں سکتی

أماويّ إنّي لا أقول لسائلٍ
إذا جاء يوماً حلّ في مالنا النزرُ

اے ماویہ اگر کوئی سوالی کسی دن میرے پاس آئے تو میں اسے یہ
نہیں کہوں گا کہ میرا مال کم ہو گیا ہے

أماويّ ما يغني الثراءُ عن الفتى
إذا حشرجت يوماً وضاق بها الصدرُ

اے ماویہ جب کسی دن جاں کنی کا وقت آ جائے اور روح کو
اپنے اندر رکھنے سے سینہ تنگ ہو جائے تو اس وقت مالداری انسان
کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

أماويّ إن يصبح صداي[1] بقفرةٍ
من الأرض لا ماءٌ لديّ ولا خمرُ

۱ ۔ صدی دراصل اس الّو کو کہتے ہیں جو عربوں کے خیال کے مطابق
مقتول کے سر سے نکلتا تھا۔ یہاں مراد خود ماتم ہے ۔

اے ماویہ اگر میں مرنے کے بعد چٹیل زمین میں دفن ہو جاؤں جہاں میرے پاس نہ پانی ہو نہ شراب

تَرَیْ أَنَّ مَاأَنْفَقْتُ لَمْ یَکُ ضَرَّنِی
وَ إِنَّ یَدِیْ مِمَّا بَخِلْتُ بِہٖ صِفْرُ

تو اس وقت صحیح معلوم ہو جائے گا کہ جو مال میں نے خرچ کر ڈالا ہے اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا اور جس مال کے خرچ کرنے سے میں نے بخل کیا تھا (اسے پیچھے چھوڑ آیا ہوں اور اب) میرا ہاتھ اس مال سے خالی ہے

إِذَا أَنَا دَلَّانِی[1] الَّذِیْنَ یَلُوْنَنِیْ
بِمُظْلِمَۃٍ لُجٍّ جَوَانِبُھَا غُبْرُ

جب مجھے میرے آس پاس کے لوگ سخت تاریک گڑھے میں اتار دیں گے جس کے اطراف مٹیالے ہوں گے

وَرَاحُوْا سِرَاعًا یَنْفُضُوْنَ أَکُفَّھُمْ
یَقُوْلُوْنَ قَدْ أَدْمٰی أَظَافِرَ[2] نَا الْحَفْرُ

اور وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے جلدی جلدی چلے جائیں گے کہ مٹی کھودنے سے ہمارے ناخن زخمی ہو گئے ہیں

أَمَاوِیَّ إِنَّ الْمَالَ مَالٌ بَذَلْتَہٗ
فَأَوَّلُہٗ شُکْرٌ وَآخِرُہٗ ذِکْرُ

(تو اس وقت واضح ہو جائے گا) اے ماویہ کہ درحقیقت مال تو وہ تھا جسے میں نے خرچ کر ڈالا ایسے مال کا آغاز شکریہ ہوتا ہے اور انجام شہرت

---

۱ ۔ دَلَّانِی : اَرْسَلَنِیْ اور مظلمہ ای حفرہ مُظْلِمَۃ

۲ ۔ أظافیر یہ جمع الجمع ہے ظُفُر کی جمع اظفار آتی اور پھر اظفار کی جمع اظافر ۔

وقد يعلم الا لشواة سوانه حسبا
ازار انسر ه سخال كان له وقنيز

لوگوں کو معلوم ہے کہ اگر ہم مال کی لمبہ چاہیں تو اس کے پاس وافر مال ہوں

فما لنی وعشدی رب و حد اسم
اصدف ملا و شی صد وند

اسم ہے انہی بعث کے ...

مگر ان میں سے ... لمیں کے دن ...

ولا امنه ... جمعه ...
نشهودا ونهدا ودی ...

[۹۰] اگر معمے بھائی موجود ہوں ... بھائی کے بھائیوں تو ... اس ... ہے
چچا زاد بھائی ہر ... 

عنیف ... و ...
و نیل ... وعضو ...

۱۔ بلوغ الارب میں ... ہے ... ہے ... کی گئی ہے ۔ ... میں ... کی بجائے ... دیا ہے اور وہی جگہ لی ہے ۔

۲۔ بلوغ الارب میں یہ شعر اسی طرح دیا ہے جس کا کوئی مفہوم نہیں بن سکتا ۔ العقدالفرید میں اسے یوں درست کیا گیا ہے :

عنيشا زمنا ... وعن
ولا ... سكنا ... الدهر

اور میں نے اوپر جو ترجمہ دیا ہے اسی کے مطابق دیا ہے ۔ ... اس روایت کے مطابق اس شعر میں ... ہے ۔ ... کی روایت میں الدهر کی بجائے ... دیا ہے اس صورت میں ... نہ پایا جائے گا ۔

ہم نے محتاجی میں بھی کچھ عرصہ زندگی گزاری ہے اور مالداری میں بھی ۔ زمانے نے یہ دونوں پیالے ہمیں پلائے ہیں

فَمَا زَادَنَا بَأْوًی عَلَی ذِی قَرَابَةٍ[1]
غِنَانَا وَلاَ أَزْرَی بِأَحْلاَمِنَا الْفَقْرُ

مگر ہم نے مالداری کی وجہ سے کسی رشتہ دار کے سامنے گھمنڈ کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی محتاجی نے ہمارے حسب و نسب کو عیب لگایا

حاتم کا ایک طویل قصیدہ سخاوت اور مکارم اخلاق کے متعلق ہے۔ جو حماسہ[2] بصریہ اور دیگر کتابوں میں منقول ہے اور وہ یہ ہے :

وَعَاذِلَتَيْنِ هَبَّتَا بَعْدَ هَجْعَةٍ
تَلُومَانِ مِتْلاَفاً مُفِيداً مُلَوَّماً

دو ملامت کرنے والی عورتیں تھوڑی سی نیند کے بعد اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس شخص کو جو ان کے نزدیک اس لیے قابل ملامت ہے کہ مال تلف کر دیتا ہے اور دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے ملامت کرنے لگیں

تَلُومَانِ لَمَّا غَوَّرَ النَّجْمُ ضَلَّةً[3]
فَتًی لاَ يَرَی الإِنْفَاقَ فِی الْحَمْدِ مَغْرَماً

---

۱ - بلوغ الارب میں یہ شعر اسی طرح دیا ہے مگر درست یوں ہے

فَمَا زَادَنَا بَأْواً عَلی ذِی قَرَابَةٍ غِنَانَا
وَلاَ أَزْرَی بِأَحْسَابِنَا الْفَقْرُ

شرح امالی میں بأوا کی بجائے بَغْیاً دیا ہے (صفحہ ۹۲۸) اور اوپر ترجمہ بھی اسی طرح کیا گیا ہے ملاحظہ ہو العقدالفرید : ۱ : ۲۳۰
البأو : الفخر والتکبر

۲ - حماسہ بصریہ صدر الدین علی بن ابی الفرج کی تالیف ہے جسے اس نے سلطان ملک الظاہر رکن الدین بیبرس البند قداری (۶۵۸-۶۷۶/۱۲۶۰-۷۷) کے لیے لکھا ۔

۳ - لسان العرب میں ہے فلان یلومنی ضَلَّة : اذا لم یُوَفَّقْ للرَّشَادِ علی عَذَلِه

جب ستارہ غروب ہو جاتا ہے تو دونوں ایک ایسے انسان کو تلخ ملامت کرتی ہیں جو تعریف کے مواقع پر خرچ کرے کہ تاوان نہیں سمجھتا

فَلَمْ يَلْبَثْ وَلَدُ طَالَ الْعِتَابُ عَلَيْهِمَا
وَأَوْعَدَتَانِي أَنْ تَبِينَا فَتُصْرَمَا

جب وہ دیر تک اظہار عتاب کرتی رہیں اور ان دونوں نے مجھے جدائی اور قطع تعلق کی دھمکی تک دے دی تو میں نے کہا

أَلَا لَا تَلُومَانِي عَلَى مَا تَقَدَّمَا
كَفَى بِصُرُوفِ الدَّهْرِ لِلْمَرْءِ مُحْكِمَا

جو بات ہو چکی اس پر تم مجھے ملامت نہ کرو اس لیے کہ حوادث زمانہ انسان کو دانا بنانے کے لیے کافی ہیں

فَإِنَّكُمَا لَا مَا مَضَى تُدْرِكَانِهِ
وَلَسْتُ عَلَى مَا فَاتَنِي مُتَنَدِّمَا

اس لیے کہ جو بات گزر چکی ہے تم اسے دوبارہ حاصل نہیں کر سکتیں اور پھر یہ کہ میں اس بات پر کبھی نہیں پچھتاتا جو میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے

فَنَفْسَكَ أَكْرِمْهَا فَإِنَّكَ إِنْ تَهُنْ
عَلَيْكَ فَلَنْ تَلْقَى لَهَا الدَّهْرَ مُكْرِمَا

اپنے نفس کی عزت کر کیونکہ اگر تو نے ذلیل کر دیا تو پھر کبھی بھی عزت نہ کی جائے گی (اور اپنی عزت کا پاس نہ رہے)

۱ - بلوغ الارب میں وَأَوْعَدَنِي درج ہے مگر وہ غلط ہے میں نے وہیں صحیح لفظ دیا ہے۔
۲ - محاورہ ہے أَحْكَمَتْهُ التَّجَارِبُ: حَنَّكَتْهُ حَنْكَتُهُ

أَمُنْ لِلَّذِي يَهْوَى¹ التِلَادَ فَإِنَّهُ
إِذَا مِتُّ كَانَ المَالُ نَهْباً مُقَسَّمَا

کیا میں اس شخص کے لیے ذلیل ہو جاؤں جو وراثت کا مال چاہتا ہے ظاہر ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو میرا مال وارثوں میں بٹے گا اور لٹے گا

وَلَا تَشْقَيَنْ فِيهِ فَيَسْعَدَ وَارِثٌ
بِهِ حِيْنَ تَغْشَى أَغْبَرَ الجَوْفِ مُظْلِمَا

تو (اس مال کے ساتھ بخل کرکے) بدبخت نہ بن کیونکہ جب تو غبار آلود پیٹ والی اور تاریک قبر میں چلا جائے گا تو (وہ مال تجھے خوش بخت نہ کرے گا) اس مال کی بدولت تیرا وارث سعادت حاصل کرے گا

يُقَسِّمُهُ غُنْماً وَيَشْرِي كَرَامَةً
وَقَدْ صِرْتَ فِي خِطٍّ² مِنَ الأَرْضِ أَعْظُمَا

وہ اسے غنیمت کا مال سمجھ کر تقسیم کرے گا اور (اپنے لیے) عزت خریدے گا جبکہ تو زمین کے اندر ہڈیاں بن چکا ہوگا

قَلِيلاً بِهِ مَا يَحْمَدَنَّكَ وَارِثٌ
إِذَا نَالَ مِمَّا كُنْتَ تَجْمَعُ مَغْنَمَا

جب تیرا وارث اس مال کو جسے تو جمع کیا کرتا تھا غنیمت کا مال سمجھ کر لے لے گا تو تیری بہت کم تعریف کرے گا

تَحَلَّمْ عَنِ الأَدْنَيْنَ وَاسْتَبْقِ وُدَّهُم
وَلَنْ تَسْتَطِيعَ الحِلْمَ حَتَّى تَحَلَّمَا

---

۱ - بلوغ الارب میں '' بھوی '' دیا ہے وہ غلط ہے۔
۲ - الخِطُّ والخِطَّةُ : الأَرْضُ تُنْزَلُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْزِلَهَا نَازِلٌ قَبْلَكَ

ایسے قریبی رشتہ داروں کی باتوں کو سن کر تحمل اور حلم سے کام لے۔ ان کے ساتھ دوستی کو قائم رکھ اور یہ تحمل اور حلم اس وقت تک کر سکے گا جب تک [illegible] اسے اپنی عادت نہ بنا لے۔ (کوئی آدمی بھی بآسانی متحمل مزاج نہیں بن سکتا)

وَعَوْرَاءَ قَدْ أَعْرَضْتُ عَنْهَا فَلَمْ تَضُرْ
وَذِي أَوَدٍ قَوَّمْتُهُ فَتَقَوَّمَا

اور کئی ایک برے کلمات ہیں جن سے میں نے اعراض کیا اور انھوں نے مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچائی اور کئی ایک کج رو اشخاص کو میں نے سیدھا کیا اور وہ سیدھے ہو گئے

وَأَغْفِرُ عَوْرَاءَ الْكَرِيمِ ادِّخَارَهُ
وَأُعْرِضُ عَنْ شَتْمِ اللَّئِيمِ تَكَرُّمَا

میں ایک شریف انسان کے برے کلمات کو معاف کر دیتا ہوں تاکہ وہ ضرورت کے وقت کام آئے۔ میں [illegible] سے بچنے کی غرض سے کمینوں کو گالی دینے سے اعراض کرتا ہوں

وَلَا أَخْذُلُ الْمَوْلَى وَإِنْ كَانَ خَاذِلًا
وَلَا أَشْتُمُ ابْنَ الْعَمِّ إِنْ كَانَ مُفْحَمَا[1]

خواہ میرا چچا زاد بھائی میرا ساتھ چھوڑ دے مگر میں (برے وقت آنے پر) اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اگر وہ کسی بات کا جواب دینے والا نہ ہو تو اسے گالی نہیں دیتا

وَلَا زَادَنِي عَنْهُ غِنَايَ تَبَاعُدًا
وَإِنْ كَانَ ذَا نَقْصٍ مِنَ الْمَالِ مُصْرِمَا[2]

[۸۰] میری آرزوئیں مجھے اس سے اور زیادہ دور نہیں کرتیں اگرچہ وہ کم مال والا اور محتاج اور کثیر العیال ہی کیوں نہ ہو

۱۔ شاعرٌ مُفحَمٌ : الذی لا یُجیب هاجیه
۲۔ المُصرِم : المقتِرُ الکثیرُ العیالِ

سے کوئی امید وابستہ نہ کی جا سکتی ہو اپنی بے بسی اور نابکاری کی بنا پر مجھ سے دور نہیں ہو سکتا ، اس کی نابکاری اسے میرے لیے بیگانہ نہیں بنا سکتی ، میں بے لوث محبت کرتا ہوں)

وَلَيْلٍ بَهِيمٍ قَدْ تَسَرْبَلْتُ هَوْلَهُ
إِذَا اللَّيْلُ بِالنِّكْسِ الدَّنِيِّ تَجَهَّمَا

میں نے کئی ایک تاریک راتوں کی ہولناکیوں کا لباس پہنا اگرچہ وہ رات کمینے اور حقیر آدمی کے نزدیک ترش اور تلخ مزاج ہو

وَلَنْ يَكْسِبَ الصُّعْلُوكُ حَمْدًا وَلَا غِنًى
إِذَا هُوَ لَمْ يَرْكَبْ مِنَ الْأَمْرِ مُعْظَمَا

فقیر آدمی اس وقت تک ذکر خیر اور تمول حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ بڑے کٹھن مراحل سے نہ گزر لے

لَحَى اللّٰهُ صُعْلُوكًا مُنَاهُ وَهَمُّهُ
مِنَ الْعَيْشِ أَنْ يَلْقَى لَبُوسًا وَمَطْعَمَا

خدا اس فقیر کو تباہ کرے جس کی آرزو اور فکر اس زندگی سے صرف یہی علاقہ رکھتی ہے کہ اسے لباس اور مال غنیمت مل جائے

يَنَامُ الضُّحَى حَتَّى إِذَا نَوْمُهُ اسْتَوَى
تَنَبَّهَ مَثْلُوجَ الْفُؤَادِ مُوَرَّمَا

یہ فقیر چاشت تک سویا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس کی نیند پوری ہو جاتی ہے وہ ایسی حالت میں اٹھتا ہے کہ وہ کند ذہن اور پھولا ہؤا ہوتا ہے (جس کا زیادہ سوئے رہنے کے باعث ذہن کند ہو گیا ہے اور جسم پھول گیا ہے)

مُقِيمًا مَعَ الْمُثْرِينَ لَيْسَ بِبَارِحٍ
إِذَا نَالَ جَدْوَى مِنْ طَعَامٍ وَمَجْثَمَا

وہ مالداروں کے ساتھ قیام کرتا ہے اور وہاں سے اِدھر اُدھر نہیں ہوتا بشرطیکہ اسے کھانے یا بیٹھنے کی جگہ کا مفاد حاصل ہو جائے

وقد [illegible] يستوي همّه
وينضي عنه الاحداث [illegible] مثنا

(مگر اس کے مقابلے میں) اس شخص کے لیے [illegible] کے بدلے حملے پہ حملے ہوتے جاتے ہیں اور وہ باوجود حوادث [illegible] کے آگے بڑھے جاتا ہے

فتى طلبات لا ترى الخمص ترحه
ولا شبعة ان نالها عد مغنما

یہ کوئی ایک مطلب اور تمناؤں والا جوان ہے جو بھوک کو مصیبت نہیں سمجھتا اور [illegible] اگر [illegible] آجائے تو اسے غنیمت نہیں سمجھتا

يرى الخمص [illegible] وان ينل شبعة
[illegible] من [illegible] مبهما

وہ بھوک کو عذاب سمجھتا ہے اور سیری ہو [illegible] کے لرزے سے مبہوت رہتا ہے

اذا ما رأى يوما مكارم اعرضت
تيمم كبراهن ثمت صمما

جب کسی دن یہ دیکھتا ہے کہ بزرگیوں نے [illegible] منہ موڑا ہے تو یہ سب سے بڑی بزرگی (کے حصول) کا قصد کرکے اس کو پا لینے پر تل جاتا ہے

وتنشقي اذا ما [illegible] يوما [illegible]
صدور القنا [illegible] منهم [illegible]

جب جنگ کا دن ہوتا ہے تو یہ نیزوں کی نوکوں کے [illegible] ہے اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ خون سے رنگا ہوا ہے

يَسَرَىٰ رُمْحَه' وَلشبَلَه' ومِجَنَّه'
وذَاشطبِ عَضْبِ الضَرِيْبَةِ[۱] مَخْذَمَا
[۲]وَأحنَاءَ سَرْجٍ قَاتِرٍ[۳] ولِجَامَه'
عَتَادَ فَتىً هَيْجَا وطِرْفاً مُسَوَّمَا

یہ اپنے نیزے ، تیر ، ڈھال ، تیز دھار والی بُرّاں تلوار ، گھوڑے کی پیٹھ پر ٹھیک بیٹھنے والی زین کی ٹیڑھی لکڑیاں اور گھوڑے کی لگام اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے کو ایک جنگجو انسان کا سامان خیال کرتا ہے

فَذَالِکَ إنْ یَهْلِکْ فَحُسْنیٰ ثَنَاؤُه'
وَإنْ عَاشَ لَمْ یَقْعُدْ ضَعِیْفاً مُذَمَّمَا

ایسا شخص اگر مر جائے گا تو اس کی خوب تعریف ہوگی اور اگر زندہ رہے گا تو کمزور اور قابل مذمت نہ گردانا جائے گا ۔

میں نے حاتم کے جو اشعار دیے ہیں ان کی تشریح اس لیے نہیں کی کہ ان میں سے اکثر اشعار کی تشریح شواہد کی کتابوں میں کی جا چکی ہے ۔
اور انھی میں سے

## کعب بن مامہ الا یادی

ہے ۔ یہ بھی ان لوگوں میں سے تھا جن کی سخاوت ضرب المثل ہے ۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ یہ گرمی کے مہینے میں قافلے کے ساتھ نکلا ۔ اس قافلے میں نمر بن قاسط کا ایک آدمی بھی تھا ۔ یہ راستے سے بھٹک گئے اور " صُعبَا فَنَتْ " سے پانی پینے لگے ۔ مصافنہ یہ ہے کہ پیالے میں ایک پتھر ڈال دیتے ہیں پھر اس میں اس قدر پانی ڈالا جاتا ہے کہ پتھر ڈوب

---

۱ ۔ ضریبۃِ السیف : حدہ'
۲ ۔ أحناء جمع ہے حینو کی زین کی وہ لکڑی جو ٹیڑھی ہو ۔
۳ ۔ قَاتِیر' : قاتر اس پالان یا زین کو کہتے ہیں جو اونٹ کی پشت پر ٹھیک بیٹھ جائے ۔

جائے۔ اس پتھر کو مقلہ کہا جاتا ہے۔ اس طرح ہر انسان یکساں مقدار میں پانی پیتا ہے۔ چنانچہ یہ پانی پینے کے لیے بیٹھ گئے۔ دَور چلتا رہا۔ جب پیالہ کعب کے پاس پہنچا تو اس نے نمری کو دیکھا کہ اس کی طرف تیز نگاہوں سے تک رہا ہے لہذا اس نے خود نہ پیا بلکہ نمری کو دے دیا اور ساقی سے کہا: اپنے نمری بھائی کو پلاؤ۔ چنانچہ نمری نے اس دن کا کعب کا پانی کا حصہ پی لیا۔ دوسرے دن ایک اور منزل پر اترے اور پھر باقی ماندہ پانی کو مُصَّافَنَۃ سے پینے لگے۔ اس نمری نے پھر پہلے دن کی طرح اس کی طرف دیکھا کعب نے پھر وہی الفاظ کہے۔ قوم روانہ ہو گئی۔ لوگوں نے کعب کو بھی ساتھ چلنے کو کہا مگر اس میں اٹھنے تک کی طاقت نہ تھی حالانکہ اب وہ پانی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ لوگوں نے اس سے کہا: اے کعب تُو بُو ...گوں کو پانی پلانے والا ہے چل پانی تک۔ مگر وہ جواب بھی نہ دے سکا۔ جب وہ لوگ اس سے مایوس ہو گئے تو اسے کپڑے سے ڈھانپ[1] دیا تا کہ اسے کوئی درندہ نہ کھا جائے۔ پھر اسے وہیں چھوڑ دیا اور وہ مر گیا۔ اس پر اس کے باپ مامہ نے اس کا مرثیہ کہا

[2] مَا كَانَ مِنْ سُوقَةٍ أَسْقَى عَلَى ظَمَأٍ
خَمْراً بِمَاءٍ إِذَا نَاجُودُهَا بَرَدَا

[۸۲] عوام الناس میں کوئی شخص بھی اس سے بڑھ کر (سخی) نہ تھا کہ پیاسوں کو شراب پلائے، وہ شراب جس میں پانی ملا ہوا ہو

---

۱ ۔ خَيَّطُوا عَلَيْهِ بِثَوب: لسان العرب میں ہے۔ والخَالُ: الثوب الذی تُصبَغُ علی المیت دمعه به۔ وقد خَيَّلَ عَلَيْهِ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں یہ شعر اسی طرح دیا ہے مگر لسان العرب (وقد) میں یوں دیا ہے: مَا كَانَ أَسْقَى لِنَاجُودٍ عَلَى ظَمَأٍ
مَاءً بِخَمْرٍ إِذَا نَاجُودُهَا بَرَدَا

امالی قالی اور شرح امالی میں اسی طرح دیا ہے جیسا کہ بلوغ الارب میں ہے (صفحہ ۸۳۰)

اور جس کا برتن ٹھنڈا ہو چکا ہو

مِنِ ابنِ مَامَةَ کعبٍ ثُمَّ عَيَّ بِهِ
زَوُّ[۱] لمنيّةِ إلّاحِيرَةً وَقَدىٰ

پھر حوادث زمانہ اسے شدت کی پیاس کے سوا کسی اور طریقے سے مار ڈالنے سے عاجز آ گئے

أَوْفَى عَلَى الْمَاءِ كَعْبٌ ثُمَّ قِيلَ لَهُ
رِدْ كَعْبُ إِنَّكَ وَرَّادٌ فَمَا وَرَدَا

کعب پانی کے قریب پہنچ گیا تو اس سے کہا گیا اے کعب پانی پر اتر پڑو تم تو پانی پر بہت اترنے والے تھے مگر وہ پانی پر نہ اترا

زَوُّ المَنِيَّةِ سے مراد مقدر موت ہے اور عَيَّ بِهِ کا مطلب یہ ہے کہ حوادث زمانہ اسے پیاسا مارنے کے سوا کسی اور طریقے سے نہ مار سکے ۔ اصمعی کہتا ہے کہ زوّالمنیۃ سے مراد[۲] وہ حادثہ ہے جو موت کی پیدا کردہ ہلاکت کا نتیجہ ہو ۔ بعض کہتے ہیں کہ زوّ کے معنی تقدیر کے ہیں ۔ چنانچہ محاورۃً میں کہتے ہیں قُضِيَ عَلَيْنَا ، وقُدِّرَ ، وحُتِمَ ، وزُوِيَ (وزِيَ)

اور یہ تعریف ان تمام لوگوں کے مقابلے میں جن کی تعریف کسی اور سبب سے کی گئی ہو بہت زیادہ ہے اسی کے متعلق حبیب[۳] کہتا ہے ۔

يَجُودُ بِالنَّفْسِ إِذْ ضَنَّ الْبَخِيلُ بِهِ
وَالْجُودُ بِالنَّفْسِ أَقْصَى غَايَةِ الْجُودِ

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں وقدا دیا ہے مگر درست وہی ہے جو میں نے دیا ہے ۔

۲ ۔ مگر لسان العرب میں یوں دیا ہے : فانِ الاصمعی یقول : زَوُّ المَنِيَّةِ مایحدث من ھلاک المنیة

۳ ۔ حبیب سے مراد ابو تمام حبیب بن اوس الطائی سے ہے جو عہد عباسیہ کا مشہور شاعر اور حماسہ کا مؤلف ہے ۲۳۱ھ میں وفات پائی ۔

یہ اپنی جان کی بھی سخاوت کر دیتا ہے جبکہ بخیل انسان اپنی جان کے ساتھ بخل کرتا ہے اور اپنی جان کا سخاوت کر دینا تو سخاوت کی انتہا ہے

اسی (کعب) اور حاتم الطائی کے متعلق ایک شاعر[1] کہتا ہے

كَعْبٌ وَحَاتِمٌ اللَّذَانِ تَقَسَّمَا
خُطَطَ[2] الْعُلٰى مِنْ طَارِفٍ وَتَالِيدِ

کعب اور حاتم وہ دو شخص ہیں جنھوں نے عظمت و بلندی کی تمام قدیم اور جدید خصلتوں کو آپس میں تقسیم کر لیا ہے

هٰذَا الَّذِيْ خَلَفَ السَّحَابَ وَمَاتَ ذَا
[3]فِي الْمَجْدِ مِيْتَةَ خِضْرِمٍ صِنْدِيدِ

یہ (یعنی حاتم) تو بادلوں کا قائم مقام تھا اور وہ (یعنی کعب) بزرگی میں بہادر سردار کی طرح مرا

إِنْ لَا يَكُنْ فِيْهَا الشَّهِيْدَ فَقَوْمُهُ
لَا يَسْمَحُوْنَ بِهِ بِأَلْفِ شَهِيْدِ

اگر وہ اُن میں شہید نہیں ہؤا تو اس کی قوم اسے ایک ہزار شہید کے عوض میں بھی دینے کو تیار نہیں ہے

اور انھی میں سے

**اوس بن حارثہ بن لأم الطائی**

ہے۔ یہ شخص کرم و سخاوت میں ضرب المثل ہے اسے ابن سُعدیٰ (بھی) کہا جاتا ہے

---

۱ - یہ شاعر وہی حبیب بن اوس الطائی ہی ہے۔

۲ - بلوغ الارب میں خِطط دیا ہے وہ غلط ہے یہ خُطّۃ کی جمع ہے۔

۳ - بلوغ الارب میں فی الجَھدِ دیا ہے مگر ابو تمام کے دیوان اور العقد الفرید (۱ : ۳۳۹) دونوں میں فی المجد دیا ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا اور یہی درست ہے۔

جریر کہتا ہے

وَمَا كَعْبُ ابْنُ مَامَةَ وَابْنُ سُعْدىٰ
بِاَجْوَدَ مِنْكَ يَاعُمَرُ[۱] الْجَوَادَا

اے سخی عمر! کعب بن مامہ اور ابن سُعدیٰ تم سے زیادہ سخی نہ تھے

[۸۳] پہلے پہل [۲]بشر بن ابی خازم الاسدی اوس کی ہجو کیا کرتا

۱ - اس شعر پر محمد بَہْجَۃ اثری نے ایک نوٹ دیا ہے کہ کوفیوں کے نزدیک اس منادیٰ پر جس کی صفت ابن کے سوا کوئی اور آئی ہو نصب پڑھنا جائز ہے مگر بَہْجَۃ اثری نے غلط سمجھا ہے۔ یہاں پر تو منادیٰ کے اعراب سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ یہاں منادیٰ کے اعراب کا سوال ہے۔ یہاں تو منادیٰ کے توابع کے اعراب کا سوال ہے چنانچہ زمخشری (مفصل مطبعہ مجیدی کانپور : ۴۹) کہتا ہے توابع المُنَادی المضموم غیرالمبھم حملت علی لفظہ وَمَحِلِّہٖ کقولک یازیدُ الطویلُ والطَّوِیْلَ - اس شعر میں الجَوَادَا عمر کی صفت واقع ہؤا ہے اور عمر منادی موصوف ہے اور جوادا اس کی صفت ، لٰہذا الجَوَادُ اور الجَوَادَا دونوں طرح پڑھنا درست ہے مگر یہاں قافیہ الف کے ساتھ آ رہا ہے اس لیے کہ قصیدے کا مطلع یوں ہے :

اَبَتْ عَيْنَاكَ بِالحَسَنِ الرُّقَادَا
وانكرت الاَصَادِقَ والبِلَادَا

چنانچہ الجَوَادَا پڑھیں گے اور اسی بات کے لیے اس شعر کو بطور شاہد کے پیش کیا جاتا ہے۔

۲ - بشر بن ابی خازم الاسدی : جاہلی اور قدیم شعرا میں سے اور تقریباً فحول شعرا کا ہم درجہ تھا۔ لوگوں نے اسے اوس کی ہجو کہنے کے لیے رشوت دی تھی۔ اس نے ابناء بر لوٹ مار کے لیے حملہ کیا تھا جس میں بنی والبہ کے ایک نوجوان نے اسے تیر مارا تھا جس سے اس کی موت واقع ہوئی (شرح امالی : ۶۶۴)

تھا اور اَوْس نے نذر مانی تھی کہ اگر وہ بشر پر قابو پا لے گا تو اسے ضرور جلا دے گا مگر جب اس پر قابو پا لیا تو اسے رہا کر دیا پھر بشر نے اوس کی مدح میں چند قصائد کہے

بشر کا اوس کی ہجو کرنے کا سبب جیسا کہ ابوالعباس المبرد نے الکامل میں بیان کیا ہے یہ تھا کہ اوس بن حارثہ بن لأم الطائی اپنی قوم کا سردار اور پیشوا تھا ۔ وہ اور حاتم بن عبداللہ الطائی دونوں [1]عمرو بن ہند کے پاس آئے۔عمرو کے باپ کا نام المنذر بن المنذر بن ماء السماء ہے ۔ اس نے اوس کو بلا کر پوچھا ، " تو افضل ہے یا حاتم " ؟ اس پر اوس نے کہا ، " اے بادشاہ خدا تجھے قابل مذمت اخلاق سے دُور رکھے ۔ اگر حاتم میرا ، میری اولاد ، اور میرے رشتہ داروں کا مالک بن جائے تو ہم سب کو ایک رات کے اندر اندر لوگوں کو عطا کر دے" ۔ عمرو بن ہند نے اس کے بعد حاتم کو بلایا اور کہا ، " تو افضل ہے یا اَوس " ؟ اس نے جواب دیا ، " خدا تجھے قابل مذمت اخلاق سے دور رکھے ! میرا ذکر تو اوس کی بدولت ہوتا ہے ۔ اس کے جس بیٹے کو لے وہی مجھ سے افضل ہے " ۔

نعمان بن المنذر کے ہاں عرب کے ہر قبیلے کے وفد آئے ہوئے تھے ۔ اس نے ایک دو شالہ منگوایا اور کہا ، " کل تم سب لوگ حاضر ہو میں یہ دوشالہ اسے پہناؤں گا جو تم میں سب سے زیادہ ذی عزت ہوگا " ۔ اوس کے سوا سب لوگ آ گئے ۔ کسی نے اوس سے پوچھا کہ تم کیوں نہیں جاتے ؟ اس نے جواب دیا ، اگر بادشاہ کی مراد کسی اور شخص سے ہے تو بہتر یہی ہے کہ میں وہاں موجود نہ ہوں اور اگر میں ہی مراد ہوں تو وہ مجھے بلا بھیجے گا اور لوگوں کو میرا رتبہ معلوم ہو جائے گا ۔

جب نعمان تخت پر بیٹھا تو اس نے اوس کو نہ دیکھا اور کہا ، " اوس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو جس بات کا تمہیں ڈر ہے اس سے

---

۱ ۔ العقدالفرید (۲ : ۲۸۶ مطبعہ التالیف والترجمہ والنشر ۱۳۵۹ھ = ۱۹۴۰ء) میں عمرو بن ہند کی بجائے نعمان بن المنذر کا نام دیا ہے

بے خوف ہو کر چلے آؤ"۔ چنانچہ وہ آ گیا اور وہ دوشالہ اسے پہنا دیا گیا ۔ اس پر اس کے گھر کے کچھ لوگوں کو اس سے حسد ہو گیا چنانچہ حُطَیئہ سے اس کی ہجو کہنے کو کہا اور بدلے میں تین سو اونٹنیاں دینے کا وعدہ کیا ۔ حُطَیئہ نے کہا ، "میں بھلا اس شخص کی ہجو کیسے کہہ سکتا ہوں ۔ میرے گھر کا تو تمام سامان اور مال اسی کا دیا ہؤا ہے"۔ پھر یہ شعر کہا :

كَيْفَ الْهِجَاءُ وَمَا تَنْفَكُّ صَالِحَةٌ[۱]
مِنْ آلِ لَأْمٍ بِظَهْرِ الْغَيْبِ تَأْتِينِي

میں ہجو کیسے کہہ سکتا ہوں جبکہ میری غیر حاضری میں لأم کے خاندان کی طرف سے عظیم احسانات میرے پاس مسلسل آتے رہتے ہیں ۔

اس پر ابن ابی خازم نے جو بنی اسد بن خُزیمہ میں سے ہے کہا ، میں اس کی ہجو کہتا ہوں اور وہ (تین صد) اونٹ لے کر ہجو کہہ دی ۔ اوس حملہ کرکے اس کے تمام اونٹوں کو ہانک[۲] لایا ۔ اس کے بعد ابن ابی خازم جس قبیلے کے پاس بھی پناہ لینے کے لیے جاتا وہ اس سے یہی کہتا کہ اوس کے سوا ہم تمھیں ہر شخص کے خلاف پناہ دے سکتے ہیں ۔ ابن ابی خازم نے اوس کی ہجو میں اس کی ماں کا بھی ذکر کیا تھا ۔ ابن ابی خازم کو جب پکڑ کر لایا گیا تو اوس اپنی والدہ کے پاس گیا اور کہا ، " بشر بن ابی خازم کو جس نے تیری اور میری ہجو کہی تھی پکڑ کر لایا گیا ہے "۔ والدہ نے کہا ، " کیا تو میری بات مانے گا " ؟ اوس نے کہا ، "ہاں" ۔ والدہ نے کہا ، " میری رائے یہ ہے کہ تو اسے اس کا مال واپس دے دے اور اسے معاف کر دینے کے بعد اسے انعام بھی دے ۔ میں بھی اسی طرح کروں گی ، کیونکہ اس کی ہجو کو اسی کی مدح دھو سکتی ہے"۔ [۸۴] اوس نے باہر آ کر کہا ، " میری والدہ سُعدیٰ نے جس کی تو ہجو

---

۱ ۔ صالحہ : یقال أتتنی صالحة من فلان ای نعمة وافرة او حسنة عظیمة
۲ ۔ محاورہ ہے اغاروا علیهم فاکتسحوهم ای أخذوا مالهم کُلّه

کیا کرتا تھا مجھے " تمھارے متعلق اس اس طرح کا حکم دیا ہے - یہ سن کر بشر نے کہا ، خدا کی قسم میں تو مرتے دم تک تیرے سوا کسی اور کی مدح نہ کہوں گا " چنانچہ وہ اوس کے متعلق کہتا ہے

إلَـى اوس بن حـارثة بـن لأم
لِيَقْضِيَ حاجَتِي فِيمَنْ قَضَاهَا

میں اوس بن حارثہ بن لأم کے پاس آیا ہوں تا کہ جہاں دوسرے لوگ میری حاجت روائی کرنا چاہتے ہیں وہاں وہ بھی کر لے

فَما وَطِيَء الثَّرىٰ مِثْلُ ابنُ سُعدَى
وَلَا لَبِسَ النِّعَالَ وَلَا احتَذَاهَا

کیونکہ زمین پر چلنے والوں اور جوتا پہننے والوں میں کوئی شخص بھی ابن سُعدیٰ جیسا نہیں ہے

یہ تمام قصہ المبرد نے بیان کیا ہے مگر اس نے یہ بیان نہیں کیا کہ اوس نے اُس پر کس طرح قابو پایا ۔ اس کا ذکر مَعْمَرَ بن مثنّی نے اپنی شرح میں کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ بشر بن ابی خازم نے پہلے قبیلہ طی پر پھر بنی نَبْہَان پر چڑھائی کی مگر خوب زخمی ہؤا ۔ ان دنوں وہ اپنے کسی ساتھی کی چراگاہ میں تھا اور بنی والبہ کے یہاں مقیم تھا ۔ ازاں بعد بنو نَبْہَان نے اسے قید کر لیا اور اُسے چھپائے رکھا تا کہ کہیں اوس کو اس امر کی خبر نہ ہو جائے ۔ اوس نے سن لیا کہ بشر ان کے پاس ہے تو کہا ، " اللہ کی قسم جب تک بنو نَبْہَان بشر کو میرے حوالے نہ کر دیں گے میرے اور ان کے درمیان کوئی بھلائی نہ ہوگی " ۔ پھر دو سو اونٹ دے کر بشر کو ان سے لے لیا ۔ جب (اپنی قیام گاہ پر) لے کر آ گیا تو بشر کو جلانے کے لیے آگ دھکائی - بنی اسد کہتے ہیں کہ آگ واگ کچھ نہ تھی بلکہ اس نے اسے ایک تازہ ذبح کیے ہوئے اونٹ کی کھال میں ڈال دیا ۔ بعض کا بیان ہے کہ مینڈھے کی کھال تھی پھر اسے اسی طرح رہنے دیا تا آنکہ وہ کھال اس کے جسم پر سوکھ گئی اور اس کی حالت اس کھال میں چڑیا کی سی ہو گئی ۔ اس کی خبر سُعدیٰ بنت

حصین طائیہ کو ہوئی اور یہ سردار تھی، چنانچہ نکل کر اوس کے پاس آئی اور پوچھا ، ''تو بشر کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے'' ؟ اوس نے کہا ، ''میں اس شخص کو جس نے ہمیں گالیاں دی ہیں جلا دوں گا'' ۔ سُعدیٰ نے جواب دیا ، '' خدا اس قوم کو رسوا کرے جس نے تجھے سردار بنایا ہے یا جو تم سے رائے لیتی ہے ۔ خدا کی قسم مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کہ تو اس کے بدلے میں گرفتار کر لیا گیا ہے ۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس کی اپنی قوم میں اس کا کیا رتبہ ہے ۔ اسے رہا کر دے اور اس کی عزت وتکریم کر ۔ کیونکہ جو کچھ اس نے کہا ہے اسے خود یہی دھو بھی سکتا ہے '' ۔ اس کے بعد اس نے اسے اپنے پاس روکے رکھا ۔ اس کے زخموں کا علاج کیا اور اسے قطعاً نہ بتلایا کہ وہ اس سے کیا برتاؤ کرنا چاہتا ہے ، کہا تو یہ کہ : تم اپنی قوم کی طرف پیغام بھیجو کہ وہ تمھارا فدیہ ادا کریں کیونکہ میں نے تمھیں دو سو اونٹ دے کر خریدا تھا ۔ بشر نے اپنی قوم کی طرف پیغام بھیج دیا اور انھوں نے اس کا زر فدیہ تیار کر لیا مگر ان کے آنے سے پہلے ہی اوس نے اسے عمدہ لباس پہنایا ۔ اپنے اصیل گھوڑے پر جس پر خود سواری کیا کرتا تھا سوار کرایا اور پھر خود اس کے ساتھ روانہ ہؤا یہاں تک کہ جب بشر غطفان کے علاقے کے قریب پہنچا تو اوس اور اس کے خاندان کی مدح کہنے لگ پڑا ، ہر ہجویہ قصیدے کے مقابلے میں ایک مدحیہ قصیدہ کہا ۔ بشر نے ان کی ہجو میں پانچ قصیدے کہے تھے لہٰذا اب پانچ مدحیہ قصیدے کہہ دیے ۔

اور انھی میں سے

## ہرم بن سنان

ہے ۔ یہ شخص اپنے زمانے کے سخیوں میں سب سے زیادہ مشہور تھا اور نیک برتاؤ کرنے اور احسان کرنے کی جانب سب سے زیادہ راغب تھا ۔ یہ بھی انھی لوگوں میں سے ہے جن کی سخاوت ضرب المثل بن گئی ہے ۔ زُھَیر کا ممدوح یہی ہے جس کے متعلق وہ کہتا ہے

سَتَىً تَلاقِ عَلَى عِلاّتِهِ هَرِماً
تَلقَ السَّمَاحَةَ فِى خَلْقِهِ وفِى خُلُقِهِ

[۸۵] جب تو ہرم کو کسی حالت میں بھی ملے گا تو تُو خلق اور خُلق دونوں میں سخاوت پائے گا

ہرم کا باپ سنان قبیلہ غطفان کا سردار تھا ۔ سنان کی ماں حمل کی حالت میں مر گئی اور مرتے ہوئے کہا کہ میرے مرنے کے بعد میرا پیٹ چیرنا کیونکہ اس میں قوم غطفان کا سردار ہے ۔ چنانچہ جب وہ مر گئی تو اس کا پیٹ چاک کرکے اس میں سے سنان کو نکال لیا گیا ۔ بنی سنان کے بارے میں زھیر نے یہ اشعار کہے ہیں :

قَوْمٌ أَبُوهُمْ سِنَانٌ حِينَ تَنْسِبُهُمْ
طَابُوا و طَابَ مِنَ الأَوْلاَدِ مَا وَلَدُوا

جب تو اس قوم کا نسب بیان کرنا چاہے تو پھر جان لے کہ ان کا باپ سنان ہے یہ لوگ پاک ہیں اور جو اولاد ان سے پیدا ہوئی ہے وہ بھی پاک ہے ۔

لَوْ كَانَ يَقْعُدُ فَوْقَ الشَّمْسِ مِنْ كَرَمٍ
قَوْمٌ بِأَوَّلِهِمْ أَوْمَجْدِهِمْ قَعَدُوا

اگر کوئی قوم اپنی شرافت کی وجہ سے اپنے مورث اوّل اور اپنی بزرگی کے باعث سورج کے اوپر بیٹھ سکتی تو وہ یہ لوگ بیٹھتے

جِنٌّ إِذَا فَزِعُوا إِنْسٌ إِذَا أَمِنُوا
مُرَزَّؤُنَ بَهَالِيلٌ إِذَا قَصَدُوا

---

۱ ۔ یہ شعر بلوغ الارب اور العقدالفرید میں اسی طرح دیا ہے مگر الشعر و الشعرا اور العقدالثمین میں یوں دیا ہے :

مَنْ يَلْقَ يوماً على عِلاّتِهِ هَرِماً
يَلْقَ السَّمَاحَةَ فيه والندىٰ خُلُقاً

جب یہ کسی کی مدد کو آتے ہیں تو جِنّوں کی طرح ہوتے ہیں اور امن میں ہوں تو انسان ہوتے ہیں ۔ جب لوگ ان کا قصد کرکے آئیں تو یہ سخی ، کریم اور سردار ہوتے ہیں

مُحَسَّدُوْنَ عَلَی مَاکَانَ مِنْ نِعَمٍ
لَا یَنْزِعُ اللہُ مِنْھُمْ مَالَہُ حُسِدُوْا

لوگ اُن نعمتوں کی وجہ سے ان کے حاسد ہیں جو اللہ نے انھیں دی ہیں ۔ خدا ان سے وہ نعمتیں نہ چھینے جن کی وجہ سے لوگ ان سے حسد کرتے ہیں

زُہَیر ، ہَرِم بن سنان کے متعلق کہتا ہے :

وَاَبْیَضَ فَیَّاضٍ یَدَاہُ غَمَامَۃٌ
عَلَی مُعْتَفِیْہِ مَاتُغِبُّ فَوَاضِلُہْ

(سنان) ایک پاکیزہ اور فیاض انسان ہے جس کے دونوں ہاتھ عطیہ لینے والے کے لیے بادل کی طرح ہیں ۔ جس کے عطیے کبھی بند نہیں ہوتے

تَرَاہُ إِذَا مَاجِئْتَہُ مُتَھَلِّلاً
کَاَنَّکَ تُعْطِیْہِ الَّذِی اَنْتَ سَائِلُہْ

جب تو اس کے پاس آئے گا تو اسے ہشاش بشاش پائے گا ۔ یوں معلوم ہوگا کہ جس چیز کا تو اس سے سوال کر رہا ہے وہ گویا اُلٹا تو اسے دے رہا ہے

اَخُوْثِقَۃٍ لَا تُتْلِفُ الْخَمْرُ مَالَہُ
وَلٰکِنَّہُ قَدْ یُتْلِفُ الْمَالَ نَائِلُہُ

یہ خود اعتماد انسان ہے ۔ شراب اس کے مال کو فنا نہیں کرتی ۔ اس کے مال کو تو اس کے عطیے فنا کرتے ہیں

یہ اشعار بھی زُہیر نے ہَرِم بن سِنان اور اس کے خاندان کے متعلق

کہے

إِلَيْكَ أَعْمَلْتُهَا فُتْلًا مَرَافِقُهَا
شَهْرَيْنِ يَجْهَضُ مِنْ أَرْحَامِهَا الْعَلَقُ

میں مضبوط بازوؤں والی اونٹنیوں کو دو ماہ تک تیز دوڑاتا ہؤا تمھارے پاس لایا ہوں یہاں تک کہ ان کے رحموں سے خون کے لوتھڑے گرنے لگ گئے تھے

حَتَّى وَ قَعْنَ إِلَى حُلْوٍ شَمَائِلُهُ
كَالْغَيْثِ تَنْبُتُ فِي آثَارِهِ الْوَرَقُ

بالآخر یہ اس شخص کے پاس آن پہنچیں جس کی خصلتیں میٹھی ہیں اور وہ اس بارش کی طرح ہے جس کے برسنے کے بعد پتے اگ آتے ہیں

مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ يَرَى ذُوالعرش فَضْلَهُمْ
يُبْنَى لَهُمْ فِي جِنَانِ الْخُلْدِ مُرْتَفَقُ

یہ اس گھرانے سے تعلق رکھتا ہے جن کی فضیلت کا علم اللہ کو ہی ہے اور جن کے لیے جنت میں آرام گاہیں بنائی جاتی ہیں

الْمُطْعِمِينَ ۱ إِذَا مَا أَزْمَةٌ أَزَمَتْ
وَالطَّيِّبِينَ ثِيَاباً كُلَّمَا عَرِقُوا

[۸۶] (میں ان لوگوں کی مدح کر رہا ہوں) جو قحط سالی کے وقت لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں - جب انھیں پسینہ آتا ہے تو ان کے پسینے سے ان کے کپڑے خوشبودار ہو جاتے ہیں

كَأَنَّ آخِرَهُمْ فِي الْجُودِ أَوَّلُهُمْ
إِنَّ الشَّمَائِلَ وَ الْأَخْلَاقَ تَتَّفِقُ

ان کا آخری شخص سخاوت میں ایسا ہی ہے جیسا ان کا پہلا شخص (اس کی وجہ یہ ہے کہ) ان کی عادات و اخلاق یکساں ہیں

---

۱ - العقد الفرید میں المطعمین کی بجائے الْمُطْعِمُونَ اور الطیبین کی بجائے الطیبون درج ہے مگر بلوغ الارب والی روایت زیادہ بہتر ہے -

إنْ قَامَرُوْا قَمَرُوْا أَو فَاخَرُوْا فَخَرُوْا
أَوْنَا ضَلُوْا نَضَلُوْا أَوْسَابَقُوْا سَبَقُوْا

وہ اگر جؤا کھیلتے ہیں تو جیتتے ہیں اور اگر کسی سے مفاخرت کرتے ہیں تو فخر میں غالب آ جاتے ہیں ۔ اگر کسی کے مقابلے میں تیراندازی کرتے ہیں تو اس میں بھی بازی لے جاتے ہیں جب کسی کے مقابلے میں دوڑ لگاتے ہیں تو آگے نکل جاتے ہیں

تُنَافِسُ الأَرْضُ مَوْتَاهُمْ إِذَا دُفِنُوا
كَمَا تُنُوفِسَ[۲] عِنْدَ البَاعَةِ الوَرَقُ

جب ان کے مردے دفن کیے جاتے ہیں تو زمین (کے مختلف اقطاع) اس طرح ایک دوسرے سے بڑھ کر (ان کو لینے کے) خواہاں ہوتے ہیں جس طرح بیوپاری درہموں کی خواہش میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں

'میدانی' اپنی کتاب مجمع الامثال میں عربوں کا قول "أَجْوَدُ مِنْ هَرِم" نقل کر کے لکھتا ہے یہ هَرِم بن سنان بن ابی حارثہ المُرّی ہے ۔ اس کی سخاوت کا ذکر ضرب المثل بن گیا ہے ۔ اسی کے متعلق زُهیر بن ابی سُلمیٰ کہتا ہے :

إِنَّ البَخِيلَ مَلُومٌ حَيْثُ كَانَ
وَلَكِنَّ الجَوَادَ عَلَى عِلاَّتِهِ هَرِمُ

بخیل کہیں بھی ہو اس کو لائق ملامت جانا جاتا ہے لیکن سخی ہر حالت میں (خواہ تنگی ہو خواہ فراخی) هَرِم (کی طرح لائق ثنا) ہوتا ہے

---

۱ - اصل کتاب میں اقمروا چھپا ہے غلط ہے ۔ میں نے اُوپر درست لفظ دے دیا ہے ۔

۲ - بلوغ الارب میں تَنَفَّسَ دیا ہے مگر درست تُنُوفِسَ ہے جیسا کہ العقد الفرید (۱ ; ۳۳۸) میں ہے ۔

هُوَ الجَوَادُ الَّذِي يُعْطِيكَ نَائِلَهُ
عَفْوًا وَ يُظْلَمُ أَحْيَانًا فَيَظَّلِمُ

تو ایسا سخی ہے کہ بغیر مانگے عطیے دے دیتا ہے۔ بعض اوقات لوگ اس پر ظلم کرتے ہیں اور وہ ظلم برداشت کرتا ہے (لوگ سوال کرتے وقت اس پر زیادتی کر جاتے ہیں مگر وہ برداشت کر لیتا ہے)

هرم کی ایک بیٹی حضرت عمرؓ کے پاس آئی تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا، "تمھارے باپ نے زہیر کو کیا دیا کہ اس کے عوض میں اس نے اس کی وہ مدح کہی جو (اتنی) مشہور ہوگئی"۔ لڑکی نے جواب دیا، "میرے باپ نے اسے لاغر ہو جانے والے گھوڑے، ہلاک ہو جانے والے اونٹ، بوسیدہ ہو جانے والے کپڑے اور فنا ہو جانے والا مال دیا"۔

حضرت عمرؓ نے جواب دیا، "لیکن جو کچھ زہیر نے دیا ہے اسے زمانہ بوسیدہ نہیں کر سکتا۔ نہ ہی وقت اسے فنا کر سکتا ہے"۔

روایت کی جاتی ہے کہ لڑکی نے یہ جواب دیا تھا، "ہرم نے جو کچھ زہیر کو دیا تھا اسے لوگ بھول چکے ہیں"۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا، "لیکن جو کچھ زہیر نے تمھیں دیا ہے اسے لوگ نہ بھول سکیں گے"۔

اور انھی میں سے

## عبد اللہ بن حبیب العنبری

ہے [۸۷] یہ شخص بھی سخاوت میں ضرب المثل تھا چنانچہ کہتے ہیں أَقْرَى مِنْ آكِلِ الخُبْزِ (روٹی کھانے والے سے بھی زیادہ مہمان نواز) وہ بنی سمرہ میں سے تھا اس کا نام آکل الخبز اس لیے پڑا کہ یہ نہ تو کھجوریں کھاتا تھا اور نہ اسے دودھ کی خواہش ہوتی تھی۔ یہ اپنے زمانے میں بنی العنبر کا سردار تھا۔ بنی العنبر فخریہ طور پر بیان کیا کرتے تھے کہ آکل الخبز (روٹی کھانے والا) ہمیں میں سے تھا، اور ہم ہی میں سے پرندوں کو پناہ دینے والا بھی ہوا ہے۔ پرندوں کو پناہ دینے والا ثور بن شحمہ عنبری تھا۔

عبد اللہ کو آکل الخبز کا لقب ملنے کی وجہ یہ تھی کہ عربوں کے یہاں روٹی بذات خود ایک اچھی چیز سمجھی جاتی ہے۔ ابو عبیدہ نے ذکر کیا ہے کہ ہَوْذَہ بن علی الحنفی خسرو پرویز کے پاس گیا۔ خسرو نے ہَوْذَہ سے سوال کیا، " تمھاری اولاد میں سے کون سا بچہ تمھیں زیادہ پیارا ہے "۔ ہَوْذَہ نے جواب دیا، " چھوٹا تاآنکہ وہ بڑا ہو جائے، غائب تاآنکہ وہ واپس آ جائے اور مریض تاآنکہ وہ صحت یاب ہوجائے" خسرو نے دریافت کیا، " تم اپنے ملک میں کیا غذا کھاتے ہو"؟ ہَوْذَہ نے جواب دیا، "روٹی"۔ اس پر خسرو نے کہا، "یہ روٹی کی عقل ہے دودھ اور کھجوروں کی عقل نہیں "۔ اس طرح روٹی عربوں کے یہاں قابل تعریف چیز قرار پا گئی۔ اسی طرح وہ چیزیں جو کسی حد تک روٹی سے مناسبت رکھتی ہیں ممدوح قرار پا گئیں مثلاً فالودہ کیونکہ یہ عربوں کے نزدیک اعلیٰ ترین کھانا ہے۔ عبد اللہ بن جُدْعَان کے سوا یہ کھانا کسی عرب نے لوگوں کو نہیں کھلایا، چنانچہ اُمیّہ بن[1] ابی الصلت نے عبد اللہ بن جُدْعَان کی اسی بات کے باعث تعریف کی ہے اور کہا ہے

إلىٰ[2] رُدُحٍ مِنَ الشِّيزٰى مِلاءٍ
لُبَابَ البُرِّ يُلْبَكُ بِالشِّهَادِ

عربوں کا ایک کھانا ثرید ہے اور یہ کھانا ان کے اشراف کے ہاں عام کھایا جاتا ہے۔ ہاشم یہ کھانا کھانے میں اور لوگوں پر غالب آ گیا کیونکہ اس نے اپنی قوم کو یہ کھانا کھلایا

---

۱ - بلوغ الارب میں امیہ بن الصلت دیا ہے اور وہ غلط ہے درست امیۃ بن ابی الصلت ہے اور ابو الصلت کا نام عبد اللہ بن ابی ربیعہ ابن عوف تھا۔ امیہ بنی ثقیف میں سے تھا۔ یہ جاہلی شاعر ہے جس نے اسلام کا زمانہ پایا۔ مگر کافر مرا اس کی کنیت ابو عثمان ہے۔

۲ - اس شعر کا ترجمہ اور تشریح آگے آئے گی۔

اسی شاعر نے اپنے اس شعر میں اس کی یوں مدح کی ہے

عَمْرُو الْعُلَا هَشَمَ الثَّرِيدَ لِقَوْمِهِ
وَرِجَالُ مَكَّةَ مُسْنِتُونَ عِجَافُ

عمرو العُلا (ہاشم بن عبد مناف) تو وہ شخص ہے جس نے اپنی قوم کو روٹی کے ٹکڑے کر کے ثرید بنا کے کھلایا درآنحالکہ مکے کے لوگ قحط میں مبتلا تھے اور لاغر ہو رہے تھے

حمزہ کہتا ہے کہ یہ مثال اور دیگر آئندہ آنے والی مثالیں وہ مثالیں ہیں جن کا ذکر عمرو بن بحرالجاحظ[1] نے اپنی کتاب اَطعِمَۃُ العرب میں کیا ہے اور انھی میں سے

## عبداللہ[2] بن جدعان التیمی

ہے - یہ مشہور سخی لوگوں میں سے تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جن کی سخاوت کی مثال دنیا کے اطراف و اکناف میں مشہور ہے - اسے

---

۱ - عمرو بن بحرالجاحظ : عمرو بن بحرالجاحظ ابو عثمان البصری المعتزلی - جاحظیہ فرقے کی نسبت اسی کی طرف ہے - بہت سے فنون میں تصانیف کیں اور علم کلام اور اعتزال میں رئیس شمار کیا جاتا تھا - اس نے قاضی ابو یوسف ، ثمامہ بن اشرف اور ابو اسحٰق النظام سے تعلیم حاصل کی - نوے (۹۰) سال زندہ رہا اور ۲۵۰ھ میں فوت ہؤا - آخر میں اسے فالج ہو گیا تھا - جسم کے تندرست حصے میں اس قدر حرارت تھی کہ اس پر صندل اور کافور لگایا جاتا تھا اور مفلوج حصے کو قینچی سے بھی کاٹ دیا جاتا تو محسوس نہ ہوتا - اس کی موت کتابوں کی جلدیں اس پر گرنے سے واقع ہوئی (شذرات : ۲ : ۱۲۲ : ۱۲۱) -

۲ - عبداللہ بن جدعان کا سارا بیان الروض الانف (۱ : ۹۲ تا ۹۳) سے لیا گیا ہے اور جن کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں سب وہاں موجود ہیں -

حاسی الذہب (سونے کے گھونٹ پینے والا) کہا جاتا تھا کیونکہ یہ سونے کے برتنوں میں پانی پیا کرتا تھا ۔ عرب مثال کے طور پر کہا کرتے ہیں :

" أَقْرَىٰ مِنْ حَاسِي الذَّهَبِ " (حاسی الذہب سے بھی زیادہ مہماں نواز)

عبداللہ بن جدعان قریش میں سے تھا ۔ [۱] ابوالصلت ثقفی اس کے متعلق کہتا ہے

لَهُ دَاعٍ بِمَكَّةَ مُشْمَعِلٌّ
وَآخَرُ فَوْقَ دَارَتِهِ يُنَادِي

اس کا ایک نداء کرنے والا تو مکے میں ادھر ادھر تیزی سے جا کر اعلان کرتا ہے اور دوسرا اس کے گھر (پر کھڑا ہو کر) پکارتا رہتا ہے کہ

إِلَى رُدُحٍ مِنَ الشِّيزَىٰ مِلَاءٍ
لُبَابَ الْبُرِّ يُلْبَكُ بِالشِّهَادِ

[۸۸] شیزی لکڑی کے بنے ہوئے بڑے بڑے پیالوں کی طرف (آؤ) جو شہد میں ملے ہوئے نشاستے (فالودے) سے بھرے پڑے ہیں

رُدُحة (بروزن ظُلمة) وہ پردہ جو خیمے کی پچھلی جانب ہوتا ہے یا خیمے کا وہ ٹکڑا جس کا خیمے میں اضافہ کیا جاتا ہے اور رداح [۲] بڑے پیالے کو کہتے ہیں ۔ جوہری نے اس شعر کی روایت یوں کی ہے :

إِلَى رُدُحٍ مِنَ الشِّيزَىٰ عَلَيْهَا

چنانچہ وہاں مِلاءٍ کی جگہ علیها دیا ہے ۔

اور شیز اور شِیزَی ایک قسم کی سیاہ رنگ کی لکڑی ہے جس سے

---

۱ - بلوغ الارب میں ابوالصلت ثقفی ہی دیا ہے مگر درست امیہ بن ابی الصلت الثقفی ہے

۲ - بلوغ الارب میں الخفيفة العظيمة دیا ہے اسے الجَفْنَةُ العظيمة پڑھیں ۔

پیالے بنائے جاتے ہیں - رہا اس کا لُبَابَ البر کہنا تو یہ دراصل ۱ مِنْ لُبَابِ البر ہے -

عبداللہ بن جُدْعان کی سخاوت کے قصے بہت ہیں - الزبیربن بکار نے اپنی ایک کتاب میں جو اس نے فضائل قریش کے بارے میں تالیف کی تھی ان قصوں میں سے چند ایک کا ذکر کیا ہے -

اس کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ پہلے پہل محتاج اورتہی دست تھا مگر اس کے باوجود بہت شریر تھا ، کمین گاہ سے نکل کے لوگوں پر اچانک پل پڑتا تھا - وہ کسی نہ کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہی رہتا اور اس کا باپ اور اس کی قوم جرمانہ ادا کرتی رہتی یہاں تک کہ اس کا قبیلہ اس سے ناراض ہو گیا ، باپ نے اسے گھر سے نکال دیا اور قسم کھا لی کہ وہ اسے کبھی گھر میں نہ رکھے گا لہذا یہ مکے کی گھاٹیوں میں پریشانی کی حالت میں نکل گیا اور موت کی آرزو کرنے لگا ، اسی اثنا میں اس نے پہاڑ میں ایک شگاف دیکھا - خیال آیا کہ شاید اس میں سانپ ہو لہذا یہ اس شگاف کی طرف گیا ، اس خیال سے کہ اس میں کوئی ایسی چیز ہوگی جو اسے مار ڈالے گی اور (زندگی سے) نجات دلا دے گی مگر اسے وہاں کوئی چیز دکھائی نہ دی - یہ اندر گھس گیا دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدہا ہے جس کی دونوں آنکھیں چراغ کی طرح چمک رہی ہیں - اژدہے نے اس پر

---

۱ - الوسی کی مراد یہ ہے کہ لُبَابَ البُر میں باء منصوب بنزع خافض ہے مگر میرے نزدیک یہ منصوب علی التمیز ہے - میمن (شرح امالی : ۳۶۳) نے لبابُ البُرْ دیا ہے اور یہ اعراب غلط ہے لبُابَ البر ہونا چاہیے - البتہ جوھری کی روایت کے مطابق لبابُ البر درست ہوگا -

۲ - الزبیر بن بکار - الامام ابو عبداللہ الزبیر بن بکار الاسدی الزبیری - مکہ کے قاضی تھے - ثقہ تھے اگر کوئی ان کی عیب جوئی کرتا تو یہ پروا نہ کرتے تھے - انھوں نے سُفیان عُیَیْنہ سے حدیث سنی اور ۲۵۶ھ میں وفات پائی -

حملہ کیا تو اس نے راستہ چھوڑ دیا ۔ اژدہا گھر کے گرد چکر لگانے لگ پڑا ، بعد ازاں اس نے (اژدہے کی جانب) ایک اور قدم بڑھایا ۔ اژدہے نے باریک سی آواز نکالی اور تیر کی طرح اس کی طرف آیا ۔ اس نے پھر راستہ چھوڑ دیا اور تیزی سے دور ہٹ گیا ۔ پھر رک کر اس کی طرف دیکھنے اور اس کے متعلق غور کرنے لگ گیا ۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ اژدہا مصنوعی ہے لہذا اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا ۔ دیکھا تو وہ سونے کا بنا ہؤا تھا ، آنکھوں کی جگہ دو یاقوت تھے ۔ اس نے اژدہے کو توڑ کر اس کی آنکھیں نکال لیں اور گھر کے اندر گھس گیا ، دیکھا تو تختوں کے اوپر اس قدر لمبے لمبے جسم پڑے ہیں کہ اتنے لمبے اور اتنے بڑے جسم کبھی اس کے دیکھنے میں نہ آئے تھے ۔ ان کے سروں کے پاس چاندی کی ایک تختی پڑی تھی جس میں ان کی تاریخ لکھی ہوئی تھی (اس تختی کے مطالعے سے معلوم ہؤا کہ) وہ لوگ جرہم کے بادشاہ تھے جن میں سے لمبے شملے والا الحرث بن مضاض سب سے آخر میں مرا تھا ۔ انھوں نے منقش لباس پہن رکھے تھے ، جو چھوتے ہی ریزہ ریزہ ہو جاتا تھا ۔ اس لیے کہ وہ بہت کہن سال تھے ، اُس تختی پر نصیحتیں لکھی ہوئی تھیں ۔

ابن ہشام کہتا ہے کہ وہ تختی سنگِ مرمر کی تھی اور اس پر یہ لکھا ہؤا تھا :

[۸۹] میں نفیلہ بن عبدالمدان بن خشرم بن عبدیالیل بن جرہم بن قحطانؑ ابن نبی اللہ ہود علیہ السلام ہوں ۔ میں پانچ سو سال زندہ رہا اور میں نے دولت ، بزرگی اور ملک کی تلاش میں نشیب زمین کے ظاہر و باطن کا سفر کیا مگر یہ بات مجھے موت سے نجات نہ دلا سکی ۔ اس کے نیچے یہ شعر مرقوم تھے

قَدْ قَطَعْتُ الْبِلَادَ فِي طَلَبِ الثَّرْ
وَةِ وَالْمَجْدِ قَالِصَ الْأَثْوَابِ

میں نے نہایت چستی سے دولت اور بزرگی کی تلاش میں شہر شہر کا سفر کیا ۔

وَسَرَيْتُ البِلادَ قَفْراً لِقَفْرٍ
بِقَنَاتِي[1] وَقُوَّتِي وَاكْتِسَابِ

میں نے ایک چٹیل میدان کے بعد دوسرے چٹیل میدان کو قطع کیا اور اس طرح شہر شہر کی سیر کی - میں نے یہ سب کچھ اپنے درازقد ، اپنی قوت اور جوہر و صلاحیت کی مدد سے کیا

فَأَصَابَ الرَّدَى بَنَاتَ فُؤَادِي
بِسِهَامٍ مِنَ المَنَايَا صِيَابِ

پھر ہلاکت نے میری آرزوں کو موت کے صحیح نشانے پر لگنے والے تیر مارے

فَانْقَضَتْ مُدَّتِي[2] وَاقْصَرَ جَهْلِي
وَاسْتَرَاحَتْ عَوَاذِلِي مِنْ عِتَابِي

پھر میری مدت بھی گزر گئی اور جہالت بھی کم ہو گئی اور ملامت کرنے والیوں کو بھی ملامت کرنے کی طرف سے بے فکری ہو گئی

وَدَفَعْتُ السِّفَاهَ بِالحِلْمِ لَمَّا
نَزَلَ الشَّيْبُ فِي مَحَلِّ الشَّبَابِ

جب بڑھاپا جوانی کی جگہ اتر آیا تو میں نے حماقت کو حلم کی مدد سے دُور کیا

صَاحِ هَلْ رَيْتَ أَوْ سَمِعْتَ بِرَاعٍ
رَدَّ فِي الضَّرْعِ مَا قَرَى فِي الحِلَابِ

اے دوست کیا تو نے کبھی کسی چرواہے کو دیکھا یا سنا کہ اس نے اس دودھ کو دوبارہ تھنوں میں لوٹا دیا ہو جو برتن میں دوہنے سے جمع ہو جاتا ہے-

---

۱ - الروض الانف میں یہ مصراع یوں دیا ہے : بقناتی و قُوتی واکتِسابی

۲ - الروض الانف میں مدتی کی بجائے شِرّتی دیا ہے

دیکھا تو گھر کے وسط میں یاقوت ، لؤلؤ ، سونے ، چاندی اور زبرجد کی بنی ہوئی ایک بڑی کوہان والی اونٹنی ہے ۔ اس نے وہاں سے جس قدر ہو سکا اٹھا لیا ، پھر اس شگاف پر کوئی نشانی لگا دی اور اس کے دروازے کو پتھروں سے بند کر دیا ۔ اب اس نے اپنے باپ کو راضی کرنے کی خاطر جو مال یہاں سے نکالا تھا اُس کے پاس بھیج دیا ، اپنے سارے کنبے کو بھی عطیے دیے اور ان کا سردار بن گیا ۔ بہر حال وہ اس خزانے میں سے خرچ کرتا رہا ۔ لوگوں کو کھانا کھلاتا ، اور نیکی کے کاموں میں مصروف رہتا ۔

قاموس میں مذکور ہے : بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے کھانے پر موجود ہوتے تھے اور اس کا ایک پیالہ (اتنا بڑا) تھا کہ ایک شخص کھڑے ہو کر یا سوار ہو کر اس میں سے کھانا کھا سکتا تھا ۔ بلکہ اس کے پیالے میں سے ایک شخص اونٹ پر سوار ہونے کے عالم میں کھا سکتا تھا ، ایک بار ایک بچہ اس میں گر گیا اور ڈوب کر مر گیا ۔

ابن قتیبہ[۱] کی کتاب ' غریب الحدیث ' میں مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں دوپہر کے وقت عبداللہ بن جُدعان کے پیالے کے سائے میں بیٹھا کرتا تھا ۔ صَکّۃَ عُمَیّ سے مراد دوپہر ہے ۔ دوپہر کو صکۃ عُمی کہنے کے ضمن میں ایک واقعہ (بیان کیا جاتا) ہے جس کا ذکر ابو حنیفہ[۲] نے کتاب الانواء میں کیا ہے ۔ واقعہ یوں ہے :

---

۱ ۔ ابن قتیبہ : ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری لغت و نحو کے امام تھے ۔ انہوں نے کتاب المعارف ، ادب الکاتب وغیرہ کتابیں تصنیف کیں ۔ فاضل تھے اور ثقہ ۔ ان کی جائے پیدائش بغداد ہے مگر دینور میں قاضی رہنے کے سبب دینوری کہلائے ، پیدائش ۲۱۳ھ ہوئی ۔ ۲۷۶ھ میں اچانک وفات پا گئے ۔

۲ ۔ ابو حنیفہ احمد الدینوری مصنف کتاب الاخبار الطوال ۲۸۲ھ = ۸۹۵ء میں وفات پائی ۔

بنی عدوان کے ایک فرد کا نام عُمتی" تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ بنی ایاد میں سے تھا ۔ وہ جاہلیت میں عرب کا فقیہ تھا ۔ وہ اپنی قوم کے ساتھ حج یا عمرہ کرنے کی غرض سے آیا ۔ جب مکے سے دو مرحلوں کے فاصلے پر پہنچا تو عین دوپہر کے وقت قوم سے کہا : جو کل اس وقت تک [۱۰] مکے پہنچ جائے اسے دو عُمروں کا اجر ملے گا ۔ اس پر انہوں نے اپنے اونٹوں کو خوب مار مار کر دوڑایا یہاں تک کہ دوسرے دن صبح ہی صبح مکے پہنچ گئے ۔

عُمتی" اعشٰی کی تصغیر ہے اس میں اعشٰی کے لفظ کو مرخم کر کے تصغیر (بنائی گئی ہے) اس واقعے سے دوپہر کا نام صکّتہ عُمتی پڑ گیا ۔

عبداللہ بن جُدعان قبیلہ بنی تیم میں سے تھا ۔ اس کی کنیت ابو زھیر تھی ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمزاد بھائی تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی تھی کہ آیا ابن جدعان کو جو لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا مہمانوں کی ضیافت کیا کرتا تھا اور بھلائی کے کاموں میں مصروف رہتا تھا ۔ یہ امور قیامت کے دن نفع پہنچا سکیں گے ؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ، " نہیں " ۔ کیونکہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ اے میرے رب قیامت کے دن میری خطا معاف کر دینا ۔ [۱]سُہیلی نے الروض الانف میں اسی طرح لکھا ہے ۔ احمد بن عمار کی کتاب ری" العاطش وانس الواحش میں احمد بن عمار لکھتا ہے :

ابن جُدعان ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے جاہلیت میں شراب کو حرام قرار دیا تھا حالانکہ پہلے اس کا بہت دلدادہ تھا ۔ اس کی وجہ یہ

---

۱ ۔ سہیلی ۔ امام ابو زید ۔ و ۔ ابو القاسم ۔ و ۔ ابو الحسن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد الاندسی المالقی الحافظ النحوی ۔ ان کی کئی ایک تصانیف ہیں ۔ مثلاً الاعلام بما ابہم القرآن من الاسما و الاعلام ۔ مسئلۂ رویۃ اللہ عزوجل فی المنام ورؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و مسئلۃ السرفی عور الرجال ۵۸۱ھ میں وفات پائی ۔

ہوئی کہ ایک رات جب وہ شراب کے نشے میں دھت تھا تو ترنگ میں اپنے ہاتھ بڑھا کر چاند کی روشنی کو پکڑنے لگا ، اس پر اس کے ہمنشین ہنس پڑے ۔ جب ہوش میں آیا تو لوگوں نے اس سے اس بات کا ذکر کیا ، یہ سن کر اس نے قسم کھا لی کہ آئندہ کبھی شراب نہ پیے گا ۔

جب اس کی عمر بڑی ہو گئی اور یہ بوڑھا ہو گیا تو بنو تیم نے اسے مال لٹانے سے روکنا چاہا اور اسے اس کی سخاوت پر ملامت کی ، ازاں بعد عالم یہ ہو گیا کہ یہ کسی شخص کو بلاتا ، جب وہ قریب آ جاتا تو یہ اسے ایک ہلکا سا تھپڑ رسید کر دیتا ۔ پھر اس سے کہتا جاؤ کھڑے ہو کر اس تھپڑ کا اعلان کر دو اور اس کی دیت کا مطالبہ کرو ۔ جب وہ اس طرح کرتا تو بنو تیم اس شخص کو ابن جُدعان کے مال میں سے کچھ دے دیتے ۔

اور انھی میں سے

## قیس بن سعد

ہے ۔ وہ عربوں کے مشہور و معروف سخیوں میں سے تھا ۔ کسی نے اس سے دریافت کیا، ”کیا تو نے کسی کو اپنے سے بھی زیادہ سخی پایا“ ؟ اس نے جواب دیا ، ”ہاں“ ۔ ہم صحرا میں ایک عورت کے یہاں اترے۔ اتنے میں اس کا خاوند بھی آ گیا ۔ عورت نے خاوند سے کہا ، ” تمھارے یہاں مہمان آئے ہیں“ ۔ وہ ایک اونٹنی لے آیا ، اسے ذبح کیا اور کہا ، ”یہ لو“ ۔ جب دوسرا دن ہوا ، تو ایک اور اونٹنی لے آیا ، اسے ذبح کیا اور پھر کہا ، یہ لو“ ۔ میں نے کہا، ”ہم نے اس اونٹنی میں سے جو تم نے کل ذبح کی تھی ابھی تھوڑا سا ہی (گوشت) کھایا ہے “[۹۱] اس نے جواب دیا ، ”میں اپنے مہمانوں کو باسی چیز نہیں کھلایا کرتا“ ۔ اس کے بعد ہم نے چند دن اور وہاں قیام کیا ۔ مسلسل بارش ہوتی رہی اور وہ بھی اسی طرح کیے چلا گیا ۔ جب ہم نے وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے گھر میں ایک سو دینار رکھ دیے اور اس کی بیوی سے کہا، ”ہماری طرف سے اس سے معذرت کر دینا “ بہر حال ہم وہاں سے چل دیے ۔ جب دن کافی چڑھ گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ہمیں پیچھے سے باآواز بلند پکار کر

کہہ رہا ہے ، ” اے کمینے سوارو ! ٹھہرو۔ کیا تم ہم کو میزبانی کی قیمت دینا چاہتے ہو“ ؟ پھر وہ ہم تک آ پہنچا اور بولا ، ” تمہیں رقم واپس لینی پڑے گی ورنہ تمہیں اپنے نیزے سے چھید ڈالوں گا “ ، چنانچہ ہم نے وہ رقم واپس لے لی اور وہ لوٹ گیا۔

اور انھی میں سے

## عبدة الكلبيه

ہے۔ یہ ایک عرب عورت تھی جو اپنی سخاوت کی وجہ سے مشہور تھی چنانچہ [1]ابوبکر ابن دُرَید نے اپنی سند سے جو [2]ابو عبیدہ تک پہنچتی ہے روایت کی ہے کہ شام کا رہنے والا ایک شخص بنی کلب کی ایک عورت کے پاس گیا اور کہا، ”کیا بکاؤ دودھ ہے“۔ عورت نے جواب میں کہا ، ” تو خود کمینہ ہے یا تجھے ابھی ابھی کسی کمینی قوم سے سابقہ پڑا ہے۔ کیا کوئی شریف زادہ کبھی دودھ بیچتا ہے یا کسی کمینے شخص کے سوا کوئی دودھ کے بارے میں بخل کرتا ہے ؟ جب شدت و تکلیف کا زمانہ لوگوں کو اپنی سخت گرفت میں لے لے تو ہم بڑی کوہان[3] والی اونٹنیوں کی ایک ایک ٹانگ کاٹ دیتے ہیں اور وہ تین ٹانگوں پر چلتی ہیں - ہم کچے گوشت کو مہنگا جانتے ہیں اور جب پک جائے تو اس کی کوئی قیمت نہیں پہچانتے“ ، (وہ ہماری نگاہوں میں بےوقعت ہو کر رہ جاتا ہے

---

۱ - ابوبکر بن درید : ابوبکر محمد بن الحسن بن دُرَید ۔ المقتدر کے عہد میں ہوئے ہیں - انھوں نے ایک مقصورہ ، الجمہرة فی اللغہ اور کتاب الاشتقاق لکھی ۳۲۱ھ = ۹۳۳ء میں وفات پائی ۔

۲ - ابو عبیدہ معمر بن المثنی ، اصمعی (م ۲۱۶ھ) کے معاصر اور مشہور لغت دان ہیں ۔ ۲۱۰ھ = ۸۲۵ء میں وفات پائی ۔

۳ - محمد بہجہ اثری نے کوم کے معنی القطعۃ من الابل دیے ہیں حالانکہ یہاں کُوم کَوْمَاء کی جمع ہے جس کے معنی بڑی کوہان والی اونٹنی کے ہیں ۔

ہم اسے بانٹ دیتے ہیں) ۔

اور انھی میں سے

## قتادہ بن مسلمہ الحنفی

ہے ۔ یہ بھی عربوں کے سخیوں اور سخاوت میں مشہور لوگوں میں سے تھا ۔ سخاوت میں یہ ضرب المثل بن گیا تھا ، اسے " غیث الضریک " (محتاجوں کا فریاد رس) کہا جاتا تھا ۔ چنانچہ عربوں کے یہاں مثل مشہور ہے : اَقْریٰ مِنْ غَیْثِ الضَّرِیک (محتاجوں کے فریاد رس سے بھی زیادہ مہماں نواز) ۔ ضریک[1] کے معنی محتاج کے ہیں ۔

اور انھی میں سے

## مطاعیم الریح

ہیں ۔ ابن الاعرابی کا خیال ہے کہ یہ چار شخص ہیں ۔ ان میں سے ایک تو ابو محجن الثقفی کا چچا ہے [۹۲] مگر اس نے باقی لوگوں کے ناموں کا ذکر نہیں کیا ۔

ابو الندی کا بیان ہے : مطاعیم الریح یہ لوگ ہیں : ابو محجن الثقفی کا چچا کنانہ بن عبدیالیل الثقفی ، [2]لبید بن ربیعہ اور اس کا باپ ۔ جب بھی باد صبا چلتی یہ اشخاص لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے ۔ باد صبا کے ساتھ کھانا کھلانا اس لیے مخصوص تھا کہ باد صبا صرف قحط سالی کے زمانے میں ہی چلتی ہے ۔

---

۱ ۔ اصل کتاب میں صرف " وھوالفقیر " دیا ہے اسے " والضَّرِیکُ ھُوَ الفَقِیرُ " پڑھیں ۔

۲ ۔ لبید بن ربیعہ : لبید بن ربیعہ بن مالک ۔ ابو عقیل کنیت ۔ مخضرمین میں سے ہیں ۔ صحابی ہیں ایک سو پچاس سال کی عمر میں ۴۱ھ میں وفات پائی ۔

لبید بن ربیعہ رض العامری کی بیٹی کہتی ہے

إِذَا هَبَّتْ رِيَاحُ أَبِي عَقِيلٍ
ذَكَرْنَا عِنْدَ هَبَّتِهَا الوَلِيدَا

جب ابو عقیل (لبید) کی ہوائیں چلتی ہیں تو ہم اس وقت ولید کو یاد کرتے ہیں

أَشَمُّ الأَنْفِ أَبْيَضُ عَبْشَمِيًّا
أَعَانَ عَلَى مُرُوءَتِهِ لَبِيدَا

یہ بلند ناک والا ، روشن چہرہ شخص قبیلۂ عبد شمس میں سے ہے ۔
اس نے مروّت میں لبید کی مدد کی ۔

چونکہ ان لوگوں میں فطری طور پر سخاوت اور اچھے اخلاق پائے جاتے تھے اس لیے عرب ان کو بطور مثال پیش کیا کرتے تھے ۔ عربوں نے ان سخیوں کے ذکر خیر کو دوام عطا کر دیا ، اور ان کی جی بھر کے تعریف کی اور ظاہر ہے کہ یہی بہترین اندوختہ ہے اور بزرگترین خزانہ و سرمایہ ۔

اور انھی میں سے

## ازواد الرکب

ہیں ۔ ابن بکار انساب قریش میں بیان کرتے ہیں کہ قریش کے تین آدمی ازواد الرکب کہلاتے تھے ۔ مسافر بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد بن عبدالعزی اور ابو امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم ۔ انھیں ازواد الرکب اس لیے کہا گیا کہ جب یہ سفر کو نکلتے تو ان کا کوئی رفیق بھی زاد راہ ساتھ نہ لیتا تھا ۔ یہ نام ان تینوں کے سوا کسی اور کو نہیں دیا گیا ۔

---

۱ ۔ حضرت لبید کی اس بیٹی کی عمر جبکہ اس نے یہ اشعار کہے صرف پانچ سال تھی ۔

ابو امیہ بن المغیرہ کی چار بیویاں تھیں ۔ ان سب کا نام عاتکہ تھا ۔ پہلی عاتکہ عبدالمطلب کی بیٹی تھی جو زُھَیر اور عبداللہ کی والدہ ہے ۔ یہ عبداللہ وہی شخص ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا :

لَنْ نُّؤمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الاَرْضِ یَنْبُوْعاً

(ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لیے زمین میں سے چشمہ نہ نکال دیں)

دوسری عاتکہ [1] جذل الطعان کی بیٹی تھی اور وہ ام سلمہ اور مہاجر کی والدہ ہے ۔ تیسری عاتکہ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی تھی ، چوتھی عاتکہ تمیمیہ ہے ۔ یہ قیس کی بیٹی تھی ۔ یہ قیس بنی نہشل بن دارم میں سے تھا ۔ ابن بکار کی عبارت ختم ہوئی ۔

قریش ان لوگوں کی مثال دیا کرتے تھے ۔

میدانی عربوں کے قول : اَقْریٰ من زادالرّکب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ابن الاعرابی کا خیال ہے کہ یہ ضرب المثل قریش کی (معروف) امثال میں سے ہے اور وہ اس کو تین سخی آدمیوں کے متعلق بیان کیا کرتے تھے ۔ ان کے نام اور تعداد وہی ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ۔ ان کے کئی ایک قصے (مشہور) ہیں ۔ جو اشعار ان کی مدح میں کہے گئے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ ہیں ۔ یہاں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں ۔

ابو امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ابوطالب کی ہمشیرہ عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خاوند تھا ۔ وہ تجارت کے لیے شام کی طرف گیا اور راستے میں سَرْو سُحَیم نامی ایک مقام پر وفات پائی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب نے اس کے مرثیے میں یہ اشعار کہے :

اَلاَ اِنَّ زَادَ الرَّکْبِ غیر مُدَافِعٍ
بِسَرْوِ سُحَیْمٍ غَیَّبَتْہُ المَقَابِرُ

---

[1] ۔ جذل الطعان ۔ علقمہ بن فراس بن غَنْم کا لقب ہے ۔

یاد رکھیں کہ وہ شخص جس کے زاد الرکب کہلانے میں کسی کو اعتراض نہ تھا اسے سر و سحیم کے مقام پر قبر نے پوشیدہ کر دیا

بِسَرٍّ وَسُحَيْمٍ عَارِفٌ وَمُنَاكِرٌ
وَفَارِسُ غَارَاتٍ خَطِيبٌ وَيَاسِرُ

وہ صابر، جنگجو، غارت ڈالنے والا شہسوار، خطیب اور جؤا کھیلنے والا (عالی ظرف) شخص سر و سحیم کے مقام پر پڑا ہے

تَنَادَوْا بِأَنْ لَا سَيِّدَ الْحَيِّ فِيهِمُ
وَقَدْ فُجِعَ الْحَيَّانِ كَعْبٌ وَعَامِرُ

انھوں نے پکار کر کہا کہ قبیلے کا سردار ان میں نہیں رہا۔ کعب اور عامر دونوں قبیلوں کو اس کی موت سے دکھ پہنچا ہے

فَكَانَ إِذَا يَأْتِي مِنَ الشَّامِ قَافِلاً
بِمَقْدَمِهِ تَسْعَى إِلَيْنَا الْبَشَائِرُ

جب یہ شام سے لوٹتا تھا تو (محض) اس کی آمد بشارتیں بن کر ہماری طرف دوڑی آیا کرتی تھیں

فَيُصْبِحُ أَهْلُ اللهِ بِيضًا كَأَنَّمَا
كَسَتْهُمْ حَبِيرًا[1] رَيْدَةٌ[2] وَمَعَافِرُ[3]

پھر اللہ کے گھر والے یعنی قریش (کے چہرے) روشن و چمکدار ہو جاتے، ایسا معلوم ہوتا کہ ریدہ اور معافر شہروں نے انھیں منقش چادریں پہنا دی ہیں

---

١۔ حَبِير: البرد الموشی منقش چادر۔

٢۔ ریدہ: یمن کے ایک شہر کا نام ہے۔

٣۔ معافر: ایک قبیلے کے باپ کا نام ہے جس کی طرف معافری کپڑے منسوب ہوتے ہیں۔

تَـرَی دَارَهُ لاَ یَـبْرَحُ الدَّهْرَ عِنْدَهَا
مُـجَعْجَعَةٌ[1] کُـومٌ سِـمَانٌ وبَاقِرُ

تو اس کے گھر کو دیکھے گا کہ وہاں ہر وقت بڑی کوہان والی موٹی اونٹنیاں اور گائیں پڑی رہتی ہیں

إذَا أُکِـلَـتْ یَـوْماً أَتَی الدَّهْرُ مِثْلَهَا
زَوَاهِـقَ زُهْـمٌ أَو مَـخَـاضٌ بَـهَـازِرُ

اگر انھیں کسی دن کھا لیا جاتا (اور وہ ختم ہو جاتیں) تو زمانہ اسی قدر اور لے آتا ۔ ان میں کچھ موٹی اور چربی والی ہوتیں اور کچھ حاملہ اور موٹی ہوتیں

ضَرُوْبٌ بِنَصْلِ السَّیْفِ سُوقَ سِمَانِهَا
إذَا عَـدِمُـوا زَاداً فَـإنَّکَ عَـاقِـرُ

یہ اپنی تلوار موٹی اونٹنیوں کی پنڈلیوں پر مارا کرتا تھا اس وقت جب کہ لوگوں کے پاس زاد نہ ہوتا (اے مرنے والے) تُو تو (دوسروں کی خاطر) اونٹ ذبح کیا کرتا تھا

وَإلاَّ یَـکُنْ لَـحْمٌ غَـرِیْضٌ فَـإنَّـهُ
تُـکَبُّ عَـلَـی أفْـوَاهِـهِـنَّ الـغَرَائِرُ

اور اگر تازہ گوشت نہ ہوتا تو (گندم کے) تھیلوں کو انڈھیل دیا جاتا

فَـیَـالَـکَ مِـنْ نَـاعٍ حُـبِیتَ بِأَلَّةٍ
شَـرَاعِـیَّـةٍ[2] تَـصْـفَرُّ مِـنْـهُ الاَظَـافِرُ

[۴۹] اے امیہ کی موت کی خبر لانے والے ! خدا کرے تجھے کوئی

---

۱ ۔ مجعجعة : از جَعْجَعَ البعیر اذا بَرَكَ وَ اسْتَنَاخَ ۔

۲ ۔ ناخنوں کا پیلا ہو جانا موت کی علامت ہے ۔

ایسا لمبا نیزہ لگے جس سے (تیرے) ناخن پیلے پڑ جائیں (سارے جسم کا خون بہ جائے)

ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم (عہدِ) جاہلیت کے ان تمام سخی لوگوں کا ذکر کریں جنھیں ضرب المثل کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی ۔ جو شخص عربوں کے واقعات سے باخبر ہے اس پر عیاں ہے کہ ان میں سے ہر شخص مثال بن جانے کا مستحق تھا ۔

ظہورِ اسلام کے بعد تو اُن کے یہاں سخاوت اور بھی مؤکد ہوگئی ۔ شریعت کے صریح احکام نے اسے واجب قرار دے دیا ۔ ایک طرف اسلام اور دوسری طرف ان کا فطری میلان دونوں سبب یکجا ہوگئے ، چنانچہ قرون ثلاثہ میں ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جنھوں نے کعب بن مامہ اور ابن سُعْدیٰ کی یاد کو فراموش کرا دیا ۔

ابن عبد ربہٖ العقد الفرید میں بیان کرتا ہے[1] ۔ ایک ہی زمانے میں حجاز میں تین سخی موجود تھے ۔ عبید اللہ بن العباس (م ۵۸ھ) ، عبد اللہ بن جعفر (م ۸۰ھ) اور سعید بن العاص (م ۵۹ھ) ۔

عبید اللہ بن العباس کی سخاوت یہ تھی کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے ہمسایوں کو ناشتہ[2] کرایا ۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے سڑکوں پر دسترخوان لگا دیے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے کھانے پر لوگوں کو حَیّاكَ اللہ (خدا تجھے زندہ رکھے) کہا اور وہ پہلا شخص ہے جس نے دسترخوان لُٹایا ۔

اسی کے متعلق مدینے کا ایک شاعر کہتا ہے :

وَ فِي السَّنَةِ الشَّهْبَاءِ أَطْعَمْتَ حَامِضًا
وَ حُلْوًا وَ لَحْمًا تَامِكًا و مُمَزَّعًا

جس سال بارش نہ ہو تو تُو لوگوں کو ترش (دودھ) ، میٹھا دودھ ، موٹا گوشت اور ٹکڑے کیا ہوا گوشت کھلاتا ہے

---

۱ ۔ العقد الفرید : ۱ : ۳۴۰ ۔
۲ ۔ فَطَّرَ : أَعْطَاهُ فَطُوراً ۔

وَ اَنْتَ رَبِیعٌ لِلیَتَامٰی و عِصمَۃٌ
إذَا المَحْلُ مِنْ جَوِّ السَّمَاءِ تطَلّعَا

جب آسمان سے قحط جھانکنے لگے تو تُو یتیموں کے لیے ربیع (کا موسم) اور بچاؤ کا سبب بن جاتا ہے

اَبُوكَ اَبُوالفَضْلِ الَّذی کَانَ رَحْمَۃً
وَ غَیْثًا وَ نُوراً لِلْخَلَائِقِ اَجْمَعَا

تمھارا باپ ابوالفضل تو تمام مخلوق کے لیے رحمت، بارش اور نور تھا

اُس کی سخاوت کا ایک واقعہ یہ ہے ۔ وہ اپنے گھر کے صحن میں تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا ، " اے عباس کے بیٹے! تم پر میرا ایک احسان ہے اور مجھے اب اس کی ضرورت پڑ گئی ہے " ۔ اس نے اُوپر نیچے نظر دوڑائی مگر اسے نہ پہچان سکا ۔ پھر کہا ، " مجھ پر تمھارا کون سا احسان ہے " ؟ اس نے جواب دیا ، " میں نے ایک بار تمھیں زمزم پر کھڑے دیکھا۔ تمھارا غلام تمھارے لیے پانی نکال رہاتھا ۔ تم پر دھوپ پڑ رہی تھی ۔ میں نے اپنی چادر کے کنارے سے تم پر سایہ کر دیا تھا تاآنکہ تم نے پانی پی لیا " ۔ عبید اللہ نے کہا ، " ہاں مجھے یاد ہے اور (اس) بات (کی یاد) میرے ذہن اور دماغ میں گرداں ہے " ۔ پھر اس نے اپنے مختار سے پوچھا ، "تمھارے پاس کیا ہے" ؟ اس نے جواب دیا ، "دو سو دینار اور دس ہزار درہم"۔ کہا ، "اسے دے دو اور میرے خیال میں [۹۵] اس رقم سے اس کے احسان کا حق تو ادا نہیں ہوتا " ۔ وہ شخص بولا ، " خدا کی قسم اگر حضرت اسماعیل[۴] کی اولاد میں صرف تو ہی ایک ہوتا تو جب بھی اس کے لیے کافی تھا ۔ مگر اُن کے کیا کہنے ان کی اولاد میں سیّد الاوّلین والآخیرین محمد صلی اللہ علیہ و سلم پیدا ہوئے ، مستزاد یہ کہ اس میں تم بھی ہو اور تمھارا باپ بھی" ۔

اس کی سخاوت کا یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ معاویہؓ نے حسینؓ بن علی رضی اللہ عنہما کا وظیفہ بند کر دیا یہاں تک کہ ان کی حالت تنگ

ہوگئی - کسی نے ان سے کہا : اگر آپ اپنے چچا زاد[1] بھائی عبید اللہ کے پاس کسی کو بھیجتے (تو وہ آپ کو ضرور کچھ دے دیتا) کیونکہ وہ تقریباً دس لاکھ درہم لے کر آیا ہے - اس پر حسین نے کہا ، "دس لاکھ سے عبیداللہ کا کیا بنے گا " ؟ خدا کی قسم وہ تو تند و تیز ہوا اور موجزن سمندر سے بھی زیادہ سخی ہے - اس کے بعد انھوں نے ایک قاصد کے ہاتھ ایک رقعہ بھیجا جس میں ذکر کیا کہ معاویہؓ نے میرے وظیفے بند کر دیے ہیں اور میں تنگ دست ہو رہا ہوں - مجھے ایک لاکھ درہم درکار ہے - جب عبید اللہ نے وہ خط پڑھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے اس لیے کہ وہ نہایت ہی رقیق القلب تھا اور پرگداز طبیعت کا مالک تھا - چنانچہ کہا ، " اے معاویہؓ تیرے ہاتھوں نے ایک پاپ اور کما لیا - تو خود تو نرم بستر اور بلند محلوں میں رہے اور حسینؓ تنگ دستی اور کثرتعیال کا شاکی ہو"؟ پھر اپنے مختار عام سے کہا ، " چاندی ، سونا ، کپڑا جانور غرض جو کچھ بھی میری ملک ہے اس کا نصف حسین کے پاس بھیج دو اور اسے بتا دو کہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ میں نے اس کے ساتھ برابر بانٹ لیا ہے - اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں (تو فبھا) ورنہ واپس آ کر باقی آدھاحصہ بھی لے جاؤ" - مختار نے کہا ، "یہ (دیگر) ذمہ داریاں جو آپ پر عائد ہیں انھیں کس طرح پورا کریں گے " ؟ جواب دیا جب ہم وہاں تک پہنچیں گے تو ہم تمھیں ایک ایسی بات بتائیں گے جس سے تم اپنے حال کی اصلاح[2] کر سکو گے - جب قاصد ان کا پیغام

---

۱ - بلوغ الارب اور العقد الفرید دونوں میں " ابن عمک " (عمزاد بھائی) ہی لکھا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ حضرت عباسؓ حضرت علیؓ کے چچا تھے اور عبید اللہ حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی نہ کہ حسینؓ کا - عبید اللہ حسینؓ کے چچا ہوتے ہیں لہٰذا الی عمک عبید اللہ ہونا چاہیے -

۲ - بلوغ الارب میں " تقم به حالك" مرقوم ہے ؛ جس کا ترجمہ اوپر دے دیا گیا مگر العقد الفرید میں یقیم حالک ہے درست وہی ہے جو بلوغ الارب میں ہے -

لے کر حسین رضؓ کے پاس آیا تو انھوں نے إنـا ِللہ پڑھا اور کہا ، "اللہ کی قسم میں نے اپنے عمزاد بھائی پر بارِ گراں ڈال دیا ہے ۔ میرا خیال نہ تھا کہ وہ یہ تمام چیزیں مجھے دے دے گا لٰہذا انھوں نے مال کا آدھا حصہ لے لیا ۔ عبید اللہ پہلا شخص ہے جس نے (عہد) اسلام میں ایسا کیا ۔

عبید اللہ کی سخاوت کی ایک مثال یہ ہے کہ جب وہ شام میں معاویہ رضؓ کے یہاں مقیم تھے تو معاویہ رضؓ نے ان کے پاس نو روز کے تحفے کے طور پر کپڑوں کے بہت سے جوڑے ، کستوری اور سونے چاندی کے برتن اپنے حاجب (دربان) کے ہاتھ بھیجے ۔ جب حاجب نے ان چیزوں کو ان کے سامنے رکھا تو انھوں نے دیکھا کہ دربان ان چیزوں کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا ہے ۔ عبید اللہ نے پوچھا ، "کیا تمھارے دل میں ان چیزوں کے متعلق کوئی خواہش ہے" ؟ اس نے جواب دیا ، " ہاں ! وہی خواہش ہے جو یوسف کے بارے میں یعقوب علیہ السلام کے دل میں تھی"۔ یہ سن کر عبید اللہ ہنس پڑا اور کہا ، "لے لو ۔ یہ سب کچھ [۹۶] تمھارا ہے" ۔ اس نے کہا ، "میں آپ کے قربان جاؤں مجھے ڈر ہے کہ اگر معاویہ رضؓ کو اس بات کا پتا چل گیا تو مجھ پر ناراض ہوگا " ۔ جواب دیا ، " ان پر اپنی مہر لگا کر خادم کے سپرد کر دو ۔ جب ہمارا یہاں سے جانے کا وقت آئے گا تو وہ رات کے وقت تمھارے پاس یہ سب کچھ پہنچا دے گا " ۔ اس پر حاجب نے کہا ، "خدا کی قسم سخاوت کرنے کے لیے یہ حیلہ کرنا سخاوت سے بھی بڑی بات ہے ۔ میری خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے تمھیں اس کی جگہ دیکھوں " ۔ مراد تھی معاویہ کی جگہ ۔ عبید اللہ نے خیال کیا کہ حاجب فریب دے رہا ہے لٰہذا کہا ، " ایسی بات چھوڑو کیونکہ ہم تو وہ لوگ ہیں جو اپنے وعدے پورے کرتے ہیں ۔ جو کچھ طے کر دیں اس سے منحرف نہیں ہوتے " ۔

اس کی سخاوت کا ایک واقعہ یہ ہے کہ اس کے پاس ایک سائل آیا اور وہ اسے جانتا نہ تھا ۔ سائل نے کہا ، " خیرات کرو ۔ کیونکہ مجھے بتلایا گیا ہے کہ عبید اللہ بن عباس نے ایک سائل کو ایک ہزار درہم دیے تھے اور اس پر بھی عذر پیش کیا تھا " ۔ اس پر عبید اللہ نے کہا ،

میں عبید اللہ کا کہاں مقابلہ کر سکتا ہوں"؟ سائل نے کہا ، "تم حسب کے اعتبار سے بات کر رہے ہو یا مال کی کثرت کے اعتبار سے" ۔ عبید اللہ نے کہا ، "دونوں کے اعتبار سے۔ سائل نے کہا، "انسان کا حسب اس کی مروّت اور اس کا فعل ہوتا ہے ۔ جب تو کوئی کام کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور جب کر لیا تو حسب والا ہوگیا" ۔ اس پر عبید اللہ نے اسے دو ہزار درہم بھی دیے اور اپنی تنگ دستی کا عذر بھی پیش کیا ۔ یہ دیکھ کر سائل نے کہا ، " اگر تو عبید اللہ بن عباس نہیں ہے تو یقیناً کوئی اس سے بہتر انسان ہے اور اگر تو وہی ہے تو کل کے متالے میں آج برتر ہے" ۔ اس پر عبید اللہ نے اسے ایک ہزار درہم اور دیے ۔ اس پر سائل بولا ، " یہ (انداز) تو ایک سخی اور حسب والے انسان کے خوشی کے مارے جھومنے کے مترادف ہے ۔ اللہ کی قسم میں نے اپنے دل کے دانے کو کھود کر تمھارے دل میں ڈال دیا اس میں غلطی صرف اتنی ہوئی کہ میرے[1] دل میں شبہ سا پیدا ہوگیا ۔

اس کی سخاوت کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ اس کے پاس انصار میں سے ایک شخص آیا اور کہا ، " اے رسول اللہ کے چچا زاد بھائی آج رات میرے یہاں لڑکا پیدا ہؤا ہے اور میں نے اس کا نام تبرک کی غرض سے آپ کے نام پر رکھ دیا ہے ۔ والدہ اس کی فوت ہوگئی ہے " ۔ یہ سن کر عبید اللہ نے کہا ، " اللہ تعالیٰ اس عطیے میں برکت دے اور (اس کی والدہ کی موت کی) مصیبت پر خدا تجھے اجر کثیر دے ۔ اس کے بعد اس نے اپنے مختار عام کو بلایا اور کہا ، " ابھی جا کر بچے کے لیے ایک لونڈی خرید لاؤ جو بچے کی پرورش کرے اور اس شخص کو اس بچے کی تربیت کے لیے دو سو دینار دے دو" ۔ ازاں بعد انصاری سے کہا ، " چند دنوں کے بعد پھر آنا کیونکہ تو ایسے وقت میں آیا ہے جب ہماری روزی خشک اور مال کم ہے" ۔ یہ سن کر انصاری بولا ، " اگر تو حاتم

---

۱ - بلوغ الارب میں "من جوانحی" دیا ہے مگر میں نے "بین جوانحی" پڑھ کر ترجمہ کیا ہے جیسا کہ العقد الفرید (۱ : ۳۴۲) میں ہے ۔

سے صرف ایک دن پہلے ہوتا تو عرب اس کا کبھی ذکر بھی نہ کرتے لیکن چونکہ (تجھ سے) وہ پہلے گزر چکا ہے لہٰذا تو دوسرے نمبر پر ہوگیا مگر میں گواہی دیتا ہوں کہ تمھارا بغیر سوال کے کسی کو دینا اُس مال سے کہیں زیادہ ہے جیسے حاتم نے بڑی کوشش سے کسی کو دیا ہو۔ تمھاری سخاوت کے چھینٹے اس کی زور دار بارش سے بیش ہیں۔ عبید اللہ کے جو واقعات العقد الفرید میں درج ہیں وہ ختم ہوئے۔

ابوالفرج[1] الاصبہانی نے ''الاغانی'' میں خود اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ عبید اللہ بن عباس بن عبدالمطلب کا مَعن بن اَوس المزنی کے پاس سے گزر ہوا، اس وقت معن کی بینائی جاتی رہی تھی۔ عبید اللہ نے کہا، '' معن! کیا حال ہے''؟ اس نے جواب دیا، ''بینائی کمزور ہو چکی ہے، اہل و عیال کثیر ہیں [۹۷] قرضہ بہت سا چڑھ گیا ہے''۔ عبیداللہ نے پوچھا، '' تمھارا قرضہ کتنا ہے''؟ اس نے جواب دیا، ''دس ہزار درہم''۔ عبید اللہ نے دس ہزار درہم اس کی طرف بھیج دیے۔ دوسرے دن پھر اس کے پاس سے گزر ہؤا۔ پوچھا، اے معن! کیا حال ہے تو اس نے کہا:

أَخَذْتُ بِعَيْنِ المَالِ حَتّى نَهَكْتُهُ
وَ بِالدَّيْنِ حَتّى مَا أَكَادُ اُدَانُ

میں نے نقد مال لیا اور اسے خرچ کر ڈالا پھر قرض لیا حتّٰی کہ اب کوئی مجھے قرض بھی دینے کا نہیں ہے

وَ حَتّى سَأَلْتُ القَرْضَ عِنْدَ ذَوِي الغِنٰى
وَ رَدَّ فُلَانٌ حَاجَتِي و فُلَانُ

۱ - ابوالفرج الاصبہانی: ابوالفرج علی بن الحسین الاموی الاصبہانی۔ یہ ادیب، نسب دان، علامہ، شاعر اور کئی ایک کتابوں کا مصنف ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ باوجود مروانی ہونے کے اس کا میلان تشیع کی طرف تھا۔ تہتر سال کی عمر میں ۳۵۶ھ میں وفات پائی۔

(حالت بایں جا رسید کہ) میں نے مال داروں سے قرض مانگا مگر میری حاجتوں کو فلاں اور فلاں نے رد کر دیا

(یہ سن کر) عبداللہ بولا : مدد اللہ ہی سے لی جا سکتی ہے ہم نے ایک لقمہ آپ کے پاس بھیجا تھا آپ نے اسے چبانا بھی نہ تھا کہ آپ کے ہاتھ سے چھین لیا گیا ۔ لہٰذا گھر والوں ، قرابت داروں اور پڑوسیوں کے لیے کیا رہ گیا ۔ چنانچہ دس ہزار درہم اور اس کی طرف بھیج دیے ، اس پر معن نے اس کی مدح میں یہ شعر کہے :

إِنَّكَ فَرْعٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَإِنَّمَا
يَمُجُّ النَّدَى مِنْهَا البُحُورُ الفَوَارِعُ

تُو تو قریش کی ایک شاخ ہے (اس لیے سخی ہے) کیونکہ بلند موجوں والے سمندر ہی سخاوت (کے موتی) اُگلا کرتے ہیں

ثَوَوْا قَادَةً لِلنَّاسِ بَطْحَاءَ مَكَّةٍ
لَهُمْ فِي سِقَايَاتِ الحَجِيجِ الدَّوَافِعُ[1]

یہ لوگ مکہ کی پتھریلی اور ریت والی وادی میں سردار بن کر مقیم رہے ۔ حاجیوں کے پانی پلانے کی جگھوں میں وادی کے نچلے حصے ان ہی کے تھے

فَلَمَّا دُعُوا لِلْمَوْتِ لَمْ تَبْكِ مِنْهُمُ
عَلَى حَادِثِ الدَّهْرِ العُيُونُ الدَّوَامِعُ

اور جب انھیں موت (جنگ) کی طرف بلایا گیا تو رونے والی آنکھیں حوادث زمانہ کی وجہ سے ان پر نہ روئیں

ابن عبدربہ نے اس کے بعد عبداللہ بن جعفر ، سعید بن العاص ،

---

۱ - دوافع : وادی کے نچلے حصے جہاں پانی آ کر جمع ہوتا ہے ۔ الدوافع اسافل الأراضی السھلة حیث تدفع فیه الاودیه اسفل کل ارض الواحدة منھا " دافعه " ۔

عبیداللہ[1] بن ابی بکرۃ اور عبیداللہ[2] بن معمر القُرَشی کی سخاوت کے کچھ واقعات بیان کیے ہیں ، نیز ان اسخیا کے دوسرے طبقے کے بھی بہت سے لوگوں کی سخاوت کا ذکر کیا ہے اور ایسی ایسی باتیں بیان کی ہیں کہ انھیں سن کر تعجب اور حیرت ہوتی ہے مگر یہ کوئی اچنبے کی بات نہیں ۔ کیونکہ ان کے پاس ان کے سردار نہیں بلکہ عدنان و قحطان کی اولاد کے سردار اور عالم امکان کی آنکھ کے نور صلی اللہ علیہ و سلم کا نمونہ موجود تھا ۔ آپ کو وہ (جوہر) سخاوت جُود عطا کیا گیا تھا جس سے آپ باقی سب پر فوقیت لے گئے یہاں تک کہ آپ نے ہر وہ چیز جو آپ کے پاس موجود تھی اللہ کی راہ میں دے دی ۔ اپنی ہر مطلوب و محبوب چیز خیرات کر دی اور جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ اپنے گھر والوں کی خوراک کے لیے چند صاعوں کے عوض ایک یہودی کے پاس گرو تھی حالانکہ آپ جزیرۂ عرب کے مالک تھے ۔ اسی جزیرے میں ملوک اور حِمیَری ہو گزرے تھے جن کے پاس دولت بھی تھی اور مال بھی ، جنھیں جمع کر کے وہ خزانے بھرتے تھے اور ان خزانوں پر فخر کرتے تھے ۔ ان سے متکبرانہ اور مغرورانہ طور پر حظ اُٹھاتے تھے مگر آپ کے قبضے میں تو[۹۸]اُن سب کے ملک آ گئے تھے ، پھر بھی آپ نے نہ کوئی دینار جمع کیا اور نہ درہم ۔ آپ کا کھانا نرم اور آسانی سے نگلا جانے والا نہ ہوتا تھا ۔ آپ گاڑھے لباس کے سوا کوئی اور لباس بھی نہ پہنتے تھے ، دوسرے لوگوں کو اعلیٰ چیزیں عطا فرماتے ۔ کثیرالتعداد افراد پر آپ کے احسانات رہے مگر خود محتاجی کے کڑوے گھونٹ

---

۱ ۔ عبید اللہ بن ابی بکرۃ ۔ بلوغ الارب اور العقد الفرید میں عبید اللہ ہی دیا ہے مگر شذرات الذہب (۱ : ۸۷) میں عبد اللہ بن ابی بکرۃ دیا ہے ، حجاج نے انھیں ۷۸ھ میں سجستان کا گورنر بنا کر بھیجا تھا ۔ ہر عید کے موقع پر ایک سو غلام آزاد کیا کرتے تھے۔ ۷۹ھ میں وفات پائی ۔

۲ ۔ عبید اللہ بن معمر القرشی ۳۲ھ میں چالیس سال کی عمر میں اصطخر کے کسی گاؤں میں قتل ہوئے ۔

بیٹے اور احتیاج کی بھوک پر صبر کرتے رہے ، حالانکہ ہوازن کا مالِ غنیمت آپ[۴] کے قبضے میں آیا تھا جس میں چھ ہزار قیدی ، چوبیس ہزار اُونٹ ، چالیس ہزار بھیڑ بکریاں اور چار ہزار اُوقیہ چاندی تھی ۔ آپ نے اپنا تمام حق از رہ سخاوت بخش دیا اور خالی ہاتھ رہ گئے ۔

ابو وائل[۱] نے مسروق[۲] سے اور انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (م ۵۸ھ) سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم ، نہ کوئی بکری اور نہ اُونٹ اور نہ ہی کسی چیز کی وصیت فرمائی ۔

عمرو بن مرہ[۳] نے سوید بن الحارث سے روایت کی ہے اور سوید ، ابوذر رض[۴] سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

(فرض کیا اگر) میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا بھی سونا ہو تو میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں گا ۔ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ جب مروں تو میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی موجود ہو ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ میں اسے قرض خواہ کے لیے رکھ لوں (تاکہ قرض ادا

---

۱ ۔ ابو وائل : ابو وائل شقیق بن سلمہ الاسدی الکوفی ۔ یہ ابن مسعود کی صحبت میں رہے اور صاحبِ ابن مسعود کے نام سے مشہور ہوئے ۔ انھوں نے ابوبکر ، عمر ، عثمان اور علی سے روایت کی ہے ۔

۲ ۔ مسروق ۔ مسروق بن عبدالرحمٰن الکوفی ۔ انھوں نے ابن مسعود اور دیگر لوگوں سے حدیث سنی اور ان سے شعبی وغیرہ نے ۔ ۶۳ھ میں وفات پائی ۔

۳ ۔ عمرو بن مرۃ : عمرو بن مرہ المرادی ۔ کوفی اور نابینا تھے ۔ حافظ حدیث تھے اور سند مانے جاتے ہیں ۔ ابن ابی اوفیٰ اور دیگر لوگوں سے حدیث سنی ۔ ۱۱۶ھ میں وفات پائی ۔

۴ ۔ ابوذر : ابوذر غفاری رض نجبائے صحابہ میں سے تھے ۔ علم میں ابن مسعود کے ہم پلہ تھے ۔ ۳۲ھ ربذہ میں وفات پائی ۔

ہو جائے) ۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا اور کوئی سائل آ جاتا تو آپ وعدہ فرما دیتے تھے ، مگر اس کا سوال رد نہ کرتے تھے اور اللہ کی طرف سے کشائش کے منتظر رہتے تھے ۔

حماد بن زید[1] نے معلی بن زیاد سے روایت کی ہے اور انھوں نے حسن[2] سے روایت کی ہے کہ ایک سوالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپؐ نے فرمایا، ''بیٹھ جاؤ ابھی اللہ تمھیں دے دے گا'' ۔ پھر ایک اور آ گیا ، پھر ایک اور ، اور آپ ان سب کو بیٹھ جانے کا حکم فرماتے گئے ۔ اس کے بعد ایک شخص چار اُوقیہ لے کر آیا اور آپ کی خدمت میں پیش کر کے کہا ، ''یا رسول اللہ ! یہ صدقے کے ہیں'' ۔ آپ نے پہلے سائل کو بلایا اور اسے ایک اوقیہ دے دیا ، پھر دوسرے کو بلایا اور ایک اوقیہ دے دیا ۔ پھر تیسرے کو بلایا اور ایک اوقیہ دے دیا ۔ ایک اوقیہ آپ کے پاس بچ گیا ۔ آپ نے لوگوں کے سامنے پیش کیا مگر کوئی لینے کے لیے نہ اُٹھا ۔ جب رات ہوئی تو آپ نے اسے اپنے سر کے نیچے رکھا ۔ آپ کا بستر ، آپ کا چوغہ ہی ہوتا تھا ۔ مگر آپ کو نیند نہ آتی تھی لہٰذا آپ پھر سے نماز پڑھنے لگ جاتے تھے ، یہ حال دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ، '' یا رسول اللہ ! کیا آپ کو کوئی حادثہ پیش آیا ہے'' ؟ آپ نے فرمایا ، ''نہیں'' ۔ حضرت عائشہؓ نے پھر عرض کیا ، '' کوئی اللہ کا حکم نازل ہؤا ہے''؟ آپؐ نے فرمایا ، ''نہیں'' حضرت عائشہ نے پھر کہا ، ''آج رات آپ جو کچھ کر رہے ہیں پہلے کبھی نہ کیا تھا '' ۔ اس پر آپ نے اُس ایک اوقیہ کو نکالا اور فرمایا ، '' وہ معاملہ جو تم دیکھ رہی ہو وہ اس نے میرے ساتھ کیا ہے میں اس

---

۱ - حماد بن زید بن درہم الازدی البصری ۔ نابینا تھے ۔ بہت پرہیزگار اور دین دار تھے - ۱۷۹ھ میں وفات پائی ۔

۲ - حسن سے مراد حسن بصری ہیں ۔ اگرچہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی مگر ان کی مرسل روایت معمول ہے ۔ ۱۱۰ھ میں وفات پائی ۔

بات سے خائف تھا کہ مبادا قضائے الٰہی وارد ہو جائے اور میں نے اس اوقیے کو چلتا نہ کیا ہو"۔

زہری نے ابوسلمہ سے روایت کی ہے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے اور حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا :

میں مومنوں کی جانوں تک خود ان کے مقابلے میں بہتر حقدار ہوں لہٰذا جس نے قرض چھوڑا ہو اس کی ادائی میرے ذمے ہے مگر جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔

کیا جود و سخا کے اعتبار سے کوئی بھی جود و سخا ایسی ہو سکتی ہے یا آپ کے اعراض اور زہد جیسا [۹۹] کوئی اور اعراض اور زہد ہو سکتا ہے۔ یہ ناممکن ہے۔ یہ ناممکن ہے۔ جس کے فضائل میں سے یہ چند پارہ ہائے زر یہ ہوں اور جس کے محاسن میں سے تھوڑے سے محاسن یہ ہوں کیا کوئی اس کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ آپ کے محاسن کو نہ کوئی شمار کر سکتا ہے اور نہ کوئی ان کی انتہا معلوم کر سکتا ہے۔ وہ ذات جو فضائل کی انتہا کو پہنچ چکی ہو اور معاملات کی غایت کو درجۂ کمال تک پہنچا چکی ہو وہی تمام جہان کی سرداری کی اہلیت کا استحاق رکھتی ہے۔ وہی مخلوق کی مصلحتوں کو پورا کرنے کی بجا طور پر ضامن قرار دی جا سکتی ہے۔

## عربوں کا بمقابلہ اور قوموں کے حلم کے زیادہ قریب ہونا

ہاں تو حلم نام ہے نفس کو قابو میں رکھنے کا تا کہ غصہ بھڑکنے نہ پائے۔ جس طرح تحمّل نام ہے نفس کو قابو میں رکھنے کا تا کہ یہ اپنی حاجت کو پورا نہ کر سکے۔ حلم عقل کا کام ہے، عقل سے حلم جدا نہیں ہو سکتا اسی لیے ہر عقل کی بات جو فعلاً ظاہر ہو حلم کہلاتی ہے جس طرح اللہ تعالٰی ان لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے جو حق کی اطاعت نہیں کرتے بطور تعجب فرماتے ہیں :

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهٰذَا

کیا ان کی عقلیں انھیں ایسا کرنے کا حکم دیتی ہیں ؟

اور جب حلم کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کیا جائے تو اس سے حلم کے تقاضا کے مطابق عمل کرنا مراد ہوتا ہے ۔ یعنی عفو بدوں اس کے کہ اس پر کوئی تاثر واقع ہو ۔ مزید برآں یہ کہ جس قدر عقل زیادہ ہوگی اسی قدر اس کی تاثیر بھی زیادہ کامل ہوگی اور اس کا اثر بھی زیادہ قوی اور زیادہ مضبوط ہوگا ۔ ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ عرب کس قدر زیادہ اور کس قدر کامل عقل کے مالک تھے ، لہٰذا اس کے اثرات بھی یقینی طور پر ایسے ہی ہوں گے ۔ ان کی سہرت تو ۔ خدا کرے کہ ان کے کارنامے تا بقائے زمانہ اور تا مرور عصور پڑھے جائیں ۔ ہر اس بات پر استوار تھی جس سے حلم کی تکمیل ہوتی ہو ۔ کیونکہ انسان کا حلم صرف اسی وقت مکمل ہو سکتا ہے جب وہ اپنے تمام جوارح پر قابو رکھ سکے مثلاً ہاتھ پر قابو ہو کہ وہ گرفت نہ کرے ۔ زبان پر قابو ہو کہ وہ فحش بات نہ کہے اور آنکھ پر قابو ہو کہ وازوں نظری سے بچے ۔ اور جو شخص ان کے اشعار اور خطبوں کو باریک بین نگاہ سے دیکھے گا اور ان کی زبان سے واقف ہوگا اس پر یہ تمام مذکورہ بالا امور واضح ہو جائیں گے ۔ عرب ظلم کرنے کو حرام قرار دیتے اور ظلم کرنے سے باز رہنے کے لیے آپس میں قسمیں اٹھاتے تھے جیسا حِلْفُ الفضول وغیرہ کے ضمن میں عنقریب ذکر کیا جائے گا ۔ عرب فحش اور ناپسندیدہ باتوں سے باز رہتے اور ان کی زبان پر اس چیز کو کنایتہً بیان کرتی ہے جس کا تصریحاً بیان کرنا قبیح سمجھا جاتا ہے ، تا کہ وہ ایسا لفظ بولنے سے بچ سکیں جس سے ان کی مروت اِبا کرتی ہے ۔ ثَعَالِبِی[۱] نے ایک الگ کتاب لکھی ہے جس میں ان امور کے کنایات کا ذکر کیا ہے جن کے

---

۱ ۔ ابو منصور عبدالملک الثعالبی المتوفی ۴۳۰ھ ۔ اپنے زمانے میں نیشاپور کے چوٹی کے ادیب اور لغت دان تھے ۔ انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں مثلاً یتیمۃ الدہر فقہ اللغۃ وغیرہ ۔

صراحتہً بیان کرنے سے ان کی زبانیں پرہیز کرتی ہیں۔ وہ اپنے اشعار میں اپنے حلم پر فخر کرتے آئے ہیں اگر وہ حلم میں کسی خاص مقام پر فائزنہ ہوتے تو وہ حلم کے دلدادہ نہ ہوتے۔

خلف[1] بن خیفہ مولٰی قیس بن ثعلبہ عربوں میں سے کچھ لوگوں کے حلم، مکارم اخلاق اور خوش خوئی کی تعریف میں کہتا ہے

عَدَلْتُ إِلَى فَخْرِ الْعَشِيرَةِ وَالْهَوَى
إِلَيْهِمْ وَفِي تَعْدَادِ مَجْدِهِمْ شُغُلُ

[۱۰۰] میں اور لوگوں کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کی طرف مائل ہوا جو قبیلے کے لیے باعث فخر ہیں اور میرا دلی رجحان بھی انہی کی طرف ہے اور ان کی بزرگی کے کارناموں کو بار بار شمار کرنا میرے لیے ایک بہت بڑا شغل ہے

---

۱۔ خلف بن خلیفہ عہدِ اسلامی کا خوش گو شاعر تھا۔ جریر اور فرزدق کا ہمعصر تھا۔ اسے اقطع کہا جاتا تھا۔ کیونکہ اس پر چوری کا اتہام لگایا گیا تھا جس میں اس کا ایک ہاتھ کٹ دیا گیا تھا۔ زبان دراز اور فحش کلام تھا۔ ایک بار ایک جماعت کے پاس سے گزرا تو ایک آدمی سے اس کی ملاقات ہوئی۔ خلف نے کہا یہ کس کا شعر ہے:

هُوَ القَيْنُ وَابْنُ القَيْنِ لَا قَيْنَ مِثْلُهُ
لِفَطْحِ المَسَاحِي أَوْ لِجَدْلِ الأَدَاهِمِ

مراد اس سے فرزدق پر چوٹ کرنا تھی۔ اس شخص نے جواب دیا یہ شعر اسی شاعر کا ہے جس نے یہ شعر بھی کہا ہے:

هواللِّصُّ و ابن اللِّصِّ لا لِصٌّ مثله
لِنَقْبِ البُيُوتِ أَوْ لِطَرِّ الدَّرَاهِمِ

اس سے اس کا مقصود خلف پر چوٹ کرنا تھا۔ ان اشعار میں خلف بنی شیبان کی مدح کر رہا ہے۔

إلَى هَضْبَةٍ مِن آلِ شَيْبَانَ أشْرَفَتْ
لَهَا الذِّرْوَةُ العُلْيَاءُ و الكَاهِلُ العَبْلُ

میں ایک بلند پہاڑ کی طرف مائل ہوا میری مراد آل شیبان سے ہے جن کی عزت کی چوٹی بلند اور (جس کی قوت) کا کندھا تنومند اور موٹا ہے

إلَى النَّفَرِ البِيضِ الألَى كَأنَّهُمْ
صَفَائِحُ يَوْمِ الرَّوْعِ أخْلَصَهَا الصَّقْلُ

یہ وہ شریف لوگ ہیں جو جنگ کے دن ان چمک دار تلواروں کی طرح ہوتے ہیں جنہیں صیقل نے زنگ سے پاک و صاف کر دیا ہو

إلَى مَعْدِنِ العِزِّ المُؤَيَّدِ و النَّدَى
هُنَاكَ هُنَاكَ الفَضْلُ و الخُلُقُ الجَزْلُ

میں مستحکم عزت اور سخاوت کی کان کی طرف مائل ہوا ہوں۔ وہیں فضیلت بھی ہے اور بڑے اخلاق بھی

أُحِبُّ بَقَاءَ القَوْمِ لِلنَّاسِ إنَّهُمْ
مَتَى يَظْعَنُوا مِن مِصْرِهِمْ[1] سَاعَةً يَخْلُو

میں لوگوں کے فائدہ کی خاطر ان لوگوں کی بقا چاہتا ہوں کیونکہ جب یہ لوگ ایک گھڑی کے لیے بھی اپنے شہر سے کوچ کر جاتے ہیں تو شہر خالی ہو جاتا ہے

عِذَابٌ عَلَى الأفْوَاهِ مَالَمْ يَذُقْهُمُ
عَدُوٌّ و بالأفْوَاهِ أسْمَاءُهُمْ تَحْلُو

جب تک دشمن ان کی دشمنی کا مزہ نہیں چکھتا یہ ان کے منہ کے لیے میٹھے ہوتے ہیں (اور جب دشمنی مول لے لے تو یہ کڑوے

---

۱ - بلوغ الارب میں من مصرع چھپا ہے اسے من مصرهم پڑھیں جیسا کہ حماسہ میں ہے۔

ہوتے ہیں) مگر (دوسرے) لوگوں کے مسہ کے لیے یہ لوگ (ہمیشہ) میٹھے (ہی) رہتے ہیں

عَنيْهِمْ و قَارُ الحِلْمِ حَتَّى كَاَنَّمَا
وَلِيْدُهُمْ مِن اَجْلِ هَيْبَتِه كَهْلُ

ان میں حلم کا وقار (جلوہ گر) ہے یہاں تک کہ ان کا ایک بچہ بھی اپنی ہیبت اور دبدبے کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ادھیڑ عمر کا انسان ہو

إن اسْتُجْهِلُوا لَم يَعْزُبِ الحِلْمُ عَنْهُمْ
وَ إنْ اَثْرُوا ان يجْهَلُوا عَظُمَ الجَهْلُ

اگر انھیں اکھڑپنے پر اکسایا جائے (تو یہ جاہل نہیں بنتے) بلکہ ان کا حلم ان کے پاس ہی رہتا ہے اور اگر یہ اکھڑپنے پر اتر آئیں پھر ان کا اکھڑپنا بہت بڑی آفت ہوتا

هُمُ الجَبَلُ الاَعْلَى إذَا مَا تَنَاكَرَتْ
مُلُوكُ الرِجَالِ اَوْ تَخَاطَرَتِ البُزْلُ

جب[۱] لوگوں کے بادشاہ (شدت تعصب کی وجہ سے) ان سے بیگانگی برتنے لگ جائیں یا جب کامل عقل والے اور تجربہ کار لوگ ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگ جائیں تو یہ لوگوں کے لیے پناہ گاہ کا کام دیتے ہیں

---

۱ - اس شعر کی تشریح میں محمد بہجہ اثری نے تاج العروس سے صرف اس قدر نقل کیا ہے - قال فی التاج : یجوزان یکون من الخطر الذی ھوالوعید و یجوزان یکون من خَطَرالبَعِیرُ بذنبہ اذا ضرب بہ - یہی بعینہ لسان العرب کی عبارت ہے جو اسی شعر کی تشریح میں دی گئی مگر وہاں من الخطر کی بجائے من الخطیر تحریر کیا ہے - پھر محمد بہجہ ، اعزاز علی ، ذوالفقار علی سب نے بُزْل کو بازل کی جمع بتلایا ہے حالانکہ بازل

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۱۸ پر)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْقَتْلَ غَالٍ إِذَا رَضُوْا
وَ إِنْ غَضِبُوا فِي مَوْطِنٍ رَخُصَ الْقَتْلُ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب یہ لوگ کسی پر خوش ہوں تو ان کا قتل کرنا (قاتل کے لیے) مہنگا ہوتا ہے لیکن اگر کسی وقت یہ ناراض ہو جائیں تو قتل کرنا سستا ہو جاتا ہے

لَنَا فِيهِم حِصْنٌ حَصِينٌ و مَعْقِلٌ
إِذَا حَرَّكَ النَّاسَ الْمَخَاوِفُ و الأَزْلُ

---

(صفحہ ۲۱۷ کا بقیہ حاشیہ)

کی جمع بُزَّلٌ آتی ہے - لسان العرب میں ہے جمل بَازِلٌ وَ بُزُوْلٌ - و جمع البازل بُزَّلٌ و جمع البَزُول بُزْلٌ - و الأُنثى بَازِلٌ و جمعها بوازِلُ وَ بُزُول و جمعها بُزُلٌ - و قد قالوا رَجُلٌ بازلٌ على التشبيه بالبعير و ربما یعنون به کماله فی عقله و تجربته بُزْل دراصل بُزُلٌ تھا ضرورت شعری کے لیے اسے بُزْل پڑھا گیا اور بُزُل بزُول کی جمع ہے جس کے معنی وہی ہیں جو بازل کے اور تخاطر خطیر اور خَطَرَان سے ہے جس کے معنی ایک دوسرے پر حملہ کرنے اور وعید کے ہیں (التصاول و الوعید) - اعزاز علی نے اس شعر کے یوں معنی کیے ہیں : یقول : هم المعقل الرفیع و الملاذ المنیع اذا اشتد الزمان بحیث ینکر الملوك و ساداتهم بعضهم بعضًا اواشتدت الحرب بحیث یقع الاستباق و المسابقة بین الجمال القَویة عند الهرب - ذوالفقار علی نے یوں ترجمہ کیا ہے : وہی لوگ کوہ بلند کے موافق لوگوں کی گریزگاہ و جائے پناہ ہیں - جب لوگوں کے سردار بسبب شدت قحط ان سے اوپرے اور انجان ہو جائیں یا جبکہ اشتران قوی ہیکل بھاگنے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہیں یعنی بخوف شدائد جنگ بے اختیار بھاگنے لگیں -

جب (دوسرے) لوگوں کو قحط سالی اور خوف حرکت میں لے آئے تو (ہمیں پروا نہیں ہوتی اس لیے کہ) یہ لوگ ہمارے لیے مضبوط قلعہ اور جائے پناہ ہوتے ہیں

لَعَمْرِی لَنِعْمَ الحَیُّ یَدْعُو صَرِیخُهُم[1]
إِذَا الشَّحَارُ وَ المَالُونُ أَرْهَقَهُ الأَكْلُ

اپنی جان کی قسم جب کسی پڑوسی اور کمزور شخص کو ظلم نے دبا رکھا ہو اور پھر کوئی فریادی انہیں پکارے تو اس وقت یہ قبیلہ بہت ہی اچھا قبیلہ ثابت ہوتا ہے

سُعَاةٌ عَلَى أَفْنَاءِ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ
وَ نَبْلُ أَقَاصِی قَوْمِهِم مِنْهُم نَبْلُ

یہ لوگ قبیلہ بکر بن وائل کے مختلف گروہوں کے سردار ہیں اور ان کی قوم کے وہ لوگ جو ان سے دور رہتے ہیں ان کے کینے اور دشمنی کو یہ اپنا کینہ اور دشمنی سمجھتے ہیں

إِذَا طَلَبُوا ذَحْلاً فَلاَ الذَّحْلُ فَائِتٌ
وَ إِنْ ظَلَمُوا أَكْفَاءَ هُمْ بَطَلَ الذَّحْلُ

جب یہ لوگ کسی قوم سے بدلے کا مطالبہ کرتے ہیں تو لے کر رہتے ہیں مگر اگر یہ اپنے ہمسروں پر ظلم کریں تو ان ہمسروں کا کینہ باطل ہو جاتا ہے (جب یہ کسی کو سزا دینا چاہیں تو اس پر قادر ہوتے ہیں مگر انھیں ان کی زیادتی پر کوئی سزا نہیں دے سکتے)

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ فَرْشٌ إِذَا مَا تَكَلَّمُوا
بِتِلْكَ الثَّنِيْ إِنْ مُسْتَبِينٌ وَ جَبَّ الْعِيَالُ

---

۱ - یہاں صریخ کے معنی فریاد خواہ کے ہیں - فریاد رس کے معنی یہاں مراد نہیں ہیں جیسا کہ اعزاز علی نے سمجھا ہے -

ان کے وعدے فعلاً پورے ہوتے ہیں ۔ جب وہ ایسا کلمہ بولتے ہیں جس کے نام لینے سے فعل واجب ہو جاتا ہے (یعنی جب یہ ہاں کر لیتے ہیں) تو اس صورت میں ان کے وعدے (صرف زبانی وعدے نہیں ہوتے بلکہ) فعل ہو جاتے ہیں

بُحُورٌ تُلاقِيهَا بُحُورٌ غَزِيرَةٌ
إِذَا زَخَرَتْ قَيْسٌ وَ إِخْوَتُهَا ذُهْلُ

[۱۰۱] جب قبیلہ قیس اور ان کے بھائی بنی ذہل موجزن ہوتے ہیں تو ان کی مثال ان وسیع سمندروں کی سی ہوتی ہے جن کے ساتھ وسیع سمندر مل جائیں

ان کے ہاں ایک جملہ تھا جو غصے اور جھگڑے کے موقعوں پر بولا جاتا تھا ۔ جب کوئی ایسا شخص جو دل کی بھڑاس نکالنے اور انتقام لینے کے درپے ہوتا اگر یہ جملہ سن لیتا تو انتقام لینے سے باز آ جاتا ، جملہ یہ ہے : إِذَا مَلَكْتَ فَاسْجِحْ جب قوّہ غضبیہ بھڑک اٹھی تو اس جملے کے کہنے کا مقصد معافی اور حلم کی درخواست کرنا ہوتا اور اگر عربوں کو دوسروں کے مقابلے میں اپنے آپ پر زیادہ قابو نہ ہوتا اور اپنی عقلوں کا ساتھ دینے پر زیادہ قادر نہ ہوتے تو وہ اس کلمہ کے سننے کے باوصف انتقام لینے سے باز رہ سکنے پر قادر نہ ہوتے ، لہٰذا یہ لوگ سراوت کے جھگڑوں میں ہر حلیم الطبع انسان سے زیادہ حلیم اور مخاصمت میں ہر سلیم الطبع سے زیادہ صلح جُو ہیں اور جب انہیں کسی کی بد خوئی سے پالا پڑ جائے تو (جب بھی) ان میں کوئی انوکھی بات نہیں پائی جاتی اور نہ ہی کسی کی جلد بازی کی وجہ سے پیماں شکنی ان کا دستور ہے حالانکہ ان کے سوا ہر حلیم الطبع انسان لغزش کھا جاتا ہے اور ان کے سوا ہر صاحب وقار انسان پھسل جاتا ہے ۔ یہ لوگ دکھ اور محتاجی کو صبر سے برداشت کرتے ہیں اور بد حالی اور تنگ دستی کا تحمل کرتے ہیں ۔ جو جنگیں ، اختلافات ، خصومتیں اور جھگڑے ان میں واقع ہوئے وہ سب خود اپنی شرافت کو بچانے اور اپنی عزت اور مرتبے کی مدافعت

میں واقع ہوئے ہیں ، مقصود یہ تھا کہ یہ لوگ اپنی بزرگی کو ذلت سے بچانے رکھیں۔ تاہم یہ اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ ان کے بلند حسب کو حقیر نہ سمجھ لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جب حلم برمحل نہ ہو تو ذلت کا باعث بن جاتا ہے ۔ یہ بھی واضح ہے کہ ناقابل ستائش بات پر صبر کر لینا غلطی ہے ۔

اللہ کے پیغمبروں (اللہ کی ان پر صلٰوۃ اور سلام ہو) ہی کو لیجیے حالانکہ وہ ہر قابل ستائش صنعت کی رو سے کامل ترین مخلوق تھے اور ایسا شیریں ترین گھاٹ تھے جہاں لوگ آ کر سیراب ہوتے تھے مگر وہ بھی دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے رہے ۔ انھوں نے بھی ان لوگوں سے جنگ کی ، جو راہ حق سے ہٹ گئے تھے تاآنکہ محتاجوں نے ان کی بدولت رادِ راہ حاصل کر لیا ۔ کمزور طاقتور ہو گئے ۔ وہ دشمنوں کو تہ تیغ کر کے فاتح بنے اور اپنے رعب و دبدبے کی بدولت ان (کے شر) سے بچتے رہے ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک[1] دن کے اندر بنی قریظہ کے سات سو آدمیوں کو قید رکھ کر ان کی گردنیں اڑا دیں ۔ گویا آپ نے ان سے ایک ایسے ہی شخص کی طرح انتقام لیا جسے ان پر کسی قسم کا رحم نہ آیا ہو اور نہ ہی ان کے لیے اس کا دل نرم ہوا ہو ۔ آپ نے یہ کام محض اللہ کے حقوق کی خاطر کیا ۔ بنو قریظہ نے خود ہی سعد بن معاذ[2] کو ثالث بنانے پر رضامندی ظاہر کی تھی اور یہ فیصلہ سعد ہی نے دیا تھا کہ جو[3] بالغ ہو چکا ہے اسے قتل کر دیا جائے ، نابالغوں کو غلام بنا لیا جائے (سعد کا یہ فیصلہ سن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا :

۱ ۔ اصل کتاب میں فی یوم احد چھپا ہے ۔ اسے فی یوم واحد پڑھیں ۔
۲ ۔ سعد بن معاذ مشہور صحابی ہیں ۔ انھوں نے ۵ھ میں وفات پائی ۔
۳ ۔ اصل عبارت : مَنْ جَرَتْ علیہ المُوسٰی ہے ۔ لفظی ترجمہ "جس پر استرا چل چکا ہو" ۔

هٰذا حُکْمُ اللہ فَوْقَ سَبْعَةِ اَرْقِعَةٍ[1]
اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اُوپر یہی فیصلہ کر رکھا تھا

چنانچہ آپ کے لیے کسی ایسے حق کا معاف کر دینا جو اُن پر اللہ کی طرف سے واجب ہو چکا ہو جائز نہ تھا آپ کی معافی کا تعلق خاص آپ کے ذاتی حق کے ساتھ تھا

[۱۰۲] روایت کی جاتی ہے کہ قیس[2] بن عاصم المنقری ، اور وہ ان عربوں میں سے ہے جن کے حلم کی مثال دی جاتی ہے ۔ پنڈلیوں اور کمر کے گرد پٹکا ڈالے بیٹھا اپنے ساتھیوں کے ساتھ باتیں کر رہا تھا کہ اس کے مقتول بیٹے اور اس کے ایک چچا زاد بھائی کو جسے رسیوں میں جکڑا ہؤا تھا لایا گیا اور لوگوں نے کہا ، ''اس نے تمہارے اس بیٹے کو قتل کیا ہے'' مگر اس نے نہ تو بات کو بند کیا اور نہ چوکڑی کو کھولا یہاں تک کہ جب اپنی بات سے فارغ ہوگیا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا ، ''میرا فلاں بیٹا کہاں ہے''؟ وہ آیا تو اس نے کہا ، ''بیٹا ! اٹھو ، اس چچا زاد کو آزاد کر دو ، اپنے بھائی کو دفن کر دو اور مقتول کی ماں کے پاس جاؤ اور اسے ایک سو اُونٹنی دے دو اس لیے کہ وہ یہاں پردیسی ہے تاکہ اس کا غم غلط ہو جائے'' اس کے بعد اس نے اپنے بائیں پہلو پر ٹیک لگا کر یہ شعر کہے :

---

۱ - ارقعہ جمع ہے رَقیع کی بمعنی آسمان ۔ حدیث کے اصل الفاظ یوں ہیں :
لَقَدْ حَکَمْتَ بِحکِیمِ اللہِ مِنْ فَوْقِ سَبْعةِ اَرْقِعَةٍ
۲ - قیس بن عاصم بن سنان بن خالد بن مِنْقَر ۔ ابوعلی کنیت ۔ یہ اسلامی اور جاہلی عہد کا شاعر اور شہسوار تھا اور اس کا شمار حُلماء عرب میں ہوتا ہے اور حلم میں ضرب المثل ہے چنانچہ کہتے ہیں احلم من قیس بن عاصم ۔ فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر اسلام لایا اور احادیث کی روایت کی (شرح امالی : ۴۸۶—۴۸۸) ۔

إِنِّي امْرُؤٌ لَا يَعْتَرِي خُلُقِي
دَنَسٌ يُفَنِّدُهُ وَلَا أَفَنُ

میں تو وہ شخص ہوں جس کے اخلاق کو نہ کوئی میل کچیل لاحق ہوتا ہے اور نہ ضعف عقل جس کی وجہ سے مجھے بیوقوف کہا جا سکے

مِنْ مِنْقَرٍ فِي بَيْتِ مَكْرُمَةٍ
وَالْغُصْنُ يَنْبُتُ حَوْلَهُ الْغُصُنُ

میں بنی منقر کے بزرگی کے گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں ۔ ایک ٹہنی کے گرد دوسری ٹہنیاں اُگ ہی آتی ہیں

خُطَبَاءُ حِينَ يَقُولُ قَائِلُهُمْ
بِيضُ الْوُجُوهِ مَصَاقِعٌ لُسُنُ

جب ان میں سے کوئی کہنے والا کوئی بات کہتا ہے تو یہ خطیب ہوتے ہیں ، یہ شرفاء ہیں ، فصیح و بلیغ ہیں (فصاحت میں کوئی کسی سے کم نہیں)

لَا يَفْطُنُونَ لِعَيْبِ جَارِهِمِ
وَهُمُ لِحِفْظِ جِوَارِهِ فُطُنُ

وہ اپنے پڑوسی کے عیوب کو نہیں جانتے مگر اس پڑوسی کے حق کی حفاظت کرنے کے معاملے کو خوب سمجھتے ہیں

احنف[1] حلیم الطبع انسان تھا اور اپنے حلم کی وجہ سے مشہور تھا ۔ اس کے حلم کی ایک کہانی یہ ہے کہ ایک شخص نے اسے قدرے قریب جا کے دیکھا ، وہ ایک ہنڈیا کی طرف متوجہ تھا جو پک رہی تھی ۔ اس آدمی نے کہا ،

---

۱ ۔ احنف : احنف بن قیس التمیمی ان کا شمار سادات التابعین میں ہوتا ہے اور حلم میں ضرب المثل ہیں ۷۲ھ میں وفات پائی ۔ ابو تمام کہتا ہے :

فِي حِلْمِ أَحْنَفَ فِي ذَكَاءِ إِيَاسِ

" بندر کی ہتھیلی جتنی تو ہنڈیا ہے نہ اسے مستعار لینے والے کو عاریتہً دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے جو اس کے پاس آئے چکناہٹ لگ سکتی ہے" ۔ کسی نے احنف کو یہ بات بتلا دی تو احنف بولا ، " اگر وہ چاہتا تو اس سے بہتر بھی کہہ سکتا تھا " اور کہا ، " میں نہیں چاہتا کہ اس ذلت کے بدلے میں جو میرے حصے میں آتی ہے مجھے سرخ اُونٹ مل جائیں " اس پر دوسروں نے کہا ، " تو عربوں میں سب سے زیادہ ذی عزت انسان ہے ۔ " یہ سن کر احنف نے جواب دیا ، " لوگ حلم کو ذلت سمجھتے ہیں " ۔

احنف کہا کرتا تھا : میں بہت سے غصوں کے گھونٹ پی گیا ہوں اس ڈر سے کہ کہیں کسی اس سے بھی زیادہ سخت کیفیت میں مبتلا نہ ہو جاؤں ۔

یہ اقوال بھی اسی کے ہیں :

كَثرة المُزاح تُذهِب بالهيبة

کثرت مزاح سے انسان اپنی ہیبت کھو بیٹھتا ہے

مَنْ اَكثَرَ مِنْ شَيْءٍ عُرِفَ بِهِ

انسان جس چیز کو کثرت سے کرتا ہے اسی کی نسبت سے مشہور ہو جاتا ہے

السُودَدُ كَرَمُ الاَخلاقِ وحُسْنُ الفِعْلِ

کریمانہ اخلاق اور حُسن عمل کا نام سرداری ہے

ایک شخص نے اس سے کہا : اے ابو بحر[۱] ! مجھے کوئی ایسی قابل تعریف بات بتاؤ جس میں کوئی عیب نہ پایا جاتا ہو تو اس نے جواب دیا :

الخُلُقُ السجيع و الكَفُّ عَنِ القبيح

---

۱ ۔ ابو بحر احنف کی کنیت ہے ۔

(نرم خوئی اختیار کرنا اور بری بات سے مجتنب رہنا) اور جان لے کہ بدترین بیماری فحش گو زبان اور برے اخلاق ہیں

ایک شخص نے مصعب[1] سے کسی شخص کے متعلق کوئی بات کہی، پھر جب وہ شخص معذرت چاہنے کے لیے آیا تو مصعب نے اس سے کہا، "جس شخص نے یہ بات مجھے بتائی ہے وہ معتبر آدمی ہے"۔ (یہ سن کر) احنف بولا اے امیر[2] رہنے دیں۔ معتبر آدمی کسی کی چغلی نہیں کھاتا۔

[۱۰۳] احنف بن قیس عربوں کے فصیح ترین خطیبوں میں سے تھا۔ اس کا ایک خطبہ وہ ہے جس کی روایت ابن درید نے اپنی سند سے جو بنی تمیم کے ایک آدمی پر ختم ہوتی ہے کی ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں احنف بن قیس کی مجلس میں گیا اس کے پاس لوگ کسی کام کے لیے جمع تھے۔ احنف نے اللہ کی حمد اور تعریف بیان کرنے کے بعد کہا، "جرم کو روکنے کا نام کرم ہے۔ سزا سرکش لوگوں کے بہت ہی قریب ہے۔ اس بدلہ میں کوئی بھلائی نہیں جس کے بعد انسان کو نادم ہونا پڑے۔ جس شخص نے اعتدال کو اختیار کیا وہ ہلاک نہیں ہؤا اور جس نے زہد اختیار کیا وہ فقیر نہیں ہؤا۔ بعض اوقات ہنسی سنجیدگی میں بدل جاتی ہے جو شخص زمانے کو امین سمجھتا ہے زمانہ اس سے خیانت کرتا ہے اور جو زمانے پر اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے زمانہ اسے ذلیل کر دیتا ہے۔ مزاح کرنا چھوڑ دو کیونکہ اس سے کینے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہترین قول وہ ہے جس کی تصدیق عمل سے ہوتی ہو۔ جو (بربنائے تعلق خاطر) تمہیں ناز دکھائے اس کی نازبرداری کرو اور

---

۱۔ مصعب سے مراد مصعب بن زبیر سے ہے۔ یہ عبد اللہ بن زبیر کے بھائی ہیں ۷۲ھ میں دیر جاثلیق کی جنگ میں مارے گئے

۲۔ کتاب کے اصل الفاظ: حیلاً" ایھا الامیر ہیں: جب کوئی شخص کسی کو خوب دھمکی دے رہا ہو یا حد سے زیادہ فخر کر رہا ہو یا بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہا ہو تو اسے کہتے ہیں حیلاً" ایھا فلان۔

جو عذر پیش کرے اس کا عذر قبول کر لو - اپنے بھائی کی اطاعت کرو خواہ وہ تمھاری نافرمانی ہی کیوں نہ کرے اور اس سے تعلق قائم رکھو خواہ وہ تم سے جفا ہی کموں نہ کرے ، اپنی ذات کے ساتھ انصاف کرو قبل اس کے کہ تم سے انتقام لیا جائے - عورتوں سے مشورہ کرنے سے بچو ، یاد رکھو کہ کسی کی عنایات کی ناشکر گزاری کرنا کمینہ پن ہے ، جاہل کی صحبت نحوست ہے - اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنا شرافت ہے - میل ملاپ کے بعد قطع تعلق کر لینا کس قدر برا ہے اور مہربانی کے بعد بدخلقی اور دوستی کے بعد عداوت کس قدر بری بات ہے - تجھے کسی سے نیکی کرنے کے مقابلے میں کسی سے برائی کرنے پر زیادہ قادر نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی سخاوت کرنے کے مقابلہ میں بخل کرنے کی طرف زیادہ تیز رفتار ہونا چاہیے - یاد رکھو اس دنیا میں تمھاری چیز وہی ہے جس سے تم نے آخرت کے ٹھکانے کی اصلاح کر لی - لہٰذا لوگوں کے حقوق (کی ادائی) میں مال خرچ کرو اور دوسروں کے لیے (وارثوں کے لیے) جمع کرنے والے نہ ہو - جب لوگوں (کی فطرت) میں بے وفائی موجود ہے تو ہر شخص پر اعتماد کر لینا اپنی کمزوری ہے - جو شخص تمھارے حق کو پہچانے تم اس کے حق کو پہچانو - یاد رکھو ! جاہل سے قطع تعلق کرنا عاقل پر احسان کرنے کے برابر ہے " -

راوی کہتا ہے کہ میں نے اس سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام نہیں دیکھا - جب میں اٹھا تو یہ تمام خطبہ مجھے یاد تھا -

عربوں کے حلیم انسانوں کے واقعات اور ان کی نادر باتیں جو صحیح طریقوں سے ان کے متعلق روایت کی جاتی ہیں بہت زیادہ ہیں - اور وہ تاریخ ادب کی کتابوں میں مندرج ہیں -

## عربوں کا دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دلیر ہونے کا معاملہ

یہ اس لیے ہے کہ دلیری ایک فطری صفت ، طبعی خصلت ہے اور نفس کی معنوی قوت ہے جسے انسان اس کے نشانات اور غایات ہی

سے سمجھ سکتا ہے اور جس کا علم شجاعت کے مقتضیات اور علامات کے بغیر ممکن نہیں ، وہ مقتضیات و علامات یہ ہیں ۔ جہاں لوگ پیچھے ہٹیں آگے بڑھا جائے، نہ زندگی کی پروا کی جائے نہ موت کی ، یہ نشانات جس قدر عظیم ہوں گے ان کا مبدا اسی قدر قوی تر اور کامل تر ہوگا ۔

عربوں کے نیزے تو ہمیشہ ایک دوسرے سے الجھتے رہے ، ان کی عمریں جنگوں میں فنا ہوتی رہیں اور تلواریں ایک دوسری سے ٹکراتی رہیں ان کے بہادر میدان وغا میں مبتلائے کشاکش رہے ۔ [م ۱۰۰] انھوں نے زندگی اور دل پسند لذتوں سے ہاتھ اٹھائے رکھے اور اپنی عزت کو مضبوط کرنے کے لیے اپنی خواہشات کے سائے میں آرام کرنے سے اعراض کیا ۔

وہ اسی طرح ہیں جس طرح کسی شاعر نے ان کے بارے میں کہا ہے:

قَوْمٌ إِذَا نَزَلَ الغَرِيبُ بِدَارِهِمْ
تَرَكُوهُ رَبَّ صَوَاهِلٍ وَ قِيَانٍ

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی پردیسی ان کے یہاں آ کر اترتا ہے تو یہ اسے گھوڑوں اور لونڈیوں کا مالک بنا دیتے ہیں

وَ إِذَا دَعَوْتَهُمْ لِيَوْمِ كَرِيهَةٍ
سَدُّوا شُعَاعَ الشَّمْسِ بِالفُرْسَانِ

جب تو انھیں کسی یوم جنگ کی دعوت دے تو یہ سورج کی شعاعوں کو گھوڑ سواروں سے روک دیتے ہیں (شعاؤں کو زمین تک پہنچنے نہیں دیں گے)

لَا يَنْكُتُونَ الأَرْضَ عِنْدَ سُؤَالِهِمْ
لِتَطَلُّبِ العِلَّاتِ بِالعِيدَانِ

جب کوئی ان سے کچھ مانگتا ہے تو یہ بہانے ڈھونڈنے کے لیے لکڑیوں سے زمین کو نہیں کریدنے لگ پڑتے

---

۱ ۔ یہاں ترکوہ کے معنی صیّروہ کے ہیں ۔

بَلْ یسفرُونَ وُجُوھَھُمْ لَتَرى لَھَا
عِنْدَ السُّؤال کَتَأحْسَنِ الاٰلوَان

بلکہ یہ اپنے چہرے روشن کر لیتے ہیں چنانچہ تو سوال کرتے وقت انہیں بہترین رنگ میں دیکھے گا۔

وہ حتمی موت کے مدح خواں تھے اور بستر پر پڑ کے مرنے کی ہجو کیا کرتے تھے۔ کہتے تھے مَات فلان' حتف أنفِہ (فلاں اپنی ناک کی موت (طبعی موت) مرا)۔ کسی عرب کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اسے اپنے بھائی کے مرنے کی خبر ملی تو اس نے کہا اگر وہ قتل ہؤا ہے تو پھر کوئی بات نہیں۔ اس کا باپ بھائی اور چچا بھی تو قتل ہوئے تھے۔ اللہ کی قسم ہم (طبعی) موت سے نہیں مرا کرتے بلکہ نیزوں کی نوکوں کے باعث پرزے پرزے ہو کر مرتے ہیں اور تلواروں کے سائے تلے جان دیتے ہیں۔

[1] سموأل کہتا ہے :

وَمَا مَاتَ مِنَّا سَیِّدٌ حَتْفَ أنفِہِ
وَلاَ طُلَّ مِنَّا حیث کَانَ قَتِیلُ

ہمارا کوئی سردار بھی طبعی موت نہیں مرا ، اور ہمارا کوئی مقتول ایسا نہیں جس کے خون کا بدلہ نہ لیا گیا ہو خواہ وہ جہاں بھی قتل ہؤا

---

۱ - سموأل بن غریض بن عادیاء الیھودی - کاہن بن ہارون بن عمران کی اولاد میں سے تھا - بنو قُریظہ اور بنو نَضیر دونوں کو کاہنان کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنے دادا کاہن بن ہارون بن عمران کی طرف منسوب ہیں - سموأل کی والدہ غسانی تھی - تیماء کا مشہور قلعہ اسی سموأل کا تھا - یہ وفاداری میں ضرب المثل ہے - سموأل کا خاندان تمام کا تمام شعرا کا خاندان تھا - بہ حود شاعر اس کا باپ شاعر اور اس کا بھائی سَعْیَہ بن غریض قدیم اور عمدہ شاعر تھا - (شرح امالی : ۵۹۵-۵۹۶) -

تَسِيْلُ عَلَى حَدِّ الظُّبَاتِ نُفُوسُنَا
وَلَيْسَتْ عَلَى غيرِ السُّيُوفِ تَسِيْلُ

ہمارے خون تلواروں کی دھاروں پر بہتے ہیں اور کہیں نہیں بہتے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

وَإِنَّا لَتَسْتَحْلِي المَنَايَا نُفُوسُنَا
وَ تَتْرُكُ أُخرىٰ مُرُّهَا فَنَذُوقُهَا

ہمارے نفس موتوں کو میٹھا خیال کرتے ہیں اور دوسری چیزوں کو کڑوی سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں لہذا انھیں نہیں چکھتے

اور شنفری[۲] کہتا ہے :

---

۱ - یہ شعر جس طرح بلوغ الارب میں دیا گیا ہے اس طرح پڑھنے سے معنی کچھ سمجھ میں نہیں آتے۔ بالآخر العقد الفرید (۱ : ۱۱۸) کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہؤا کہ الوسی نے سعر غلط دیا ہے اور شعر کو سمجھنے کے بغیر ہی نقل کر دیا ہے درست یوں ہے :

وَإِنَّا لَتَسْتَحْلِي المَنَايَا نُفُوسُنَا
وَ نَتْرُكُ أُخرىٰ مُرَّةً مَا نَذُوقُهَا

چنانچہ اِسی کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

۲ - شَنْفَرىٰ آزد کی شاخ بنی الحجر بن الهُنْء میں سے ۔ جاہلی زمانے کا شاعر اور بہادر لٹیرا ہے ۔ تأبط شراً اس کا ساتھی تھا ۔ بچپن ہی میں قید کر لیا گیا ۔ بنو سلامان کی قید میں رہا اور انھی میں پرورش پائی ۔ بڑا ہؤا تو اسے پتا چلا کہ وہ دراصل بنو ازد میں سے ہے ۔ اس پر اس نے قسم کھائی کہ وہ بنو سلامان کے ایک سو آدمیوں کو قتل کرے گا چنانچہ اس نے ننانوے آدمی قتل کر ڈالے اور خود لڑتا ہؤا مارا گیا ۔ دشمن کے قبیلے میں سے ایک آدمی نے اس کی کھوپری کو پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور کھوپری کا ایک ٹکڑا اس کے پاؤں میں گھس گیا جو مہلک ثابت ہؤا ۔ اس طرح اس کی قسم پوری ہوگئی ۔

۱لاَ تَدْفِنُونِي إنَّ دَفْنِي مُحَرَّمٌ
عَلَيْكُمْ وَلٰكِن خَامِرِي أُمَّ عَامِرٍ

تم مجھے میرے قتل کے بعد دفن نہ کرنا تم پر میرا دفن کرنا حرام ہے لیکن مجھے بجّو کے آگے ڈال دینا (تاکہ وہ مجھے کھا جائے)

إذَا حُمِلَتْ رَأْسِي وَفِي الرَّأْسِ أَكْثَرِي
وَ غُودِرَ عِنْدَ الْمُلْتَقَى ثَمَّ سَائِرِي

جب میرے سر کو اُٹھا کر لے جایا جا چکا ہو اور ظاہر ہے کہ میرے سر ہی میں میرا بیشتر حصہ ہے اور باقی ماندہ حصے کو میدان جنگ میں چھوڑ دیا گیا ہو

هُنَالِكَ لاَ أَبْغِي حَيَاةً تَسُرُّنِي
سَجِيسَ اللَّيَالِي مُبْسَلاً بِالْجَرَائِرِ

---

۱ - اس شعر کی مختلف روایات ہیں - حماسہ میں یہ شعر یوں دیا ہے :

لا تقبروني ان قبري محرم
عليكم ولكن ابشري ام عامر

امالی (۳۷ : ۳٦ طبع دار الکتب) میں یوں دیا ہے :

لا تقتلوني ان قتلي محرم
عليكم ولكن ابشري ام عامر

العقد الفرید (۱ : ۱۱۹) پر اس کی تشریح یوں دی ہے :
قوله : خامري ام عامر - هي الضبع يعني بقوله : اذا قتلتموني فلا تدفنوني و لكن اَلقُوني الى التي يقال لها : خامري ام عامر و هي الضبع - و هذا اللفظ بعيد من المعني - ابن عبدربہ کا مقصد یہ ہے کہ شعر کے الفاظ مفہوم کو پورا ادا نہیں کرتے -

اس وقت واضح ہو جائے گا کہ میں کیوں خوش کن زندگی کا ہرگز مطالبہ نہیں کرتا اور کیوں لگاتار ذلتوں کو ارتکاب جرم کیے جا رہا ہوں

حضرت حسان بن ثابتؓ کہتے ہیں :

وَ لَسْنَا عَلَى الأَعْقَابِ تَدْمَى كُلُومُنَا
وَ لٰكِنْ عَلَى أَقْدَامِنَا تَقْطُرُ الدِّمَا[1]

ہم وہ نہیں کہ ہمارے زخموں کے خون ہماری ایڑیوں پر گریں بلکہ یہ ہمارے قدموں پر گرتے ہیں

اور عنوی کہتا ہے :

مُحَرَّمَةٌ أَكْفَالُ خَيْلِي عَلَى الْقَنَا
وَ دَامِيَةٌ لَبَّاتُهَا وَ نُحُورُهَا

میرے گھوڑوں کے چوتڑ نیزوں پر حرام ہیں اس لیے کہ ان کے سینے اور چھاتیاں خون آلودہ ہوتی ہیں

حَرَامٌ عَلَى أَرْمَاحِنَا طَعْنُ مُدْبِرٍ
وَ تَنْدَقُّ مِنْهَا فِي الصُّدُورِ صُدُورُهَا

جو شخص پیٹھ دکھا دے اسے نیزہ مارنا ہم پر حرام ہے ہمارے نیزوں کے اگلے حصے دشمنوں کے سینوں میں ٹوٹتے ہیں

---

۱ - کتاب میں دوسرا مصراع یوں چھپا ہے :
و لکن علی اعقابنا تقطر الدما
اسے و لکن علی اقدامنا تقطر الدما پڑھیں ملاحظہ ہو العقد الفرید (۱ : ۱۱۷) - مطلب یہ ہے کہ ہم میدان جنگ سے بھاگتے نہیں ہیں کہ پشت پر زخم کھائیں بلکہ ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں اور سامنے کی طرف زخم کھاتے ہیں مزید برآں یہ شعر حسان کا نہیں ان کے دیوان میں نہیں پایا جاتا - یہ شعر حصین بن حمام المری کا ہے ملاحظہ ہو حماسہ طبع سنگ، دیوبند : ۳۳ -

۱ ایک اور شاعر کہتا ہے :

وَ سَائِلَةٍ بِالْغَيْبِ عَنِّي وَ لَوْ دَرَتْ
مُقَارَعَتِي الأَبْطَالَ طَالَ نَحِيبُهَا

ایک عورت میری غیر حاضری میں میری بابت لوگوں سے پوچھتی ہے ۔ اگر اسے بہادروں کے ساتھ میرے جنگ کرنے کے (انداز) کا پتا چل جائے تو مدت تک روتی رہے

إِذَا مَا الْتَقَيْنَا كُنْتُ أَوَّلَ فَارِسٍ
يَجُودُ بِنَفْسٍ أَثْقَلَتْهَا ذُنُوبُهَا

جب ہم لوگ دشمن سے دو چار ہوتے ہیں تو میں پہلا سوار ہوتا ہوں جو اپنے اس نفس کی سخاوت کر دیتا ہے جسے گناہوں نے بوجھل کر رکھا ہے

۲ حُصین بن الحُمام المری کہتا ہے :

تَأَخَّرْتُ أَسْتَبْقِي الْحَيَاةَ فَلَمْ أَجِدْ
لِنَفْسِي حَيَاةً مِثْلَ أَنْ أَتَقَدَّمَا

---

۱ ۔ ابن عبدربہ لکھتے ہیں (العقد الفرید : ۱ : ۱۲۱) کسی نے مہلب بن ابی صفرہ سے پوچھا کہ تو نے ان جنگوں میں جو تمھاری ازارقہ کے ساتھ ہوئیں کونسی عجیب ترین بات دیکھی ۔ مہلب نے کہا : ہر روز ازارقہ کی طرف سے ایک نوجوان نکل کر ہماری طرف آتا اور یہ دو شعر پڑھتا پھر حملہ کرتا ۔ جو کوئی بھی اس کے مقابلے کے لیے کھڑا ہوتا وہ اسے بٹھا دیتا ۔ ہر روز اس کا یہی طریقہ تھا ۔

۲ ۔ حُصینؔ بن الحمام المری ۔ یہ جاہلی شاعر اور بہادر شہسوار ہو گزرا ہے ۔ ابو عبیدہ کا خیال ہے کہ اس نے اسلام کا زمانہ پایا ۔ اسے مانع الضیم کہا جاتا تھا ۔ اس کا پوتا عبدالملک بن مروان کے پاس آیا اور کہا میں مانع الضیم کا بیٹا ہوں ۔ عبدالملک سمجھ گیا کہ وہ حصین کا بیٹا ہے (شرح الامالی : ۲۲۶) ۔

میں اپنی زندگی کو باقی رکھنے کے لیے پیچھے ہٹا مگر (حق یہ ہے کہ) میں نے اپنے نفس کی زندگی کے لیے پیشقدمی جیسی اور کوئی شے نہیں پائی

عمرو بن الاطنابہ الانصاری کہتا ہے :

أَبَتْ لِیْ شِیْمَتِیْ وَ أَبٰی بَلَاۗئِیْ
وَ أَخْذِیَ الحَمْدَ بِالثَّمَنِ الرَّبِیْحِ

میرے اخلاق ، جنگ کی آزمائش اور سود مند قیمت ادا کر کے تعریف حاصل کرنے اور

وَ إِقْدَامِیْ عَلَی المَکْرُوْہِ نَفْسِیْ
وَ ضَرْبِیْ ھَامَۃَ البَطَلِ المُشِیْحِ

[۱۰۶] جنگ کی طرف قدم بڑھانے اور ایک بہادر اور مستعد جنگجو کی کھوپڑی اڑانے نے

وَ قَوْلِیْ کُلَّمَا جَشَأَتْ وَ جَاشَتْ
مَکَانَکِ تُحْمَدِیْ اَوْ تَسْتَرِیْحِیْ

اور جب مارے غم کے کلیجہ منہ کو آنے لگے اور اس وقت نفس کے یہ بات کہنے نے کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا (کیونکہ تو نے اگر مار ڈالا تو) تمھاری تعریف کی جائے گی اور (اگر مر گیا تو) آرام پا جائے گا ان سب امور نے میرے لیے بزدلی کو گوارا کرنے سے انکار کر دیا

لِاَدْفَعَ عَنْ مَآثِرَ صَالِحَاتٍ
وَ أَحْیَا[۱] بَعْدُ عَنْ عِرْضٍ صَحِیْحٍ

---

۱ - بلوغ الارب میں آحیَا ہی دیا ہے مگر اس سے مفہوم واضح نہیں ہوتا ۔ العقد الفرید (۱ : ۱۲۲) میں ”احیا“ کی بجائے احمِیْ دیا ہے اور میرے نزدیک وہی بہتر ہے ۔ اس صورت میں دوسرے مصراع کے معنی یوں ہوں گے : اور تاکہ میں اپنی صحیح و سالم عزت کو بچا سکوں ۔

یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ میں اچھے کارناموں کی پاسبانی (کا حق ادا) کر سکوں اور اس کے بعد صحیح و سالم عزت کے ساتھ زندگی گزاروں (وہ عزت جسے عیب نہ لگا ہو)

اسی[1] قسم کے اشعار قطری بن الفُجاءۃ کے ہیں :

وَ قَوْلِی[2] کُلَّمَا جَشَأَت لِنَفْسِی
مِنَ الاَبْطَالِ وَیْحَکِ لاَ تُرَاعِی

جب غم سے کلیجہ منہ کو آتا ہے تو اپنی جان سے کہتا ہوں اے جان بہادروں سے نہ ڈر

فَاِنَّکِ لَوسَأَلْتِ حَیَاۃً[3] یَوْمٍ
سِوَی الاَجَلِ الذی لَکِ لم تُطَاعِی

کیونکہ اس مدت حیات کے علاوہ جو تیرے لیے مقرر ہے اگر تو ایک دن بھی اور زندہ رہنے کی درخواست کرے گا تو تیری یہ درخواست مانی نہ جائے گی

---

۱ - بلکہ قطری نے ابن الاطنابہ ہی سے تخیل لیا ہے قطری قطر کی طرف نسبت ہے جو بحرین کا ایک شہر ہے - یہ خارجیوں کا سردار اور بہادر تھا - خارجی اسے امیر المؤمنین کہہ کر پکارا کرتے تھے - خوارج کی کسی ایک جنگ میں مارا گیا -

۲ - بلوغ الارب میں پہلا مصراع اسی طرح دیا ہے مگر شرح امالی (صفحہ ۵۷۵) اور حماسہ میں یوں دیا ہے :

اقول لَہا وَ قَدْ طارت شُعَاعًا

۳ - حماسہ اور شرح امالی میں یہ شعر یوں دیا ہے :

فانک لو سالت بقاء یوم
عَلَی الاَجَلِ الَّذِی لَکِ لَمْ تُطَاعِی

اور عنترہ[1] کہتا ہے اور (حق یہ ہے کہ) یہ وہ اشعار ہیں جو بزدل کو بھی بہادر بنا دیں :

بَكَرَتْ تُخَوِّفُنِي الحُتُوفَ كَأَنَّنِي
أَصْبَحْتُ عَنْ غَرَضِ الحُتُوفِ بِمَعْزِلِ

(میری بیوی) علی الصباح اٹھ کر مجھے موتوں سے ڈرانے لگی (اس کے الفاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا) میں موتوں کے نشانے سے ایک طرف ہو گیا ہوں

فَأَجَبْتُهَا إِنَّ المَنِيَّةَ مَنْهَلٌ
لَا بُدَّ أَنْ أُسْقَى بِكَأْسِ المَنْهَلِ

[۱۰۷] میں نے اسے جواب دیا کہ موت ایک گھاٹ ہے (جہاں ہر کسی کو وارد ہونا ہے) لہٰذا ضروری ہے کہ مجھے اس گھاٹ کا پیالہ پلایا جائے

فَاقْنَيْ حَيَاءَكِ لَا أَبَا لَكِ وَاعْلَمِي
أَنِّي امْرُؤٌ سَأَمُوتُ إِنْ لَمْ أُقْتَلِ

تیرا باپ مرے ، حیا کرتی رہ اور جان لے کہ آخر میں ایک انسان (ہی تو) ہوں اگر قتل نہ ہوں گا تو عنقریب (ویسے بھی) مر جاؤں گا ۔

جنگوں میں بہادری دکھانا اور دشمن کے مقابلے میں مردانہ وار ڈٹے رہنا عربوں کے ساتھ مخصوص ہے ۔ قوموں کی تاریخ اس امر پر شاہد ہے ۔ عرب و عجم کی زبانیں اس کی معترف ہیں ، عربوں کے ایام جنگ اور گزشتہ زمانے میں ان کی سیرت کے متعلق جو کتابیں لکھی جا چکی ہیں ان کی طرف جو شخص رجوع کرے گا اس پر واضح ہو جائے گا کہ

---

۱ ۔ عنترہ بن شداد عبسی جاہلیت کا مشہور معلقہ‌گو اور بہادر ہے اسے عنترة الفوارس کہا جاتا ہے ۔ داستان امیر حمزہ کی طرح اس کے بھی افسانے مشہور ہیں ۔ ۲۲ قبل از ہجرت میں مرا ۔

عرب جب بھی خوف ناک وقت میں جنگ کے لیے نکلے ہیں تو مقابلے میں ڈٹے رہے ہیں تاآنکہ فتح یا کم از کم مدافعت نمایاں ہو جاتی - یہ لوگ (ہمیشہ) اپنے مقام پر موجود رہے، کبھی بھاگے نہیں ، نہ ہی کبھی رعب[1] کے مارے اپنی جگہ سے ہٹے ، بلکہ ایک مطمئن اور پُرسکون دل کے ساتھ ثابت قدم رہے -

کسی نے عنترہ سے دریافت کیا : فروق[2] کی جنگ میں تمھاری تعداد کتنی تھی - اس نے جواب دیا : ہم (خالص) سونے کی طرح کے سو (۱۰۰) آدمی تھے نہ تعداد میں (اتنے) زیادہ تھے کہ بزدلی دکھا کر پیچھے[3] ہٹتے اور نہ (اتنے) کم تھے کہ ذلیل ہوتے -

عرب کہیں بھی ہوں عزت و آبرو اور حرم کی حفاظت ہر کسی بھی اور شے کو مقدم نہ جانتے تھے ، ان چیزوں کی حفاظت کرنے کے معاملے میں وہ اپنی جانوں کو حقیر جانتے تھے چنانچہ ان میں سے اکثر لوگوں نے شہروں کو چھوڑ کر صحراؤں میں رہنا اختیار کر لیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ شہروں میں عزت نہ رہی تھی - بزدلی کو آرام اور مزے کی زندگی سے وابستگی جنم دیتی ہے ، یہ ان چیزوں کی پروا نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے جو عالی حسب شخص کو عیب دار بنا دیں اور کجا یہ بات اور کجا عرب - اس سے تجھے معلوم ہو جائے گا کہ عرب کس قدر بہادر تھے اور مقامات ہلاکت کی طرف کس جرأت کے ساتھ پیش قدمی

---

۱ - بلوغ الارب میں یہ جملہ یوں دیا ہے : و لاحازوا فیہ رغبا مگر اس طرح کوئی مناسب مفہوم نہیں نکلتا - میرے خیال میں یہ جملہ وَ لَاحَادُوا عنہ رُعبًا ہونا چاہیے اور میں نے اسی طرح ترجمہ کیا ہے -

۲ - فروق کی جنگ بنی عبس اور بنی سعد بن زید مناۃ کے درمیان واقع ہوئی - ان جنگوں کا بیان دوسری جلد میں آئے گا -

۳ - اسی قول کو دوسری جلد صفحہ ۷۰ پر دیا ہے مگر وہاں فتنکل کی بجائے فنفشل دیا ہے -

کرتے تھے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں باہمی الفت پیدا کرنے اور ان میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے وہ تکالیف جھیلیں کہ شمار نہیں کی جا سکتیں ۔ آپ کو اس معاملے میں حد سے زیادہ مشقت اٹھانی پڑی ۔ بہرحال عربوں کے اشعار بزبان حال گویا ہیں کہ وہ اس میدان میں کس قدر راسخ القدم تھے اور اس باب میں کس قدر بلند ہمت تھے ۔ لہذا اگر یہاں پر چند اشعار درج کر دیے جائیں تو کوئی مضایقہ نہ ہوگا ۔ چنانچہ حیان بن ربیعہ الطائی کے یہ شعر ملاحظہ ہوں جن میں وہ اپنی قوم پر فخر کرتا ہے ۔ یہ حیان بن ربیعہ مشہور بہادروں میں سے تھا ۔

لَقَدْ عَلِمَ الْقَبَائِلُ أَنَّ قَوْمِي
ذَوُو جِدٍّ إِذَا لُبِسَ الْحَدِيدُ

[۱۰۸] تمام قبائل کو معلوم ہے کہ جب لوگ زرہیں پہن لیں تو میری قوم خوب مستعد ثابت ہے

وَإِنَّا نِعْمَ أَحْلَاسُ الْقَوَافِي
إِذَا اسْتَعَرَ التَّنَافُرُ وَالنَّشِيدُ

(ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ) جب تفاخر اور شعرگوئی کا بازار گرم ہوتا ہے تو ہم اشعار کی پیٹھ پر کس مضبوطی سے سوار ہوتے ہیں

وَإِنَّا نَضْرِبُ الْمَلْحَاءَ حَتَّى
تُوَلِّيَ وَالسُّيُوفُ لَنَا شُهُودُ

نیز یہ کہ جب کسی لشکر جرار سے پالا پڑ جائے تو اسے مسلسل تلوار سے ضرب لگائے چلے جاتے ہیں تاآنکہ وہ پیٹھ دکھا دے ۔ ہماری تلواریں اس امر پر گواہ ہیں

یحییٰ بن منصور حنفی کہتا ہے :

وَجَدْنَا أَبَانَا كَانَ حَلَّ بِبَلْدَةٍ
سِوًى بَيْنَ قَيْسٍ قَيْسِ عَيْلَانَ وَالْفِزْرِ

ہم نے اپنے باپ کو ایسے شہر میں اترا ہوا پایا جو قیس عیلان اور سعد بن زید مناۃ کے علاقے کے عین وسط میں واقع ہے

فَلَمَّا نَأَتْ عَنَّا العَشِيرَةُ كُلُّهَا
أَنَخْنَا فَحَالَفْنَا السُّيُوفَ عَلَى الدَّهْرِ

پھر جب تمام کا تمام قبیلہ ہم سے دور چلا گیا تو ہم نے اونٹوں کو بٹھا دیا اور تمام زمانے کے خلاف تلواروں کا حلیف ہونے کا معاہدہ کر لیا

فَمَا أَسْلَمَتْنَا عِنْدَ يَوْمِ كَرِيهَةٍ
وَلَا نَحْنُ أَغْضَيْنَا الجُفُونَ عَلَى وِتْرِ

چنانچہ نہ ان تلواروں نے جنگ کے دن ہمارا ساتھ چھوڑا اور نہ ہم نے کینے کے ہوتے ہوئے چشم پوشی کی

حِمْيَرْ کا ایک شخص ایک جنگ کے متعلق کہتا ہے ۔ وہ جنگ جس میں بنی عبد مناۃ اور بنی کلب کو حمیر پر فتح حاصل ہوئی تھی

ا مَنْ رَأَى يَوْمَنَا وَيَوْمَ بَنِي التَّيْمِ إِذَا التَفَّ صِيقُهُ بِدَمِهِ

---

ا ۔ ان اشعار سے تعلق رکھنے والا واقعہ یہ ہے کہ قبیلہ سعد کے علاقے میں قحط پڑا اور بنو عبد مناۃ بن اُدّ ، تیم ، عدی ، عکل اور تمیم بن مر ، بنو ضبہ ، سلامان اور بنو صحار نکل کر صنعاء یمن چلے گئے اور صنعاء یمن کے صحراؤں میں اپنے اونٹوں کو چرانے کے لیے چھوڑ دیا ۔ حمیر نے اسے ناپسند کیا اور بنی صحار پر حملہ کر دیا لہٰذا ان کے درمیان سخت جنگ ہوئی جس میں ذوناب حمیر کا بادشاہ مارا گیا ۔ بنو صحار بیداء سے کوچ کرکے بلاد سعد میں پہنچ چکے تھے ۔ حمیر نے ذی ناب کے خون کا بدلہ لینے کے لیے بنو کلب پر حملہ کر دیا اس لیے کہ کلب صحار کے بھائی بند تھے ۔ کلب نے تیم الرباب سے مدد مانگی ۔ انھوں نے وعدہ کر لیا اور پھر چل کر اپنے علاقے میں پہنچ گئے ۔ اس کے بعد حمیر ، عبدمناۃ ، تیم ، عدی ، عکل اور کلب کی طرف روانہ ہوئے چنانچہ ان میں جنگ چھڑ گئی اور بنو عبد مناۃ اور بنو حمیر پر غالب آ گئے اور انھوں نے علقمہ بن ذی یزن کو قتل کر دیا ۔ اسی جنگ کے متعلق حمیر کے شاعر نے یہ شعر کہے اور انصاف کی بات کہی ، یہی وجہ ہے کہ ان اشعار کو منصفات میں شمار کیا جاتا ہے ۔

ہے کوئی جس نے ہماری اور بنی تیم کی جنگ کا دن دیکھا ہو۔ وہ دن جس کا غبار خون سے مل گیا تھا

لَمَّا رَأَوْا أَنَّ يَوْمَهُمْ أَشِبٌ
شَدُّوا[1] حَيَازِيمَهُمْ عَلَى أَلَمِهْ

جب انھوں نے دیکھا کہ گھمسان کا رن پڑ رہا ہے تو انھوں نے اس کے درد و الم کو صبر سے برداشت کیا

كَأَنَّمَا الْأُسْدُ فِي عَرِينِهِمِ[2]
وَنَحْنُ كَاللَّيْلِ جَاشَ فِي قَتَمِهْ

یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ ان شیروں کی طرح جو اپنے کچھار میں بیٹھے ہوئے ہوں اور ہم اس رات کی طرح (چھا جاتے ہیں) جو سخت تاریک ہو گئی ہو

لَا يُسْلِمُونَ الْغَدَاةَ جَارَهُمُ
حَتَّى يَزِلَّ الشِّرَاكُ عَنْ قَدَمِهْ

یہ لوگ جنگ کے دن ان لوگوں کا ساتھ نہیں چھوڑتے جو ان کی پناہ میں آ گئے ہوں تاآنکہ انھیں موت نہ آ جائے

وَلَا يَخِيمُ اللِّقَاءَ فَارِسُهُمْ
حَتَّى يَشُقَّ الصُّفُوفَ مِنْ كَرَمِهْ

ان کا شہسوار جب تک اپنی بزرگی کی وجہ سے دشمن کی صفوں کو نہ چیر لے جنگ سے منہ نہیں موڑتا

مَا بَرِحَ التَّيْمُ يَعْتَزُونَ وَزُرْ
قُ الْخَطِّ تَشْفِي السَّقِيمَ مِنْ سَقَمِهْ

---

١ - شدالحیازیم سے کنایتہً مراد صبر ہے۔ اعزاز علی نے "جنگ کے لیے آمادہ" ہونے کے معنی کیے ہیں۔

٢ - عرین کے معنی مأوی الاسد یعنی کچھار کے ہیں۔ اعزاز علی اور ذوالفقار علی دونوں نے بستان مراد لیا ہے۔

بنو تیم لگاتار اپنا نسب بیان کرتے رہے اور خط کے لیلے لیزے بدلہ لینے والوں کو (کینے کی) بیماری سے شفا دیتے رہے

حَتّٰی تَوَلَّتْ جُمُوعُ حِمْیَرَ و انفلُ سَرِیْعاً یَھْوِی الی اُمَّتِہْ

یہاں تک کہ حمیر کی فوجوں نے پیٹھ دکھا دی اور (پھر ظاہر ہے کہ) شکست خوردہ فوج جلدی جلدی قریب ترین مقام (پناہ) کا رخ کرتی ہے

کَمْ تَرَکْنَا ھُنَاکَ مِنْ بَطَلٍ
تَسْفِی عَلَیْہِ الرِیَاح فِی لِمَّتِہْ

ہم نے اس مقام پر کئی ایک بہادروں کو ایسی حالت میں چھوڑا کہ ہوائیں ان کی لٹوں پر مٹی بکھیر رہی تھیں

حسّان بن نشبہ العدوی اسی جنگ کے بارے میں کہتا ہے

نَحْنُ اَجَرْنَا الحَیَّ کَلْبًا وَقَدْ اَتَتْ
لَھَا حِمْیَرٌ تُزْجِی الوَشِیْجَ المُقَوَّمَا

ہمیں نے قبیلۂ کلب کو پناہ دی تھی درآنحالیکہ حمیر کا قبیلہ سیدھے کیے ہوئے نیزوں کو لے کر آن پہنچا تھا

تَرَکْنَا لَھُمْ شِقَّ الشِمَالِ فَاَصْبَحُوا
جَمِیْعاً یَزُجُّوْنَ المَطِیَّ المُخَزَّمَا

(جب ان کو شکست ہو گئی تو) ہم نے بائیں جانب کو ان کے لیے چھوڑ دیا اور وہ تمام نکیل والی اونٹنیوں کو ہانک لے گئے

فَلَمَّا دَنَوْا صُلْنَا فَفَرَّقَ جَمْعَھُمْ
سَحَابٌ لَنَا تَنْدٰی اَسِرَّتُھَا دَمَا

جب وہ ہمارے قریب آ گئے تھے تو ہم نے حملہ کر دیا تھا ، پھر ان کی جمعیت کو ہماری اس کثیرالتعداد فوج نے منتشر کرکے رکھ دیا تھا جن کی راہوں اور وادیوں میں خون رواں تھا

فَغَادَرْنَ قَيْلاً مِنْ مَقَاوِلِ حِمْيَرٍ
كَأَنَّ بِخَدَّيهِ مِنَ الدَّمِ عَنْدَمَا

پھر انھوں نے حمیر کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو اس عالم میں چھوڑا کہ اس کے دونوں رخسار خون آلود تھے اس طرح سے کہ گویا وہ خون دم الاخوین ہو

أَمَرَّ عَلَى الاَّ فْوَاهِ مَنْ ذَاقَ طَعْمَهَا
مَطَاعِمُنَا يَمْجُجْنَ صَاباً وَعَلْقَمَا

ہمارے کھانوں کے مزے ان مونھوں کے لیے جنھوں نے ان کا مزا چکھا ہے ایسے تلخ ہو گئے کہ ان کے منہ جب تھوکتے ہیں تو ایلوے اور حنظل جیسا تھوک نکلتا ہے

اسی شاعر نے اسی جنگ کے بارے میں (یہ بھی) کہا

أَنِيَ وَإِنْ لَمْ أَنْئِدِ حَيَّا سِوَاهُمْ
فِدَاءٌ لِتَيْمٍ يَوْمَ كَلْبٍ وَحِمْيَرَا

میں جو کبھی کسی قبیلے پر قربان نہ ہؤا تھا بنو تیم پر اس روز قربان ہو گیا جس روز انھوں نے بنو کلب و حمیر کے خلاف جنگ لڑی

أَبَوْا أَن يُبْيِحُوا جَارَهُمْ لِعَدُوِّهِمْ
وَقَدْ ثَارَ نَقْعُ الْمَوْتِ حَتَّى تَكَوَّرَا

انھوں نے اس بات سے انکار کر دیا کہ وہ اپنے پناہ لینے والے کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں درآنحالیکہ موت کا غبار اٹھ اٹھ کر دھواں دھار ہو گیا تھا

سَمَوْا نَحْوَ قَيْلِ الْقَوْمِ يَبْتَدِرُونَهُ
بِأَسْيَافِهِمْ حَتَّى هَوَى فَتَقَطَّرَا

یہ لوگ قوم کے سردار کی طرف بڑھے اور اسے جلدی سے اپنی تلواروں پر رکھ لیا یہاں تک کہ وہ اپنے پہلو کے بل گر پڑا

وَكَانُوا كَانْفِ اللَّيْثِ لَا شَمَّ مَرْغَماً
وَلَا نَالَ قَطُّ الصَّيْدَ حَتَّى تَعَفَّرَا

یہ شیر کی ناک کی طرح تھے جو کبھی ذلت قبول نہیں کرتا اور جب تک شکار کو گرا نہ دے نہیں کھاتا

[۱۸] اس جنگ کے متعلق بنی ثور بن عبدمناۃ بن اد کا ایک آدمی ہلال بن رزین کہتا ہے

وَبِالْبَيْدَاءِ لَمَّا أَنْ تَلَاقَتْ
بِهَا كَلْبٌ وَحَلَّ بِهَا النُّذُورُ

جب بیداء کے مقام پر بنی کلب جنگ میں دشمنوں سے دو چار ہوئے اور ان کی قسمیں پوری ہو گئیں

فَحَانَتْ حِمْيَرٌ لَمَّا الْتَقَيْنَا
وَكَانَ لَهُمْ بِهَا يَوْمٌ عَسِيرٌ

پھر جب بھی جنگ میں ہم ایک دوسرے سے آن ملے تو قوم حمیر تباہ ہو گئی وہ دن ان کے لیے بڑا سخت دن تھا

وَأَيْقَنَتِ الْقَبَائِلُ مِنْ جَنَابٍ
وَعَامِرُ أَنْ سَيَمْنَعُهَا نَصِيرٌ

جناب اور عامر قبیلوں کو یقین ہو گیا کہ ایک بہت بڑا مددگار ان کی حفاظت کرے گا

أَجَادَتْ وَبْلَ مُدْجِنَةٍ فَدَرَّتْ
عَلَيْهِمْ صَوْبَ سَارِيَةٍ دَرُورُ

اس نے زور دار بارش والے بادلوں کی بارش برسائی پھر اس نے ان پر رات کے آنے والے بادل کی طرح مینہ کی بوچھاڑ کر دی

فَوَلَّوْا تَحْتَ قِطْقِطِهَا سِرَاعاً
تَكُبُّهُمُ الْمُهَنَّدَةُ الذُّكُورُ

پھر وہ تیروں کی بارش کے نیچے جلد ہی بھاگ گئے درآنحالیکہ انہیں ہندی فولادی تلوار منہ کے بل گرائے جا رہی تھی

حُصَیْن بن حُمَام المری کہتا ہے

فَقُلْتُ لَهُمْ یَاآلَ ذُبْیَانَ مَالَكُمْ
تَفَاقَدْتُمْ لَا تُقْدِمُونَ مُقَدَّمَا

میں نے ان سے کہا : اے آل ذبیان ، خدا کرے تم ایک دوسرے کو گم پاؤ ۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے ، تم آگے کیوں نہیں بڑھتے ؟

مَوَالِیکُمْ مَوْلَی الْوِلَادَةِ مِنْهُمْ
وَ مَوْلَی الْیَمِینِ حَابِسٌ قَدْ تَقَسَّمَ

تمہارے مولیٰ دو قسم کے ہیں ایک پیدائش کے اعتبار سے مولیٰ ہے یعنی عمزاد بھائی اور دوسرے مولیٰ یمین (قسم) جو اپنے آپ کو جنگ کا پابند رکھتا ہے ۔ یہ تقسیم اسی طرح ہے

وَقُلْتُ تَبَیَّنْ هَلْ تَرَی بَیْنَ ضَارِجٍ
وَنَهْیِ الْاَكُفِّ صَارِخاً غَیْرَ أَعْجَمَا

میں نے کہا : خوب اچھی طرح سے دیکھ لو کیا ضارج اور نہی الاکف کے درمیان تجھے کوئی فریادی[۱] دکھائی دیتا ہے جو واضح الفاظ میں (تجھے مدد کے لیے پکار رہا ہو)

مِنَ الصُّبْحِ حَتَّی تَغْرُبَ الشَّمْسُ لَا تَرَی
مِنَ الْخَیْلِ إِلَّا خَارِجِیًّا مُسَوَّمَا

(اگر کوئی فریادی ہے تو اس کی فریاد کے جواب میں) تجھے صبح سے لے کر غروب آفتاب تک سبقت لے جانے والے نشان زدہ گھوڑوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا

---

۱ ۔ اعزاز علی اور ذوالفقار علی نے صارح کے معنی " فریاد رس " کیے ہیں اور اعجم سے مراد گھوڑے لیے ہیں ۔

عَلَيْهِنَّ فِتْيَانٌ كَسَاهُمْ مُحَرِّقٌ[۱]
وَكَانَ إِذَا يَكْسُو أَجَادَ وَأَكْرَمَا

ان گھوڑوں پر وہ نوجوان سوار ہوں گے جنھیں محرّق نے خلعتیں پہنائی تھیں اور محرّق جب کسی کو خلعت عطا کرتا تھا تو اعلیٰ چیز دیتا تھا اور معزز بنا دیتا تھا

صَفَائِحُ بُصْرَى أَخْلَصَتْهَا قُيُونُهَا
وَمُطَّرِداً مِنْ نَسْجِ دَاوُدَ مُبْهَمَا

اس نے انھیں بُصریٰ کی تلوارین پہنائی تھیں جنھیں ماہر کاریگروں نے بے عیب بنایا تھا اور داؤد علیہ السلام کی زرہوں کی سی تنگ حلقوں والی زرہیں بھی پہنائیں

وَلَمَّا رَأَيْنَا الصَّبْرَ قَدْ حِيلَ دُونَهُ[۲]
وَإِنْ كَانَ يَوْماً ذَا كَوَاكِبَ مُظْلِمَا

اور جب ہم نے دیکھا کہ صبر کی راہ مسدود ہو گئی ہے اور (پھر باوصف اس کے کہ) وہ دن اس قدر تاریک تھا کہ ستارے نظر آنے لگ پڑے تھے

صَبَرْنَا وَكَانَ الصَّبْرُ مِنَّا سَجِيَّةً
بِأَسْيَافِنَا يَقْطَعْنَ كَفّاً وَمِعْصَمَا

ہم ڈٹے رہے اور (ظاہر ہے کہ) ڈٹ کر لڑنا ہماری خصلت ہے - ہم ان تلواروں کے ساتھ لڑے جو ہتھیلیوں اور کلائیوں کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہی تھیں

نُفَلِّقُ هَاماً مِنْ رِجَالٍ أَعِزَّةٍ
عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوا أَعَقَّ وَأَظْلَمَا

---

۱ - محرّق : یہ امرؤ القیس بن عمرو بن عدی اللخمی کا لقب ہے -
۲ - لفظی معنی " صبر کے درمیان سختی حائل ہو گئی "

ہم ان لوگوں کی کھوپڑیاں پھوڑ رہے تھے جن کی بارے ہاں بڑی عزت تھی ، (یہ اس لیے ہؤا) کہ انھوں نے تعلقات کا خون کر دیا تھا اور سینہ زوری پر اُتر آئے تھے

وَلَمَّا رَأَيْتُ الوُدَّ لَيْسَ بِنَافِعِي
عَمَدْتُ إِلَى الأَمْرِ الَّذِي كَانَ أَحْزَمَا

جب میں نے دیکھا کہ اب دوستی نفع نہیں دیتی تو پھر میں نے اس امر کا ارادہ کر لیا جس کا ارادہ کر لینا سب سے بڑی دانشمندی تھی

فَلَسْتُ بِمُبْتَاعِ الحَيَاةِ بِذِلَّةٍ
وَلَا مُرْتَقٍ مِنْ خَشْيَةِ المَوتِ سُلَّمَا

(وہ ارادہ یہ تھا کہ) میں ذلت کے بدلے زندگی کو نہیں خریدنے کا ، اسی طرح موت کے خوف سے سیڑھی لگا کر اوپر کو بھی نہیں چڑھ جانے کا

بشامہ بن حزن کہتا ہے

وَلَقَدْ غَضِبْتُ لِخِنْدِفٍ وَلِقَيْسِهَا
لَمَّا وَنَى عَنْ نَصْرِهَا خُذَّالُهَا

جب خندف اور قیس کی مدد کرنے کے معاملے میں ان کا ساتھ چھوڑنے والوں نے سستی کا مظاہرہ کیا تو مجھے ان کی حمایت میں تاؤ آ گیا

دَافَعْتُ عَنْ أَعْرَاضِهَا فَمَنَعْتُهَا
وَلَدَيَّ فِي أَمْثَالِهَا أَمْثَالُهَا

میں نے ان کی حرمتوں کی پاسبانی کی چنانچہ دشمنوں کو روک دیا ، ایسے مواقع پر مجھ سے ایسے ہی کارنامے عمل میں آتے ہیں

إنّي امرُؤٌ أسِمُ القَصائِدَ لِلعِدَى
انَّ القَصائِدَ شَرُّهَا أغفَالُهَا[۱]

میں تو وہ انسان ہوں کہ دشمنوں کے خلاف جو قصائد لکھتا ہوں اُن پر اپنے نام کا نشان لگا دیتا ہوں کیونکہ بدترین قصائد وہ ہوتے ہیں جن کے قائل کا پتا نہ ہو

قَومِي بَنُوالحَربِ العَوَانِ بِجَمعِهِم
والمَشرَفِيَّةُ والقَنَا اشعَالهَا

[۱۱۲] میری ساری کی ساری قوم سخت جنگجو ہے ، (ہماری) تلواریں اور نیزے جنگ کو اشتعالک دے دیتے ہیں

مَازَالَ مَعرُوفاً لِمُرَّةَ فِي الوَغَى
عَلُّ القَنَا وعَلَيهِم إنْهَالُهَا

جنگ میں بنی مرہ کی یہ بات مشہور چلی آتی ہے کہ وہ نیزوں کو (دشمنوں کے خونوں سے) بار بار سیر کرتے ہیں اور پہلی بار (خون) پلانا تو ان پر واجب ہے

مِن عَهدِ عَادٍ کَانَ مَعرُوفاً لَنَا
أسرُ العُدَاةِ وَقَتلُهَا وقِتَالُهَا

دشمنوں کو قید کرنا ، ان کو قتل کرنا اور ان سے جنگ لڑنا قدیم زمانے سے ہمارے متعلق مشہور چلا آ رہا ہے

---

۱ - أغفَال جمع ہے غُفل (غَین پر ضمّہ اور فاء ساکن) کی جس کے کہنے والا کا پتا نہ ہو - لسان العرب میں ہے شِعر غُفل : لا یُعرَف قَائِلُہ' - اعزاز علی اور ذوالفقار علی دونوں نے اسے محرکۃ یعنی غَفَل لکھا ہے اور معنی مالا علامۃ علیہ کیے ہیں مگر یہ معنی یہاں غلط ہیں -

۱ شریح بن قرواش العبسی کہتا ہے اور وہ مشہور ترین شہسواروں میں سے تھا۔

لَمَّا رَأَیْتُ النَّفْسَ جَاشَتْ عَکَرْتُہَا
عَلَی مِسْحَلٍ وَایُّ سَاعَةَ مَعْکَرٍ

جب میں نے دیکھا کہ گھبراہٹ کے مارے دم ناک میں آ گیا ہے تو میں نے اپنے آپ کو مسحل کی طرف موڑا مگر یہ کونسا مڑنے کا وقت تھا

عَشِیَّةَ نَازَلْتُ الْفَوَارِسَ عِنْدَہُ
وَزَلَّ سِنَانِیْ عَنْ شُرَیْحِ بْنِ مُسْہِرٍ

یہ اس رات کی بات ہے جس میں میں نے سواروں سے جنگ کی تھی اور میرا نیزہ شریح بن مُسہر پر سے پھسل گیا تھا

وَاُقْسِمُ لَوْلَا دِرْعُہُ لَتَرَکْتُہُ
عَلَیْہِ عَوَافٍ۲ مِنْ ضِبَاعٍ وَاَنْسُرٍ

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اس کی زرہ نہ ہوتی تو میں نے اس کا وہ حال کر دیا ہوتا کہ اس کے اوپر اور ارد گرد بھوکے بجو اور گدھیں منڈلا رہی ہوتیں

---

۱ - شریح جاہلی شاعر ہے۔ ان اشعار کا قصہ یہ ہے کہ سریح بن مسہر الحارثی کی ملاقات مسحل بن شیطان بن جذیم بن جذیمہ الاسدی سے ہوئی تو شریح نے نیزہ مار کر گرا دیا یہ دیکھ کر اس شریح نے اس پر حملہ کرکے مسحل کو چھڑایا۔

۲ - عوافٍ جمع ہے عافیة کی جس کے معنی رزق تلاش کرنے والے کے ہیں خواہ انسان ہو خواہ چوپایہ خواہ پرندہ۔ اعزاز علی، ذوالفقار علی اور محمد بہجة اثری نے عَوَافٍ کو عافی کی جمع بنایا ہے حالانکہ یہ اصولِ صرف کے خلاف ہے اور غلط ہے۔ پھر معنی " طالب عفو " کیے ہیں۔ لسان العرب میں ہے: والعافیة: طُلَّابُ الرزق من الانس والدوابِ والطیر

وَمَا غَمَرَاتُ المَوْتِ إلاَّ لِنزَالِكَ
الكَمِيِّ عَلَى لَحْمِ الكَمِيِّ المُقَطَّرِ

موت کی سختیاں تو یہی ہیں کہ (تو دیکھ رہا ہو کہ ایک) بہادر زمین پر گرا پڑا ہے (اور تو) اس کے گوشت (جسم) پر کھڑا ہو کر (دوسرے) بہادر سے جنگ کر رہا ہو

[1]عباس بن مرداس السلمی کہتا ہے اور یہ اشعار منصفات میں سے ہیں :

فَلَمْ أرَ مِثْلَ الحَيِّ حَيًّا مُصَبَّحًا
وَلاَ مِثْلَنَا يَوْمَ الْتَقَيْنَا فَوَارِسًا

---

۱ - عباس بن مرداس بنی ابی عامر السُلَمی - بنی سُلَیْم بن منصور میں سے ہے - اس کی کنیت ابوالهَیْثم ہے اور ماں خنساء شاعرہ بنت عمرو بن الشرید اور خنساء اس کے تین بھائیوں مَیْسَرہ - قیرْد اور معاویہ کی بھی ماں ہے - یہ سب ساعر ہیں کیونکہ اس کے تمام بچے ساعر تھے - خنساء کا ایک بیٹا ابو سَجَرہ عمرو بن عبدالعُزّیٰ تھا - کلبی کہتا ہے کہ مرداس کی تمام اولاد خنساء سے تھی سوا عباس کے ، کیونکہ وہ عباس کی ماں نہیں ہے مگر اس نے عباس کی والدہ کا نام نہیں رقم کیا ، ابوالفرج نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ خنساء عباس کی والدہ ہے اور عباس مخضرم ہے - جب آنحصرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حُنَین کے مال غنیمت میں سے مؤلفة القلوب کو سو سو اونٹ دیے اور عباس کو چند بکریاں دیں تو عباس ناراض ہو گیا اور اس نے چند شعر کہے جن میں سے ایک شعر یہ ہے

أتَجْعَلُ نَهْبِي وَنَهْبَ
العُبَيْدِ بَيْنَ عُيَيْنَةَ والأقْرَعِ

اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی زبان بند کرنے کا حکم دیا چنانچہ اسے اور دیا گیا اور یہ راضی ہو گیا - عُبَید اس کے گھوڑے کا نام ہے - ان اشعار کا قصہ یہ ہے کہ اس نے بنی سلیم کی تمام شاخوں میں سے آدمی لے کر ایک فوج تیار کی ، پھر عمرو بن معدیکرب کے قبیلہ بنی زبید پر حملہ کیا اور مال غنیمت حاصل کیا -

جس قبیلے کو ہم نے لوٹا نہ تو ہم نے اس جیسا کوئی لٹا ہؤا قبیلہ دیکھا اور نہ ہی اپنے جیسے شہسوار دیکھے ایسے عالم میں کہ جنگ میں دشمنوں سے آمنا سامنا ہو

أَكَرَّ وَأَحْمَى لِلحَقِيقَةِ مِنْهُمْ
وَأَضْرَبَ مِنَّا بِالسُّيُوفِ القَوَانِسَا

(میں نے کسی قبیلے کو) ان سے بڑھ کر بار بار حملہ کرنے والا اور ان امور کی زیادہ حفاظت کرنے والا نہیں دیکھا جن کی حفاظت کرنا ان پر واجب ہے اور نہ ہی ان سے بڑھ کر خود کے اوپر کے حصے پر تلوار مارنے والا کسی کو پایا

إِذَا مَا شَدَدْنَا شَدَّةً نَصَبُوا لَنَا
صُدُورَ المَذَاكِي وَالرِّمَاحَ المَدَاعِسَا[1]

جب ہم حملہ کرتے تو وہ ہمارے مقابل تام الخلقت گھوڑوں کے سینے اور ٹھوس نیزے کھڑے کر دیتے

إِذَا الخَيْلُ جَالَتْ عَنْ صَرِيعٍ نَكُرُّهَا
عَلَيْهِمْ فَمَا يَرْجِعْنَ إِلَّا عَوَابِسَا

جب (دشمن) گھوڑ سوار (اپنے) گرے ہوئے ساتھیوں سے منہ موڑ کر چل دیں تو ہم اپنے گھوڑوں کا رخ ان کی طرف کر دیتے ہیں (بھاگنے والوں کا تعاقب کرتے ہیں) پھر جب یہ گھوڑے اس تعاقب سے لوٹتے ہیں تو بڑی ہی ناگواری اور ترشروئی کے ساتھ لوٹتے ہیں

[۱۱۳] [2]ابوالابیض العبسی کہتا ہے جن میں سے چند اشعار یہ ہیں :

---

۱ - لسان العرب میں ہے المَدَاعِسُ : الصُّمُّ مِنَ الرِّمَاحِ -

۲ - ابوالابیض عہد اسلامی کا شاعر ہے - ان اشعار کا قصہ یہ ہے کہ یہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں جہاد کے لیے نکلا - اس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے کھجور اور مکھن کھایا اور جنت میں داخل ہو گیا ہے چنانچہ جب صبح ہوئی تو اس نے کھجور اور مکھن کھایا پھر آگے بڑھ کر لڑا اور مارا گیا -

وَذِیْ أَمَلٍ یَرْجُو تُرَاثِیْ وَ إِنَّ مَا
یَصِیْرُ لَهُ مِنِّیْ غَداً لَقَلِیْلُ

بہت سے امیدوار میرے ورثے کی امید لگائے بیٹھے ہیں مگر جو کچھ انھیں کل ملنے والا ہے وہ تو بہت تھوڑا ہے

وَمَالِیَ مَالٌ غَیْرُ دِرْعٍ وَمِغْفَرٍ
وَأَبْیَضُ مِنْ مَاءِ الحَدِیْدِ صَقِیْلُ

کوئی مال میرے پاس نہیں ماسوا ایک زرہ ، ایک خود ، چمکدار اصلی لوہے کی صیقل شدہ تلوار کے

وَأَسْمَرُ خَطِّیٌّ الفَنَاةِ مُثَقَّفٌ
وَأَجْرَدُ عُرْیَانُ السَّرَاةِ طَوِیْلُ

بھورے رنگ کے سیدھے خطی نیزے اور ایک کم بالوں والے ، دراز قد اور ننگی پیٹھ والے گھوڑے کے

أَقِیْهِ بِنَفْسِیْ فِی الحُرُوْبِ وَأَتَّقِیْ
بِهَادِیْهِ إِنِّیْ لِلْخَلِیْلِ وَصُوْلُ

میں جنگوں میں اس گھوڑے کو اپنی جان کو خطرے میں ڈال کے بچاتا ہوں اور میں خود اس کی گردن کو اپنے لیے ڈھال بنا لیتا ہوں ۔ میں دوست کے ساتھ تعلقات مربوط کیے رکھنا چاہتا ہوں

[۱] عمرو بن کلثوم التغلبی کہتا ہے :

مَعَاذَ الإِلٰهِ أَنْ تَنُوحَ نِسَاؤُنَا
عَلَى هَالِکٍ أَوْ أَنْ نَضِجَّ مِنَ الْقَتْلِ

۱ - عمرو بن کلثوم تغلبی : مشہور جاہلی شاعر اور معلقہ گو ہے ۔ پندرہ برس کی عمر میں قوم کا سردار بنا اور ڈیڑھ سو سال عمر پا کر ۵۲ قبل از ہجرت = ۵۷۰ء میں وفات پائی ۔ یہ اپنے زمانے کے چوٹی کے شہسواروں میں سے تھا ۔ اسی نے عمرو بن ہند کو قتل کیا تھا ۔

خدا پناہ دے اس سے کہ ہماری عورتیں کسی ہلاک ہونے والے پر نوحہ کریں یا یہ کہ ہم (کسی کے) قتل ہونے پر واویلا کریں

قِرَاعُ السُّيُوفِ بِالسُّيُوفِ أَحَلَّنَا
بِأَرْضٍ بَرَاحٍ ذِي أَرَاكٍ وَ ذِي أَثْلِ

تلواروں کے تلواروں کے ساتھ ٹکرانے نے ہمیں ایک چٹیل زمین میں لا اتارا جہاں نہ کوئی درخت تھا نہ کوئی اور جھاؤ کی چیز تھی۔ جس میں (صرف) پیلو اور جھاؤ اُگ رہا تھا

فَمَا أَبْقَتِ الأَيَّامُ مِلْمَالِ عِنْدَنَا
سِوَى جِذْمِ أَذْوَادٍ مُحَذَّفَةِ النَّسْلِ

ہماری جنگوں نے ہمارے مال میں سے صرف چند اونٹ چھوڑے ہیں جنھیں ہم نے نسل کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔ (یہ جن کی آئندہ نسل منقطع ہو چکی ہے یا یہ کہ اس نسل کے اونٹ نایاب ہیں)

ثَلَاثَةُ أَثْلَاثٍ فَأَثْمَانُ خَيْلِنَا
وَأَقْوَاتُنَا وَمَا نَسُوقُ إِلَى الْقَتْلِ

ہمارے مال کو (اونٹوں کو) تین حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ایک حصہ گھوڑوں کی قیمت میں صرف ہوتا ہے ایک حصہ کھانے میں آتا ہے اور ایک حصہ وہ ہے جسے ہم (مقتول کے گھر والوں) کی طرف (بطور دیت) لے جاتے ہیں

بنی قیس بن ثعلبہ کا ایک آدمی کہتا ہے:

دَعَوْتُ بَنِي قَيْسٍ إِلَيَّ فَشَمَّرَتْ
خَنَاذِيذُ مِنْ سَعْدٍ طِوَالُ السَّوَاعِدِ

میں نے بنی قیس کو اپنی طرف بلایا تو آل سعد میں سے بہادر اور لمبے بازوؤں والے لوگ بخوشی تیار ہو کر آ گئے

إذَا مَا قُلُوبُ القَوْمِ طَارَتْ مَخَافَةً
مِنَ المَوْتِ أَرْسَوْا[1] بِالنُّفُوسِ المَوَاجِدِ

جب لوگوں کے دل موت کے ڈر سے گھبرانے لگیں تو یہ لوگ اپنی بزرگ جانوں کے ساتھ ثابت قدم رہتے ہیں

[۱۱۴] حجر[2] بن خالد کہتا ہے :

وَجَدْنَا أَبَانَا حَلَّ فِي المَجْدِ بَيْتُهُ
وَأَعْيَا رِجَالاً آخَرِينَ مَطَالِعُهُ

ہم نے اپنے دادا کو پایا کہ اس کا گھرانہ بزرگی کے مقام پر اترا مگر دوسرے لوگ اس بزرگی کے راستے پر چلنے سے عاجز آ گئے

فَمَنْ يَسْعَ مِنَّا لاَ يَنَلْ مِثْلَ سَعْيِهِ
وَلٰكِنْ مَتَىٰ مَا يَرْتَحِلْ فَهْوَ تَابِعُهُ

لہٰذا ہم میں سے جو شخص بھی کوشش کرے گا وہ ہمارے دادا کی سی کوشش نہ کر سکے گا ہاں جب ہمارا دادا اس بزرگی کی منزل سے کوچ کرکے (بلند تر مقام کو چلا جائے) تو پھر یہ اس کے پیچھے پیچھے جا سکتا ہے (بزرگی اور بڑائی میں دادا کی پیروی تو کی جا سکتی ہے اس جیسا نہیں بنا جا سکتا)

---

۱ - محمد بهجة اثری لکھتے ہیں : أرسوا : اثبتوا ومفعوله محذوف كأنه قال : اثبتوا قلوبهم بالنفوس الكريمة - یہی معنی ذوالفقار علی اور اعزاز علی نے دیے ہیں مگر یہاں یہ معنی درست نہیں ہیں یہاں أَرْسَىٰ لازم ہے از أَرْسَىٰ الشَّيْءُ إِرْسَاءً : ثَبَتَ : لسان العرب میں ہے وربما قالوا : أَرْسَتْ قَدَمَاهُ ای ثَبَتَتَا

۲ - حجر جاہلی شاعر ہے - حماسہ میں اس کا نسب یوں دیا ہے : حجر بن خالد بن محمود بن عمرو بن مرثد (حماسہ طبع دیوبند : ۸۷)

يَسُودُ تُنَانَا مَنْ سِوَانَا وَ بَدْؤُنَا
يَسُودُ مَعَدًّا كُلَّهَا لَا تُدَافِعُهْ[۱]

ہمارا دوسرے درجے کا سردار بھی دوسروں پر سرداری کرتا ہے اور ہمارا اول درجے کا سردار تو تمام سعد بن عدنان پر بدون مزاحمت حکم چلاتا ہے

وَنَحْنُ الَّذِيْنَ لَا يُرَوَّعُ جَارُنَا
وَبَعْضُهُمْ لِلْغَدْرِ صُمٌّ مَسَامِعُهْ

ہم وہ لوگ ہیں جن کے ہاں پناہ لینے والے کو کوئی خوفزدہ نہیں کر سکتا حالانکہ دوسرے لوگوں کے کان عہد شکنی کے وقت (لوگوں کی طعن و تشنیع سننے کے معاملے میں) بہرے ہوتے ہیں

[۲]نُدَهْدِقُ بَضْعَ اللَّحْمِ لِلْبَاعِ وَالنَّدَى
وَبَعْضُهُمُ تَغْلِي بِذَمٍّ مَنَاقِعُهْ

ہم گوشت کے ٹکڑوں کو کرم و سخاوت کے لیے کاٹتے ہیں درآنحالیکہ بعض لوگوں کی ہنڈیا مذمت کے ساتھ جوش مارتی ہے

وَبَحْلِبُ ضِرْسُ الضَّيْفِ فِينَا إِذَا شَتَا
سَدِيْفَ السَّنَامِ تَسْتَرِيهِ أَصَابِعُهْ

---

۱ - ذوالفقار علی نے لا تدافعہ کے معنی یوں کیے ہیں "کوئی اس کو منع اور معزول نہیں کر سکتا"۔ اعزاز علی لکھتے ہیں: لایقدرون علی دفعہ وعزلہ مگر یہ معنی درست نہیں ہیں۔ اقرب الموارد میں ہے: دَافَعَہُ: زَاحَمَہُ یقال: سید غیر مدافع ای مزاحم فی السیادۃ

۲ - نُدَهْدِقُ: از دَهْدَقَ اللحم: قطعہ وکسر عِظَامَہُ۔ معنی واضح ہیں مگر بہجہ اثری اور اعزاز علی نے "نغل" دیے ہیں اور ذوالفقار علی نے یوں ترجمہ کیا ہے: ہم گوشت کے ٹکڑوں کو ایک دوسرے کے اوپر پھینکتے ہیں۔ مناقع جمع ہے مُنْقَعٌ کی مُنْخُلٌ کی طرح، چھوٹی ہنڈیا۔

جب قحط پڑتا ہے تو جو شخص ہمارے یہاں بطور مہمان اترتا ہے اس کی ڈاڑھ کوہان کی اس چربی کو چوستی ہے جسے خود اس کی اپنی انگلیوں نے منتخب کیا ہو

مَنَعْنَا حِمَانَا وَاسْتَبَاحَتْ رِمَاحُنَا
حِمَی کُلِّ قَوْمٍ مُسْتَجِیْرٍ مَرَاتِعُہ

ہم نے اپنی محفوظ چراگاہ کو لوگوں سے بچائے رکھا مگر ہمارے نیزوں نے ہر پناہ لینے والی قوم کی چرنے کی جگھوں کو لوٹا

[1] رقاق بن المنذر بن ضرار الضبی کہتا ہے:

إِذَا الْمُهْرَةُ الشَّقْرَاءُ أَدْرَكَ ظَهْرُهَا
فَشَبَّ [2] الإِلٰہُ الْحَرْبَ بَیْنَ الْقَبَائِلِ

جب سرخ رنگ کی گھوڑی سواری کے قابل ہو جائے اور پھر اللہ تعالیٰ قبائل میں جنگ کی آگ بھڑکا دے

وَأَوْقَدَ نَاراً بَیْنَهُمْ بِضِرَامِهَا
لَهَا وَهَجٌ [3] لِلْمُصْطَلِیْ غَیْرُ طَائِلٍ

اور قبائل کے درمیان ایندھن سے (لڑائی کی) آگ جلا دے جس کی گرمی آگ سینکنے والوں کے لیے مفید نہ ہو

إِذَا حَمَلَتْنِیْ وَالسِّلَاحَ مُشِیْحَةً
إِلَی الرَّوْعِ لَمْ أُصْبِحْ عَلَی سِلْمٍ وَائِلِ

---

۱ - بلوغ الارب میں رقاق ہی دیا ہے مگر حماسہ اور شرح ذوالفقار علی دونوں میں رفاد دیا ہے - میمن (شرح امالی : ٦٦٥) نے بھی اسے رُفَاد ہی لکھا ہے اور وہ زمانۂ جاہلیت کا شاعر ہے -
۲ - شارحین نے اسے دعائیہ جملہ بنایا ہے حالانکہ ایسا نہیں -
۳ - شارحین نے وھج کے معنی آگ کا بھڑکنا کیا ہے مگر یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے - یہاں وھج کے معنی حرارت کے ہیں - اقرب الموارد میں ہے الوھج حَرُّ النَّارِ والشمسِ من بعید -

جب یہ بچھیری مجھے میرے ہتھیاروں سمیت تیزی سے اٹھا کر جنگ کی طرف لے جائے تو میں وائل کی صلح پر صبح نہ کروں گا

فِدًى لِمُقْتَنِي الْقَنَى[۱] إِلَيَّ بِرَأْسِهَا
تِلَادِي وَأَهْلِي مِنْ صَدِيقٍ وَجَامِلٍ

جس شخص نے مجھے یہ بچھیری عطا کی ہے اس پر میرا قدیم مال اور میرے گھر والے یعنی دوست اور اونٹ سب قربان ہوں

[۲]ابوالغول الطهوی عربوں کی ایک قوم کے متعلق کہتا ہے :

فَدَتْ نَفْسِي وَمَا مَلَكَتْ يَمِينِي
فَوَارِسَ صَدَّقَتْ فِيهِمْ ظُنُونِي

میری جان اور مال ان شہسواروں پر قربان ہو جنھوں نے میرے ان گمانوں کو جو میں ان کے متعلق رکھتا تھا سچ کر دکھایا

فَوَارِسَ لَا يَمَلُّونَ الْمَنَايَا
إِذَا دَارَتْ رَحَى الْحَرْبِ[۳] الزَّبُونِ

[۱۱۵] وہ ایسے سوار ہیں جو موتوں سے نہیں اکتاتے درآنحالیکہ جنگ کی ایسی چکی چل رہی ہو جو صلح پر منتج نہ ہو سکتی ہو

---

۱ - محاورہ ہے أَقْنَى اليه خيراً : اصطنعه عنده

۲ - ابوالغول الطُّہوی : اس کی کنیت ابوالبلاد ہے ۔ اس کی کنیت ابوالغول اس لیے پڑی کہ اس نے ایک چڑیل دیکھی جسے اس نے قتل کر ڈالا چنانچہ اس کے متعلق اس نے شعر بھی کہے ہیں ۔ یہ بنی طُہیة میں سے ہے جنہیں بنو عبد شمس ابن ابی سود مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم کہا جاتا ہے ۔ عہد اسلامی کا شاعر ہے اور مروانیوں کے عہد حکومت میں تھا (شرح امالی : ۵۷۹-۵۸۰)

۳ - ابو عبیدالبکری کہتا ہے (صفحہ ۵۸۰) الزَّبُونُ لا یکون الا بالثفنات ۔ یرید الحرب التي لا تقبل الصلح كالناقة التي تدفع الحالب ۔

وَلَا يَجْزُوْنَ مِنْ حَسَنٍ بِسُوْءٍ
وَلَا يَجْزُوْنَ مِنْ غِلَظٍ بِلِيْنٍ

یہ لوگ نیکی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے اور نہ سختی کے بدلے نرمی کرتے ہیں

ولا تَبلَى بَسَالَتُهُمْ وَاِنْ هُمْ
صَلُوا بِالحَرْبِ حِيْناً بَعْدَ حِيْنٍ

نہ ہی ان کی بہادری میں کمزوری واقع ہوتی ہے خواہ انہیں بار بار کیوں نہ جنگ میں جھونکا جائے

هُمْ مَنَعُوْا حِمَى الوَقَبَى بِضَرْبٍ
يُؤَلِّفُ بَيْنَ اشْتَاتِ المَنُوْنٍ

انہی نے وقبی کی چراگاہ کو (دشمنوں کے ہاتھوں سے) ایسی تلوار زنی کے ذریعے بچایا جو مختلف موتوں کو یکجا کر دے (ایک وار میں کئی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دے)

فنكَّبَ عَنْهُمْ دَرْءَ الاَعَادِيْ
وَدَاوَوْا بالجُنُوْنِ من الجُنُوْنِ

(چنانچہ اس تلوار زنی نے) دشمنوں کے ریلوں کا منہ ان کی طرف سے پھیر دیا۔ انہوں نے جنون (جنگ) کا علاج جنون (جنگ) سے کیا

وَلَا[1] يَرْعَوْنَ اَكْنَافَ الهُوَيْنٰى
اِذَا حَلُّوا وَلَا اَرْضَ الهُدُوْنِ

وہ لوگ جب کہیں پڑاؤ کرتے ہیں تو آرام و راحت کی زمین کے گرد اپنے جانوروں کو نہیں چراتے اور نہ ہی صلح کی زمین میں (چراتے

---

۱۔ ابو عبید بکری نے اس شعر کی یوں تشریح کی ہے (صفحہ ۵۸۱)
هٰؤلاء القوم من عزهم و منعتهم لايرعون الا ماكن التى اباحها المسالمة و وطأتها المهادنة ولكن يرعون النواحي المتحاماة والارضين الممنعة ۔

ہیں بلکہ دشمن کی زمین میں چراتے ہیں)

[1] ربیعہ بن مقروم الضبی کہتا ہے:

وَلَقَدْ شَهِدتُ الْخَيْلَ يَوْمَ طِرَادِهَا
بِسَلِيمِ اَوْظِفَةِ الْقَوَائِمِ هَيْكَلِ

سواروں کے حملے کے دن میں بھی ایک صحیح و سالم ٹانگوں والا قوی ہیکل گھوڑا لے کر موجود تھا

فَدَعَوْا نَزَالِ فَكُنْتُ اَوَّلَ نَازِلٍ
وَعَلَامَ اَرْكَبُهُ اِذَا لَمْ اَنْزِلِ

پھر انھوں نے ایک دوسرے کو گھوڑے سے اتر کر لڑنے کے لیے للکارا چنانچہ میں پہلا شخص تھا جو گھوڑے سے اترا اور اگر میں گھوڑے سے اتر کر جنگ نہیں کر سکتا تو پھر مجھے گھوڑے پر سوار ہونے کا بھی حق حاصل نہیں

وَاَلَدَّ ذِي حَنَقٍ عَلَيَّ كَاَنَّمَا
تَغْلِي عَدَاوَةُ [2] صَدْرِهِ فِي مِرْجَلِ

اور کوئی ایک شخص جو سخت جھگڑنے والے اور میرے خلاف دل میں کینہ رکھنے والے تھے اور جن کے سینے کی عداوت ہنڈیا کے جوش کی طرح تھی

[3] اَرْجَيْتُهُ عَنِّي فَاَبْصَرَ قَصْدَهُ
وَكَوَيْتُهُ فَوْقَ النَّوَاظِرِ مِنْ عَلِ

---

۱ - ربیعہ بن مقروم بن قیس الضبی جاہلی اور اسلامی شاعر ہے

۲ - سینے کو ہنڈیا کہا ہے جس میں عداوت ہنڈیا کی طرح جوش مار رہی تھی

۳ - بلوغ الارب میں ارجیتہ (راء مہملہ کے ساتھ) چھپا ہے - حماسہ میں زاء معجمہ کے ساتھ دیا - محمد بہجہ اثری نے بحوالہ ابوالفتح اوحیتہ واو کے ساتھ دیا ہے اور اس کے معنی اذللہ و قہرتہ دیے ہیں مگر اقرب الموارد میں ہے اوجیتہ عنی: ابعدتہ کانک سیرتہ مسافۃ طویلۃ قد وجی فیھا اور میں نے یہی لفظ لے کر معنی کیے ہیں

(اس طرح کے شخص کو) میں نے اپنے سے دور ہٹا دیا تب اس نے سیدھی راہ دیکھ لی اور میں نے اپنا نیزہ اوپر کی طرف سے اس کے سر کی رگوں میں داغ دیا

[1] بنی قیس بن ثعلبہ کا ایک شاعر کہتا ہے :

إنّا مُحَيُّوكِ يَا سَلْمىٰ فَحَيِّينَا
وَإنْ سَقَيْتِ كِرَامَ النَّاسِ فَاسْقِينَا

[۱۱۶] اے سلمیٰ ہم تجھے سلام کہتے ہیں تو بھی ہمیں سلام کہہ اور اگر تو شرفا (ی) کو شراب پلاتی تو پھر ہمیں بھی پلا (ہم بھی شریف ہیں)

وَإنْ دَعَوْتِ إلَى جُلَّى وَمَكْرُمَةٍ
يَوْماً سَرَاةَ كِرَامِ النَّاسِ فَادْعِينَا

اور اگر کسی روز تو شرفا کے سرداروں کو کسی عظیم الشان کام اور بزرگی کی طرف دعوت دے تو ہمیں بھی دعوت دینا

إنَّا بَنِي نَهْشَلٍ لَا نَدَّعِي لِأَبٍ
عَنْهُ وَلَا هُوَ بِالأَبْنَاءِ يَشْرِينَا

ہم (میری مراد خاص طور پر) بنی نہشل سے تعلق رکھتے ہیں لہذا اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور باپ کی طرف منسوب نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ ہمیں اور بیٹوں کے عوض فروخت کر ڈالتا ہے

إنْ تُبْتَدَرْ غَايَةٌ يَوماً لِمَكْرُمَةٍ
تَلْقَ السَّوَابِقَ مِنَّا وَالمُصَلِّينَا

اگر کسی روز بزرگی حاصل کرنے کی خاطر لوگ کسی غایت کی طرف دوڑ کر جائیں تو تو اول و دوم آنے والے ہمیں میں سے پائے گا

---

۱ - یہ شاعر بشامہ بن حزن النہشلی ہے - بظاہر اسلامی شاعر معلوم ہوتا ہے -

وَ لَيْسَ يَهْلِكُ مِنَّا سَيِّدٌ أَبَدًا
إِلاَّ افْتَلَيْنَا غُلاَمًا سَيِّدًا فِينَا

ہم میں سے جب کوئی سردار مر جاتا ہے تو ہم ایک بچے کا دودھ چھڑا کر اسے سردار بنا دیتے ہیں (بڑوں کا تو کہنا ہی کیا)

إِنَّا لَنُرْخِصُ يَوْمَ الرَّوْعِ أَنْفُسَنَا
وَلَوْ نُسَامُ بِهَا فِي الأَمْنِ أُغْلِينَا

ہم جنگ کے دن اپنی جانوں کو سستا کر دیتے ہیں اور اگر امن کے زمانے میں ان جانوں کا بھاؤ کیا جائے تو یہ جانیں بڑی مہنگی ہوتی ہیں

بِيضٌ مَفَارِقُنَا تَغْلِي مَرَاجِلُنَا
نَأْسُو بِأَمْوَالِنَا آثَارَ أَيْدِينَا

ہمارے سروں کی مانگیں (مسلسل خودیں پہننے کی وجہ سے بال گر جانے سے یا مشک لگانے کی وجہ سے) سفید ہیں (مہمانوں کے لیے) ہماری دیگیں جوش مارتی رہتی ہیں اور ہم اپنے ہاتھوں سے لگائے ہوئے زخموں کا علاج اپنے مالوں سے کرتے ہیں (یعنی ہم دیت ادا کر دیتے ہیں ، کوئی ہم سے قصاص نہیں لے سکتا)

إِنِّي لَمِنْ مَعْشَرٍ أَفْنَى أَوَائِلَهُمْ
قِيلُ الْكُمَاةِ أَلاَ أَيْنَ الْمُحَامُونَا

میں تو ان لوگوں میں سے ہوں جن کے اسلاف کو مسلح بہادروں کے اس قول نے کہ ''حمایتی کہاں ہیں'' فنا کر دیا

لَوْ كَانَ فِي الأَلْفِ مِنَّا وَاحِدٌ فَدَعَوْا
مَنْ فَارِسٌ خَالَهُمْ إِيَّاهُ يَعْنُونَا

اگر ہمارا ایک آدمی ہزار آدمیوں کے درمیان موجود ہو پھر وہ یہ کہہ کر پکاریں '' سوار کون ہے ؟ '' تو وہ یہی سمجھے گا کہ ان کی مراد اسی سے ہے

إذَا الكُمَاةُ تَنَحَّوا أنْ يُصِيبَهم
حَدُّ الظُّبَاةِ وَصَلْنَا هَا بَأَيْدِينَا

جب مسلح لوگ اس ڈر کے مارے کہ کہیں انھیں تلوار کی دھار نہ لگ جائے ایک طرف ہٹ جائیں تو ہم ان تلواروں سے خود جا ملتے ہیں اور انھیں ہاتھوں پر لیتے ہیں

وَلَا تَرَاهُمْ وَإنْ جَلَّتْ مُصِيبَتُهُمْ
مَعَ البُكَاةِ عَلَى مَنْ مَاتَ يَبْكُونَا

اور ان کی مصیبت خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو جائے تو انھیں ان لوگوں پر جو مر گئے ہوں رونے والوں کے ساتھ روتا ہؤا نہ دیکھے گا

وَنَرْكَبُ الكُرْهَ أحْيَانًا فَيَفْرِجُهُ
عَنَّا الحِفَاظُ وَأسْيَافٌ تُوَاتِينَا

اور ہم کبھی جنگ اختیار کرتے ہیں تو (میدان جنگ کو) ہماری حمیت اور ہماری موافقت کرنے والی تلواریں کشادہ کر دیتی ہیں

وَدّاکُ[1] بن ثُمیل مازنی کہتا ہے :

رُوَيْدَ بَنِي شَيْبَانَ بَعْضَ وَعِيدِكُمْ
تُلَاقُوا غَدًا خَيْلِي عَلَى سَفَوَانِ

اے بنی شیبان اپنی دھمکیوں کو ذرا بند کرو اور کل سفوان کے چشمے پر میرے گھوڑ سواروں سے ملاقات کرو

---

۱ - وداک جاہلی شاعر ہے ۔ ان ابیات کا واقعہ یہ ہے کہ بنی شیبان بن ذھل نے بنی مازن کو سفوان کے چشمے سے نکال دینا چاہا کیونکہ وہ اس بات کے مدعی تھے کہ وہ پانی ان کی ملکیت ہے اس پر وداک نے یہ شعر کہے ۔

لَتَلاْقَنَّ جِيَاداً لَاْ تَحِيْدُ عَنِ الوَغَىٰ
إِذَا مَا غَدَتْ فِي المَاْزِقِ المُتَدَانِي

تم ان گھوڑوں سے ملاقات کرو گے جو جنگ سے منہ نہیں موڑتے خواہ جنگ کتنی ہی تنگ اور قریب الاطراف جگہ میں لڑی جا رہی ہو (کیسی ہی دست بدست اور گھمسان کی کیوں نہ ہو)

عَلَيْهَا الكُمَاةُ الغُرُّ مِنْ آلِ مَازِنٍ
لُيُوثٌ طِعَانٍ عِنْدَ كُلِّ طِعَانٍ

ان گھوڑوں پر آل مازن کے نامی بہادر ہوں گے جو ہر نیزہ زنی کے موقعے پر نیزہ زنی کے شیر ہوتے ہیں

تَلاْقُوهُمْ فَتَعْرِفُوا كَيْفَ صَبْرُهُمْ
عَلَى مَا جَنَتْ فِيْهِمْ يَدُ الحَدَثَانِ

جب تم ملو گے تو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ جو زیادتیاں زمانے کے ہاتھ نے ان سے کی ہیں ان کے تعامل پر وہ کیسے صابر رہے ہیں

مَقَادِيْمُ وَصَّالُوْنَ فِي الرَّوْعِ خَطْوَهُمْ
بِكُلِّ رَقِيْقِ الشَّفْرَتَيْنِ يَمَانٍ

یہ لوگ جنگ میں خوب آگے بڑھنے والے اور اپنے قدموں کو باریک دھاروالی یمنی تلوار کے ساتھ (دشمن کے ساتھ) ملا دینے والے ہیں

إِذَا اسْتُنْجِدُوْا لَمْ يَسْأَلُوْا مَنْ دَعَاهُمُ
لِأَيَّةِ حَرْبٍ أَمْ بِأَيِّ مَكَانٍ

جب کوئی ان سے مدد مانگتا ہے تو اپنے پکارنے والے سے وہ یہ نہیں پوچھتے کہ (تو ہمیں) کس جنگ یا کس مقام پر (جنگ کرنے کے لیے بلا رہا ہے)

بنی تیم اللہ بن ثعلبہ کا ایک[1] شاعر کہتا ہے :

---

۱ - شاعر کا نام علقمہ بن شیبان ہے جو منذر بن ماء السماء کے عہد میں گزرا ہے ، علقمہ نے اُوارہ کی جنگ میں منذر بن ماء السماء کے بھائی منمطر پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس نے منذر کو قتل کیا ہے ۔

وَ لَقَدْ شَهِدتُ الخَيْلَ يَوْمَ طِرَادِهَا
فَطَعَنْتُ تَحْتَ كِنَانَةِ المُتَمَطِّرِ

بخدا میں گھوڑ سواروں کے ہمراہ جنگ کے دن موجود تھا پھر میں نے متمطر کے ترکش کے نیچے نیزہ مارا

وَ نُطَاعِنُ الأَبْطَالَ عَنْ أَبْنَائِنَا
وَ عَلَى بَصَائِرِنَا وَ إِنْ لَمْ نُبْصِرِ

ہم اپنے بیٹوں کی مدافعت کرتے ہوئے بہادروں کو نیزے مار رہے تھے ، ہمارے حواس قائم تھے ، اگرچہ ہمیں کچھ دکھائی نہ دیتا تھا

وَ لَقَدْ رَأَيْتُ الخَيْلَ شُلْنَ عَلَيْكُمُ
شَوْلَ المَخَاضِ أَبَتْ عَلَى المُتَغَبِّرِ

اور میں نے گھوڑوں کو دیکھا کہ وہ اپنی دموں کو تمھارے خلاف (غصے کے مارے) اٹھائے ہوئے تھے اسی طرح جس طرح حاملہ اونٹنیاں دودھ دوھنے والے کے خلاف ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے دم اٹھاتی ہیں

عامر[1] بن الطفیل کہتا ہے :

---

۱ - عامر بن الطُفَیل بن مالک - اس کی ماں کبشہ بنت عُروۃ الرحّال ہے اور عامر کی کنیت ابو علی ہے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا مگر اسلام نہیں لایا - اس نے اربد کے ساتھ مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا مگر ناکام رہا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے لیے بد دعا کی تھی - عامر بنی سلول کے ایک قبیلہ میں مقیم تھا کہ اسے طاعون کی بیماری لگی اور مر گیا - ان اشعار میں عامر خیف الریح کی جنگ کا ذکر کر رہا ہے - اس جنگ میں بنی عامر ، صداء ، خثعم ، مذحج ، اور حارث بن کعب نے حصہ لیا تھا - اور اسی جنگ میں اس کی آنکھ پھوٹی تھی -

فَلبَتقَتِ إنْ لَمْ تَسْأَلي أَيُّ فَارِسٍ
حَليلُكِ إذْ لاقَى صُدَاءَ وَ خَثْعَمَا

اگر تو لوگوں سے یہ نہ پوچھے کہ تمہارا خاوند کیسا سوار ہے جب وہ قبیلہ صداء اور خثعم سے جنگ میں ملا تھا تو تجھے طلاق ہے

أَكُرُّ عَلَيْهِمْ دَعْلَجًا وَ لَبَانَهُ
إذَا مَا اشْتَكَى وَقْعَ الرِّمَاحِ تَحَمْحَمَا

(اس وقت جبکہ) میں اپنے گھوڑے دعلج اور اس کی چھاتی کو ان کی طرف لوٹا رہا تھا جب اس گھوڑے کو نیزوں نے زخم لگائے دیئے تو یہ ہنہنانے لگ پڑتا تھا

[۱۱۸] حُرَيْث بن عَتَّاب النبهانی کہتا ہے :

تَعَالَوْا أُفَاخِرْكُمْ أَأَعْيَا وَ فَقْعَسٌ
إلَى الْمَجْدِ أَدْنَى أَمْ عَشِيرَةُ حَاتِمِ

آؤ تم سے ہم بزرگی میں مقابلہ کریں ۔ کیا اعیا اور فقعس بزرگی کے زیادہ قریب ہیں یا حاتم کا قبیلہ (جس میں سے ہم ہیں)

إلَى[۱] حَكَمٍ مِنْ قَيْسِ عَيْلَانَ فَيْصَلٍ
وَ آخَرَ مِنْ حَيَّيْ رَبِيعَةَ عَالِمِ

آؤ قیس عیلان کے ایک ثالث کی طرف اور ایک اور عالم ثالث کی طرف جو قبیلہ ربیعہ کے دونوں قبیلوں میں سے ہو

ضَرَبْنَا لَكُمْ حَتَّى إذَا قَامَ مَيْلُكُمْ
ضَرَبْنَا الْعِدَا عَنْكُمْ بِبِيضٍ صَوَارِمِ

---

۱ ۔ قیس عیلان کا ثالث حکم بن قطبہ ہے اور حیی ربیعہ کا ثالث دغفل نسابہ اور حیی ربیعہ سے مراد ذہل بن شیبان اور ذہل بن ثعلبہ سے ہے ۔

ہم نے تم کو تلواروں سے مارا یہاں تک کہ جب تمہاری کجی دور ہوگئی اور تم سیدھے ہوگئے تو ہم نے تمہاری طرف داری میں (تمہارے) دشمنوں کو چمک دار اور کاٹنے والی تلواروں سے مارا

فَتَحُلُّوا بِاَكْنَافِ فِيْ وَ اَكْنَافِ مَعْشَرِيْ
اَكُنْ حِرْزَكُمْ فِي الْمَاقِطِ الْمُتَلَاحِمِ،

اب تم میری اور میری قوم کی پناہ میں آکر اترو میں تمہارے لیے جنگ کے تنگ مقاموں میں پناہ کا کام دوں گا

فَقَدْ كَانَ اَوْصَانِيْ أَبِي اَنْ اُضِيْفَكُمْ
اِلَيَّ وَ اَنْهٰى عَنْكُمْ كُلَّ ظَالِمٍ،

کیونکہ میرے باپ نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں تمہیں اپنے ساتھ ملا لوں اور ہر ظالم کو تم تک پہنچنے سے روکے رکھوں

اسی قسم کے اور بھی اشعار ہیں جو ان کی دلیری اور بہادری پر دال ہیں ۔ ان سے ادبی کتابیں بھری پڑی ہیں مگر ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم محض اس قدر شعر یہاں نقل کر دیں جن سے ہمارے دعویٰ کی تائید ہو جائے جو ہمارے مقصد کی وضاحت کے لیے کافی اور حصول مراد کے لیے وافی ہو ۔

## عرب جاہلیت کے بعض وہ افراد جن کی شجاعت ضرب المثل تھی

عرب شجاعت کے معاملے میں اس مرتبے پر فائز تھے کہ مقابلہ نہیں ہو سکتا ، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اور اس ضمن میں واضح دلائل اور روشن براہین پیش کر چکے ہیں ، اس لیے ان میں سے یوں تو ہر ایک اس بات کا مستحق تھا کہ اس کو بطور مثال بیان کیا جائے اور قول و عمل میں اس کی شان بلند کی جائے مگر ضرب الامثال اور جنگوں

کی کتابوں میں صرف انھی لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو شعرا کی زبانی مشہور ہوئے اور جن کی قبائل میں شہرت تھی - ہم ان میں سے بعض افراد کا ذکر کر رہے ہیں اور اس تمنا کے ساتھ کر رہے ہیں کہ اس سے پڑھنے والوں کی روح کو گرمی حاصل ہو اور سننے والوں کے کانوں کو تازگی -

انھی میں سے

## خالد بن جعفر بن کلاب العامری

ہے - اس کا قصہ یہ ہے کہ قبیلہ ہوازن زہیر بن جذیمہ کو اپنا خدا جانتا تھا کیونکہ ان دنوں ہوازن کا قبیلہ بالکل نکما تھا اور اس وقت تک عامر بن صعصعہ کی تعداد بھی زیادہ نہ تھی - [۱۱۹] وہ نہایت ہی ذلیل و خوار سمجھے جاتے تھے - یہ لوگ پہاڑوں پر بھیڑ بکریاں چرایا کرتے - زہیر ان سے عشر لیا کرتا تھا - جب عکاظ کا بازار لگتا اور زہیر ان کے پاس آتا تو وہ اپنی بھیڑ بکریوں کا خراج لے کر حاضر ہو جاتے جو گھی، پنیر اور بھیڑ بکریوں پر مشتمل ہوتا تھا - ہوازن کی ایک بڑھیا مشکیزے میں گھی لے کر آئی اور معذرت چاہی اور متواتر قحط سالیوں کی شکایت کی - جب زہیر نے گھی کو چکھا تو اسے اس کا ذائقہ پسند نہ آیا - زہیر کے ہاتھ میں کمان تھی اس نے کمان سے بڑھیا کو دھکا دیا - وہ گر پڑی اور ننگی ہوگئی - اس سے ہوازن کو غصہ آ گیا اور وہ اس کے خلاف کینہ پالنے لگے - ان کے سینوں میں اس کے خلاف غیظ و غضب کا جذبہ تو پہلے ہی سے موجود تھا - اب بنی عامر کی تعداد بھی زیادہ ہو چکی تھی چنانچہ خالد بن جعفر نے قسم کھا کر کہا کہ یا تو میں اپنا بازو اس کی گردن میں ڈال کر اسے قتل کر دوں گا یا خود قتل ہو جاؤں گا - اسی ضمن میں وہ کہتا ہے :

أَرِيشُغُونِي إِرَاغَتَكُمْ فَإِنِّي
وَحَذْفَةَ كَالشَّجَا تَحْتَ الْوَرِيدِ

تم جس طرح بھی چاہو مجھے دھوکے سے طلب کرتے رہو مگر
یاد رکھو کہ میں اور میری گھوڑی حذفہ اس ہڈی کی طرح ہے
جو شہ رگ کے نیچے پھنس کر رہ گئی ہو

مُقَرَّبَةٌ اُوَا سِيْهَا بِنَفْسِيْ
وَالحِفُهَا[۱] رِدَائِيْ فِيْ الجَلِيْدِ

یہ گھوڑی میری مقرب ہے (مجھے اتنی عزیز ہے کہ) میں اسے
اپنی جان کے برابر سمجھتا ہوں۔ جب کُہر پڑتی ہے تو میں اسے
اپنی چادر اڑھا دیتا ہوں

لَعَلَّ اللهَ يُقْدِرُنِيْ عَلَيْهَا
جِهَارًا مِنْ زُهَيْرٍ اَوْ اُسَيْدٍ

شاید اللہ تعالیٰ مجھے قدرت عطا کرے اور میں اس گھوڑی پر
سوار ہو کر زُہیر اور اُسید سے علانیہ دو دو ہاتھ کر سکوں

اتفاق سے زہیر ایسے مقام پر اُترا جو علاقۂ بنی عامر کے قریب تھا۔ تماضر بنت عمرو بن الشرید زہیر بن جذیمہ کی بیوی اور اس کے بچوں کی ماں تھی، تماضر کا بھائی الحٰرث بن عمرو زہیر کے پاس سے گزرا۔ زہیر نے اپنے بیٹوں سے کہا، ”یہ گدھا تمہارے خلاف جاسوسی کرنے آیا ہے۔ اسے یہیں باندھ لو“۔ تماضر نے اپنے بیٹوں سے کہا، ”کیا تمہارا ماموں تمھیں ملنے کو آئے تو تم اس کی مشکیں کس دو گے“۔ اس کے بعد انھوں نے ایک مشک میں دودھ دوہا اور اس سے قسم لی کہ وہ ان کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتائے گا۔ وہ نکل کر بنی عامر کے پاس گیا اور انھیں اطلاع دے دی۔ اس پر خالد بن جعفر، حندج بن البکاء اور معاویہ بن عباد اور بنی عامر کے تین سوار نکلے اور پاؤں کے نشان کا کھوج لگاتے چلے گئے، آخر بنی جذیمہ کے اُونٹ [۱۲۰] دیکھ کر

---

۱۔ بلوغ العرب میں اَلحِقُهَا قاف کے ساتھ چھپا ہے اسے اَلحِفُهَا فاء موحدہ کے ساتھ پڑھیں۔

گھوڑوں پر سے اتر پڑے۔ عورتوں نے کہا، "جہاں ہم کچھ نہ دیکھا کرتے تھے وہاں ہمیں نیزوں کا جنگل دکھائی دیتا ہے"۔ اس کے بعد چرواہوں نے آکر خبر دی۔ زہیر کے بھائی اسید نے بھی آکر خبر دی اور کہا، "میرے جانور چرانے والی نے بنی عامر کے سوار اور نیزے دیکھے ہیں"۔ یہ سن کر زہیر نے کہا:

کُلُّ أَزَبَّ نَفُورٌ

(ہر وہ شخص جس کے بدن پر گھنے بال ہوں وہ بھگوڑا ہوتا ہے)

یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے۔ اس لیے کہ اسید کے بدن پر بہت بال تھے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ حال دیکھ کر بنو رواحہ کے تمام لوگ وہاں سے کوچ کر گئے۔ زہیر نے قسم کھا لی کہ صبح ہونے سے پہلے وہاں سے نہیں ہٹے گا۔ اس کے بیٹوں ورقاء اور حارث کے سوا جس قدر لوگ اس کے ساتھ تھے سارے کوچ کر گئے۔ اسے خبر بھی نہ ہوئی کہ یکایک گھوڑ سواروں نے آکر اسے گھیر لیا۔ زہیر نے انھیں یمن کے لوگ خیال کرتے ہوئے پوچھا، "اسید یہ کون لوگ ہیں"؟ اسید نے جواب دیا، "یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تو آج رات سے غصہ میں ہے"۔ راوی کہتا ہے کہ اسید گھوڑے پر سوار ہو کر جان بچا کر نکل جانے میں کامیاب ہوگیا۔ زہیر کود کر اپنی گھوڑی قعساء پر سوار ہوگیا۔ یہ بڑی سرکش گھوڑی تھی۔ خالد بھی اپنی گھوڑی حذفہ پر سوار ہو کر آ پہنچا، اس وقت اس کے لب پر یہ الفاظ تھے

لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا زُهَيْرٌ

(اگر آج زہیر بچ کر نکل بھی جائے تو خدا کرے کہ میں بچ کر نہ نکلوں)

خالد نے زہیر کے گلے میں ہاتھ ڈال دیے اور دونوں گھوڑیوں پر سے گر پڑے۔ خالد زہیر کے اوپر گرا۔ اس نے اپنے بیٹوں کو مدد کے لیے پکارا، ورقاء بن زہیر نے خالد پر تین وار کیے مگر وہ کارگر نہ ہوئے کیونکہ

خالد نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ اس کے بعد حُندج نے زھیر کا سر کاٹ کر اسے قتل کر دیا ، اسی واقعہ کے متعلق ورقاء بن زھیر کہتا ہے

رَأَيْتُ زُهَيْراً تَحْتَ كَلْكَلِ خَالِدٍ
فَأَقْبَلْتُ أَسْعَى كَالعَجُولِ[۱] أُبَادِرُ

میں نے زھیر کو خالد کے سینے کے نیچے دیکھا تو میں جلدی سے اس عورت کی طرح دوڑا جس کا بچہ مر گیا ہو

إِلَى بَطَلَيْنِ يَنْهَضَانِ كِلَاهُمَا
يُرِيدَانِ نَصْلَ السَّيْفِ وَالسَّيْفُ دَاثِرُ[۲]

(میں) دو بہادروں کی طرف (آیا) اور وہ دونوں اٹھ رہے تھے تاکہ تلوار کی دھار ہاتھ میں لیں ، وہ تلوار جو عرصے سے صیقل نہ کیے جانے کی وجہ سے زنگ آلود تھی

فَشُلَّتْ يَمِينِي يَوْمَ أَضْرِبُ خَالِداً
وَيَسْتُرُهُ مِنِّي الحَدِيدُ المُظَاهَرُ[۳]

جس روز میں نے خالد کو تلوار سے مارا میرا دایاں ہاتھ شل ہو گیا کیونکہ دوہری زرہ اسے مجھ سے چھپا رہی تھی

فَيَا لَيْتَ أَنِّي قَبْلَ ضَرْبَةِ خَالِدٍ
وَيَوْمَ زُهَيْرٍ لَمْ تَلِدْنِي تُمَاضِرُ

کاش کہ خالد کو چوٹ لگانے سے پہلے اور زھیر (کی جنگ کے) دن سے پہلے میری والدہ تماضر نے مجھے جنا نہ ہوتا

---

۱ - العجول : الثكلى والعجول الواله من النساء

۲ - سيف داثر : بعيد العهد بالصقال

۳ - ظَاهَرَ بَيْنَ ثَوْبَيْنِ مظاهرة و ظِهاراً : طارق بينهما و طابق اى لبس احدهما فوق الآخر۔

اور انھی میں سے

## ۱مجمع بن ہلال بن خالد بن مالک

[۱۲۱] ہے۔ عربوں کے یہاں اس شخص کی بہادری ضرب المثل تھی۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک بار اس نے یزید بن سعد بن زید مناۃ پر چڑھائی کی مگر کوئی مال غنیمت ہاتھ نہ آیا، لہٰذا اس مہم سے لوٹا اور بنی تمیم کے ایک چشمے کے پاس سے گزرا جہاں بنی مجاشع کے کچھ لوگ موجود تھے۔ چنانچہ اس نے ان۲ میں سے کچھ افراد کو قتل کیا اور کچھ کو قید کر لیا اور پھر اسی واقعہ کے متعلق یہ شعر کہے:

إنْ أمسِ شیخاً کبیراً فطالما
عَمرتُ ولکنْ لا أری العُمْرَ ینفعُ

اگر میں اب معمر ہو چکا ہوں (تو کیا ہؤا) میں ایک عرصے تک جیتا رہا ہوں۔ مگر طولِ عمر میں بھی کوئی فائدہ تو نظر نہیں آتا

مَضَتْ مِائةٌ مِنْ مولِدِی فَنَضَیْتُھا
وخَمْسٌ تِباعٌ بَعْدَ ذاکَ وأربَعُ

میری پیدائش سے لے کر اب تک ایک سو سال گزر چکے ہیں جنھیں میں نے (لباس کی طرح) اتارکر پھینک دیا ہے پھر اس (سو سال) کے بعد پانچ اور چار سال (مزید گزر گئے)

وخَیْلٍ کأسْرابِ القَطا قد وَزَعْتُھا۳
لَھا سَبَلٌ فیهِ المَنِیَّةُ تَلْمَعُ

---

۱- مجمع کا تعلق بنی تیم اللہ بن ثعلبہ سے ہے، یہ جاہلی شاعر ہے، ابو حاتم نے اس کا ذکر معمرین میں کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ایک سو انیس سال زندہ رہا

۲- بلوغ الارب میں یہاں فیھم کا لفظ دیا ہے اسے منھم پڑھیں

۳- وزع، ایک معنی صفوں کو مرتب کرنے کے ہیں اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ فوج کو روک رکھا جائے تاکہ آخری حصہ بھی پہنچ جائے۔ یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں

بہت سے گھوڑ سوار تھے (جو کثرت تعداد کے اعتبار سے) بھٹ تیتروں کے جھنڈوں کی طرح تھے، میں انھیں صفوں میں مرتب کیا کرتا تھا۔ ان کے (تیروں) کی بارش میں موت چمک رہی ہوتی تھی

شَهِدتُ وغُنمٍ قَد حَوَيْتُ وَلَذَّةٍ
أَتَيْتُ وَمَاذَا الْعَيْشُ إِلاَّ التَّمَتُّعُ

میں ان سواروں کی جنگ میں موجود تھا اور میں نے بہت سے اموال غنیمت جمع کیے۔ لذتیں حاصل کیں اور یہ زندگی چند روزہ لطف کے سوا اور ہے کیا؟

وَعَاثِرَةٍ[۱] يَوْمَ الْهُيَيْمٰى رَأَيْتُهَا
وَقَدْ ضَمَّهَا مِنْ دَاخِلِ الْخِلْبِ مَجْزَعُ

اور ایک بدبخت عورت جسے میں نے ھُیَیمٰی کی جنگ میں دیکھا تھا کہ اس کے جگر کے پردے کے اندر گھبراہٹ نے گھر کر رکھا تھا

لَهَا غَلَلٌ [۲]فالصَّدْرُ لَيس بِبَادِحٍ
شَجْىٌ نَشِيبٌ والعَيْشُ بالماء تَدْمَعُ

(میں نے دیکھا کہ) اس کے سینے کے اندر شدت کی پیاس ہے جو دور نہیں ہوتی یا گلے میں کوئی پھنسی ہوئی ہڈی ہے نیز یہ کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے

تَقُولُ وَقَدْ أَفْرَدتُهَا مِنْ حَلِيلِهَا
تَعِسْتَ كَمَا أَتْعَسْتَنِي يَا مُجَمِّعُ

---

۱۔ عاثرہ ای عاثرۃ جَدُّها: بدبخت و تباہ حال عورت۔ بلوغ الارب میں داخل الخِلب دیا ہے خِلب بکسرالخاء جگر یا دل کا پردہ مگر حماسہ میں خلب کی بجائے قلب دیا ہے۔ لسان العرب (مادہ ھ ی م) میں داخل الحب دیا ہے۔

۲۔ بلوغ الارب میں اسی طرح فالصدر دیا ہے اسے فی الصدر پڑھیں

جب میں اسے اس کے خاوند سے جدا کر چکا تو کہنے لگی اے مُجَّشِع جس طرح تو نے مجھے تباہ کیا ہے خدا تجھے بھی تباہ کردے

فَقُلْتُ لَهَا بَلْ تَعِسَ أُخْتُ مُجَاشِعٍ
وَقَوْمُكِ حَتَّى خَدُّكِ الْيَوْمَ أَضْرَعُ

میں نے جواب دیا بلکہ بنی مجاشع کی ایک عورت (یعنی تو) تباہ ہو نیز تیری قوم تباہ ہو حتٰی کہ آج تمہارے رخسار بھی مٹی میں پڑے ذلیل ہو رہے ہیں

عَمَدْتُ لَهُ رُمْحاً طَوِيلاً وَآلَةً
كَأَنَّ قَبَسٌ يُعْلَى بِهَا حِينَ تُشْرَعُ

میں نے اس عورت کے خاوند کے لیے ایک لمبا نیزہ تیار کیا اور ایک چھوٹا نیزہ جسے جب حرکت دی جاتی تو یوں معلوم ہوتا کہ آگ کی چنگاری پھوٹ رہی ہے

وَكَائِنْ تَرَكْتُ مِنْ كَرِيمَةِ مَعْشَرٍ
عَلَيْهَا الْخُمُوشُ ذَاتُ حُزْنٍ تَفَجَّعُ

میں نے کئی ایک شریف بیویوں کو ایسی حالت میں چھوڑا کہ اُن کو خراشیں آ چکی تھیں ، وہ غمزدہ بھی تھیں اور دردمند بھی

اور انھی میں سے عتیبہ بن حارث ہے اور انھی میں سے ربیعہ بن مکدم ، عنترہ العبسی شاعر مشہور ، مُلاعب الاسنہ ، زیدُ الخیل ، عامر بن الطفیل ، عمرو بن معدیکرب ، زیدُ الفوارس ، امیہ بن حرثان ، [۱۲۲] عمرو بن کلثوم وغیرہ ہیں جن کا شمار و حساب محال ہے ان شاء اللہ اس جزو کے آخر میں ان کے حالات کا کسی قدر تذکرہ ہو جائے گا ۔

## عربوں کا دیگر اقوام کے مقابلے میں زیادہ وفادار ہونا

یاد رکھیں کہ وفاداری سچائی اور عدل کی بہن ہے اور بے وفائی جھوٹ اور ظلم کی ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وفاداری قولاً بھی اور عملاً بھی سچائی کا نام ہے اور بے وفائی قولاً بھی اور عملاً بھی جھوٹ کا نام ہے

بے وفائی میں جھوٹ کے علاوہ عہد شکنی بھی پائی جاتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے عہد کی پابندی کو ایمان کا جز قرار دیا ہے اور اسی پر لوگوں کے معاملات کا دار و مدار ٹھہرا ، ہے ۔ چنانچہ لوگ باہمی تعاون کے محتاج ہیں۔ بالخصوص عرب کہ ان کے باہمی تعاون و امداد کا عمل عہد و پیمان کی پائداری اور وفاداری کو ملحوظ رکھے بغیر مکمل ہو ہی نہیں سکتا اگر یہ نہ ہو تو لوگوں کے دل ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگیں اور زندگی کے ذرائع ناپید ہو جائیں ۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس امر کی بڑی شان بیان فرمائی ہے ۔

چنانچہ فرمایا ہے :

وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ

تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا ، ڈرو تو مجھی سے ڈرو

نیز فرمایا :

أَوْفُوا بِعَهْدِ اللهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ

جب تم اللہ سے عہد کر لو تو اسے پورا کر دکھاؤ

اور فرمایا :

وَالْمُوْفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا

اور وہ لوگ کہ جب عہد کرتے ہیں تو اسے پورا کر دکھاتے ہیں

اور فرمایا :

وَالَّذِينَ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ

اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھتے ہیں

مشہور شاعر السموأل کی قدر و منزلت اسی لیے زیادہ ہو گئی تھی کہ وہ امرؤالقیس کی زرہوں کے معاملے میں بڑی ثابت قدمی کے ساتھ وفا کا دم بھرتا رہا جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے ۔ یہ بات تو معلوم ہی

ہے کہ عربوں کو سچائی سے کس قدر لگاؤ تھا اور وہ سچائی کی کس طرح پاسداری کرتے تھے۔ وہ جھوٹ سے کتنے متنفر تھے اور اسے کس قدر قبیح خیال کرتے تھے یہاں تک کہ " رضی " عربوں کے محاورہ ھو رَجُلُ صِدْقٍ پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے:

اس قسم کے موقعوں پر صدق سے مراد عمدگی ہے نہ کہ صرف گفتار کی سچائی

اس کی وجہ یہ ہے کہ عربوں کے یہاں حق گوئی مستحسن اور پسندیدہ تھی، یہاں تک کہ وہ صدق کے لفظ کو عمدگی کے معنوں میں استعمال کرنے لگے، چنانچہ عربوں کا محاورہ ہے ثوبٌ صِدْقٍ اور خَلٌّ صَادِقُ الحَمُوضَۃِ (عمدہ کپڑا اور عمدہ ترشی والا سرکہ) بعینہٖ اسی طرح جس طرح ان کے یہاں جھوٹ کو برا سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ جب کسی کو کسی بات پر اکسانا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کَذِبَ عَلَیْکَ (تم پر واجب ہے)۔ کسی شخص نے عمرو بن معدیکرب کے پاس [1] پیٹ کے درد کی شکایت کی تو اس نے کہا:

کَذِبَ علیک العسل (نیز چلنا تمہارے لیے ضروری ہے)

---

۱۔ اصل کتاب میں مغص غین معجمہ کے ساتھ دیا ہے، مگر لسان العرب میں معص (عین مہملہ کے ساتھ) دیا گیا ہے جس کے معنی پاؤں میں موچ آنے کے ہیں۔ مزید برآں لسان العرب میں مندرج ہے کہ عمرو بن معدیکرب نے حضرت عمر سے پاؤں میں موچ آنے کا ذکر کیا تھا تو حضرت عمر نے فرمایا تھا کَذِبَ علیک العَسَلُ۔ آپ کی مراد عسلان سے تھی اور عسلان بھیڑئیے کی چال کو کہتے ہیں آپ کا مطلب یہ تھا کہ " تم تیز چلو "۔

اصمعی کہتا ہے کَذَبَ علیکم میں اغراء کے معنی پائے جاتے ہیں اور دراصل اسے منصوب آنا چاہیے تھا یعنی علیکم العَسَلَ پڑھنا چاہیے تھا مگر یہاں شاذ طور پر پیش ہی پڑھی گئی ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عسل سے یہاں شہد ہی مراد لیا جائے یعنی تجھ پر شہد کا استعمال لازم ہے ، شاعر کہتا ہے :

وذُبیانیۃٍ[۱] اَوْصَتْ بَنِیہَا
بانْ کَذَبَ القَرَاطِیفُ والقُرُوْفُ

ایک ذبیانی عورت نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ تم پر سرخ چادروں اور برتنوں کا لوٹنا واجب ہے ۔

[۱۲۳] اس کی مراد یہ ہے کہ تم[۲] پر ان دونوں چیزوں کا حاصل کرنا لازم ہے

---

۱ ۔ یہ شعر مُعَقِّر بن حمار البارقی کا ہے ۔ قراطف سرخ چادروں کو کہتے ہیں ۔ اس ذبیانی عورت کے بیٹے عمدہ لباس پہن کر سوار ہو کر نکلا کرتے تھے حالانکہ وہ محتاج تھے اور اس کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا ۔ ان کی ماں جب انھیں محتاج دیکھتی تو اسے غم ہوتا اسی لیے اس نے کہا کَذَبَ القَرَاطِیفُ یعنی ان کی زینت اور عمدہ لباس جھوٹا ہے اس کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے (لسان العرب ک ذ ب)

۲ ۔ گزشتہ صفحے پر لسان العرب کا وہ بیان جو مادہ ک ذ ب کے تحت دیا ہے تحریر کیا گیا ہے مگر جو تشریح لسان میں مادہ ق ر ف کے تحت دی وہ اس سے مختلف ہے مزید برآں وہاں اَوْصَتْ کی بجائے وَصَّتْ دیا ہے ۔ لکھتے ہیں قَرْف چمڑے کا ایک برتن ہوتا ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے قیرفہ یعنی انار کے چھلکوں سے رنگا جاتا ہے اور اس میں خلع تیار کیا جاتا ہے اور خلع اس گوشت کو کہتے ہیں جسے گرم مصالحوں کے ساتھ تیار کیا جائے ۔ قرف کی جمع قُروف ہے ۔ معنی یہ ہیں علیکم بالقراطیفِ والقُرُوفِ فاغتنِموھا ۔ ابو عمر کہتا ہے کہ قروف سرخ چمڑے کو کہتے ہیں اور قُرُوف اور ظروف ہم معنی ہیں ۔

بات اسی طرح ہے جس طرح رضی نے بیان کی ۔ عرب اپنے عہد و پیمان کی سب لوگوں سے زیادہ حفاظت کرتے ہیں اور اپنے وعدے کو سب لوگوں سے بڑھ کر پورا کرتے ہیں کیونکہ انھوں نے کسی [1]وفادار کے ساتھ پیمان شکنی نہیں کی اور نہ ہی کسی دوست سے وعدہ خلافی کی ہے ۔ وہ بے وفائی کو کبیرہ گناہ خیال کرتے ، وعدہ خلافی کو بری عادت شمار کرتے اور بدترین عیب سمجھتے تھے ۔ ذرا حاجب بن زرارہ کے اس قصے پر غور کریں جب اس نے اپنی کمان کسریٰ کے پاس بطور ضمانت رکھی تھی ، اسی سے تجھے ان کی سچائی ، وفاداری اور پیمان کی نگہداشت کا اندازہ ہو جائے گا ۔ اس کا قصہ جیسا کہ امام مرزوقی نے بیان کیا ہے یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مضر کے حق میں بددعا کرتے ہوئے فرمایا تھا :

اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ

(خدایا اپنی گرفت مضر پر سخت کر دے)

وَابْعَثْ عَلَيْهِمْ سِنِيْنًا كَسِنِيْ يُوْسُفَ

(اور ان پر یوسف علیہ السلام والی قحط سالی نازل کر)

چنانچہ ان پر متواتر سات سال قحط مسلط رہا ۔ جب حاجب نے اپنی قوم کی مشقت و مصیبت کو دیکھا تو اس نے بنی فزارہ کو اکٹھا کیا اور کہا (میں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ بادشاہ کسریٰ کے پاس جاؤں اور اس سے درخواست کروں کہ وہ ہماری قوم کو اجازت دے کہ وہ سمندر کے قریب جا رہیں تاآنکہ ان کے ہاں فارغ البالی[2] اور آسودگی لوٹ آئے ۔ انھوں نے کہا ! ٹھیک کہ رہے ہو ، ایسا ہی کرو ۔ مگر ہمیں بکربن وائل سے ڈر لگتا ہے ۔ حاجب نے جواب دیا : ابن الطویلہ تیمی کے سوا ان کے تمام سرداروں پر میرا احسان ہے اور میں ابن طویلہ کا بھی علاج کر لوں گا ۔ اس کے بعد وہ روانہ ہو پڑا اور لوگوں کو مسلسل تحفے دیتا اور ان پر

---

۱ - المحافظ : الوافي بالعهد والمُتَمسك بالوُدِ ۔

۲ - يُحيوا : از أحيَى القومُ : أخصَبُوا ۔

احسان کرتا چلا گیا ، تاآنکہ اس پانی پر جا پہنچا جہاں ابن الطویلہ تھا ۔ رات وہاں قیام پزیر رہا ، جب صبح ہوئی تو اس نے چمڑے کا دسترخوان منگوایا اور اس پر کھجوریں پھینکیں جانے کا حکم دیا اور پھر لوگوں کو صبح کے کھانے کی بذریعہ اعلان دعوت دے دی ۔ ابن الطویلہ نے دیکھا تو پتا چلا کہ حاجب ہے ۔ اس نے اہل مجلس سے دعوت کو قبول کرنے کو کہا ۔ حاجب نے اسے اونٹنیاں بطور تحفہ دیں اور وہاں سے چل دیا ۔ جب کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس کے پاس جان اور مال کی مصیبت کی شکایت کرکے اس کے علاقے میں جا رہنے کی اجازت مانگی ۔ کسریٰ نے کہا ، ” تم عرب لوگ بڑے بے وفا ہو ، اگر میں عربوں کو اجازت دے دوں تو یہ لوگ رعایا کے اندر فساد بپا کریں گے اور لوٹ مچائیں گے“ ۔ حاجب نے کہا ، ”میں ضامن ہوں کہ وہ ایسا نہ کریں گے“۔ کسریٰ نے کہا ، ”اس بات کا کون ضامن ہے کہ تو وفا کرے گا “۔ حاجب نے کہا ، ”میں اپنی کمان تمھارے پاس بطور ضمانت رکھتا ہوں“۔ جب وہ اپنی کمان لے کر آیا تو آس پاس کے لوگ ہنس پڑے ۔ اس پر بادشاہ نے کہا ، ”یہ اپنی کمان تمھارے حوالے کرنے والا نہ تھا ۔ کمان اس سے لے لو[1]“۔

حاجب کی موت کے بعد جب قبیلہ مضر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کے حق [۱۲۴] میں دعا کی[2] ۔ ازاں بعد حاجب کے ساتھی اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے آئے ۔ حاجب کا بیٹا عطارد اپنے باپ کی کمان لینے کے لیے کسریٰ کے پاس پہنچا ۔ کسریٰ نے کہا ، ” تو نے تو اسے بطور[3] ضمانت نہ رکھا تھا “ ۔ عطارد

---

۱ ۔ العقدالفرید (۲ : ۲۰) میں اس کے بعد یہ الفاظ دیے ہیں :

وأذِنَ لهُمْ أنْ يَدْخُلُوا الرِّيفَ

۲ ۔ العقد الفرید (۲ : ۲۱) میں اس کے بعد یہ لفظ دیا ہے فأحيُوا (وہ فارغ البال ہوگئے ۔ یا ان کا علاقہ سرسبز ہوگیا) ۔

۳ ۔ بلوغ الارب کے یہ الفاظ ہیں : ما انت بالذی وضعتها مگر العقد الفرید (۲ : ۲۰) میں یوں ہے : ما انت الذی رهنتها ۔

نے کہا ، " یہ درست ہے کہ وہ مر گیا ہے مگر میں اس کا بیٹا ہوں اور بادشاہ کا وفادار ہوں" ۔ بادشاہ نے کہا ، " اس کی کمان واپس کر دو" ۔ نیز اسے خلعت عطا کی ۔ پھر جب عطارد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا (اور[1] اسلام لایا) تو اس نے یہ کمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی ۔ عطارد نے وہی کمان ایک یہودی کے پاس چار ہزار درہم کو فروخت کر دی ۔ حاجب کا یہ واقعہ اس کے اور اس کی قوم کے لیے فخر اور نیک نامی کا باعث بنا ۔ اسی کے متعلق ابو تمام اپنے ایک قصیدے میں کہتا ہے :

إِذَا افْتَخَرَتْ يَوْمًا تَمِيمٌ بِقَوْسِهَا
فَخَارًا عَلَى مَا وَطَّدَتْ مِنْ مَنَاقِبِ

جب کسی روز قبیلہ تمیم من جملہ ان کارناموں کے جو انھوں نے کیے ہیں اپنی کمان پر فخر کرے

فَأَنْتُمْ بِذِي[2] قَارٍ أَمَالَتْ سُيُوفُكُمْ
عُرُوشَ الَّذِينَ اسْتَرْهَنُوا قَوْسَ حَاجِبِ

(تو کون سی بڑی بات ہے) کیونکہ تم تو وہ لوگ ہو جن کی تلواروں نے ان لوگوں کے تختوں کو جھکا دیا ہے جنھوں نے حاجب کی کمان اپنے پاس رہن رکھی تھی

کسی شاعر نے ایک قلندر خوبرو کے متعلق جس نے اپنے ابرو منڈوائے ہوئے تھے شعروں میں حاجب کی کمان کی تلمیح برتی ہے ۔ چنانچہ وہ کہتا ہے :

---

۱ ۔ یہ الفاظ بلوغ الارب میں نہیں ہیں ۔ العقد الفرید (۲ : ۲۰) سے لیے گئے ہیں ۔

۲ ۔ ذی قار کی جنگ میں بنی شیبان نے ایرانیوں پر فتح حاصل کی تھی اور یہ پہلی بار تھی کہ عرب ایرانیوں پر غالب آئے تھے ۔

حَبِيْبِيْ بِحَقِّ اللهِ قُلْ لِيْ مَا الَّذِيْ
دَعَاكَ إِلَى هٰذَا فَقَالَ مُجَاوِرِيْ

اے میرے محبوب تجھے خدا کی قسم مجھے یہ تو بتا کہ تجھے اس بات کے کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا تو اس نے جواب دیا

وَ عَدْتُ بِوَصْلِ العَاشِقِيْنَ تَعَطُّفًا
فَلَمْ يَثِقُوْا وَ اسْتَرْهَنُوا قَوْسَ حَاجِبِي

میں نے عنایت کرتے ہوئے عاشقوں کے وصال کا وعدہ کیا مگر انھیں یقین نہ آیا چنانچہ انھوں نے میرے ابرو کی کمان کو گرو رکھ لیا

عربوں کی سچائی ، وفاداری اور پاس عہد و پیمان اور بے وفائی پر زجر و تو بیخ کرنے کی حکایات سے تاریخ و ادب کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

وإذا الأَمَانَةُ قُسِمَتْ فِيْ مَعْشَرٍ
أَوْفَى بِأَوْفَرِ حَظِّنَا قَسَّامُهَا

جب کسی قوم میں امانت تقسیم کی جائے تو تقسیم کنندہ ہمیں اس کا وافر حصہ دے گا

فَهُمُ السُّعَاةُ إِذَا العَشِيْرَةُ أُفْظِعَتْ
وَ هُمْ فَوَارِسُهَا وَ هُمْ حُكَّامُهَا

جب قبیلے پر کوئی مصیبت آ جائے تو یہی (ہمارے آدمی) بھاگ دوڑ کرنے والے ، یہی سوار اور یہی حاکم ہوتے ہیں

وَ هُمْ رَبِيْعٌ لِلْمُجَاوِرِ فِيْهِمْ
وَالمُرْمِلَاتِ إِذَا تَطَاوَلَ عَامُهَا

جو لوگ ان کے یہاں آ کر پناہ لیں یہ ان کے لیے موسم بہار ہوتے ہیں اسی طرح بے کس عورتوں کے لیے بھی پناہ ہوتے ہیں جب ان کا سال لمبا ہو جائے

# عربوں میں سے وہ لوگ جو وفاداری میں مشہور ہوئے اور ضرب المثل بن گئے

انھی میں سے

## عوف بن محلم

ہے۔ اس کی وفا کا قصہ یہ ہے کہ مروان القرظ بن زنباع نے بکر بن وائل پر چڑھائی کی۔ وہ اس کی فوج کے نشان قدم کا کھوج لگاتے چلے آئے، ان کے ایک آدمی نے اسے قید کر لیا، وہ اسے پہچانتا نہ تھا۔ وہ اسے لے کر اپنی والدہ کے پاس آیا۔ اس کی والدہ نے کہا، "تو اپنے قیدی پر ایسے فخر کر رہا ہے جیسے تو مروان القرظ کو قید کر لایا ہو"۔ یہ سن کر مروان نے کہا، "تجھے مروان سے کیا امید وابستہ ہے"۔ عورت نے جواب دیا، "اس کا زرِ فدیہ بہت زیادہ ہوگا"۔ اس نے کہا، "تو اس کے فدیے میں کتنی رقم کی امید رکھتی ہے"؟ عورت نے جواب دیا، "ایک سو اُونٹ"۔ مروان نے کہا، "میں تمھیں ایک سو اُونٹ اس شرط پر دوں گا کہ تو مجھے عوف بن محلم کی بیٹی خُمَاعہ کے پاس پہنچا دے"۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب لیث بن مالک جو المنزوف[1] ضَرِطًا کے نام سے مشہور ہے مر گیا تو بنو عبس نے اس کے کپڑے، ہتھیار اور گھوڑی لے لی پھر اس کے خیمے کی طرف گئے اور اس کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا اور اس کی بیوی خماعہ بنت عوف بن محلم کا سارا سامان لوٹ لیا۔ خماعہ عمرو بن قارب اور ذؤاب بن اسماء کے ہتھے چڑھی تھی، مروان القرظ نے خماعہ سے پوچھا، "تو کون ہے"؟ اس نے جواب دیا، "میں عوف بن محلم کی بیٹی خماعہ ہوں"۔ اس پر مروان نے خُماعہ کو عمرو اور ذؤاب سے چھین لیا کیونکہ 'عوف' قوم کا سردار تھا اور خماعہ

---

۱۔ المنزوف ضرطا کے لفظی معنی ہیں وہ شخص جو گوز مارتے مارتے مر گیا ہو۔

کو کہا ، " اپنا چہرہ ڈھانپ لو ۔ خدا کی قسم کوئی عربی اس چہرے کی طرف اس وقت تک نہ دیکھے گا جب تک [۱۲۶] میں تجھے تیرے باپ کے پاس نہ لوٹا دوں" ۔ اسی خماعہ کی وجہ سے مروان القرظ اور بنی عبس کے درمیان جنگ واقع ہوئی تھی ۔

کہا جاتا ہے کہ مروان نے عمرو اور ذؤاب سے یہ کہا تھا ، "خماعہ کا فیصلہ مجھ پر چھوڑ دو"۔ وہ دونوں بولے، "اے ابوصہبان ہم نے تجھے ثالث بنا دیا"۔ مروان نے کہا ، "میں اسے تم سے ایک سو اونٹوں کے عوض خریدتا ہوں"۔ اور پھر خماعہ کو اپنے اہل و عیال میں رکھا ۔ جب محرم کا مہینہ آیا تو اسے عمدہ لباس پہنایا ۔ اسے ایک خادم دیا اور عزت افزائی کی ۔ پھر اسے سوق عکاظ میں لے گیا جب اسے لے کر بنی شیبان کی فرود گاہ پر پہنچا تو اس سے پوچھا : کیا تم اپنی قوم کی فرود گاہ اور اپنے باپ کے ڈیرے کو پہچانتی ہو؟ اس نے کہا ، "یہ میری قوم کے ڈیرے ہیں اور وہ میرے باپ کا خیمہ ہے"۔ مروان نے کہا ، "اپنے باپ کے پاس چلی جا"۔ وہ چلی گئی اور اپنے باپ سے مروان کے برتاؤ کا ذکر کیا ۔ مروان نے خماعہ کے ضمن میں جو معاملہ اس کے اور اس کی قوم کے درمیان ظہور میں آیا تھا اور پھر جس طرح اس نے خماعہ کو اس کے باپ کے پاس لوٹایا تھا اس واقعہ کے متعلق یہ شعر کہے :

رَدَدْتُ إِلَى عَوْفٍ خُمَاعَةَ بَعْدَ مَا
خَلاَهَا ذُؤَابٌ غَيْرَ خَلْوهِ خَاطِبِ

میں نے خُماعہ کو اس کے باپ عوف کے پاس لوٹا دیا بعد اس کے کہ ذؤاب اس کے پاس خلوت میں جا چکا تھا اور یہ خلوت شادی کرنے والے کی خلوت نہ تھی

وَ لَوْ غَيْرُهَا كَانَتْ سَبِيَّةُ رُمْحِهِ
لَجَاءَ بِهَا مَقْرُونَةً بِالذَّوَائِبِ

اگر اس نے نیزے سے کوئی اور عورت قید کی ہوتی تو وہ اسے گیسوؤں سے جکڑ کر لاتا

وَ لٰكِنَّهُ اَلْقَى عَلَيْهَا حِجَابَهُ
رَجَاءَ الثَّوَابِ اَوْ حِذَارَ الْعَوَاقِبِ

لیکن اس نے جزا کی امید پر یا انجام کے ڈر سے اس پر اپنا پردہ ڈال دیا

فَدَافَعْتُ عَنْهَا نَاشِبًا وَ قَبِيلَهُ[1]
وَ فَارِسَ يَعْبُوبَ وَ عَمْرو بن قَارِبِ

میں نے ناشب اور اس کی جماعت کو اس سے پرے ہٹا دیا۔ اسی طرح یعبوب نامی گھوڑے کے سوار اور عمرو بن قارب کو بھی پرے ہٹا دیا

فَفَادَيْتُهَا لَمَّا تَبَيَّنَ نِصْفُهَا
[2]بِكُومِ الْمَتَالِي وَ الْعِشَارِ الضَّوَارِبِ

جب اس کا آدھا حصہ ظاہر ہو چکا تھا تو میں نے اس کا فدیہ ایسی اونٹنیوں کے ذریعے دیا جن میں سے بعض بڑی کوہان والی تھیں اور ان کے بچے پیچھے پیچھے آ رہے تھے اور بعض دس ماہ کی گابھن تھیں اور اپنی دمیں جھٹک رہی تھیں (تاکہ نر اونٹ متوجہ نہ ہوں)

صُهَابِيَّةٍ حُمْرِ الْعَوَانِينِ وَ الذُّرَى
مَهَارِشُ اَمْثَالُ الصُّخُورِ مَصَاعِبِ

یہ اونٹ صہاب نامی اونٹ کی طرف منسوب ہیں۔ ان سب کی ناک اور کوہان سرخ ہیں یا یہ جسیم ہیں، پتھروں کی طرح ٹھوس ہیں ان پر سوار ہونا کسی کے بس کا روگ نہیں۔

اس قصیدے میں ان اشعار کے علاوہ دیگر اشعار بھی تھے شاعر کی "تَبَيَّنَ نِصْفُهَا" سے مراد انصاف ہے اور کوم[3]

---

۱۔ بلوغ الارب میں قبیلہ کی بجائے قبیلۃ دیا ہے، وہ غلط ہے۔

۲۔ ان اشعار کو الوسی نے قطعاً نہیں سمجھا یہی وجہ ہے کہ الفاظ کی جو تشریح دی ہے سراسر غلط اور لکھنے والے کی جہالت پر دال ہے۔

۳۔ کُوم کوماء کی جمع ہے جس کے معنی بڑی کوہان والی اونٹنی کے ہیں۔ الوسی نے سراسر غلط معنی دیے ہیں۔

کے معنی اونٹوں کی ایک جماعت کے ہیں ۔ مُتَالِیؔ[1] وہ شخص جو گویے کے ساتھ سُر ملا کر آواز نکالتا ہے اور اصہب[2] اس اُونٹ کو کہتے ہیں جس کے رنگ کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی ہو ، اس طرح کہ اون کا اوپر کا حصہ سرخ ہو اور درمیانی حصہ سفید اور جمل صُہَابی اس اُونٹ کو کہتے ہیں جس کا رنگ بھورا ہو ۔ العوان[3] ادھیڑ عمر کی ہر چیز کے اعلیٰ حصے کو ذُروہ ۔ لہٰذا مروان کا خماعہ پر یہ احسان تھا اسی لیے تو اس نے (عوف کی ماں) سے کہا تھا کہ تجھے اتنے اونٹ

---

۱ - یہ معنی مُتَالِیؔ کے ہیں (میم پر پیش) اور یہ لفظ مفرد ہے مگر یہاں مَتَالِیؔ (میم پر زبر) ہے اور یہ جمع ہے مُتْلٍ یا مُتْلِیَۃ کی ۔ وہ اُونٹنی جس کے پیچھے اس کا بچہ آ رہا ہو ۔

۲ - الوسی نے یہ معنی بھی غلط دیے ہیں ۔ لسان العرب میں ہے اِبِلٌ صُہَابِیَّۃٌ منسوبۃ الی فحل اسمہ صُہابٌ قال ; و اذا لم یضیفوا الصہابیۃ فہی من اولاد صُہَابٍ ۔

۳ - عوان کی جمع عُوْنٌ آتی ہے عَوَانِین نہیں آتی ۔ معلوم نہیں الوسی کس خیال میں بیٹھے یہ شرح لکھ رہے تھے ۔ میں نے اس لفظ کو عرانین (راء کے ساتھ) پڑھ کر ترجمہ کیا ہے اور عرانین عِرنِین کی جمع ہے اور لفظ ذرٰی اس معنی کی تائید کرتا ہے ۔ الوسی نے اچھا کیا کہ اور الفاظ کی تشریح نہیں کی ، ورنہ ان کا بھی یہی حشر ہوتا ۔ الضَوَارب : لسان میں ہے ضربت المخاض اذا شالت بَاذنابہا ثم ضربت بہا فروجہا و مشت فہی ضَوَارِبُ و قیل : الضوارب من الابل التی تمتنع بعد اللقاح اصل کتاب میں مہارش دیا ہے مگر میں نے اسے مہارس سین مہملہ کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ مہارش کے کوئی معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے ۔ مَہَارِس مِہْرَاس کی جمع ہے جس کے معنی خوب کھانے والا اُونٹ ۔ یا ۔ جسیم اُونٹ ہے ۔ اس کی جمع مہاریس آتی ہے مگر یہاں ضرورت شعری کے لیے مہارس پڑھا گیا ۔ مصاعب جمع مُصْعَب کی ہے وہ اُونٹ جس پر کسی نے سواری نہ کی ہو اور کبھی کسی نے رسی نہ باندھی ہو جس کی وجہ سے وہ اکھڑ ہوگیا ہو ۔

مل جائیں گے بشرطیکہ تو مجھے خماعہ بنت عوف بن محلم کے پاس پہنچا دے ۔

وہ بولی ایک سو اونٹ کا کون ضامن ہے ؟ اس پر مروان نے زمین سے ایک لکڑی اٹھائی اور کہا ، ''تمھارے لیے یہ اونٹوں کی ضامن ہے''۔ اس کے بعد وہ عورت اسے لے کر عوف بن محلم کے پاس آئی ، ادھر سے عمرو بن ہند نے عوف کو پیغام بیھج دیا کہ وہ مروان کو لے کر اس کے پاس آ جائے۔ عمرو بن ہند ، مروان پر کسی وجہ سے ناراض تھا اور اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ اسے اس وقت تک معاف نہ کرے گا جب تک وہ اس کی اطاعت قبول نہ کرے ۔ جب قاصد پہنچا تو عوف نے کہا ، ''میری بیٹی نے اسے پناہ دے دی ہے لہٰذا (اسے عمرو بن ہند کے قبضے میں دینے کی) کوئی صورت نہیں '' ۔ عمرو بن ہند نے کہا ، ''میں تو قسم کھا چکا ہوں کہ جب تک وہ میری اطاعت قبول نہ کرے گا میں اسے معاف نہ کروں گا''۔ عوف نے کہا ، [۱۲۷] ''وہ اپنا ہاتھ تمھارے ہاتھ میں اس شرط پر دے گا کہ میرا ہاتھ دونوں کے ہاتھوں کے درمیان ہو '' ۔ عمرو بن ہند نے اسے منظور کر لیا ۔ عوف مروان کو لایا اور اس نے اس کا ہاتھ عمرو بن ہند کے ہاتھ میں رکھا اور دونوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا چنانچہ عمرو[۱] نے اسے معاف کر دیا اور کہا ، ''لَا حُرَّ بِوَادِی عَوْفٍ[۲] اور یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وادی میں کوئی ایسا سردار نہیں جو اس (عوف) کی مخالفت کر سکے ۔

مروان کو مروان القرظ اس لیے کہا گیا کہ وہ یمن پر چڑھائی

---

۱ ۔ لسان العرب میں مفضل کے حوالے سے اس ضرب المثل کو نعمان بن المنذر کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ کہ وہ زھیر بن امیہ شیبانی پر ناراض تھا ۔

۲ ۔ لفظی معنی یہ ہیں کہ عوف کی وادی میں کوئی آزاد نہیں یعنی سب غلام ہیں کیونکہ عوف ان سب پر غالب آ جاتا ہے جو اس کی وادی میں آئیں ۔ لہٰذا اس وادی کے تمام لوگ اس کے لیے غلاموں کے مانند ہیں کیونکہ وہ سارے اس کے مطیع ہیں ۔

کرتا رہتا تھا اور یمن میں قرظ[1] بہت اُگتا ہے۔

اور انھی میں سے

## حنظله بن عفراء

ہے۔ قالی[2] اپنی کتاب امالی کے ذیل میں کہتا ہے کہ ہم سے ابوبکر بن درید نے بیان کیا۔ وہ کہتا ہے کہ ہم سے عبدالرحمان نے اپنے چچا سے سن کر بیان کیا۔ وہ کہتا ہے کہ میرے چچا نے مجھے بتایا کہ میں نے یونس بن حبیب کو کہتے سنا کہ نعمان بن منذر کے دادا المنذر بن ماء السماء کے دو عرب ندیم تھے۔ خالد بن المضلل اور عمرو بن مسعود الاسدی۔ شاعر نے اپنے اس شعر میں انھی دو سے مراد لی ہے:

أَلاَ بَكَرَ النَّاعِيُ بِخَيْرَيْ بَنِي أَسَدْ
بِعَمْرِو بنِ مَسْعُودٍ وَبِالسَّيِّدِ الصَّمَدْ

موت کی خبر دینے والا صبح سویرے ہی سویرے بنی اسد کے دو بڑے عمدہ (جس سے لوگوں کی امیدیں وابستہ ہوئی ہیں) آدمیوں کی موت کی خبر لے کر آیا۔ ایک عمرو بن مسعود اور دوسرا وہ سردار جس کے پاس

---

۱ - قَرَظ کیکر کی قسم کا ایک درخت ہے جسے سَلَم کہتے ہیں اور اس کے پتوں کو قَرَظ کہتے ہیں۔ قرظ کے پتے کھال رنگنے میں کام آتے ہیں۔

۲ - ابو علی اسماعیل بن القاسم البغدادی القالی، قالی کی نسبت قالی قلا کی طرف ہے جو دیار بکر کا ایک شہر ہے انھوں نے ابن درید سے تعلیم پائی اور ابویعلی الموصلی اور بغوی سے حدیث سنی۔ قالی نے لغت میں کتاب البارع لکھی مگر اسے مکمل نہ کر سکا۔ قرطبہ پہنچ کر امالی لکھوائی۔ ۳۵۶ھ میں چھیاسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

لوگ قصد کر کے جاتے ہیں[1]

ایک رات منذر بن ماء السماء نے ان کے ساتھ مل کر شراب پی مگر ان سے کسی بات پر تکرار ہو گئی، اسے غصہ آ گیا چنانچہ ان دونوں کو اس کے حکم سے قتل کر دیا گیا اور دونوں کو دو تابوتوں میں رکھ کر کوفے کے باہر دفن کر دیا گیا۔ جب صبح ہوئی اور وہ ہوش میں آیا تو ان کے متعلق دریافت کیا۔ اسے واقعہ کی خبر دی گئی اس پر وہ نادم ہوا اور سوار ہو کر ان کی قبروں پر آیا اور دو[2] غریان تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اپنے لیے سال میں دو دن مقرر کیے۔ ایک عذاب کا اور ایک انعام کا۔ وہ اپنا تخت ان دونوں غریوں کے درمیان رکھا کرتا تھا۔ جب انعام کا دن ہوتا تو جو شخص سب سے پہلے آتا اور آ جاتا وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہو تو وہ اسے ایک سو شاہی اونٹ دیتا اور جو شخص عذاب کے دن سب سے پہلے آتا اسے ظربان[3] کا سر دیتا اور اس کے [۱۲۸] ذبح

---

۱۔ یہ شعر سبرہ بن عمرو الاسدی کا ہے اور سید صمد سے مراد ابو معشر خالد ابن المضلل سے لی ہے جو بنی اسد کے دو مشہور خالدوں میں سے تھا۔ دوسرے کا نام خالد ابن نضلہ ہے۔ اس شعر پر مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو شرح امالی: ۹۲۳۔ اس شعر کے بعد یہ شعر ہیں:

وَلاَ تَسْئَلاَنِی عَنْ بَيَانٍ فَاِنَّہُ
اَبُو مَعْشَرٍ لاَ حَيْدَعَۃٌ وَلاَ صَرَدْ
اَثَارُوْا بِصَحْرَاءِ الثَّوِيَّۃِ قَبْرَہٗ
وَمَا كُنْتُ اَخْشٰی اَنْ يُزَارَ بِہِ الْبَلَدْ

۲۔ غَرِیّ کے لفظی معنی خوبصورت عمارت کے ہیں اور یہاں وہ دو عمارتیں مراد ہیں جن کی تعمیر کا حکم منذر بن ماء السماء نے دیا تھا۔ انھیں غری اس لیے کہا گیا کہ جب وہ کسی آدمی کے قتل کا حکم دیتا تو اس کا خون دونوں عمارتوں کو مل دیا جاتا تھا

۳۔ ظربان بلّی جتنا ایک جانور ہے (Pole cat) جس کی گوز سخت بدبوناک ہوتی ہے۔

کیے جانے کا حکم دیتا اور اس کا خون دونوں غریوں کو لیپ دیا جاتا، چنانچہ جتنا عرصہ اللہ نے چاہا وہ اسی طرح کرتا رہا ۔ ایک بار جب اس کا عذاب کا دن تھا کہ اچانک [1] عَبید بن الابرص آ پہنچا ۔ بادشاہ نے کہا، "اے عَبید کیا کوئی اور قتل ہونے والا نہ تھا"۔ عَبید نے جواب دیا، أتتكَ بحائنٍ رجلاه (مرنے والے کی دونوں ٹانگیں اسے تمہارے پاس لے آئیں) بادشاہ نے جواب میں کہا ، "یا یہ کہ موت کا وقت آ پہنچا ہے"۔ پھر کہا، "اے عَبید شعر سناؤ"۔ عَبید نے جواب دیا، "حَالَ الشِّعرَ يُشعُّ دُونَ القَرِيضِ (شعر سرائی کے اور میرے درمیان غم حائل ہو گیا ہے) نیز کہا : بَلَغَ الحِزَامُ الطُّبْيَيْنِ (تنگ اونٹنی کے پستانوں تک آ پہنچی ہے یعنی معاملہ حد سے گزر گیا ہے) اس نے پھر کہا ، " یہ قصیدہ سناؤ "

أَقْفَرَ مِنْ أَهْلِهِ مَلْحُوبُ
فَالْقُطَبِيَّاتُ فَالذَّنُوبُ

ملحوب ، قطبیات اور ذنوب ساکنین سے خالی ہو گئے
عبید نے یہ شعر یوں کہے :

[2] أَقْفَرَ مِنْ أَهْلِهِ عَبِيدُ
فَالْيَوْمَ لَا [3] يُبْدِي وَلَا يُعِيدُ

عبید آج تن تنہا رہ گیا اور آج اس کا کوئی حیلہ کارگر نہیں ہو سکتا

---

۱ - عَبید بن الابرص بن جُشَم بن عامر الاسدی جاہلی شاعر ہے ابودودان اور ابوزیاد کنیت ہے ۔

۲ - محاورہ ہے أَقْفَرَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ : تَفَرَّدَ منهم وبَقِيَ وَحْدَهُ

۳ - محاورہ ہے فلان مَايُعِيدُ ولا يُبْدِي ; اذا لم تكن له حِيلَة

عَنَّتْ لَهُ مُعَنِّتَةٌ[1] نَكُودُ
وَحَانَ لَهُ مِنْهَا وُرُودُ

بے خیر اور ہر بات میں دخل دینے والی (موت) پیش آ گئی اور عبید
کے لیے اس کے وارد ہونے کا وقت آ گیا

بادشاہ نے پھر کہا، "تمھیں موت آئے شعر سناؤ"۔ عبید نے جواب دیا، المَنَایَا عَلَى الحَوَایَا (خودکردہ را علاجے نیست) یعنی میں نے خود موت کو دعوت دی ہے۔ اس پر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا، "تجھے موت آئے، بادشاہ کو شعر سنا"۔ عبید نے جواب دیا، "لا يَرْحَلُ رَحْلَكَ مَنْ لَيْسَ مَعَكَ" جو شخص تمھارے ساتھ نہیں وہ تمھارا پالان جانور پر نہیں رکھے گا یعنی مجھے خود ہی سب کچھ بھگتنا ہے۔ یہ سن کر ایک اور شخص نے کہا، "تو موت سے کس قدر گھبرا رہا ہے۔ اس پر عبید نے یہ شعر کہے :

لاَ غَرْوَ مِنْ عِيشَةٍ نَافِدَهْ
وَهَلْ غَيْرُ مَا مِيتَةٍ وَاحِدَهْ

[۱۲۹] ختم ہو جانے والی زندگی پر کوئی تعجب نہیں اور کیا ایک
بار مرنے کے سوا کوئی اور موت بھی ہے

فَأَبْلِغْ بَنِيَّ وَأَعْمَامَهُمْ
بِأَنَّ المَنَايَا هِيَ الرَّاصِدَهْ

میرے بیٹوں اور ان کے چچوں کو یہ پیغام پہنچا دو کہ موتیں گھات
میں بیٹھی ہیں

لَهَا مُدَّةٌ فَنُفُوسُ العِبَادِ
إِلَيْهَا وَإِنْ كَرِهَتْ قَاصِدَهْ

---

۱ - مُعَنِّتَهْ مؤنث ہے مُعَنِّتْ کی وہ شخص جو ان امور میں دخل دے
جن سے اسے کوئی سروکار نہ ہو اور ہر بات میں دخل دے۔

ان کی ایک (مقررہ) مدت ہے لٰہذا لوگوں کے نفس خواہ وہ اسے
ناپسند ہی کیوں نہ کریں موت کا قصد کیے چلے جا رہے ہیں

فَلَا تَجْزَعُوْا لِحِمَامٍ دَنَا
فَلِلْمَوْتِ مَاتَلِدُ الْوَالِدَةْ

لٰہذا جو موت قریب آ گئی ہے اس سے گھبرانا نہیں کیونکہ تمام
وہ لوگ جنھیں کسی ماں نے جنا ہے موت ہی کے لیے ہیں

منذر نے کہا ، " موت سے چھٹکارا نہیں ، آج کے دن خواہ میرا باپ میرے سامنے آ جاتا تو میرے لیے اسے قتل کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہوتا مگر اب چونکہ تو ہی اس کے لیے ہے اور یہ تیرے لیے لٰہذا ان تین باتوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لے ۔ اگر چاہے تو اکحل[1] سے اگر چاہے تو ابجل[2] سے اور اگر چاہے تو ورید سے (شاہ رگ سے) "۔ عبید نے جواب دیا ، " یہ تینوں[3] باتیں ایسی ہیں جن کا موت کی طرف لے جانا برا لے جانا ہے اور جن کا حلانے والا برا چلانے والا ہے ۔ ان میں ان کے چاہنے والے کے لیے کوئی بھلائی نہیں ۔ اگر تو مجھے ضرور قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو مجھے شراب پلا یہاں تک کہ جب میرے ہوش جاتے رہیں اور اس کی وجہ سے میرے بدن کے جوڑ مردہ ہو جائیں تو پھر جو تمھارا دل چاہے کرنا ۔ اس پر منذر نے اسے اس کی خواہش کے مطابق شراب پلانے کا حکم دیا ۔ جب شراب نے اس پر اپنا اثر ڈال لیا اور پھر اسے

---

۱ - بلوغ الارب میں الاکل چھپا ہے اسے الاکحل پڑھیں ۔ اکحل بازو میں ایک رگ کا نام ہے جسے کاٹنے سے بدن کا سارا خون نکل جاتا ہے اور انسان مر جاتا ہے

۲ - ابجل ٹانگ یا بازوں میں ایک موٹی رگ کا نام ہے جو اکحل کے بالمقابل ہوتی ہے

۳ - میمن نے عبید کا یہ قول اس طرح دیا ہے (شرح امالی : ۸۴۵)

ثلاث خصال کسحابات عاد ، واردھا شروارد و حادیھاشرحاد و معاد ھاشرمعاد ولاخیر فیھا لمرتاد

قتل کرنے کے لیے قریب لایا گیا تو اس نے یہ شعر کہے :

وَخَيَّرَنِي ذُوالبُؤسِ فِي يَومِ بُؤسِهِ
خِلَالاً أَرَى فِي كُلِّهَا المَوتَ قَد بَرَق

عذاب دینے والے بادشاہ نے عذاب کے دن مجھے چند ایسے امور میں سے ایک کو اختیار کرنے کا اختیار دیا جن میں سے ہر ایک میں مجھے موت چمکتی ہوئی دکھائی دیتی تھی

كَمَا خُيِّرَتْ عَادٌ مِنَ الدَّهرِ مَرَّةً
سَحَائِبُ مَا فِيهَا لِذِي خِيرَةٍ أَنَق[1]

جس طرح ایک زمانے میں قوم عاد کو ایک بار ان بادلوں میں سے ایک بادل اختیار کرنے کو کہا گیا تھا جن میں سے کسی ایک میں بھی اختیار کنندہ کو خوشی اور سرور حاصل نہ ہو سکتا تھا

سَحَائِبُ رِيحٍ لَم تُوَكَّلْ بِبَلدَةٍ
فَتَتْرُكَهَا إِلَّا كَمَا لَيلَةَ الطَّلَق[2]

یہ ہواؤں کے وہ بادل تھے کہ انھیں جس شہر پر بھی مسلط کر دیا گیا اسے انھوں نے ایسا کر دیا جیسا طلق کی رات اونٹ کرتے ہیں

پھر منذر نے اس کی رگ کے کھولنے کا حکم دیا اور جب وہ مر گیا تو اس کا خون غریان کو مل دیا گیا اسمعیل بن عبد اللہ نے کتاب

---

۱ - الأنق : الا عجاب والفرح والسرور

۲ - وقفہ کے بعد اونٹوں کے چلنے کو طلق کہتے ہیں - اس کی کیفیت یہ ہے کہ اونٹوں اور پانی کے درمیان دو راتوں کا فاصلہ ہو تو پہلی رات کو لیلۃالطلق کہیں گے - چرواہا اونٹوں کو پانی کی طرف چلنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے اور وہ رات بھر چرتے ہوئے رہتے ہیں - لٰہذا جو چیز بھی راستے میں آتی ہے اسے تباہ کیے جاتے ہیں - اور دوسری رات کو لیلۃ القرب کہتے ہیں -

الاوائل میں شرقی بن القطامی سے اس حکایت کو اسی طرح روایت کیا ہے، اس وقت تک منذر اس بری رسم سے باز آ گیا تھا ۔

موصلی نے اپنی کتاب الاوائل میں روایت کیا ہے کہ منذر ایک عرصے تک اس رسم پر قائم رہا یہاں تک کہ قبیلہ طی کا ایک آدمی آیا جسے حنظلہ بن عفراء کہتے ہیں ۔ اس نے بادشاہ کو ابیت اللعن کہہ کر سلام کیا اور کہا ، ” میں آپ کی زیارت کے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے خوراک تلاش کرنے آیا ہوں لہٰذا ان کی خوراک کی تلاش میرے قتل کا سبب نہیں ہونا چاہیے“ ۔ نعمان نے جواب دیا ، ” مگر اس کے سوا تو کوئی چارہ ہی نہیں ہے ہاں قتل ہونے سے پہلے مانگ لے جو کچھ مانگنا ہے وہ میں تجھے دے دوں گا “۔ اس نے کہا ، ”مجھے ایک سال کی مہلت دے تاکہ میں اپنے گھر واپس جا کر اپنے گھر والوں کے معاملات مضبوط کروں اور [۱۳۰] پھر آپ کے پاس لوٹ آؤں گا“ منذر نے کہا ، ”تمہاری واپسی تک تمہارا کون ضامن ہے ؟ اس نے بادشاہ کے ہمنشینوں کے چہروں کی طرف دیکھا اور ان میں سے شریک بن عمرو اور ابوالحوفزان کو پہچان لیا اور پھر یہ شعر کہے :

أيَا شَرِيكاً يَا ابْنَ عَمْرٍو
هَلْ مِنَ الْمَوْتِ مَحَالَهْ

اے شریک اے ابن عمرو کیا موت سے چھٹکارا ہو سکتا ہے

يَا أَخَا كُلِّ مُصَابٍ
يَا أَخَا مَنْ لَا أَخَا لَهْ

اے ہر مصیبت زدہ کے بھائی اور اے ہر اس شخص کے بھائی جس کا کوئی بھائی نہ ہو

يَا أَخَا شَيْبَانَ فُكَّ الْيَوْمَ رَهْناً قَدْ أَنَى لَهْ

اے بنی شیباں کے ایک فرد آج اس رہن شدہ شخص کو چھڑا دو جس کا وقت آ گیا ہے

إنَّ شَيْبَانَ قَبِيلٌ
أَكْرَمَ اللهُ رِجَالَهْ

شیبان کے لوگ ایسے لوگ ہیں جن کے آدمیوں کو اللہ نے عزت بخشی ہے

وَأَبُوكَ الخَيْرُ عَمْرُو
وَشَرَاحِيلُ الحَمَالَهْ

تمہارا نیک باپ عمرو ہے اور شراحیل جو لوگوں کی دیتیں اور تاوان ادا کیا کرتا تھا

۱ وفتاک اليَوْمَ فی المَجْدِ وَفِي حُسْنِ المَقَالَهْ

آج بزرگی اور حسن مقال میں ان دونوں نے تجھ سے وفا کی ہے

شریک نے یہ سنا اور اچھل کر کہا، ”اے بادشاہ! تم پر سلام ہو۔ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور اس کا خون میرا خون، اگر وہ اپنی مقررہ مدت میں واپس نہ آئے“۔ اس پر منذر نے اسے چھوڑ دیا۔ جب اگلا سال آیا اور وہ (حسب معمول) اپنی مجلس میں بیٹھا تھا دیکھا ایک سوار آ رہا ہے۔ لوگوں نے جب غور سے دیکھا تو وہ حنظلہ تھا جو کفن پہنے اور خوشبو لگائے ہوئے تھا اور اس کے ساتھ ایک نوحہ کرنے والی عورت بھی تھی، ادھر شریک کا نوحہ کرنے والی عورت بھی نوحہ کرنے کے لیے کھڑی ہو چکی تھی، جب منذر نے یہ دیکھا تو اسے ان دونوں کی وفاداری اور شرافت پر بڑا تعجب ہوا لہٰذا اس نے دونوں کو چھوڑ دیا اور اس رسم کو بند کر دیا۔

منذر کے اس رسم کو بند کرنے کے ضمن میں ایک اور سبب بھی بیان کیا گیا ہے۔ موصلی اور میدانی نے اسے اس مثل کے ماتحت درج کیا ہے

”وَإِنَّ غَدًا لِنَاظِرِهِ قَرِيبٌ“

اور یہ اس شعر کا ایک ٹکڑا ہے

---

۱۔ اصل کتاب میں وفتاک ہی دیا ہے مگر اس طرح کوئی معنی نہیں بنتا، میں نے وَفَيَاكَ پڑھ کر ترجمہ کیا ہے

فَاِنْ يَكُ صَدْرُ هٰذَا الْيَوْمِ وَلّٰى
فَاِنَّ غَدًا لِنَاظِرِهِ قَرِيْبُ

اگر اس دن کا ابتدائی حصہ گزر چکا ہے (تو کوئی بات نہیں) کیونکہ کل انتظار کرنے والے کے لیے قریب ہے

میدانی کہتا ہے: سب سے پہلے یہ مثل قُراد بن اجدع نے کہی۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ نعمان بن منذر اپنے گھوڑے یحموم پر سوار ہو کر شکار کے لیے نکلا۔ اس نے گھوڑا ایک گورخر کے پیچھے ڈال دیا، گھوڑا اسے لے کر دور نکل گیا، گورخر تو قابو میں نہ آیا مگر وہ اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گیا۔ اوپر سے بارش آ گئی۔ اس نے پناہ گاہ تلاش کی چنانچہ یہ ایک خیمے کی طرف گیا جس میں بنی طئی کا ایک فرد حنظلہ نامی مقیم تھا۔ اس کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھی۔ اسی نے ان سے کہا، "کیا کوئی ٹھہرنے کی جگہ ہے"۔ حنظلہ نے کہا، "ہاں" (یہ کہہ کر) حنظلہ نکلا اور (آ کر) اسے اُتار لیا۔ اس طائی شخص کے پاس ایک بکری کے سوا اور کچھ نہ تھا اور وہ نعمان کو پہچانتا بھی نہ تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا، "یہ شخص تو اچھی ہیئت والا دکھائی دیتا ہے ہو سکتا ہے کہ کوئی شریف [۱۲۱] اور صاحب مرتبہ انسان ہو لہذا اب کیا کیا جائے"۔ بیوی نے کہا، "میرے پاس تھوڑا سا آٹا ہے جو میں نے بچا رکھا تھا۔ تو بکری ذبح کر تاکہ میں آٹے کا [۱]ملّہ بناؤں"۔ راوی کہتا ہے کہ عورت نے آٹا نکالا اور اس سے روٹی پکائی۔ طائی نے اٹھ کر پہلے بکری کو دوہا پھر اسے ذبح کیا اور اس کے گوشت سے مضیرہ[۲] کا شوربا بنایا، پھر نعمان کو اس کا گوشت کھلایا اور دودھ پلایا۔ نیز تدبیر کرکے شراب بھی پلائی اور رات

---

۱ - ملّہ: انگارے یا گرم ریت جس میں روٹی پکائی جاتی ہے۔ روٹی کو محض ملّہ کہنا درست نہیں خبزُ ملّۃ کہیں گے۔ اقرب الموارد میں ہے تقول: اطعمنا خبز ملۃ ولاتقل: اطعمنا ملّۃً لاَنّ الملّۃ الرماد الحارّ وقال ابو عبید: الملّۃ الحفرۃ نفسہا

۲ - مَضِیْرۃ: وہ شوربا جو ترش دودھ سے بنایا جاتا ہے۔

کا باقی حصہ اس سے باتیں کرتا رہا - جب صبح ہوئی تو نعمان نے اپنا لباس پہنا اپنے گھوڑے پر سوار ہؤا اور کہا ، "اے میلہ طی کے ایک فرد ! میں نعمان ہوں"- اپنا صلہ لینے کے لیے آ جانا - اس نے کہا، "میں انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا " - اس کے بعد گھوڑ سوار آ پہنچے اور نعمان حیرہ کو چلا گیا - اس واقعہ کے بعد ایک عرصہ بیت گیا اور وہ طائی مصیبت و تنگدستی میں مبتلا ہو گیا - اور اس کی حالت زبوں ہو گئی چنانچہ اس کی بیوی نے اس سے کہا ، " اگر تو بادشاہ کے پاس جائے تو وہ ضرور تجھ سے اچھا برتاؤ کرے گا - وہ حیرہ آیا اتفاق سے وہ دن نعمان کے غضب کا دن تھا اور وہ ہتھیار لیے گھوڑ سواروں میں کھڑا تھا - جب نعمان نے اسے دیکھا تو اسے پہچان لیا اور اسے اس بات پر غم ہؤا کہ وہ وہاں (اس دن) پہنچا ہے - نعمان نے کہا ، " کیا تو وہی طائی ہے جس کے ہاں ہم اترے تھے " ؟ اس نے جواب دیا ، "ہاں" - نعمان نے کہا ، "تو کسی اور دن کیوں نہیں آیا"؟ - اس نے کہا ، "اے بادشاہ سلامت ! مجھے اس دن کا کیا علم تھا"؟ نعمان نے کہا ، " اللہ کی قسم اگر آج میرا بیٹا قابوس بھی میرے سامنے آ جاتا تو اسے بھی ضرور قتل کر دیتا - لہٰذا دنیا کی جو حاجت ہو مانگ اور جو جی چاہے مانگ کیونکہ تو قتل کر دیا جائے گا" - اس نے کہا ، "بادشاہ سلامت ! میں اپنے مرنے کے بعد دنیا کو کیا کروں گا ؟ نعمان نے کہا ، "اس کی کوئی اور صورت نہیں" ؟ اس نے کہا ، "اگر تجھے ضرور قتل ہی کرنا ہے تو پھر مجھے مہلت دو تاکہ میں اپنے گھر جا کر انہیں وصیت کروں ، ان کی حالت درست کروں اور پھر واپس آ جاؤں" - نعمان نے کہا ، "اپنے آنے کے معاملے میں کوئی ضامن دو"- طائی شریک بن عمرو بن قیس کی طرف متوجہ ہؤا جو بنی شیبان میں سے تھا - ابو الحوفزان اس کی کنیت تھی وہ بادشاہ کا ردیف ہؤا کرتا تھا اور اس وقت اس کے پہلو میں کھڑا تھا - اس نے اس سے کہا :

¹يَاشَرِيكًا يَاابنَ عَمْرٍو
هَلْ مِنَ الْمَوْتِ مَحَالَةٌ

---

۱ - پہلے تین شعروں کا ترجمہ گزر چکا ہے -

یا اخنا کُلٌ مُصاب
یا اخا مَنْ لا اخا لہ

یااخا النعمان فُکّ الیوم ضیفاً قد اتی لہ
طالما عالج کرب الموت لا ینعم بالہ

[۱۳۲] مدت تک وہ موت کی مصیبت کا مقابلہ کرتا رہا مگر اس کی حالت اچھی ہونے میں نہ آتی تھی -

شریک نے ضامن بننے سے انکار کر دیا ، پھر اس پر بنی کلب کا ایک فرد جسے قراد بن اجدع کہا جاتا تھا اٹھا اور نعمان سے کہا ، " بادشاہ سلامت ! اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے"۔ نعمان نے کہا ، "کیا تو ضامن ہے"؟ اس نے کہا ، "ہاں" اور وہ اس کا ضامن بن گیا ۔ اس کے بعد طائی کو پانچ سو اونٹنیاں دینے کا حکم دیا اور طائی اپنے گھر چلا گیا اور مدت ایک سال تھی ، اس دن سے لے کر اگلے سال کے اسی دن تک ۔ جب سال گزر گیا اور مدت میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تو نعمان نے قراد سے کہا ، " مجھے تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ تو کل قتل ہو جائے گا " ۔ اس پر قراد نے کہا :

فان یک صدرُ ھذا الیوم ولّی
فانّ غداً لناظرہٖ قریب

جب صبح ہوئی تو نعمان اپنے دستور کے مطابق اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ مسلح ہو کر نکلا اور غریین کے پاس پہنچ کر ان کے درمیان ٹھہر گیا اور حکم دیا کہ قراد کو باہر لا کر قتل کر دیا جائے ۔ نعمان کے وزراء نے کہا ، "جب تک دن پورا نہ گزر جائے آپ کو قتل کرنے کا حق نہیں ۔ لہٰذا اسے چھوڑ دیا گیا ۔ نعمان چاہتا تھا کہ قراد کو قتل کر دیا جائے تاکہ طائی کو قتل سے نجات مل جائے ۔ جب سورج قریب غروب ہوا تو قراد کو ننگا کرکے صرف ایک تہمد میں اس چمڑے پر کھڑا کر دیا گیا جس پر مجرموں کو قتل کیا جاتا ہے ۔ جلاد اس کے پاس کھڑا تھا اس وقت قراد کی بیوی نے آ کے یہ شعر کہے :

أَيَا عَيْنُ بَكِّي لِي قُرَادَ بْنَ أَجْدَعَا
رَهِيْناً لِقَتْلٍ لَا رَهِيْناً مُوَدَّعَا

اے آنکھ میری خاطر قراد بن اجدع پر رو وہ ایک قتل کے سلسلہ میں ضامن ہوا تھا۔ وہ ایسا ماخوذ اور قیدی نہ تھا جسے قوم نے (بے یار و مدد گار) چھوڑ رکھا ہو

أَتَتْهُ الْمَنَايَا بَغْتَةً دُوْنَ قَوْمِهِ
فَأَمْسَى أَسِيْراً حَاضِرَ الْبَيْتِ أَضْرَعَا

اس کی قوم سے ورے موت نے اسے اچانک آن لیا ، اور وہ گھر میں موجود ہوتے ہوئے بھی ذلیل و خوار قیدی بن کر رہ گیا

وہ اسی عالم میں تھے کہ یکایک دور سے ایک شخص آتا دکھائی دیا نعمان قراد کے قتل کا حکم دے چکا تھا ۔ کسی نے نعمان سے کہا ، ”جب تک وہ شخص نہ آ جائے تو اُسے قتل نہیں کر سکتا ، تجھے معلوم تو ہو جائے کہ وہ کون ہے“ ، لہٰذا وہ رک گیا یہاں تک کہ وہ شخص آ پہنچا دیکھا تو وہی طائی تھا ۔ نعمان نے جب اسے دیکھا تو اسے اس کا آنا بہت ناگوار گزرا چنانچہ نعمان نے پوچھا ، ” تمہیں کس بات نے وفاداری پر مجبور کیا“؟ اس نے جواب دیا، ”میرے دین نے“۔ نعمان نے پوچھا، ”تمہارا دین کونسا ہے“؟ اس نے جواب دیا ، ”نصرانیت“ ۔ نعمان نے اسے نصرانیت کے بارے میں کچھ بتانے کو کہا ۔ جب اس نے نعمان کو نصرانیت سے آگاہ کیا تو وہ عیسائی ہو گیا ۔ اس کے ساتھ باقی تمام اہل حیرہ بھی عیسائی ہو گئے ۔ اس سے پہلے نعمان عربوں کے دین کا پیرو تھا ۔ اس دن سے اس نے قتل کرنا ترک کر دیا اور اس رسم کو بند کر دیا ۔ غریّیْن کے گرا دینے کا حکم دیا اور قراد اور طائی دونوں کو معاف کر دیا اور کہا ، ” اللہ کی قسم میں نہیں سمجھ سکا کہ ان دونوں میں سے کون زیادہ وفادار اور زیادہ کریم ہے ۔ کیا یہ شخص جو قتل سے نجات پا جانے کے بعد لوٹ آیا یا یہ [۱۳۳] شخص جو اس کا ضامن بنا ، خدا کی قسم میں تینوں میں سب سے زیادہ کمینہ ہرگز نہ بنوں گا “ ۔ اس پر طائی نے یہ شعر کہے :

مَا کُنْتُ اُخْلِفُ ظَنَّہٗ بَعْدَ الَّذِی
اَسْدَی اِلَیَّ من الفَعَال الحَالِی

اس نے مجھ پر اچھے اور میٹھے احسانات کیے تھے ازاں بعد میں اس کے گمان کو جو اسے میرے متعلق تھا جھٹلا نہ سکتا تھا

وَلَقَدْ دَعَتْنِی لِلْخِلَافِ ضَلَالَتِی
فَاَبَیْتُ غَیْرَ تَمَجُّدِی و فَعَالِی

مجھے میری گمراہی نے وعدہ خلافی کی دعوت دی مگر میں نے اپنی بزرگی اور نکوکاری کی پاسداری کے سوا ہر بات کو رد کر دیا

اِنِّی امْرُؤٌ مِنِّی الوَفَاءُ سَجِیَّۃٌ
وَجَزَاءُ کُلِّ مُکَارِمٍ بَذَّالٍ ۱

میں وہ شخص ہوں کہ وفا کرنا اور ہر باکرم و سخی شخص کو (مناسب)بدلہ دینا میری (طبعی) خصلت ہے

اسی نے قراد کی مدح میں کہا :

اَلَا اِنَّمَا یَسْمُوْ اِلَی المَجْدِ والعُلٰی
مَخَارِیْقُ اَمْثَالُ القُرَادِ بنِ اَجْدَعَا

بزرگی اور بلندی (کے مقام) تک قُراد بن اجدع جیسے سخی ہی پہنچ سکتے ہیں

مَخَارِیْقُ اَمْثَالُ القُرَادِ وَاَهْلِہٖ
فَاِنَّھُمُ الاَخْیَارُ مِن رَھْطِ تُبَّعَا

وہ لوگ قراد اور اس کے گھر والوں جیسے ہی ہو سکتے ہیں وہ قوم تُبَّع کے بہترین افراد میں سے ہیں

بیان ختم ہؤا ــ حقیقت حال کی خبر اللہ کو ہے

۱ ۔ بلوغ الارب میں بذالی چھپا ہے اسے بَذّالٍ پڑھیں

اور انهی میں سے

## الحارث بن ظالم المری

ہے - اس کی وفا کا واقعہ یہ ہے کہ عیاض بن دیشہتن حارث کے چرواہوں کے پاس سے گزرا وہ اس وقت جانوروں کو پانی پلا رہے تھے - اس نے بھی پانی نکالنا چاہا مگر اس کی رسی چھوٹی نکلی چنانچہ حارث سے عاریۃً رسی لی اور اپنی رسی سے ملا کر (پانی نکالا) اور اپنے اونٹوں کو سیر کیا - اس کے بعد نعمان کے بعض حادیوں نے اس پر غارت ڈالی اور اس کے اونٹ ہانک کر لے گئے - اس نے شور مچا کر کہا ، ''اے حارث ! اے پناہ دینے والے - حارث نے کہا ، ''میں نے کب تجھے پناہ دی تھی'' ؟ اس نے جواب دیا ، ''میں نے اپنی رسی تمھاری رسی کے ساتھ باندھ کر اپنے اونٹوں کو پانی پلایا تھا ، ازاں بعد جب انھیں اڑا لیا گیا تو وہ پانی ابھی ان کے پیٹ میں تھا - یہ بات سن کر حارث نے کہا ، کعبہ کے رب کی قسم یہ (بات) تو یقیناً پناہ (دینے کے مترادف) ہے - لہٰذا وہ نعمان کے پاس آیا اور کہا ، '' بادشاہ سلامت آپ کے نوکروں نے میرے پناہ گزیں عیاض بن دیشہتن پر غارت ڈال کر اس کے اونٹ اور (دیگر) جانور ہتھیا لیے ہیں - لہٰذا آپ انھیں واپس کر دیں''- نعمان نے اس سے کہا ، ''تمھاری جو کھال کمزور ہو گئی ہے تو اسے مضبوط کیوں نہیں کرتا ؟ اس کی اس سے مراد یہ تھی کہ حارث نے خالد بن جعفر بن کلاب کو جو اسود بن المنذر کی پناہ میں تھا قتل کر دیا تھا - حارث نے جواب دیا :

هل[1] تُعِيدُّون الحِلية الى نفسى

(کیا تم مجھے قتل کرنے کا بہانہ تیار کر رہے ہو)

[۱۳۴] یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے - یعنی اگر میں[2] اسے قتل

---

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح دیا ہے مگر درست یوں ہے :

هَلْ تُعِيدُونَ الحِيلَةَ الى نَفْسِى

۲ - بلوغ الارب میں قتلتها دیا ہے اسے : قتلتُہ پڑھیں -

کر دوں تو تو مجھے قتل کر دے گا ۔ نعمان نے اس کے الفاظ پر غور کیا تو عیاض کے اونٹ[1] اور جانور اسے واپس کر دیے ۔ جب [2]سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن المہلب[3] سے وفا کی تو فرزدق نے حارث کی وفاداری کی مثال دیتے ہوئے کہا :

لَعَمْرِی لَقَدْ اَوْفٰی وَ زَادَ وَفَاؤُہٗ
عَلٰی کُلِّ حَالٍ جَارُ آلِ الْمُہَلَّبِ

اپنی جان کی قسم اس نے آل مہلب کے پناہ لینے والے سے وفا کی ہے اور (حق یہ ہے کہ) ہر حالت میں اس کی وفا زیادہ تھی

کَمَا کَانَ اَوْفٰی إِذْ یُنَادِیْ ابْنُ دَیْہَثٍ
وَصِرْمَتُہٗ کَالْمَغْنَمِ الْمُتَنَہَّبِ

اُس کی وفا اُس وقت بھی بیشتر تھی جب ابن دیہث نے پکارا تھا اور اس کے اونٹوں کا گلہ لوٹے ہوئے مال غنیمت کا سا ہو کر وہ گیا تھا

فَقَامَ اَبُوْ لَیْلٰی إِلَیْہِ ابْنُ ظَالِمٍ
وَکَانَ مَتٰی مَا یَسْلُلِ السَّیْفَ یَضْرِبِ

(اس کی پکار سن کر) ابولیلٰی (حارث) بن ظالم اٹھ کھڑا ہوا تھا ۔ وہ ایسا شخص تھا کہ جب تلوار سونت لیتا تھا تو پھر ضرب بھی لگاتا تھا ؟ اس کا ذکر میدانی نے اپنی کتاب ' الامثال ' میں کیا ہے

اصبہانی نے اغانی میں اپنی سند سے روایت کی ہے کہ جب حارث بن ظالم المرّی نعمان بن المنذر کے یہاں اُترا ہوا تھا تو نعمان کے خراج وصول کرنے والے نے بنی مرہ کی ایک عورت کے اونٹ پکڑ لیے جس کا نام دیہث تھا ۔ وہ حارث کے پاس آئی اور اپنا ڈول حارث کے ڈول کے ساتھ لٹکا دیا

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں اھلہ دیا ہے اسے إبلہ پڑھیں ۔

۲ ۔ سلیمان بن عبدالملک اموی خلیفہ ۹۶ھ تا ۹۹ھ

۳ ۔ یزید بن مہلب مشہور بہادر پسر بہادر سپہ سالار جس نے خارجیوں کے ساتھ جنگیں لڑیں ، ۱۰۲ھ میں وفات پائی ۔

اس عورت کے ساتھ اس کا ننھا بیٹا بھی تھا - پھر کہا : اے ابو لیلیٰ ! میں تمھارے پاس مظلوم ہو کر آئی ہوں - حارث نے کہا : جب لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے لائیں تو تُو بلند آواز سے یوں کہنا :

دَعَوتَ بِاللہ وَلَمْ تُرَاعِی
ذَلِکَ دَاعِیکَ فَنِعْمَ الدَّاعِی

تو نے بے خوف ہو کر اللہ کا نام پکارا ہے وہی تمھارا داعی ہے اور خوب داعی ہے

وَتِلکَ ذَوْدُ الحَارِثِ الکُسَاعِی
یَمْشِی لَھَا بِصَارِمٍ قَطَّاعِ

یہ اونٹ اس حارث کُساعی کے اونٹ ہیں جو تیز اور بران تلوار لے کر چلتا ہے

یَشْفِی بہ مَجَامِعِ الصُّدَاعِ

اور وہ اس تلوار سے اسی مقام کو شفا دے دیتا ہے جہاں درد سر جمع ہو جاتا ہے (یعنی سر)

اُس عورت کے پیچھے پیچھے حارث بن ظالم (خود بھی) نکل آیا ، اس کے لبوں پر تھا

أنا ابو لَیْلٰی و سیفی المَعْلُوب
کَمْ قَد اَجَرْنَا من حَرِیبٍ مَحْرُوبٍ

میں ابو لیلیٰ ہوں اور میری تلوار معلوب ہے ہم نے کئی ایک لٹے ہوئے لوگوں کو پناہ دی ہے

وَکَم رَدَدْنَا من سَلِیبٍ مَسْلُوب
وطَعْنَۃٍ طَعَنْتُھَا بِالمَضْبُوبِ[1]

---

۱ - مجھے مضبوب کے معنی معلوم نہ ہو سکے شاید روایت غلط ہے - ہو سکتا ہے کہ مضبوب سے مراد الرمح الضبوب ہو یعنی وہ نیزہ جس کے منہ سے خون ٹپک رہا ہو

ہم نے کئی لٹے ہوئے آدمیوں کا لٹا ہؤا مال لوٹا دیا ہے اور میں نے مضبوب نیزے کے ساتھ بارہا وار کیے

ذَاکَ جَهِيزُ المَوْتِ عِندَ المكرُوْب

غمردہ کے لیے یہی فوری موت ہے

پھر کہا : جو اونٹ یا اونٹنی تمھارے پاس لوٹا کر لائی جائے اور جس کی تو شناخت کر لے اسے لے لے ۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا ۔ پھر اس نے اپنی ایک دودھ دینے والی اونٹنی کو دیکھ لیا جس کا دودھ ایک حبشی دوہ رہا تھا لہٰذا کہنے لگی، ''اے ابولیلیٰ! یہ میری اونٹنی ہے''۔ حبشی نے کہا، ''تو جھوٹ کہتی ہے''۔ حارث نے کہا، ''[۱] اِستُ الحالب اَعْلَمُ'' [۱۳۵] دوہنے والے کی دُبر خوب جانتی ہے اور یہ الفاظ مثل بن گئے ۔ ابو عبیدہ کہتا ہے کہ اسی واقعہ کے متعلق فرزدق نے یہ شعر کہے تھے :

[۲] لَعَمْرِيْ لَقَدْ أَوْفَى وَ زَادَ وَفَاؤُهُ
عَلى كُلِّ جَارٍ جَارَ آلِ المُهَلَّبِ
كَمَا كَانَ أَوْفَى إِذْ يُنَادِي ابن دَيْهَثٍ
وصِرْمَتُهُ كَالمَغْنَمِ المنهَّبِ
فَقَامَ أَبُولَيْلَى إِلَيْهِ ابنُ ظَالِمٍ
وَكَانَ إِذَا مَا يَسْلُلِ السيفَ يَضْرِبِ
وما كان جَارٌ غير دَلْوٍ تَعَلَّقَتْ
بِحَبْلَيْنِ فِي مُسْتَحْصِدِ القَدِّ مُكْرِبِ

---

۱ - ضرب المثل زیادہ تر یوں مشہور ہے :

إِسْتُ البَائِنِ أَعْلَمُ

اونٹنی کو دوہنے وقت دو شخص کام کرتے ہیں ایک شخص برتن اٹھائے رکھتا ہے اور وہ بائیں جانب ہوتا ہے اسے بائن کہتے ہیں اور دوسرا دوہتا ہے اسے مُعلِی اور مُستَعلِی کہتے ہیں ۔

۲ - پہلے تین شعروں کا ترجمہ پہلے گذر چکا ہے ۔

حالانکہ وہ اس کے ہاں پناہ گزین نہ تھا صرف اتنی بات تھی کہ ڈول کی رسی کو دو مضبوط چمڑے کے تسموں سے باندھ کر لٹکا دیا گیا تھا ۔

بیان ختم ہؤا۔ اشعار سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اصبہانی کی روایت زیادہ لائق اعتبار ہے ۔

اور انھی میں سے

## ابو حنبل الطائی

ہے ۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ امرؤالقیس اس کے ہاں آ کر اترا اور اس کے ساتھ اس کے اہل و عیال بھی تھے ، اور ہتھیار اور مال بھی ۔ ابو حنبل کی دو بیویاں تھیں ایک جَدَلِیّہ اور دوسری ثعلبیہ ۔ جدلیہ نے کہا ،

" اللہ کا دیا ہؤا مال ہے نہ تم سے اس کا کوئی عہد و پیمان ہے نہ پڑوس کا حق ۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تو اس مال میں سے خود بھی لے اور اپنی قوم کو بھی دے" ۔ ثعلبیہ نے کہا ، "یہ ایک ایسا آدمی ہے جو (جائے) پناہ میں آ گیا ہے تجھ سے پناہ کا طالب ہے اور اس نے تجھے منتخب کیا ہے ، میری رائے تو یہ ہے کہ تو اُس کی حفاظت کر اور اس کے بارے میں حق وفا ادا کر" ۔ یہ سن کر ابو حنبل اٹھ کر ایک جوان بکری کے پاس گیا ، اُسے دوھا ، اس کا دودھ پیا ، پھر اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرا ، ایک ٹانگ پر چلا اور کہا :

لَقَدْ آلَیْتُ اَغْدِرُ فِي جَدَاعٍ
وَاِنْ مُنِّیْتُ اُمَّاتِ الرِّبَاعِ

میں نے قسم کھا لی ہے کہ میں بکریوں کے بارے میں بے وفائی نہ کروں گا خواہ مجھے ربیع کے موسم میں پیدا ہونے والے اونٹوں کی ماؤں کی امید کیوں نہ دلائی جائے

لِاَنَّ الْغَدْرَ فِي الْاَقْوَامِ عَارٌ
وَاِنَّ الْحُرَّ یَجْزِیْ بِالْکُرَاعِ

کیونکہ بے وفائی لوگوں (کی نگاہوں) میں کار رسوائی ہے اور مرد
شریف تو ایک پائے کا بھی بدلہ دیتا ہے

اس پر جدلیہ نے اس کی [۱]پتلی پنڈلیاں دیکھ کر کہا ، "اللہ کی قسم میں نے کسی بچانے والے کی ایسی پنڈلیاں نہیں دیکھیں جیسی کہ آج دیکھی ہیں"۔ اس پر ابوحنبل نے کہا ، "یہ اس شخص کی پنڈلیاں ہیں جس [۱۳۶] نے شر کو چھوڑ رکھا ہے اور یہ الفاظ بھی ضرب المثل بن گئے"۔

شاعر کا مُسْنِّیت کہنا اس کے معنی [۲]ضُعفت (دگنے دیے جاؤں) کے ہیں - رباع جمع ہے رُبَع کی بروزن صُرَد - اونٹ کا وہ بچہ جو موسم بہار میں پیدا ہؤا ہو - اور یہ پہلا جنم ہوتا ہے -

اور انھی میں سے

## الحارث بن عباد

ہے - کہا جاتا ہے کہ اس نے [۳]قیضہ کی جنگ میں عدی بن ربیعہ کو قید کر لیا تھا مگر یہ اسے پہچانتا نہ تھا - چنانچہ اس سے کہا ، "مجھے عدی بن ربیعہ کا پتا بتاؤ"۔ عدی نے کہا ، "اگرمیں تجھے اس کا پتا بتا دوں تو کیا تو مجھے امان دے دے گا"۔ اس نے کہا ، "ہاں"۔ اس نے کہا ، "عوف بن محلم اس کا ضامن ہونا چاہیے" اس پر حارث بن عباد نے عوف کو حکم دیا اور وہ اس بات کا ضامن بن گیا کہ اگر وہ اسے عدی کا پتا بتا دے تو اسے امان مل جائے گی۔ عدی نے کہا ، "میں ہی عدی ہوں"۔ اور اس نے اسے چھوڑ دیا - اس واقعہ کے متعلق حارث کہتا ہے :

---

۱ - بلوغ الارب میں خمیشتین خاء معجمہ کے ساتھ چھپا ہے اسے حمیشتین حاء مہملہ کے ساتھ پڑھیں -

۲ - الوسی کی اس تشریح کو میں سمجھنے سے قاصر ہوں - معلوم نہیں ان کا دماغ کہاں چکر کاٹ رہا ہے -

۳ - قیضہ کے لفظی معنی اس جگہ کے ہیں جہاں کنکریاں ہوں - یہاں یہ ایک مقام کا نام ہے جہاں بکر اور تغلب کے درمیان جنگ ہوئی تھی -

لَتهَتفَ لَنَفسی عَلَی عَدِیٍ وَقَد
اشعب[1] لِلمَوتِ وَاحتَوَتہ الیَدَانِ

مجھے عدی کے ضمن میں افسوس ہوتا ہے وہ تو موت کے قریب پہنچا دیا گیا تھا اور میرے قبضے میں آ چکا تھا

اور انھی میں سے

## السموأل بن حبان بن عادیاء الیہودی الغسانی

ہے ۔ اس کی وفا کا قصہ یہ ہے کہ جب امرؤالقیس نے قیصر کی طرف چلے جانے کا ارادہ کیا تو اس نے کچھ زرہیں سموأل کے پاس بطور امانت رکھ دیں اور کچھ احیحہ بن الجُلاح کے پاس ۔ جب امرؤالقیس مر گیا تو شام کے ایک بادشاہ نے سموأل پر چڑھائی کی ۔ سموأل نے قلعے میں پناہ لے لی ۔ بادشاہ نے سموأل کے ایک بیٹے کو جو قلعے کے باہر تھا پکڑ لیا ۔ اور پھر سموأل کو بلایا ۔ اس نے قلعے پر سے جھانکا ، تو بادشاہ نے کہا ، "یہ تمھارا بیٹا میرے قبضے میں ہے تجھے معلوم ہے کہ امرؤالقیس میرا عمزاد اور میرے قبیلے میں سے ہے اور میں اس کی میراث کا نسبتاً زیادہ حقدار ہوں ۔ ان زرہوں کو میرے حوالے کر دو ورنہ میں تمھارے بیٹے کو قتل کر دوں گا"۔ سموأل نے اس سے مہلت مانگی ۔ اس نے مہلت دے دی ۔ سموأل نے اپنے گھر والوں اور عورتوں کو جمع کرکے ان سے مشورہ کیا ۔ ہر ایک نے یہی مشورہ دیا کہ زرہیں دے دو اور بیٹے کو بچا لو ۔ جب صبح ہوئی تو سموأل نے قلعے کے اوپر سے جھانکا اور کہا ، "زرہیں دینے کی کوئی صورت نہیں لہٰذا تو جو چاہے کر گزر۔ یہ سن کر بادشاہ نے اس کے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں أشعب للموت چھپا ہے ۔ یہ غلط ہے ۔ محمد بہجہ نے بھی الدھا دھند حاشیہ لکھ مارا ہے چنانچہ لکھتے ہیں :

أشعب للموت ای مات اوفارق فراقا لا یرجع

مگر یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے ۔ درست لفظ أُشقِبَ ہے
أُشقِبَہ : قَرَّبہ

بیٹے کو اس کی نگاہوں کے سامنے ذبح کر ڈالا لڑان بعد بادشاہ ناکام واپس چلا گیا ۔ سموأل حج کے موقع پر زرہیں لے کر آ گیا اور امرؤالقیس کے وارثوں کو دے دیں ۔ سموأل نے اسی واقعہ کے متعلق یہ شعر کہے تھے :

وَفَیْتُ بِاَدْرُعِ الکِنْدِیِّ اِنّی
اِذَا مَا خَانَ اَقْوَامٌ وَفَیْتُ

[۱۲۷] میں نے کندی کی زرہوں کے ساتھ وفا کی ۔ جب اور لوگ خیانت کریں تو میں وفا کرتا ہوں

وَقَالُوا اِنَّہٗ کَنْزٌ رَغِیْبٌ
وَلَا وَاللّٰہِ اَغْدِرُ مَا مَشَیْتُ

لوگوں نے کہا یہ تو بہت ہی وسیع خزانہ ہے ۔ خدا کی قسم جب تک میں زمین پر چلتا ہوں بے وفائی نہ کروں گا

بَنٰی لِیْ عَادِیَا حِصْنًا حَصِیْنًا
وَ بِئْرًا کُلَّمَا شِئْتُ اسْتَقَیْتُ

عادیا نے میرے لیے ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا اور ایک کنواں کھدوایا میں جب چاہوں اس میں سے پانی نکال لوں ۔

ایک روایت میں انہ۱ ماسا منی ضیمًا أبیت ہے

اسی کے متعلق اعشٰی کہتا ہے :

شُرَیْحُ لَا تَتْرُکَنِّی بَعْدَ مَا عَلِقَتْ
حِبَالُکَ الْیَوْمَ بَعْدَ الْقِدِّ اَظْفَارِی

اے شریح تم مجھے نہ چھوڑنا بعد از آنکہ تمھاری رسیاں کٹنے کے بعد میرے ناخنوں کے ساتھ چمٹ گئی ہیں

کُنْ کَالسَّمَوْاَلِ اِذْ طَافَ الْھُمَامُ بِہٖ
فِیْ جَحْفَلٍ کَسَوَادِ اللَّیْلِ جَرَّارِ

---

۱ - درست ”اذا ماسا منی ضیمًا أبیت“ ہے ۔

تو سموأل ہی کی طرح بن جا - جب ایک بڑے بادشاہ نے رات کی سیاہی کی طرح کی جرار فوج لے کر اس کا محاصرہ کیا تھا

خَیَّرَہُ خُطَّتَیْ خَسْفٍ فَقَالَ لَہُ
مَہْمَا یَقُلْہُ فَاِنِّی سَامِعٌ حَارِ[1]

(تو) اس نے اسے ذلت کی دو باتوں میں سے (ایک کو) اختیار کرنے کو کہا - اس نے اس سے کہا جو کچھ کہہ (اور کہا) اے حارث میں سن رہا ہوں

فَشَکَّ غَیْرَ طَوِیْلٍ ثُمَّ قَالَ لَہُ
اِذْبَحْ أَسِیْرَکَ اِنِّی مَانِعٌ جَارِیْ

اس نے تھوڑی دیر کے لیے شک کیا پھر کہا ، " تو اپنے قیدی کو ذبح کر دے میں تو اپنے ہم عہد کے عہد (اپنے پناہ گزیں) کی حفاظت کرتا رہوں گا

اِنَّ لَہُ خَلَفًا اِنْ کُنْتَ قَاتِلَہُ
وَ اِنْ قَتَلْتَ کَرِیْمًا غَیْرَ عُوَّارِ

اگر تو اسے قتل کر ڈالے گا تو (اللہ) اس کے بدلے میں اور دے دے گا اگرچہ تو ایک ایسے شریف مرد کو قتل کرے گا جو بزدل نہیں ہے

یہی سموأل اپنے مشہور قصیدے میں کہتا ہے :

اِذَا الْمَرْءُ لَمْ یَدْنَسْ مِنَ اللُّؤْمِ عِرْضُہُ
فَکُلُّ رِدَاءٍ یَرْتَدِیْہِ جَمِیْلُ

جب تک کسی انسان کی عزت کمینہ پن سے ملوث نہ ہو جائے وہ جونسی چادر بھی اوڑھے اسے خوب صورت لگتی ہے

---

۱ - کتاب میں جار (جیم کے ساتھ) چھپا ہے اسے حار (حاء مہملہ کے ساتھ) پڑھیں اور حار مرخم ہے حارث سے -

وَ إِنْ هُوَ لَمْ يَحْمِلْ عَلَى النَّفْسِ ضَيْمَهَا
فَلَيْسَ إِلَى حُسْنِ الثَّنَاءِ سَبِيْلُ

اور اگر کوئی شخص اپنے نفس پر ظلم نہیں کرے گا (تکالیف برداشت کرنے اور سخاوت کرنے سے) تو پھر اچھی تعریف حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہیں

تُعَيِّرُنَا أَنَّا قَلِيْلٌ عَدِيْدُنَا
فَقُلْتُ لَهَا : إِنَّ الْكِرَامَ قَلِيْلُ

وہ ہمیں یہ کہہ کے عار دلاتی ہے کہ ہماری تعداد کم ہے - میں نے اس سے کہا : شرفا کم ہی ہؤا کرتے ہیں

وَ مَا قَلَّ مَنْ كَانَتْ بَقَايَاهُ مِثْلَنَا
شَبَابٌ[1] تَسَامٰى فِي[2] الْعُلٰى وَ كُهُوْلُ

(اور پھر) جس قوم کے بقایا ہمارے جیسے ہوں کہ اُن کے جوان اور ادھیڑ عمر کے سبھی افراد بلندیوں کی طرف چڑھے چلے جا رہے ہوں وہ قوم قلیل نہیں (قرار دی جا سکتی)

وَ مَا ضَرَّنَا أَنَّا قَلِيْلٌ وَ جَارُنَا
عَزِيْزٌ وَ جَارُ الْأَكْثَرِيْنَ ذَلِيْلُ

ہمارے کم تعداد ہونے نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جبکہ ہمارے یہاں کا پناہ گزین ذی عزت ہوتا ہے حالانکہ اکثر لوگوں کے یہاں کے پناہ گزین ذلیل ہوتے ہیں

لَنَا جَبَلٌ يَحْتَلُّهُ مَنْ نُجِيْرُهُ
مَنِيْعٌ يَرُدُّ الطَّرْفَ وَ هُوَ كَلِيْلُ

---

۱ - شَبَاب جمع ہے شَابٌ کی -

۲ - حماسہ میں فی العلی کی بجائے لِلْعُلٰى دیا ہے اور وہ بہتر ہے -

ہمارا ایک پہاڑ ہے جس پر وہی شخص ڈیرہ ڈال سکتا ہے جسے ہم پناہ دیتے ہیں - وہ پہاڑ محفوظ ہے اس کی طرف نظر کرنے والی نگاہ خیرہ ہو کر لوٹ آتی ہے

رَسَا أَصْلُهُ تَحْتَ الثَّرَىٰ و سَمَا بِهِ
إِلَى النَّجْمِ فَرْعٌ لَا يُنَالُ طَوِيلُ

اس کی جڑ پاتال میں (مضبوط) گڑی ہوئی ہے - اس کی چوٹی ثریا تک چلی گئی ہے اور اس قدر بلند ہے کہ کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا

وَ إِنَّا لَقَوْمٌ مَا نَرَى الْقَتْلَ[۱] سُبَّةً
إِذَا مَا رَأَتْهُ عَامِرٌ و سَلُولُ

[۱۳۸] ہم وہ لوگ ہیں جو قتل ہونے کو عار نہیں سمجھتے حالانکہ عامر اور سلول اسے عار سمجھتے ہیں

يُقَرِّبُ حُبُّ الموتِ[۲] آجالَنَا لَنَا
و تَكْرَهُهُ آجَالُهُمْ فَتَطُولُ

موت کی محبت ہماری موت کو ہمارے قریب کر دیتی ہے

---

۱- یہاں القتل مصدر مجہول ہے -

۲- آجالنا : لوگوں کو اس شعر میں اکثر غلطی لگ جاتی ہے اور وہ دونوں جگہوں پر اجل کے معنی موت کے کرتے ہیں حالانکہ اجل کے اصل معنی "مدت" کے ہیں لہٰذا اگر "کل مدت" مراد لی جائے تو معنی "مدت عمر یا مدت حیات" کے ہوں گے اور اگر انتہاء مدت مراد لی جائے تو موت مراد ہو گی - چنانچہ شاعر کہتا ہے :

كُلُّ حَيٍّ مُسْتَكْمِلٌ مُدَّةَ الْعُمْرِ و مُودٍ إِذَا انْتَهَىٰ أَجَلُهُ

ہر زندہ اپنی مدت عمر کو پورا کرتا ہے اور جب یہ مدت عمر ختم ہوتی ہے تو مر جاتا ہے

اور ان کی مدت حیات موت کو برا سمجھتی ہے لہٰذا لمبی ہو جاتی ہے

وَ مَا مَاتَ مِنَّا سَیِّدٌ حَتْفَ أَنْفِہِ
وَ لَا طُلَّ[1] مِنَّا حَیْثُ کَانَ قَتِیْلُ

ہمارا کوئی سردار طبعی موت نہیں مرا اور ہمارا کوئی مقتول ایسا نہیں جس کے خون کا بدلہ نہ لیا گیا ہو خواہ وہیں کہیں بھی قتل ہؤا ہو

تَسِیْلُ عَلَی حَدِّ الظُّبَاتِ نُفُوسنا[2]
وَ لَیْسَتْ عَلٰی غَیْرِ الظُّبَاتِ تَسِیْلُ

ہمارے خون تلواروں کی دھاروں پر بہتے ہیں کہیں اور نہیں بہتے

صَفَوْنَا فَلَمْ نَکْدَرْ وَ أَخْلَصَ سِرَّنَا[3]
إِنَاثٌ أَطَابَتْ حَمْلَنَا وَ فُحُوْلُ

ہمارا خاندان پاک و صاف ہے۔ اس میں گدلا پن نہیں ہے اور ہمارے خالص نسب کو ان نروں نے اور ان ماؤں نے پاک رکھا ہے جنھوں نے ہمارے حمل کو پاکیزہ بنایا

عَلَوْنَا الی خَیْرِ الظُّھُوْرِ وَ حَطَّنَا
لِوَقْتٍ إِلَی خَیْرِ الْبُطُوْنِ نُزُوْلُ

ہم بہترین پیٹھوں میں بلند رہے اور اپنے وقت پر بہترین پیٹوں میں اتر آئے

---

۱ - محاورہ میں کہتے ہیں طُلَّ دَمُہٗ ای ھدر و لم یؤخذ بثارہٖ
۲ - النفوس : الدماء ۔
۳ - السِرُّ محض النسب یقال ھو فی سرّ النسب ای محضہ و السّرّ الاصل ۔

لَنَحْنُ كَمَاءِ الْمُزْنِ مَا فِي نِصَابِنَا[1]
كَهَامٌ[2] وَ لَا فِينَا يُعَدُّ بَخِيلُ

ہم بادلوں کے پانی کی طرح صاف ہیں۔ ہمارے خاندان میں کوئی نکما آدمی نہیں اور نہ ہی ہمارا کوئی آدمی بخیل ہے

وَ نُنْكِرُ إِنْ شِئْنَا عَلَى النَّاسِ قَوْلَهُمْ
وَ لَا يُنْكِرُوْنَ الْقَوْلَ حِيْنَ نَقُوْلُ

ہم اگر چاہیں تو لوگوں کی باتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں مگر جب ہم کوئی بات کہیں تو وہ انکار نہیں کر سکتے

إِذَا سَيِّدٌ مِنَّا خَلَا قَامَ سَيِّدٌ
قَؤُوْلٌ لِمَا قَالَ الْكِرَامُ فَعُوْلُ

جب ہم میں سے کوئی سردار گزر جاتا ہے تو دوسرا سردار اس کی جگہ کھڑا ہو جاتا ہے جو شرفا کی سی باتیں کہتا بھی ہے اور کرتا بھی ہے

وَ مَا أُخْمِدَتْ نَارٌ لَنَا دُوْنَ طَارِقٍ
وَ لَا ذَمَّنَا فِي النَّازِلِيْنَ نَزِيْلُ

ہماری آگ کسی رات کے آنے والے کے سامنے سے بجھا نہیں دی جاتی اور نہ کوئی ہمارے ہاں اترنے والوں میں سے کسی اترنے والے نے ہماری مذمت کی ہے

وَ أَيَّامُنَا مَشْهُوْرَةٌ فِي عَدُوِّنَا
لَهَا غُرَرٌ مَعْلُوْمَةٌ وَ حُجُوْلُ

دشمن کے ساتھ جو ہماری جنگیں ہوئیں ہیں وہ مشہور ہیں ان جنگوں کے چہرے اور پاؤں کے نشان معلوم ہیں (لوگ ان سے بخوبی آگاہ ہیں)

---

۱ - النصاب : الأصل -

۲ - كَهَام : رجل كَهَام مُسِنٌّ لَا غَنَاءَ عِنْدَهُ -

وَاَسْيَافُنَا فِيْ كُلِّ غَرْبٍ وَمَشْرِقٍ
بِهَا مِنْ قِرَاعِ الدَّارِعِيْنَ فُلُوْلُ

ہماری تلواریں مغرب و مشرق میں مشہور ہیں ۔ ان میں ذرہ پوشوں پر وار کرتے رہنے سے دندانے پڑ گئے ہیں

مُعَوَّدَةٌ اَنْ لَا تُسَلَّ نِصَالُهَا
فَتُغْمَدَ حَتّٰى يُسْتَبَاحَ قَبِيْلُ

یہ تلواریں اس بات کی عادی ہو چکی ہیں کہ جب انہیں میان سے نکالا جائے تو پھر جب تک کسی جماعت کو قتل نہ کیا جا چکے انہیں میان میں داخل نہ کیا جائے

سَلِيْ اِنْ جَهِلْتِ النَّاسَ عَنَّا وَعَنْهُمُ
فَلَيْسَ سَوَاءٌ عَالِمٌ وَ جَهُوْلُ

(اے طعنہ دینے والی عورت) اگر تجھے معلوم نہیں تو ہمارے اور ہمارے دشمن کے متعلق لوگوں سے پوچھ کیونکہ جاننے والا اور نہ جاننے والا یکساں نہیں ہوتا

١فَاِنَّ بَنِي الدَّيَّانِ قُطْبٌ لِقَوْمِهِمْ
تَدُوْرُ رَحَاهُمْ حَوْلَهُمْ وَ تَجُوْلُ

---

١ - شرح امالی (۵۹۵) پر درج ہے کہ اس قصیدے کے کہنے والے کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے ۔ بعض اسے عبد اللہ بن عبد الرحمٰن یا ابن عبد الرحیم الازدی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ازدی اسلامی عہد کا شاعر ہے ۔ بعض سموأل بن غریض بن عادیا یہودی کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔ میمن کی رائے میں یہ قصیدہ لجلاج حارثی کا قصیدہ ہے جس کی دلیل وہ آخری شعر سے لیتے ہیں کیونکہ دیان یزید بن قطن بن زیاد بن الحارث الاصغر بن مالک بن ربیعہ بن کعب بن الحارث الاکبر ہے ۔ ابو عبید آخری شعر کی تشریح میں لکھتے ہیں : یرید انهم اهل حضر و قصور و جنّات و انهم لایظعنون فی طلب نجعة كما تفعل الاعراب ۔

(لوگ تجھے بتائیں گے) کہ بنی التریان اپنی قوم کے لیے قطب اور مرکز کی حیثیت رکھتے ہیں ، اور ان کی چکی انھی کے گرد گھومتی ہے

[۱۳۹] اور انھی میں سے

## فکیہہ بنت قتادہ بن مشنوء

ہے — یہ فُکیہہ طَرفۃ کی خالہ تھی ۔ کیونکہ طرفہ کی والدہ وردہ بنت قتادہ ہے ۔ اس کی وفا کا واقعہ یہ ہے کہ سُلیک بن سُلَکہ نے بکر بن وائل پر چڑھائی کی ۔ مگر آہستگی سے کام لیا ، تاہم وہ لوگ ایسے نہ ہوئے کہ یہ فائدہ اٹھا سکتا ۔ انھوں نے چشمے پر ایسے قدموں کے نشانات دیکھے جنھیں وہ پہچانتے نہ تھے لہٰذا چھپ کر بیٹھ گئے اور اسے مہلت دی یہاں تک کہ وہ چشمے پر آیا ، پانی پیا اور خوب سیر ہوگیا ۔ اب انھوں نے اس پر حملہ کر دیا ۔ یہ بھاگا لیکن پیٹ بوجھل ہونے کی وجہ سے نہ بھاگ سکا ۔ لہٰذا فکیہہ کے خیمے میں گھس گیا اور اس سے پناہ طلب کی ۔ اس نے اسے اپنی قمیص کے اندر لے لیا ۔ لوگ اس کے پیچھے آئے تو اسے فکیہہ کے کپڑے کے نیچے پایا ۔ چنانچہ انھوں نے فکیہہ کی اوڑھنی اتار دی ۔ فکیہہ نے اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو پکارا اس پر دس آدمی آ گئے لہٰذا اس نے سلیک کو حملہ آوروں سے بچا لیا ۔ سلیک اس کے بعد کہا کرتا تھا : جب اس نے مجھے اپنی قمیص کے نیچے داخل کر لیا تو میں نے اپنی پیٹھ پر اس کے چوتڑوں کا کھردرا پن محسوس کیا ۔

اسی کے متعلق سلیک کہتا ہے :

لَعَمْرُ أَبِيكَ و الأَنباء تُنْمٰى
لَنِعْمَ الجَارُ أُخْتُ بنی عوارا

تمھارے باپ کی قسم ، خبریں تو بیان کرنے کے لیے ہی ہوتی ہیں
بات یہ ہے کہ بنی عوار کی عورت اچھی پناہ دینے والی تھی

عَنَيْتُ بِهَا فَكَيْهَةَ حِيْنَ قَامَتْ
لِنَصْلِ السَّيْفِ وَ انْتَزَعُوْا الخمارا

میری مراد فکیْہہ سے ہے - جب اس نے اُٹھ کر تلوار لی اور حملہ آوروں نے اس کی اوڑھنی اتار دی

مِنَ الخَفِرَاتِ[1] لَمْ تَفْضَحْ أخَاهَا
وَ لَمْ تَرْفَعْ لِوَالِدِهَا شَنَارَا

یہ ان باحیا عورتوں میں سے ایک ہے جس نے اپنے بھائی کو رسوا نہیں کیا اور نہ اس کے باپ تک اُس کے متعلق کوئی عیب لگانے والی بات پہنچی ہے

اور انھی میں سے

## ام جمیل

ہے — یہ ابو ہریرہ کی قوم دَوس میں سے تھی - وہ لوگ سراۃ کے باشندے تھے - اس کی وفا کا قصہ یہ ہے کہ ہشام بن الولید بن المغیرہ المخزومی نے ابو زھیر زھرائی کو جو ازد شنوءہ میں سے تھا قتل کر دیا - ابو زھیر ابو سفیان بن حرب کا خسر تھا - جب سراۃ میں اس امر کی خبر اُس کی قوم کو ملی تو انھوں نے ضرار بن الخطاب پر قتل کرنے کی نیت سے حملہ کر دیا - وہ دوڑ کر ام جمیل کے گھر چلا گیا اور اس کے پاس پناہ لے لی - کسی نے اس پر تلوار سے وار کیا تو تلوار کی دھار دروازے پر جا لگی - ام جمیل ان کے سامنے کھڑی ہو گئی اور ان کو پرے دھکیل دیا ، پھر اپنی قوم کو پکارا ، انھوں نے اس کی خاطر ضرار

---

۱ - اس لفظ کی تشریح میں محمد بہجۃ اثری لکھتے ہیں یقال خفرت الرجل حمیتہ وَ اَجَرْتُہ' من طالبہ - محمد بہجہ اس لفظ کو قطعاً سمجھ نہیں سکا - محاورہ یوں ہے خَفِرَتِ الجاریۃ خَفَرًا و خَفَارۃ : استحیت اشد الحیاء فھی خَفِرٌ و خَفِرَۃٌ -

کو بچا لیا ۔ جب عمر بن الخطابؓ خلیفہ بنے تو ام جمیل نے سمجھا کہ وہ ضرار کے بھائی ہیں لہذا وہ آپ کے پاس مدینے آئی ۔ حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کا علم تھا ۔ آپ نے فرمایا میں اس کا صرف مسلمان ہونے کے معاملے میں بھائی ہوں ۔ نیز یہ کہ وہ غازی ہے اور جو احسان تو نے اس پر کیا ہے ہمیں اس کا اعتراف ہے ۔ ازاں بعد حضرت عمرؓ نے ام جمیل کو ایک راہ گیر جانتے ہوئے کچھ عطا کر دیا ۔

## عربوں کا دیگر اقوام کے مقابلے میں زیادہ غیرت مند ہونا

[۱۳۰] اس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں اپنے نسب کی حفاظت کرنے کی اشد ضرورت تھی چنانچہ انھوں نے اسے محفوظ رکھنے کی انتہائی کوشش کی ۔ اسی وجہ سے انھوں نے اپنی مدافعت کی اور کسی بادشاہ کو اپنے اوپر مسلط نہ ہونے دیا اور لوگوں کی ایذا رسانی کو روکے رکھا تاکہ اس طرح سے وہ اپنے مخالفین کے خلاف مدد حاصل کر سکیں اور اپنے دشمنوں کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کر سکیں ۔ نسبی الفت کی وجہ سے ان کی حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ طاقتور کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے ۔ اسی نسبی الفت کی بدولت وہ اپنا حکم ایک جابر حاکم کی طرح چلاتے تھے اس لیے کہ قریب کی رشتہ داری کے عالم میں لوگ ایک دوسرے کے ہمدرد ہوتے ہیں ۔ اس امر کی بنیاد غیرت پر ہے ، اور نسب کو غیرت ہی سے محفوظ کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ بیویوں کی تعظیم کی خاطر غصے کے بھڑکنے کا نام غیرت ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوت کو انسان کے لیے اپنے پانی (اپنی نسل) کی صیانت کا سبب اور نسب کی حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے ۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ہر وہ قوم جس کے آدمیوں میں غیرت ہوگی ان کی عورتوں میں اپنے آپ کو عیب سے بچانے کی خصلت پائی جائے گی ۔ غیرت کے معاملے میں وہ حد سے تجاوز کر گئے تھے یہاں تک کہ وہ اس خیال سے کہ ان کی وجہ سے کہیں انھیں عار لاحق نہ ہو جائے وہ اپنی

بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے ۔ جب ہم اُن اعمال کا ذکر کریں گے جنھیں اسلام نے باطل قرار دے دیا تھا تو اس بارے میں ان کے طرز عمل کی تفصیل بیان کریں گے ۔

عربوں کا سب سے پہلا قبیلہ جس نے بیٹیوں کو زندہ در گور کیا وہ ربیعہ تھا ۔ اس کا سبب یہ ہؤا کہ کسی قبیلے نے ان پر لوٹ مار کے لیے یورش کی ۔ ان کے امیر کی بیٹی بھی لوٹ میں چلی گئی ۔ صلح کے بعد اس امیر نے اسے واپس مانگا ۔ لڑکی کو اختیار دیا گیا کہ وہ چاہے تو اپنے باپ کے پاس چلی جائے اور چاہے تو اسی کے پاس رہے جس کے یہاں تھی ۔ لڑکی نے انھی لوگوں کے پاس رہنا پسند کر لیا ۔ جس کے یہاں تھی ، اسے اپنے باپ پر ترجیح دی ۔ اس پر امیر کو سخت غصہ آ گیا اور اپنی قوم کے لیے بچیوں کے زندہ دفن کرنے کی رسم جاری کر دی ۔ مطلب یہ کہ انھوں نے یہ کام محض غیرت کی بنا پر کیا تھا اور اس ڈر سے کہ کہیں آئندہ بھی اسی قسم کا کوئی واقعہ پیش نہ آ جائے ۔ پھر یہ رسم دوسرے عربوں میں بھی پھیل گئی ۔

• عرب اپنی نخوت اور غیرت ہی کی وجہ سے اپنی آزاد اور شریف عورتوں کو کنایۃً ''بَیْض'' کہتے ہیں ۔ قرآن مجید میں بھی یہ کنایہ استعمال میں آیا ہے چنانچہ ارشاد ہؤا :

كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَكْنُونٌ

(گویا وہ چھپائے ہوئے انڈے ہیں)

امرؤ القیس کہتا ہے :

وَبَيْضَةِ خِدْرٍ لَا يُرَامُ خِبَاؤُهَا
تَمَتَّعْتُ مِنْ لَهْوٍ بِهَا غَيْرَ مُعْجِلِ

کئی ایک خیمہ کی خوب صورت اور شریف زادیاں تھیں جن کے خیمے کا کوئی شخص قصد نہ کر سکتا تھا میں نے ان کے ساتھ لہو و لعب میں مزے لیے اور دیر تک لیے ، (مجھے کوئی خوف نہ تھا کہ جلدی کرتا)

عرب ان کے لیے کنایۃً کے طور پر " نخلہ " کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں چنانچہ ایک عرب کہتا ہے :

أَلاَ يَا نَخْلَةً مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ
عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللهِ السَّلامُ

[۱۴۱] اے ذات عرق کی نخلہ تجھ پر اللہ کا سلام اور رحمت ہو

سَأَلْتُ النَّاسَ عَنْكِ فَخَبَّرُونِي
هَنَا مِنْ ذَاكَ تَكْرَهُهُ الكِرَامُ

میں نے تمہارے متعلق لوگوں سے پوچھا تو انھوں نے تمہارے متعلق فحش باتیں بتائیں جنھیں شرفا ناپسند کرتے ہیں

وَلَيْسَ بِمَا أَحَلَّ اللهُ بَأْسٌ
إِذَا هُوَ لَمْ يُخَالِطْهُ الحَرَامُ

جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں ان میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ان میں حرام بات نہ مل جائے

کیونکہ اس شاعر نے یہاں "نخلہ" سے کنایتہً عورت مراد لی ہے ، اور ھناہ سے زنا ۔ عرب ھناہ کی قسم کے الفاظ کنایے کے طور پر استعمال کرتے رہتے ہیں ۔ نخلہ سے کنایہً عورت مراد لینا نہایت عمدہ اور عجیب و غریب کنایہ ہے ۔ ابن الاعرابی نے بنی مرۃ بن عوف کے ایک شخص کے یہ شعر پیش کیے ہیں جن میں اس نے نخلتین سے کنایتہً دو عورتیں مراد لی ہیں : ۔

أَيَا نَخْلَتَيْ[۱] أَوْلٍ إِذَا كَانَ فِيكُمَا
جَنَىً فَانْظُرَا مَنْ تُطْعِمَانِ جَنَاكُمَا

---

۱ ۔ لسان العرب میں یہ شعر بھی مرقوم ہے :
أَيَا نَخْلَتَيْ أَوْلٍ سَقَى الأَصْلَ مِنْكُمَا
مُفِيضُ الرُّبَى وَالمُدْجِنَاتُ ذَرَاكُمَا

اے مقام اوّل کے دو کھجور کے درختو! جب تمہیں پھل لگا ہوا ہے
تو دیکھ لیا کرو کہ تم کیسے پھل کھلاتی ہو

وَ یَا نَخْلَتَی اَوّل ِ اِذَا هَبَّتِ الصَّبَا
وَ اَشْتَیْتُ مَقْرُوراً ذَکَرتُ ذَرَاکُمَا

اے مقام اول کی دو نخلہ جب بادِ صبا چلتی ہے اور مجھے سردی لگتی ہے تو مجھے تمہارا پہلو یاد آتا ہے

وضاح الیمن[۱] کہتا ہے :

أیانَخْلَتَی وَادی بُوَانَة حَبَّذا
إذا نامَ حُرّاس النَّخِیلِ جَنَاکُمَا

اے وادیٔ بوانہ کی دو نخلہ جب نخلستان کے پاسبان سو جائیں تو تمہارا پھل کیا ہی عمدہ لگتا ہے

بُوانہ باء کی پیش کے ساتھ ایک جگہ کا نام ہے
اسی طرح ''سرحہ'' کے لفظ سے بھی کنایتہً عورت مراد لی جاتی ہے

[۲]حُمید بن ثور کہتے ہیں :

أَبَى الله إلاّ أن سَرْحَة مَالِكِ
عَلَى کُلّ أفْنَانِ العِضَاهِ تَرُوقُ

---

۱ - اصل کتاب میں وضاح الیمنی چھپا ہے جو غلط ہے ۔ اس کا اصلی نام عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل بن عبد کُلال ہے ۔ اسے اس کی خوبصورتی کی وجہ سے وضاح کہا گیا ۔ یہ ام البنین بنت عبدالعزیز بن مروان زوجہ ولید بن عبدالملک کے متعلق عشقیہ اشعار کہا کرتا تھا اسی وجہ سے ولید نے اسے قتل کر دیا تھا ، یہ ان تین شخصوں میں سے تھا جنہیں فسق کی وجہ سے قتل کیا گیا باقی دو کے نام یہ ہیں یسار الکواعب اور عبدِ بنی حسحاس ۔ (شرح ذیل الامالی : ۴۸)

۲ - حُمید بن ثور بن عبداللہ بن عامر عہد اسلامی کا شاعر ہے ۔ ابو لاحق کنیت ہے اصابہ اور استیعاب میں انہیں صحابہ میں شمار کیا گیا ہے ۔

عدا کو ہر بات سے بڑھ کر یہ بات پسند تھی کہ اس کے مالک کی عورت کیکر کے درخت کی تمام شاخوں سے زیادہ خوشنما معلوم ہوتی ہے

فَيَا طِيْبَ رَيَّاهَا وَيَا بَرْدَ ظِلِّهَا
إِذَا حَانَ مِنْ شَمْسِ النَّهَارِ شُرُوْقُ

طلوع آفتاب کے وقت اس کی خوشبو کس قدر مہک رہی ہوتی ہے اور اس کا سایہ کس قدر ٹھنڈا ہوتا ہے

فَهَلْ أَنَا إِنْ عَلَّلْتُ نَفْسِي بِسَرْحَةٍ
مِنَ السَّرْحِ مَسْدُوْدٌ عَلَيَّ طَرِيْقُ

اگر میں سرحہ کے درختوں میں کسی ایک درخت (یعنی کسی عورت) سے دل بہلاؤں تو کیا میرے لیے راستہ بند ہوگا

حَمَى ظِلَّهَا شَكْسُ الخَلِيْقَةِ طَائِفٌ
عَلَيْهَا عُرَامُ[۱] الطَّائِفِيْنَ شَفِيْقُ

ایک بد خو اس کے گرد چکر لگانے والا اس کے سائے کی حفاظت کرتا ہے وہ دیگر چکر لگانے والوں کے لیے اذیت کا سبب ہے اور اس سرحہ پر مہربان ہے

فَلاَ الظِّلَّ مِنْ بَرْدِ الضُّحٰى تَسْتَطِيْعُهُ
وَلاَ الفَيْئَ مِنْ بَرْدِ العَشِيِّ تَذُوْقُ

لٰہذا تو نہ تو چاشت کی ٹھنڈک کا سایہ (حاصل کرنے) کی طاقت رکھتا ہے اور نہ ہی شام کی ٹھنڈک کا سایہ چکھ سکتا ہے

حُمَيد اسی قسم کے کنائے کے متعلق یہ بھی کہتے ہیں :

تَجَرَّمَ أَهْلُوْهَا لَئِنْ كُنْتَ مُشْعِراً
جُنُوْناً بِهَا يَا طُوْلَ هٰذَا التَّجَرُّمِ[۲]

---

۱ - العُرَام : الاذی ۔ لسان العرب میں طائف کی بجائے حائط دیا ہے جس کے معنی محافظ کے ہیں اور وہی معنی یہاں بہتر معلوم ہوتے ہیں ۔

۲ - محاورہ ہے
تَجَرَّمَ علیہ : ادّعی علیہ الجرم وان لم یُجرم
کسی پر بے جرم ارتکاب جرم کا الزام لگانا ،

اس کے گھر والوں نے مجھ پر ایک ارتکاب جرم کا الزام لگایا ہے اگر مجھے اس کا پتا چل جاتا (تو شاید میں اس سے باز آ جاتا) حالانکہ میں اس پر فریفتہ ہوں ۔ یہ الزام تراشی کس قدر لمبی ہو گئی ہے

وَمَالِيَ مِنْ ذَنْبٍ إِلَيْهِمْ عَلِمْتُهُ
سِوَى أَنَّنِي قَدْ قُلْتُ يَاسَرْحَةُ اسْلَمِي

جہاں تک مجھے علم ہے میں نے ان کا کوئی جرم نہیں کیا سوا اس کے کہ میں نے یہ کہا تھا " اے سرحہ سلامت رہو "

نَعَمْ فَاسْلَمِي ثُمَّ اسْلَمِي ثُمَّةَ اسْلَمِي
ثَلَاثُ تَحِيَّاتٍ وَإِنْ لَمْ تَكَلَّمِي

ہاں پھر کہتا ہوں کہ تو سلامت رہے ۔ پھر سلامت رہے ، پھر سلامت رہے میری طرف سے تین بار سلام و آداب ، تو بات کر یا نہ کر

نیز عرب شجرۃ ، شاۃ (بھیڑ یا بکری) نعجہ (بھیڑ) اور جؤذر جنگلی گائے کا بچہ) اور ریم (ہرن کا بچہ) اور اسی قسم کے الفاظ سے کنایۃً عورت مراد لیتے ہیں ۔

۱ مُسَيَّب بن عَلَس کہتا ہے :

دَعَا شَجَرَ الأَرْضِ دَاعِيهِمْ
لِيَنْصُرَهُ السِّدْرُ وَالأَثْأَبُ

---

۱ ۔ مُسَيَّب کَمُعَظَّم بن عَلَس : اصلی نام زهیر بن عَلَس بن مالک ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ عَلَس اس کی والدہ کا نام ہے ۔ اعشی میمون اس کا راویہ اور بھانجا تھا ۔ یہ جاہلی اور پر گو شاعر ہے ۔ اصمعی نے اسے فحول میں شمار کیا ہے اور اعشی کو ان میں شمار نہیں کیا ۔ یہ جاہلی زمانے کے ان کم گو شعرا میں سے ہے جنھیں فضیلت دی جاتی ہے ۔ آمدی نے اس کے دیوان کی شرح کی ہے (شرح ذیل الامالی : ٦٢)

ان کے پکارنے والے نے روئے زمین کے درختوں کو پکارا تاکہ بیری اور آثاب جیسا وسیع سائے والا درخت اس کی مدد کرے

یہاں شجر سے اس نے عورتیں مراد لی ہیں - عرب کہتے ہیں :

جَآءَ فُلانٌ بالشَّوکِ والشجر

جب وہ بھاری فوج لے کر آئے (شوکِ جھاڑی ، شجر ، پودے)

عنترہ کہتا ہے :

یا شَاۃَ مَاقَنصٍ لِمَنْ حَلَّتْ لَہٗ
حُرِمَتْ عَلَیَّ وَلَیْتَہا لَمْ تُحرَمِ

اے شکار کی ہرنی جس کا شکار جانے کس کے لیے حلال ہے - مگر مجھ پر تو وہ حرام ہے - کاش یہ مجھ پر حرام نہ ہوتی

اس کی مراد عبلہ سے ہے جو اس کے باپ کی لونڈی تھی - اسی لیے اس نے اسے اپنے نفس پر حرام قرار دیا ہے

اسی طرح عنترہ کا یہ قول ہے :

والشاۃُ ممکِنۃٌ لِمَنْ ھُوَ مُرْتمِ

اور یہ ہرنی یا بکری تیر انداز کے قابو میں آ سکتی ہے

عرب جنگلی گائے کو شاۃ کہتے ہیں کیونکہ وہ ان کے ہاں ہرنیوں کو بچانے والی ہے اسی لیے اسے نعجہ بھی کہتے ہیں - اسی مشہور و متعارف کنائے کی وجہ سے قرآن مجید میں داؤد علیہ السلام کے متخاصمین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

إنَّ ھٰذا أخِی لَہٗ تِسعٌ وَّ تِسعُوْنَ نَعْجَۃً وَلِی نَعْجَۃٌ واحِدۃ

میرے اس بھائی کے پاس ننانوے بھیڑیں (بیویاں) ہیں اور میرے پاس صرف ایک

یہاں نعجۃ سے کنایۃً عورت مراد لی ہے

ابن قتیبہ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص[1] نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف یہ شعر لکھ کر بھیجے

---

۱ - لسان العرب (ما د ہ ا ز ر) میں اس شخص کا نام ابو المنہال بُقیلہ الاکبر الاشجعی دیا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جعدۃ بن عبداللہ السُّلَمی بقیلہ کے شہر کا حاکم تھا - جب لوگ، جہاد کے لیے چلے جاتے تو یہ ان کے بعد ان کی بیویوں کو سلع کی طرف باہر نکال دیتا اور ان کی ٹانگیں رسی سے باندھ دیتا اور کہتا جو پاک دامن ہوگی وہی عِقال (رسی) میں چل سکے گی - بعض اوقات وہ گر جاتیں اور ان کا ستر کھل جاتا - یہ واقعہ بقیلہ نے لکھ کر حضرت عمرؓ کو بھیجا :

أَلا أَبلغ ابا حَفص رَسولاً
فِدیً لک مِن اخی ثقۃ إزَاری
فلائصنا ھَدَاکَ اللہ إنا
شُغلنا عنکم زَمَن الحِصَار
فما قُلُصٌ وُجِدن معقلاتٍ
قَفَا سَلْعٍ بمختلف النِجار
قلائصُ مِن بی کعبٍ بن عمرو
واسلم او جہینۃ أو غِفَار
یُعقلھُن جَعدَۃ مِن سُلیم
غَوِیٌّ یبتغی سَقَطَ العَذَاری
یعقّلھُن ابیضُ شَیظمیٌّ
وبئس مُعَقّلُ الذَّودِ الخیار

جب حضرت عمر نے ان اشعار کو پڑھا تو اس حاکم کو معزول کر دیا - دریافت کرنے پر اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا - چنانچہ اسے ایک سو درے ٹانگوں میں رسی باندھ کر مارے گئے اور جلا وطن کرکے شام بھیج دیا گیا - (نیز ملاحظہ ہو الروض ; ۱ : ۲۷۶)

فَلاً لِيمنَنَا هَدَاكَ اللهُ إنَّا
شَغَلْنَا عَنكُمُ زَمَنَ الحِصَارِ

خدا تیرا ہادی ہو ہماری بیویوں کا خیال رکھ - ہم محاصرے کے زمانے میں تم لوگوں سے غافل ہو کر جنگ میں مشغول رہے

فَمَا قُلُصٌ وُجِدْنَ مُعَقَّلاَتٍ
قَفَا سَلْعٍ بِمُخْتَلَفِ النِّجَارِ

ان عورتوں کا کیا حال ہے جن کی ٹانگیں سلع کی پچھلی جانب اس راستے پر جہاں سے لوگ نیجار کو آتے جاتے رہتے ہیں رسیوں سے باندھی ہوئی پائی گئیں

يُعَقِّلُهُنَّ جَعْدٌ شَيْظَمِيٌّ
وَبِئْسَ مُعَقِّلُ[1] الذَّوْدِ الظُّؤَارِ

[۱۴۳] انھیں جعد جو بڑا جسیم شخص ہے رسیوں سے باندھتا ہے - وہ بہت ہی برا آدمی ہے کہ وہ مامتا کی ماری عورتوں کی بھی ٹانگیں رسیوں میں کس دیتا ہے

ابن قُتَيْبَہ کہتا ہے کہ شاعر نے قُلُص سے جس کے معنی جوان

---

۱ - عَقَلَ اور عَقَّلَ کے معنی ہیں اونٹ کی ٹانگ کو دوہرا کرکے باندھ دینا - اونٹنیوں کو جفتی کے لیے ایسا باندھا جاتا ہے - لسان العرب میں اس شعر کی تشریح میں لکھا ہے : یعنی
لنساءٌ معقّلات لأزواجهن كما تعقّل النوق عندالضيراب ..اراد انه يتعرض لهن فكنّى بالعقل عن الجماع أى انّ ازواجهن يعقلونهن و هو يعقلهنّ ايضاً كأنّ البدءَ للازواج والاعادة له
الظُؤار محمد بهجة اثری نے اسے ظِئر کی جمع بتایا ہے ، حالانکہ یہاں ایسا نہیں ہے - یہاں ظُؤار ظَؤُورَة کی جمع ہے ، لسان العرب میں الظؤور من النوق التي تعطف على ولد غير ها أو على بَوٍّ يقول ظُئِرت فاظّئرت وهي ظَؤُورٌ و مظؤورو جمع الظؤور أظآر وظُؤارٌ پھر اس کی تائید میں یہی شعر پیش کیا ہے راجع لسان مادہ ظ ء ر -

اونٹنیاں ہیں عورتیں مراد لی ہیں ۔ حضرت عمر ان اشعار کا مطلب سمجھ گئے اور آپ نے جعدہ کو درے لگا کر شہر بدر کر دیا ۔

عربوں کی غیرت اور نخوت ہی کی وجہ سے ان کے یہاں یہ دستور تھا کہ جب وہ کسی پانی پر آتے تو پہلے مرد آتے پھر نوکر اور چرواہے ۔ جب یہ تمام لوگ جا چکتے تو عورتیں آتیں ۔ یہ نہاتیں ، کپڑے دھوتیں اور بغیر کسی کھٹکے اپنے آپ کو پاک صاف کرتی تھیں ۔ لٰہذا اگر کوئی پیچھے رہ جاتا یہاں تک کہ عورتیں بھی چلی جاتیں تو یہ اس کے لیے انتہائی ذلت کی بات ہوتی ۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمرو بن معدیکرب کی بہن کبشہ نے یہ اشعار کہے تھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے :

وَلَا نَرِدُوْا إِلَّا فُضُوْلَ نِسَائِكُمْ
إِذَا ارْتَمَلَتْ[۱] أَعْقَابُهُنَّ مِنَ الدَّمِ

اور تم گھاٹ پر اپنی عورتوں کے بچے کھچے پانی پر وارد ہو -
جب ان کی ایڑیاں خون آلودہ ہو چکی ہوں

غیرت کو ہر اس چیز کی حفاظت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس کا محفوظ رکھنا تینوں قسم کی سیاست میں انسان پر لازم ہے یعنی سیاست نفس ، سیاست منزل اور سیاست شہر و جاگیر ۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ [۱۴۴] غیرت یہ نہیں کہ انسان ہر کمزور آدمی کی مدافعت کرے ۔ اگر کوئی شخص کسی انعام کا مستحق نہ ہو اور اسے انعام مل جائے تو اس پر کسی شخص کا برا ماننا بھی غیرت ہے ۔ غیرت اگرچہ ایک ایسی انسانی قوت ہے جس کا پایا جانا ہر قوم کے اندر ضروری ہے مگر یہ عربوں میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے چنانچہ جو شخص ان کے کسی ایک شخص کے گھر میں

---

۱ - ابو عبید بکری (شرح امالی : ۴۴۸) اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :
یرید اذا فعلتم هذا فلا تألفوا من شئی واغشوا نساءکم و هُنّ حُيَّضٌ والفضول هُنَا بقايا الحَيْض وجَعَلَ الغِشيان ورْداً مجازاً وقيل فضول ما اغتسلن به فيكون ورْدُه حقيقة

داخل ہو جاتا اور اس کے صحن میں پناہ لے لیتا تو وہ اس کے اس فعل کو قابل احترام جانتا۔ اسے ہمسائگی اور عہد و پیمان کے مترادف جانتا، حد یہ ہے کہ ایسا عمل وحشی جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں سے سرزد ہوتا جب بھی احترام کیا جاتا، چنانچہ ان میں سے بعض لوگوں کو اسی وجہ سے مُجِیرُ الجرّاد (مکڑی کو پناہ دینے والا) مُجیرالغزّال اور مُجیرالذّئب وغیرہ کہا گیا۔

ان کی امثال میں ہے:

أحمٰی مِن مُجِیرِ الجرّاد

(مکڑی کو پناہ دینے والے سے بھی زیادہ پناہ دینے والا)

کہتے ہیں کہ یہ شخص مُدلج بن سُوید طائی تھا۔ اس کا قصہ جیسا کہ ابن الاعرابی نے ابن الکلبی کی روایت سے نقل کیا ہے یہ ہے کہ مدلج ایک روز اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہؤا تھا۔ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ قبیلہ طی کے کچھ لوگ اپنے برتن لیے ہوئے آ گئے ہیں۔ اس نے ان سے دریافت کیا کہ معاملہ کیا ہے انھوں نے جواب دیا تمھارے صحن میں مکڑی آ گئی ہے۔ ہم اسے پکڑنے آئے ہیں۔ یہ سن کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا نیزہ ہاتھ میں لے لیا اور کہا، ”خدا کی قسم اگر کسی نے ان کو ہاتھ لگایا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ باوجود اس کے کہ تم نے انھیں میری پناہ میں دیکھا ہے تم انھیں پکڑنا چاہتے ہو“ سوید ان کی پاسبانی کرتا رہا یہاں تک کہ سورج کی گرمی تیز ہو گئی اور مکڑی اڑ گئی۔ اس وقت وہ بولا، ”تم جانو اور تمھارا کام، اب یہ میری پناہ سے نکل کر چلی گئی ہے“۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ پناہ دینے والا ابو حنبل حارثہ بن مر تھا۔ اس کے متعلق قبیلہ طی کا ایک شاعر کہتا ہے:

وَمِنّا ابنُ مُرٍّ أبُو حَنبَلٍ

أجَارَ عَلَی النّاسِ رِجْلَ الجرّادِ

ابُو حنبل ابن مر ہمیں میں سے تھا جس نے لوگوں کے خلاف ٹلڈی دل کو پناہ دی

و زَیْدٌ لَنَا وَ لَنَا حَاتِمٌ
غِیَاثُ الوَرَیٰ فِی السِّنِیْنِ الشِّدَادِ

زید ہمارا ہے حاتم بھی ہمارا ہے ، جو قحط سالی کے زمانوں میں لوگوں کا فریاد رس تھا

ایک اور ضرب المثل ہے :

اَحْمٰی مِنْ مُجِیْرِ الظُّعُنْ

(ہودہ میں بیٹھی ہوئی عورتوں کو پناہ دینے والے سے بھی زیادہ حمایت کرنے والا) ۔

وہ [1] ربیعہ بن مکدم کنانی تھا اس کا واقعہ یوں ہے جیسا کہ

---

۱ - ربیعہ بن مکدم جذل الطعان کی اولاد میں سے تھا ۔ یہ مضر کے بہادروں اور چوٹی کے شہسواروں میں سے تھا ۔ جاہلی زمانے میں گزرا ہے ۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن معدیکرب سے پوچھا ، ”تم نے کسی کو بہادر ترین آدمی دیکھا“ ۔ عمرو نے جواب دیا ، ”میں نے ایک بار چڑھائی کی تو راستے میں میں نے تین نہایت خوبصورت لڑکیاں دیکھیں ۔ انھوں نے ایک اور لڑکی کی طرف اشارہ کیا ، وہاں ایک خوبصورت نوجوان تھا جس سے میرا مقابلہ ٹھن گیا۔ اس نے مجھے تین بار حملہ کرنے کی اجازت دی ۔ میں حملہ کرتا اور وہ بچاؤ کر لیتا بالآخر میں ہار گیا ۔ اب مجھے ڈر تھا کہ کہیں مجھے وہ مار نہ ڈالے مگر اس نے یہ کہہ کر مجھے چھوڑ دیا کہ مجھے تو تمھارے جیسے آدمی کو قتل کرنے سے شرم آتی ہے ۔ اس کے یہ الفاظ میرے لیے قتل ہونے اور مرنے سے بھی زیادہ سخت تھے۔ میں نے جب دریافت کیا تو وہ ربیعہ بن مکدم تھا ۔ اللہ کی قسم یہ ان تمام لوگوں میں سے زیادہ بہادر تھا جنھیں میں نے دیکھا“۔

ابو عبیدہ ، نے بیان کیا ہے کہ نُبَیشہ بن حبیب السُلَمی چڑھائی کرکے نکلا ۔ کَدیشد کے مقام پر اُسے بنی کنانہ کی کچھ ہودہ نشین عورتیں ملیں اس نے ان سب کو اپنے قبضے میں لے لینا چاہا ۔ ربیعہ بن مکدم نے جو ابھی بچہ ہی تھا اور زلفیں رکھی ہوئی تھیں چند سواروں کے ساتھ مل کر اسے روکا ۔ نُبَیشہ نے اس پر حملہ کرکے اس کے بازو پر نیزہ مارا ۔ ربیعہ اپنی والدہ کے پاس آیا اور کہا :

شُدِّی عَلَیَّ العَصْبَ اُمَّ سَیَّارْ
فَقَدْ رُزِئتِ فَارِسًا کَالدِّینَارْ

اے ام سیار مجھے پٹی باندھ دے ، تجھ پر خالص دینار کی طرح کے سوار کی مصیبت آ گئی ہے

والدہ نے جواب دیا :

اِنَّا بنی رَبِیعَۃَ بن مَالِکِ
نُرْزَأُ خِیَارنَا کَذَلِکِ

من بَیْنِ مَقْتُولٍ وبَیْنِ هَالِکِ

ہم بنی ربیعہ بن مالک کے لوگ ہیں ہم پہ اپنے بہترین آدمیوں کی مصیبت اسی طرح وارد ہوتی ہے

کچھ ان میں سے قتل ہوتے ہیں اور کچھ مر جاتے ہیں

اس کے بعد اس نے پٹی باندھ دی ۔ پھر پینے کو پانی مانگا ۔ والدہ نے کہا ، ''جا جا کر ان لوگوں سے جنگ کر کیونکہ یہ پانی تو کہیں جانے کا نہیں'' ۔ اس نے واپس جا کر اُن لوگوں پر حملہ کیا اور [۱۴۰] انھیں ان عورتوں سے دور ہٹا دیا ۔ پھر لوٹ کر ان عورتوں کے پاس آیا اور کہا ، ''جو زخم مجھے لگے ہیں ان کی وجہ سے میں مرنے والا ہوں مگر مرنے کے باوجود میں تمھاری اسی طرح حفاظت کروں گا جس طرح زندگی میں کی تھی ، اس طرح کہ میں گھاٹی پر اپنے گھوڑے کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور اپنے نیزے کا سہارا لے لوں گا ، اگر مر گیا تو نیزہ

میرے لیے ستون کا کام دے گا ۔ لٰہذا تم بھاگ جاؤ کیونکہ دن کے کچھ حصے تک میں ان لوگوں کو تم سے ہٹائے رکھوں گا'' چنانچہ عورتوں نے گھاٹی کو عبور کر لیا اور ان لوگوں کے سامنے اپنے نیزے کا سہارا لیے اپنے گھوڑے پر جا رہا ۔ آخر سارا خون نکل جانے کے باعث وہ مر گیا مگر وہ لوگ اس کی موجودگی میں آگے بڑھنے سے ہچکچا رہے تھے ۔ جب انھوں نے دیکھا کہ وہ دیر تک اپنی جگہ پر کھڑا ہے اور اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا تو انھوں نے اس کے گھوڑے کو تیر مارا ۔ وہ اچھلا اور ربیعہ منہ کے بل گر گیا ۔ اس کے بعد انھوں نے عورتوں کا تعاقب کیا مگر ان تک نہ پہنچ سکے ۔ اس کے بعد حفص بن الاخیف الکنانی ربیعہ کی نعش کے پاس سے گزرا ۔ اس نے اسے پہچان لیا چنانچہ اس نے حرّہ (پتھریلی زمین) کے پتھر اکٹھے کر کے اس کے اوپر رکھ دیے اور اس کا یوں مرثیہ کہا :

لَا یَبْعُدَنَّ[1] ربیعۃُ بن مکدمٍ
وَسَقَی الغَوَادِی قَبْرَہٗ بِذَنُوبٍ

---

۱ - بلوغ الارب (۲ : ۱۳۴ - ۱۳۷) میں درید بن الصمہ کے بیان میں مذکور ہے کہ ہودے والی عورت اس کی بیوی تھی ۔ ان اشعار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ربیعہ مر چکا تھا اور پتھر اس کی قبر پر پہلے ہی سے رکھے ہوئے تھے ۔ الوسی نے لکھا ہے کہ حفص بن اخیف نے اسے دفن کیا اور اس پر پتھر رکھے ۔ اشعار کے بیان اور الوسی کے بیان میں صرف یوں مطابقت ہو سکتی ہے کہ یہ اشعار حفص نے کسی دوسرے موقع پر کہے ۔ یہ اشعار حماسہ باب المراثی میں دیے ہیں ۔ شروع میں ان اشعار کا سبب یوں دیا ہے کہ ربیعہ کی قوم بنو فراس نے اسے سیاہ پتھروں کے نیچے دفن کر دیا تھا اور درمیان میں سفید پتھر رکھ دیے تھے ۔ اس کے بعد جو شخص بھی وہاں سے گزرتا وہ اپنی اونٹنی ذبح کر دیتا ۔ شرفا کی قبروں پر اونٹنی ذبح کرنا عربوں کا دستور تھا ۔ چنانچہ جب حفص کا وہاں سے گزر ہوا تو اسے لمبا سفر درپیش تھا اس لیے وہ اپنی اونٹنی ذبح نہ کر سکا اور اظہار عقیدت و ادب کے طور پر یہ شعر کہہ دیے ۔

خدا کرے ربیعہ بن مکدم ہلاک نہ ہو اور خدا کرے صبح کے آنے والے بادل اس کی قبر کو بڑے ڈول بھر بھر کر سیراب کریں

نَفَرَتْ قَلُوصِي مِنْ حِجَارَةِ حَرَّةٍ
بُنِيَتْ عَلَى طَلْقِ الْيَدَيْنِ وَهُوبِ

میری اونٹنی حرّہ کے پتھروں سے بھاگی جو بڑے سخی اور عطیے دینے والے شخص کے اوپر رکھے ہوئے تھے

لَا تَنْفِرِي يَا نَاقُ مِنْهُ فَإِنَّهُ
شِرِّيبُ خَمْرٍ مِسْعَرٌ لِحُرُوبِ

اے میری اونٹنی تو اُس سے بھاگ نہیں کیونکہ یہ تو بہت شراب پینے والا اور بڑا جنگجو تھا

لَوْلَا السِّفَارُ وَبُعْدُ خَرْقٍ مَهْمَهٍ
لَتَرَكْتُهَا تَحْبُو عَلَى الْعُرْقُوبِ

اگر سفر اور وسیع بیابان کی مسافت نہ ہوتی تو میں اسے رینگتا ہوا چھوڑتا (یعنی ذبح کر دیتا)

ابو عبیدہ[1] کہتا ہے کہ ابو عمرو بن العلاء[2] کا قول ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ ربیعہ بن مکدم کے سوا کسی اور مقتول نے عورتوں کی حفاظت کی ہو (لہذا وہ اس لقب سے ملقّب ہوا ہو)

---

۱ - ابو عبیدہ : مشہور لغوی اور صاحب تصالیف جن سے بخاری نے تفسیر قرآن میں بعض مقامات کا حل نقل کیا ہے - ۲۱۰ھ میں وفات پائی -

۲ - ابو عمرو بن العلا التمیمی المازنی البصری - سات مشہور قاریوں میں سے تھے کہا جاتا ہے کہ ابھی ان کا ختنہ نہ ہوا تھا کہ انھوں نے علوم کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا تھا - قرآن ، عربیت ، شعراء اور ایام عرب کے علم میں ان کے لگے کا کوئی نہ تھا - چوراسی ۸۴ برس کی عمر میں ۱۵۴ھ میں وفات پائی -

علاوہ ازیں ام عامر (بجّو) کے پناہ دینے والے کا قصہ بھی مشہور ہے ۔ مگر اس کا ذکر باعثِ طوالت ہوگا ۔

ان کے ہاں اس غصے کو جو غیرت کا تقاضا کرے حفیظہ کہا جاتا ہے چنانچہ عربوں کا محاورہ ہے اَحفَظَنِیْ فُلَانٌ یعنی اس نے مجھے ایسا غصہ دلایا جس نے قوتِ حفظ کو بھڑکا دیا ۔

[۱۴۶] القصہ بات یہ ہے کہ جب عرب کامل ترین عقل و دانش والے ، طرّار ترین زبان والے اور رسا ترین ذہن والے ٹھہرے تو اس کا حتمی نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ انھیں دیگر ہر قسم کی فضیلت بھی حاصل ہو جاتی ، اور ہر کار نمایاں کی انجام دہی کا جوہر انھیں ورثے میں مل جاتا ۔ کیونکہ انسان کے اندروں میں چمکنے والی عقل کے ذریعے علم ، معرفت ، درایت ، حکمت ، ذکاء ، ذہن ، فہم ، فطنت ، جودتِ نظر ، جودتِ فہم ، تخیل ، بداہت ، ذکاوت ، خیر ، ظنِ صحیح ، فراست ، صحتِ تخمین ، پیش بینی ، قیافہ شناسی ، الہام ، دقت نظر ، دقت رائے ، خوش تدبیری ، صحت فکر ، عمدہ یادداشت ، عمدہ حافظہ ، بلاغت ، فصاحت اور دیگر پسندیدہ اخلاق اور قابل تعریف اعمال حاصل ہوتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے بھی ان کی طبیعت میں نیکی کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود تھی مگر وہ نیکی کرنے سے معطل پڑی تھی ۔ ان کے پاس آسمان سے اترا ہؤا کوئی علم نہ تھا نہ ہی کسی نبی سے حاصل کی ہوئی کوئی شریعت تھی اور نہ وہ کسی خالص عقلی علم میں مشغول ہوئے تھے مثلاً طب ، حساب وغیرہ ۔ ان کا علم صرف وہ علم تھا جو ان کی طبیعت نے انھیں عطا کر رکھا تھا مثلاً شعر اور خطبے یا وہ علم تھا جو انھوں نے اپنے انساب اور جنگوں کے متعلق محفوظ کر رکھا ہے یا جس کی انھیں دنیاوی امور میں ضرورت پڑتی تھی مثلاً انواء[۱]

---

۱ ۔ عربوں کے ہاں یہ ایک قسم کا ستاروں کا علم تھا ۔ اس طرح کہ ایک ستارہ صبح کے وقت مغرب میں غروب ہو اور اسی وقت دوسرا ستارہ مشرق میں طلوع ہو وغیرہ ۔ انواء کا علم بارش کے نازل ہونے کے متعلق تھا جس کی عربوں کو اشد ضرورت رہتی تھی ۔

اور ستاروں کا علم یا معرکوں کا علم وغیرہ امور جن کی تفصیل انشاءاللہ ان کے علوم کے تذکرے کے ضمن میں آگے آئے گی۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دے کر بھیجا، وہ ہدایات جسے اللہ نے دنیا میں ایک علامت بنا دیا اور جس سے زیادہ جلیل‌القدر اور عظیم دوسری کوئی چیز نہیں ہو سکتی تو عربوں نے یہ علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انؐ کی سخت کوششوں کے بعد حاصل کیا اور آپؐ کو انھیں جاہلیت کی عادات سے منتقل کرنے اور ان کو کفر کی تاریکیوں سے نکالنے کے لیے جنھوں نے ان کے دلوں کو اپنی اصلی فطرت سے دور ہٹا رکھا تھا کئی جھگڑے کرنے پڑے، مگر جب انھوں نے آپؐ کی وہ عظیم راہ ہدایت قبول کر لی تو ان کے دلوں سے زنگ زائل ہوگیا۔ وہ آپؐ کی ہدایت کے فیض سے نورانی ہو گئے اور اس عظیم ہدایت کے مطابق عمل پیرا ہو پڑے۔ یہ سب کچھ (ان کی) اسی قابل تعریف فطرت کی وجہ سے ظہور میں آیا، چنانچہ ان کے اندر دو کمال اکٹھے ہو گئے ایک اس قوت کا کمال جو اللہ نے ان کے اندر پیدا کر رکھی تھی اور دوسرے وہ کمال جو اللہ نے نازل فرمایا تھا۔ ان کی مثال بمنزلہ اس زمین کے تھی جو بذاتِ خود تھی تو عمدہ [۱۴۷] مگر غیر مزروعہ پڑی تھی، لہٰذا اس میں کیکر اور جھاڑیاں اُگ پڑی تھیں اور وہ سؤروں اور درندوں کا گھر بن چکی تھی، مگر جب [۱۴۷] اسے موذی درختوں اور جانوروں سے پاک کر دیا گیا اور اس میں بہترین غلے اور پھل بو دیے گئے تو اس سے ایسے کھیت تیار ہو گئے جن کی مثال نہیں مل سکتی۔ چنانچہ سب سے پہلے حلقۂ ایمان میں داخل ہونے والے مہاجرین اور انصار انبیا کے بعد افضل ترین مخلوق بن گئے۔ اُن کے بعد وہ لوگ افضل ترین انسان بنے جنھوں نے روشن شریعت کو اپنایا خواہ وہ عربی تھے خواہ عجمی۔ شریعت میں یہ بھی آیا ہے کہ قریش تمام عرب میں افضل ہیں اور بنی ہاشم قریش میں افضل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی ہاشم میں افضل ہیں لہٰذا آپ اپنی ذات میں ان سب سے افضل اور نسب کے اعتبار سے سب

سے بلند ہیں - پہلے عربوں کی فضیلت پھر قریش کی پھر بنی ہاشم کی، یہ محض اس لیے نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے تھے اگرچہ یہ بات بھی ایک طرح سے وجہ فضیلت ہے تاہم عرب بذات خود دیگر لوگوں کے مقابلے میں بیشتر فضیلت کے مالک ہیں - یہیں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اور اپنے نسب کی رو سے بھی افضل تھے، بصورت دیگر دور لازم آئے گا جو فلاسفہ کے ہاں محال ہے -

## ''وہ مناظرہ جو عربوں کے بارے میں نعمان بن المنذر اور کسریٰ کے درمیان ہؤا''

بہت سے مؤرخین نے ذکر کیا ہے اور ان میں ابن عبدربہ[۱] بھی ہے جس نے اپنی تاریخ میں وہ واقعہ لکھا ہے جس کی روایت ابن القطامی نے کلبی[۲] کے حوالے سے کی ہے - وہ کہتا ہے کہ نعمان بن المنذر، کسریٰ کے پاس آیا - اس وقت اس کے پاس روم، ہند اور چین کے وفد آئے ہوئے تھے اور انھوں نے اپنے اپنے بادشاہوں اور ملکوں کے متعلق جو کچھ چاہا بیان کیا - نعمان نے عربوں پر اظہار فخر کیا اور کہا

---

۱ - ابن عبدربہ : احمد بن محمد بن عبدربہ القرطبی - قرطبہ کے رہنے والے تھے اور ان کا شمار وہاں کے فضلا میں ہوتا ہے - یہ العقد الفرید کے مصنف ہیں اور یہاں تاریخ سے یہی کتاب مراد ہے - عمدہ شعر کہتے تھے - انھوں نے بقی بن مخلّد اور محمد بن وضاح سے حدیث سنی - بیاسی[۸۲] سال کی عمر میں ۳۲۸ھ میں وفات پائی - اس مناظرہ کے لیے ملاحظہ ہو العقد الفرید ۶ : ۳ - ۱۹

۲ - کلبی - ہشام بن محمد بن السائب الکلبی اخباری اور نسب دان تھے - کتاب الجمہرہ فی النسب کے مصنف ہیں - ان کی ایک سو پچاس ۱۵۰ سے زائد تصانیف ہیں - ۲۰۴ھ میں وفات پائی -

کہ وہ تمام قوموں سے افضل ہیں اور اس ضمن میں ایران یا کسی بھی اور قوم کو مستثنیٰ قرار نہ دیا ۔ کسریٰ کی شاہی حمیت نے جوش مارا ۔ چنانچہ اس نے کہا ،

''اے نعمان میں نے عربوں اور دیگر اقوام کے بارے میں غور کیا ہے اور جن لوگوں کے وفد میرے پاس آئے ہیں میں نے ان کے احوال پر بھی نظر دوڑائی ہے ۔ میں نے دیکھا ہے کہ رومیوں میں قومی اتحاد ، عظیم سلطنت ، شہروں کی کثرت اور مضبوط عمارتیں پائی جاتی ہیں نیز یہ کہ ان کا مذہب ایسا ہے جو حلال و حرام کی وضاحت کرتا ہے ۔ بیوقوفوں کو (بے وقوفی سے) روکتا ہے اور جاہلوں کو سیدھا کر دیتا ہے ۔ میں نے اہل ہند کو بھی اپنی حکمت اور طب میں ایسا ہی پایا ہے ۔ مزید برآں ان کے یہاں بہت سے دریا اور پھل پائے جاتے ہیں ۔ ان کی صنعت عجیب‌وغریب ہے ۔ ان کے درخت عمدہ ہیں ۔ ان کا حساب دقیق اور گنتی بہت زیادہ ہے ۔ یہی حال چین والوں کا ہے [۱۴۸] ان کی جمعیت ، آلات[1] حرب ، لوہے کی صنعت اور ان کی دستکاری بہت زیادہ ہے ، مزید برآں ان کے یہاں گھوڑ سواری اور جگرداری پائی جاتی ہے نیز ان کا ایک بادشاہ[2] ہے جو سب کو متحد کیے ہوئے ہے ۔

اور ترک اور خزر باوجود خستہ حالی کے اور باوجود اس کے کہ ان کے یہاں نہ زرخیز زمینیں ہیں نہ پھل نہ قلعے نہ رہنے کے لیے گھر اور

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں یہ عبارت یوں دی ہے : و کثرۃ صناعۃ ایدیھا وفروسیتھا و ھمتھا فی آلۃ الحرب و صناعۃ الحدید مگر العقد الفرید میں یوں دیا ہے : و کثرۃ صناعۃ ایدیھا فی آلۃ الحرب و صناعۃ الحدید و فروسیتھا و ھمتھا ۔ میں نے العقد الفرید کی عبارت کو ترجیح دیتے ہوئے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے ۔

۲ ۔ العقد الفرید میں ''مُلکًا'' (میم پر پیش) دیا ہے مگر میں نے مَلِکًا (بادشاہ) پڑھا ہے ۔

نہ پہننے کے لیے لباس وغیرہ چیزیں جن پر دنیا کی آبادی کا دار و مدار ہے تاہم ان کے بھی بادشاہ ہیں جو ان کے تمام اطراف[۱] کو اپنے اندر شامل کیے ہوئے ہیں اور ان کے امور کا انتظام کرتے ہیں ، مگر میں نے عربوں میں کوئی بھی اچھی خصلت نہیں پائی ۔ نہ دینی امور میں ، نہ دنیاوی امور میں ، نہ دانش مندی میں اور نہ قوت میں ۔ مزید برآں جو بات ان کی ذلت و رسوائی اور ان کی دوں ہمتی پر دلالت کرتی ہے وہ ان کا وہ مقام ہے جہاں وہ وحشی اور انسانوں سے بدکنے والے جانوروں اور سرگرداں پرندوں کی معیّت میں رہتے ہیں ۔ وہ فاقے کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر ڈالتے ہیں اور احتیاج کی وجہ سے ایک دوسرے کو کھا جاتے ہیں ۔ وہ دنیا کے کھانوں ، لباس ، پینے کی چیزوں ، دنیاوی عیش اور لذتوں سے محروم ہو چکے ہیں ، چنانچہ ان کے یہاں کا بہترین کھانا جو وہاں کا فارغ البال انسان حاصل کرتا ہے وہ اونٹ کا گوشت ہے ۔ جس کے کھانے سے بہت سے درندے اس لیے ناک چڑھاتے ہیں کہ یہ بھاری اور بد ذائقہ ہوتا ہے اور اس سے بیماری کے لاحق ہونے کا خطرہ ہوتا ہے ۔ ان میں سے اگر کوئی شخص کسی مہمان کی ضیافت کرتا ہے تو اسے بڑی بزرگی شمار کرتا ہے اور اگر کوئی اسے ایک لقمہ کھلا دے تو وہ اسے غنیمت سمجھتا ہے ۔ اس امر پر ان کے اشعار گواہ ہیں ۔ ان کے مرد اس بات پر فخر کرتے ہیں ماسوا ان تنوخی[۲] لوگوں کے جن کے اتحاد کی بنیاد میرے دادا نے ڈالی ، ان کے مقبوضات کو مضبوط کیا اور انھیں دشمن سے بچایا ۔ چنانچہ یہ بات آج تک ان میں قائم ہے ۔

---

۱ ۔ قَنَواصی جمع ہے قاصیة کی بمعنی نواحی ۔

۲ ۔ تنوخی ۔ تنوخ حمیری اور یمنی قبائل میں سے ہے ۔ ان کے تین بطن ہیں ۔ بنو تیم اللہ ، بنو مالک بن زهیر اور اُذینہ ۔ یہاں کسریٰ کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جب حبشیوں نے یمن پر حملہ کیا اور یمن کے بادشاہ سیف بن ذی یزن نے کسریٰ سے مدد مانگی تو اس کی مدد سے وہ اپنے ملک پر قابض رہا اور ایرانیوں کا اثر اور تہذیب اس ملک میں باقی رہی ۔

اس کے علاوہ ان کے یہاں کچھ قدیم آثار ہیں ، لباس ہے ، بستیاں ہیں ، قلعے ہیں اور کچھ دیگر امور ہیں جو دیگر قوموں کے امور کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں ۔ اس کی مراد یمن سے تھی ۔ اس ذلت ، قلت ، فاقے اور تنگدستی کے ہوتے ہوئے بھی تو وہ عاجزی نہیں کرتے چہ جائیکہ تم فخر کرو اور یہ چاہو کہ تمھیں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں بلند تر مرتبہ دیا جائے ۔

نعمان نے جواب دیا ،

" اللہ بادشاہ کو تندرست رکھے جس قوم میں سے آپ ہیں اس قوم کا حق ہے کہ ان کے فضائل بلند ، ان کا نصیبہ جلیل ہو اور ان کا رتبہ بلند ہو ۔ مگر جو کچھ بھی بادشاہ نے فرمایا ہے میرے پاس اس کا جواب ہے بدون اس کے کہ میں آپ کی باتوں کی تردید کروں یا آپ کو جھٹلاؤں اگر آپ مجھے اپنی ناراضگی سے امان دیں تو میں کچھ عرض کروں" ۔

کسریٰ نے کہا ، "کہو تمھیں امان ہے" ۔

نعمان نے کہا ، " اے بادشاہ ! آپ کی قوم سے کوئی قوم فضیلت میں مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ انھیں عقل ، دانش مندی ، وسعت علاقہ اور بے اندازہ عزت کا بلند مقام حاصل ہے ۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ اللہ نے تمھاری قوم کو تمھارے آباء و اجداد اور تمھاری بادشاہی کی وجہ سے عزت بخشی ہے ۔ رہیں دیگر اقوام جن کا آپ نے ذکر کیا ہے تو جس قوم کا بھی آپ عربوں سے مقابلہ کریں گے عرب ان سے فضیلت کے معاملے میں فائق ہوں گے" ۔

کسریٰ نے کہا ، "کن امور کی وجہ سے" ؟

نعمان نے جواب دیا ، " اپنی عزت اور قوت مدافعت کی وجہ سے ، اپنے چہروں کی خوب صورتی ، اپنی شجاعت ، سخاوت ، گفتار کی حکمت ، پختگی ، عقل ، عزت نفس اور وفا کی وجہ سے" ۔

[۱۴۹] پہلے لیجیے ان کی عزت نفس اور قوت مدافعت (تو آپ کو معلوم ہے) کہ عرب ہمیشہ سے آپ کے ان آباء و اجداد کے پڑوس میں رہے ہیں

جنھوں نے ملکوں کو مسخر کیا اور حکومت کو مضبوط بنایا اور لشکر کشی کی ، کوئی شخص بھی انھیں للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھ سکتا تھا اور نہ کوئی ان کا کچھ بگاڑ سکتا تھا ۔ گھوڑوں کی پشتیں ان کے قلعے ، زمین ان کا بستر ، آسمان ان کی چھت ہوتا ، تلواریں ان کی پناہ گاہیں اور صبر ان کا ساز و سامان ہوتا تھا حالانکہ دیگر اقوام کی عزت پتھر ، مٹی ، اور سمندروں کے جزیروں پر منحصر ہے ۔

اب ان کے چہروں اور رنگوں کی خوب صورتی کو لیں تو اس میں بھی دیگر اقوام پر ان کی فضیلت عیاں ہے مثلاً بیمار ہندی ، دبلے چینی ، بد شکل ترک اور ننگے رومی ۔

اب لیں ان کے نسب اور حسب کو تو جتنی بھی قومیں ہیں سب اپنے آباء و اجداد ، اصل اور اپنے قدیم اسلاف سے ناواقف ہیں یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی سے قریب ترین باپ کے بعد کسی کا نام پوچھا جائے تو وہ نہ دو اس (سے اوپر) نسب بیان کر سکے گا اور نہ ہی کسی کو جانتا ہوگا ۔ (اس کے برخلاف) عربوں کا ہر آدمی اپنے آباء و اجداد کا ایک ایک کر کے نام لے سکتا ہے اس طرح انھوں نے حسب کی نگہداشت[1] کی اور اپنے انساب کو محفوظ رکھا (جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ) کوئی شخص کسی غیر قوم میں داخل نہیں ہو سکتا نہ ہی کسی غیر نسب کی طرف منسوب ہو سکتا ہے اور نہ ہی اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور (کا بیٹا ہونے کا) دعویٰ کر سکتا ہے ۔

اب ان کی سخاوت کو لیجیے تو ان کا ایک ادنیٰ انسان بھی جس کے پاس ایک جوان یا ایک بوڑھی اونٹنی ہوتی ہے جس پر اس کی باربرداری ، روزی ، اور پیٹ بھر کر کھانے کا دار و مدار ہوتا ہے اگر کوئی مہمان آ جائے جس کے لیے ایک ٹکڑا کافی ہوتا ہے اور جو تھوڑی سی پینے کی چیز پر اکتفا کر سکتا ہے مگر یہ عرب اس کے لیے اس اونٹنی

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں ”احاطوا“ دیا ہے مگر درست ”حاطوا“ ہے جیسا کہ العقد الفرید میں ہے ۔

کو ذبح کر ڈالتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ اپنی ساری کائنات ان امور کے ضمن میں صرف کر دے جن کے ذریعے اسے نیک نامی اور ذکر خیر حاصل ہو۔

اب ان کی گفتار حکیمانہ کو لیجیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے اشعار ، بیان کی رونق ، کلام کی خوبی ، وزن اور قافیوں کا حسن ، نیز اشیا کی معرفت اور ضرب الامثال کے بیان کرنے اور وصف نگاری کے معاملے میں انتہا پسندی کی وہ خوبی عطا کی ہے جو ان کے کسی بھی ہم جنس کو حاصل نہیں ۔ پھر یہ کہ ان کے گھوڑے بہترین گھوڑے ہیں ۔ ان کی عورتیں نہایت پاک دامن ہیں ۔ اُن کا لباس بہترین لباس ہے ۔ سونا اور چاندی ان کی معدنیات ہیں ۔ ان کے پہاڑوں کے پتھر سلیمانی منکے ہیں ، ان کی سواریاں ایسی ہیں کہ کوئی [1]سفر کرنے والا ایسی سواری حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ویران و بیابان علاقے ایسی سہولت سے طے کیے جا سکتے ہیں ۔

اب ان کے دین اور شریعت کو لیجیے ۔ یہ اپنے دین کے شدت سے پابند ہوتے ہیں ۔ یہ پابندی اُس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ان کے یہاں چند مہینے '' اشہر حرم '' سمجھے جاتے ہیں اور مکہ '' بلد حرام '' اور ایک ایسا گھر ہے جس کا لوگ حج کرتے ہیں ، جہاں وہ جملہ مناسک ادا کرتے ہیں اور جانوروں کو ذبح کرتے ہیں چنانچہ کوئی شخص اپنے باپ یا بھائی کے قاتل کو بھی ملتا ہے اور وہ اس سے بدلہ لینے اور اپنی خواہش[2] کو پورا کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے تو بایںہمہ اُس کی شرافت

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں سفن دیا ہے اسے سَفَر پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں '' رغمہ '' دیا ہے جس کے معنی ذلت و خواری کے ہیں یعنی جو ذلت و خواری باپ یا بھائی کے قتل سے اٹھانی پڑی تھی اس کی اصلاح کر لے مگر العقد الفرید میں رغبتہ دیا ہے اور میں نے اسی کو ترجیح دے کر ترجمہ کیا ہے ۔

اور اس کا دین اسے اُس کو ایذا پہنچانے سے روک دیتا ہے ۔

[۱۵۰] اب ان کی وفاداری کو لیجیے ۔ عربوں کا ایک فرد اگر صرف آنکھ یا اشارے سے ہی کام لیتا ہے تو یہ ایک ایسا عہد و پیمان قرار پا جاتا ہے جسے صرف موت ہی توڑ سکتی ہے ۔ عربوں کا ایک شخص زمین سے لکڑی اٹھاتا ہے اور وہ اس کے قرض کے عوض گرو ہو جاتی ہے تو وہ رہن ناقابل انفکاک نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں عہد شکنی کی جاتی ہے ۔ نیز یہ کہ جب کسی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں شخص نے اس سے پناہ طلب کی ہے درآنحالیکہ کہ وہ اس کے گھر سے دور ہی ہو تو اگر کوئی شخص اس پناہ گزین کو تکلیف پہنچا دے تو یہ پناہ دینے والا اس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک تکلیف دہندہ کے قبیلے کو فنا نہ کر دے یا اس کا اپنا قبیلہ فنا نہ ہو جائے، محض اس لیے کہ اس نے اس کے عہد کو توڑا ہے ۔ نیز یہ کہ جب ایک مجرم یا شورش پسند شخص بھی ان کے پاس آ کر پناہ لے لیتا ہے خواہ اس کی ان سے نہ کوئی جان پہچان اور نہ کوئی قرابت داری ہو تو پھر بھی یہ لوگ اپنی جانوں کو اس کی حفاظت کے لیے پیش کر دیتے ہیں اور اپنے مالوں کو اس کے دل کی مدافعت میں رکھ دیتے ہیں ۔

اے بادشاہ ! رہا آپ کا یہ فرمانا کہ وہ اپنی اولاد کو زندہ درگور کر دیتے ہیں تو (آپ کو معلوم ہونا چاہیے) کہ ان میں سے جو قبیلہ بھی لڑکیوں کے ساتھ ایسا کرتا ہے وہ عار سے ناک چڑھانے اور خاوندوں سے غیرت کھانے کی وجہ سے کرتا ہے ۔

آپ کا یہ فرمانا کہ ان کا بہترین کھانا اونٹ کا گوشت ہے جیسا کہ آپ نے بیان فرمایا ہے تو (اس کے متعلق عرض ہے کہ) انھوں نے دوسری قسم کے گوشت کو حقیر سمجھ کر ترک کر دیا ہے اور انھوں نے سب سے بڑے اور سب سے افضل گوشت کو اختیار کیا ہے ۔ چنانچہ اونٹ ان کی سواری کا جانور بھی ہے اور خوراک بھی ۔ علاوہ ازیں اونٹ میں بمقابلہ دیگر جانوروں کے زیادہ چربی پائی جاتی ہے ۔ ان کے مقابلے میں زیادہ لذیذ گوشت ہے ، اونٹ کا دودھ بھی نسبتاً پتلا ہوتا ہے اور اس کا نقصان کم

ہوتا ہے اور چسکے کے معاملے میں زیادہ میٹھا ۔ دیگر اقسام کے جتنے بھی گوشت ہیں اگر ان کو اسی طرح تیار کیا جائے جس طرح اسے تیار کیا جاتا ہے تو اس گوشت کی ان پر فضیلت ظاہر ہو جائے گی ۔

رہیں ان کی باہمی جنگیں اور ان کا ایک دوسرے کو کھا جانا اور کسی ایک شخص کی تابعداری نہ کرنا جو ان کا انتظام کرے اور انہیں متحد کر دے تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) جو قومیں ایسا کرتی ہیں وہ صرف اس وقت کرتی ہیں جب وہ اپنے اندر کمزوری محسوس کرتی ہیں اور جب وہ اس بات سے ڈرتی ہیں کہ کوئی دشمن ان پر دھاوا نہ بول دے ۔ بڑی سلطنت کے اندر صرف ایک ایسا خاندان ہوتا ہے جس کی فضیلت دیگر خاندانوں کو معلوم ہوتی ہے ۔ لہذا دیگر سب خاندان اپنے جملہ معاملات اس کے سپرد کر دیتے ہیں اور ان کے مطیع و فرمانبردار بن کر رہتے ہیں ۔ مگر عربوں کے یہاں تو اس قسم کے کئی خاندان پائے جاتے ہیں ۔ یوں کہ وہ سب کے سب بادشاہ بننے کا خواب دیکھتے ہیں مزید برآں انہیں خراج ادا کرنے اور [1] جبری ادائی سے سخت عار آتی ہے ۔

اب لیجیے یمن کو جس کی بادشاہ نے تعریف کی ہے تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) جو [2] شخص آپ کے دادا کے پاس آیا تھا وہ حبشیوں کے غلبے کی وجہ سے آیا جو اس کے منظم ملک اور متحدہ سلطنت پر غالب آ گئے تھے ۔ لہذا جب وہ بادشاہ کے پاس پہنچا تو اس وقت وہ لٹا ہؤا ، ملک سے باہر دھکیلا ہؤا اور فریادی تھا ۔ اس کے مضبوط محل اسے پناہ

---

۱ ۔ محمد بہجہ اثری نے والوطف بالعسف کی یوں تشریح کی ہے ۔ ای استحصال المال منهم بالجبر والظلم يقال : سحابة وطفاء ای مسترخية الجوانب بكثرة مائها مگر یہاں یہ معنی مراد نہیں ہیں ۔ لسان العرب میں ہے وَطَفَ وطفاً طَرَدَ الطريدة وكان فی اثرها اور یہی معنی یہاں چسپاں ہوتے ہیں ۔

۲ ۔ یہ عبارت بلوغ الارب میں یوں دی ہے ' فلما اتی جدّ الملک' الیها الذی اداه ، مگر العقد الفرید میں اس کی صحیح عبارت یوں دی ہے : فلما اتی جدّ الملک الذی اتاه ۔

دینے سے عاجز تھے جو اس کی نگاہ میں حقیر معلوم ہو رہے تھے ۔ اگر اس [۱۵۱] نے آس پاس کے عربوں پر ظلم نہ کیا ہوتا تو وہ ضرور میدانِ جنگ کی طرف مائل ہوتا اور ایسے عمدہ نیزہ زن اور وہ لوگ مل جاتے جو شریر غلاموں کے غلبے کے خلاف شریف لوگوں کی خاطر جوش میں آ جاتے ہیں ۔

راوی کہتا ہے کہ جب نعمان نے یہ جواب دیا تو کسریٰ کو بہت تعجب ہوا اور کہا ، "اپنے ملک کے اندر تو سرداری کے جس مقام پر فائز ہے اس کا تو (واقعی) اہل ہے بلکہ اس سے زیادہ کا بھی حقدار ہے"۔ اس کے بعد اسے خلعت عطا کرکے حیرہ روانہ کر دیا ۔

اب نعمان حیرہ تو پہنچ گیا مگر جو باتیں اس نے کسریٰ سے عربوں کی تنقیص اور تحقیر کے متعلق سنی تھیں ان کی وجہ سے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا ، لہٰذا اس نے اکثم بن صیفی تمیمی ، حاجب بن زرارہ تمیمی ، [۱]حارث بن عباد بکری ، قیس بن مسعود بکری ، خالد بن جعفر عامری ، علقمہ بن علاثہ ، عامر بن الطفیل عامری ، عمرو بن الشرید السُّلمی ، عمرو بن معدیکرب الزبیدی اور حارث بن ظالم المری کو بلا بھیجا ۔ جب یہ لوگ اس کے پاس خَوَرْنَق[۲] پہنچے تو اس نے انہیں کہا ، "تم ان ایرانیوں کو جانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ وہ عربوں کے بڑے قریبی پڑوسی ہیں ۔ میں نے کسریٰ سے کچھ ایسی باتیں سنی ہیں جن سے مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں ان کی تہ[۳] میں کوئی اور معاملہ نہ ہو"۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے ان باتوں کا اظہار کسی خاص بات کے لیے کیا ہو جس کے باعث وہ عربوں کو اپنا نوکر بنانا چاہتا ہو ، ایسے ہی جیسے اس نے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں حارث بن ظالم دیا ہے مگر یہ درست نہیں ۔ اس کی تصحیح العقد الفرید سے کی گئی ہے ۔

۲ ۔ خورنق نعمان بن المنذر کے محل کا نام ہے جسے سِنِمّار معمار نے تعمیر کیا تھا ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں غوراً دیا ہے اسے غورٌ پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے ۔

بعض دیگر عجمیوں کو بنا رکھا ہے چنانچہ وہ لوگ اسے خراج ادا کرتے ہیں ، یہی طریق عمل اس کا اردگرد کی قوموں کے بادشاہوں کے ساتھ ہے۔ اس کے بعد اس نے کسریٰ کا بیان اور جو جواب اس نے دیا تھا اس سے ان کو آگاہ کیا ۔ ان سب نے کہا ، ''اے بادشاہ ! توفیق خداوندی تمہارے شامل حال ہو تم نے کیا اچھا جواب دیا ہے اور کس قدر بلیغ دلائل پیش کیے ہیں لہٰذا تم ہمیں جو چاہو حکم دو اور جس امر کی طرف چاہو ہمیں متوجہ کر لو'' ۔

نعمان نے کہا ، ''میں تو تم ہی میں سے ایک آدمی ہوں ، میں اگر بادشاہ بنا ہوں اور کوئی عزت حاصل کی ہے تو وہ تمہاری ہی بدولت ہے اور یہ اس لیے ہے کہ لوگ تمہاری طرف سے ڈرتے ہیں ۔ مجھے اس بات سے بڑھ کر اور کوئی بات محبوب نہیں ہو سکتی جس سے اللہ تعالیٰ تمہارے معاملات کو درست کر دے ، تمہاری حالت بہتر کر دے اور تمہاری عزت کو مداومت بخشے ۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم سب لوگ روانہ ہو جاؤ اور کسریٰ کے پاس پہنچو ، جب اس کے یہاں بار پاؤ تو تم میں سے ہر شخص جو اس کے جی میں آئے کہہ دے ، تا کہ اسے معلوم ہو کہ عرب ایسے لوگ نہیں ہیں جیسے وہ گمان کرتا ہے یا جس طرح اس کا دل اسے سمجھاتا ہے ، مگر کوئی شخص ایسی بات نہ کہے جس سے اسے غصہ آ جائے کیونکہ وہ بڑی شان والا بادشاہ ہے ۔ اس کی فوج کثیر التعداد ہے ، وہ اپنے مال و دولت پر نازاں ہے اور خود پسند ہے ۔ تم اس کے سامنے گفتگو کے معاملے میں اس طرح خاموش نہ ہو جانا جس طرح ایک ذلیل اور عاجز شخص خاموش ہو کر رہ جاتا ہے بلکہ معاملہ بین بین ہونا چاہیے تا کہ اس سے تمہاری عقلوں کی پختگی ، تمہارے مرتبے کی بلندی اور وسیع حوصلگی ظاہر ہو۔سب سے پہلے اکثم بن صیفی بات شروع کرے کیونکہ اس کا مقام[1] بلند ہے ۔ اس کے بعد باری باری اسی ترتیب سے جو میں نے

---

۱ - بلوغ الارب میں لسنّی حالہ دیا ہے مگر العقد العرید میں لسی[2] محلہ دیا ہے اور یہی درست ہے ۔

مقرر کر دی ہے تم لوگ بات کرنا ، تم میں سے ایک کو [1] دوسرے پر [۱۵۲] مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں تم میں سے ہر شخص کی یہی خواہش [2] ہوگی کہ پہلے وہ بولے - ایسی بات نہیں ہونی چاہیے ورنہ کسریٰ کو تمھارے آداب پر طعن توڑنے کا موقع مل جائے گا اس لیے کہ وہ مقتدر اور مطلق الحکم بادشاہ ہے - اس کے بعد نعمان نے اپنے خزانوں میں سے نایاب شاہی خلعتیں منگوائیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک خلعت عطا کی - ایک عمامہ پہنایا اور ایک یاقوت کی انگھوٹھی دی - نیز ہر ایک کو ایک مہری [3] اونٹنی اور اصیل گھوڑا دینے کا حکم دیا ، ایک رقعہ بھی لکھ دیا جس کا مضمون یہ تھا :

بعد آداب واضح ہو کہ بادشاہ نے عربوں کے متعلق چند باتوں کا ذکر کیا تھا جن کا اُنھیں علم ہے اور میں نے ان کے جواب میں وہ باتیں کہیں تھیں جن سے آپ سمجھ گئے تھے کہ میری یہ خواہش ہے کہ آپ کو ان امور کا علم ہو جائے اور آپ کے دل میں یہ بات کھٹکتی نہ رہے کہ وہ قوم جس نے اپنی ریاست کو آپ سے بچائے رکھا ہو اور اپنی قوت کے بل بوتے پر آس پاس کے لوگوں کی حفاظت بھی کی ہو اس میں وہ جوہر ضرور موجود ہوں گے جس کے باعث دانشمند ، قوی ، صاحبِ تدبیر اور اہل حکمت لوگ عزت حاصل کرتے ہیں - اے بادشاہ میں نے عربوں کی ایک جماعت کو بطور وفد کے آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے - ان لوگوں کو حسب و نسب اور عقل و ادب میں فضیلت حاصل ہے - بادشاہ کو چاہیے کہ ان کی بات سنے- اگر ان کی گفتار میں کوئی درشت لہجہ پایا جائے

---

۱ - بلوغ الارب میں التقدمة الیکم دیا ہے مگر العقد الفرید میں اسے غلط قرار دیا ہے اور درست التقدمة بینکم دیا ہے -

۲ - بلوغ الارب میں بجمیل کل رجل دیا ہے اسے لیمیّٖل کل رحل پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے -

۳ - مَہری منسوب ہے مَہرہ بن حیدان کی طرف جس کی طرف اصیل اونٹ منسوب ہوتے ہیں -

تو اس سے چشم پوشی کی جائے۔ ان کی عزت کرنا گویا میری عزت کرنا ہے ۔ آپ انھیں جلدی واپس روانہ کر دیں ۔ میں نے اسی چٹھی کے نیچے ان کے قبائلی نسب نامے درج کر دیے ہیں ۔

یہ لوگ اپنے ساز و سامان کے ساتھ روانہ ہو گئے اور مدائن پہنچ کر کسریٰ کی بارگاہ میں وارد ہوئے۔ نعمان کی چٹھی کسریٰ کو پہنچا دی جسے پڑھ کر کسریٰ نے ان کے ٹھہرائے جانے کا حکم دیا تاآنکہ وہ ان کے لیے ایک خاص مجلس منعقد کرے اور ان کی رائیں سنے ۔ چند دنوں کے بعد اس نے اپنے رؤسا اور اعیان سلطنت کو حاضر ہونے کا حکم دیا چنانچہ وہ آئے اورکسریٰ کے دائیں بائیں جانب اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے ۔ اس کے بعد اس نے ان عربوں کو یکے بعد دیگرے اس ترتیب کے ساتھ جس ترتیب میں نعمان نے ان کا ذکر اپنی چٹھی میں کیا تھا ، بلایا اور ترجمان سے کہا کہ وہ ان کی بات اسے سمجھاتا رہے ۔ ازاں بعد انھیں گفتگو کرنے کی اجازت دے دی ۔

اکثم بن صیفی نے اٹھ کر کہا :

افضل ترین چیزیں وہ ہیں جو سب سے اعلیٰ ہوں اور بادشاہ سب لوگوں سے اعلیٰ ہیں ۔ افضل ترین بادشاہ وہ ہیں جن کا نفع سب سے زیادہ عام ہو۔ بہترین زمانہ وہ زمانہ ہے جو سب سے زیادہ سرسبز و شاداب ہو۔ اور بہترین خطیب وہ ہے جو سب سے زیادہ سچ کہے ۔ صدق نجات کا سبب ہے اور کذب ہلاکت کا ۔ ضد کرنا جنگ کی جڑ ہے ۔ دانشمندی ایک تند مزاج سواری ہے ۔ عاجزی آسان سواری ہے ۔ نفسانی خواہش [۱۵۲] رائے کے لیے آفت ہے ۔ کمزوری محتاجی کی چابی ہے ۔ صبر تمام باتوں سے اچھا ہے ۔ [۱]حسنِ ظن ایک بھنور ہے اور بدظنی بچاؤ ۔ رعیت

---

۱ ۔ عربوں کی ایک اور مثال ہے مِنَ الحَزْمِ سُوءِ الظنِ بالناس لوگوں سے بدگمانی رکھنا دانشمندی ہے ۔ ایک شاعر کہتا ہے :

خَالِطِ النَّاس وكُنْ عَلى حَذَر

لوگوں سے میل ملاپ رکھ مگر ان سے بچتا رہ ۔

کی خرابی کی اصلاح کرنا حاکم کی خرابی کی اصلاح سے بہتر ہے ۔ جس کے مصاحب بدنیت ہو جائیں اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے پانی سے [۱]اُچھوں آئے ۔ بدترین ملک وہ ملک ہے جہاں کوئی حاکم نہ ہو ۔ بدترین بادشاہ وہ بادشاہ ہے جس سے بے گناہ لوگ ڈرتے رہیں ۔ انسان عاجز آ جاتا ہے مگر حیلہ[۲] عاجز نہیں آتا ۔ بہترین اولاد وہ ہے جو [۳]والدین کی فرمانبردار ہو اور بہترین مُصاحب وہ ہیں جو خیر خواہی کے معاملے میں ریاکار نہ ہوں ۔ مدد کی سب سے زیادہ حقدار وہ فوج ہے جس کا باطن اچھا ہو ۔ تمھارے لیے اسی قدر زاد راہ کافی ہے جو تمھاری منزل تک پہنچا دے ۔ بدی (جنگ)[۴] کے متعلق تمھارا باتیں سن لینا ہی کافی ہے ۔ خاموشی حکمت ہے مگر کم لوگ اس پر عمل کرتے ہیں ۔ اختصار کا نام بلاغت ہے ۔ جس نے سختی کی اس نے لوگوں کو متنفر کر دیا اور جس نے

---

۱ ۔ یعنی پانی تو اُچھوں کا علاج ہوتا ہے مگر اگر خود پانی ہی اس کا سبب ہو تو پھر کیا علاج ، اسی چیز کو شاعر نے یوں کہا ہے :

إلَی الْمَاءِ یَسْعٰی مَنْ یُغَصُّ بِلُقْمَةٍ
إلٰی أَیْنَ یَسْعٰی مَنْ یَغَصُّ بِمَاءٍ

جسے لقمہ سے اُچھوں آ جائے وہ دوڑ کر پانی کی طرف جاتا ہے مگر جسے پانی سے اُچھوں آ جائے وہ کہاں جائے

عدی بن زید کہتا ہے :

لَوْ بِغَیْرِ الْمَاءِ حَلْقِی شَرِقٌ
کُنْتُ کَالْغَصَّانِ بِالْمَاءِ اعْتِصَارِی

۲ ۔ بلوغ الارب میں الانسان یعجز لامحالۃ دیا ہے اسے الا نسان یعجز لا المحالۃ پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے اور یہاں محالہ کے معنی حیلہ کے ہیں ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں افضل من الاولاد دیا ہے اسے افضل الاولاد پڑھیں جیسا کہ العقدالفرید میں دیا ہے ۔

۴ ۔ یعنی دیکھنے کی نوبت نہ آنی چاہیے ۔

نرمی کی اس نے الفت پیدا کر لی ۔

کسریٰ کو اکثم کی باتوں پر تعجب ہوا لہذا کہا ، " اکثم ! بہت خوب ، تم کس قدر دانا ہو ۔ اگر تم نے یہ باتیں بے محل نہ کہی ہوتیں تو تمھاری گفتار کس قدر ٹھوس ہوتی" ۔

اکثم نے جواب دیا ، "تمھارے بارے میں حق گوئی آگاہی بخش سکتی ہے نہ کہ دھمکی" ۔

کسریٰ نے کہا ، " اگر عربوں میں صرف تمھی ایک ہوتے تو ان کے لیے یہی کافی تھا "۔

اکثم نے جواب دیا ، " کتنی ہی ایسی باتیں جو ہلنے سے زیادہ بااثر ہوتی ہیں" ۔

اس کے بعد حاجب بن زرارہ التمیمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا :

خدا تمھیں کامیاب کرے ۔ تمھارا ہاتھ اونچا رہے لوگوں میں تمھارا دبدبہ قائم رہے ، بیشک عربوں کی قوم ایک ایسی قوم ہے جن کے جگر سخت ہیں ، اور طاقت مضبوط ۔ جو اپنے دودھ کی حفاظت کرتے ہیں جب تک تم ان سے الفت کرو گے یہ بھی تم سے محبت کریں گے ۔ جب تک تم ان سے مہربانی کے ساتھ پیش آتے رہو گے یہ بھی مہربانی سے پیش آتے رہیں گے ۔ جب تک تم ان سے درگزر کرتے رہو گے یہ تمھاری اطاعت کا دم بھرتے رہیں گے ۔ یہ لوگ کڑوے پن میں حنظل کی طرح ، بدمزہ ہونے میں صاب[1] کی طرح ، شیرینی کے اعتبار سے شہد کی طرح اور نرمی کے اعتبار سے ماء زُلال کی طرح ہیں ۔ ہم انھی عربوں کے نمائندے اور ترجمان بن کر ، تمھارے پاس آئے ہیں ۔ ہمارے یہاں عہد و پیمان کی حفاظت کی جاتی ہے ، خاندانی شرافت کی پاسبانی کی جاتی ہے ۔ ہمارے قبائل ہماری بات سنتے

---

۱ ۔ صاب ایک قسم کا درخت ہے جس میں سے سخت کڑوا دودھ نکلتا ہے ۔ بلوغ الارب میں الصاب غضاضة دیا ہے مگر اس طرح کوئی معنی نہیں بنتے ۔ میرے خیال میں یہ لفظ عَفُوصَة ہے جس کے معنی بد مزہ ہونے کے ہیں۔

اور ہماری اطاعت کرتے ہیں ۔ اگر ہم تمھاری تعریف کرتے ہوئے واپس جائیں گے تو تمھارے لیے بہتر ہوگا اور عامۃ العرب تمھاری تعریف کریں گے اور اگر ہم نے تمھاری مذمت کر دی تو پھر تمام عرب میں صرف[1] ہمیں مذمت کرنے والے نہ ہوں گے (بلکہ تمام عرب تمھاری مذمت کرنے لگے گا) ۔

کسریٰ نے جواب دیا : ''اے حاجب ! ٹیلوں[2] کے پتھر اپنی چٹان کے رنگوں سے کس قدر مشابہت رکھتے ہیں'' ۔

حاجب نے پھر کہا ، '' نہیں بلکہ شیر کی چنگھاڑ اس کے حملے کے عین مطابق ہے'' ۔

کسریٰ بولا ، ''بات تو ٹھیک ہے'' ۔

[۱۵۴] اس کے بعد حارث بن عبّاد بکری اٹھا اور کہا ، ''اے بادشاہ ! خدا تمھاری سلطنت ہمیشہ قائم رکھے اور وہ فراواں خوش بختی کے عروج اور عظمت و بلندی کی تابانی سے ہمکنار ہو ۔ جس کی رسی لمبی ہوگی وہی پانی بھی کثرت سے نکالے گا ۔ جس کا مال جاتا رہے اس کی سخاوت بھی کم ہو جاتی ہے ۔ کسی انسان کی عقل کی پہچان اس امر سے ہو سکتی ہے کہ وہ سنی ہوئی باتوں کو کس طرح بیان کرتا ہے ۔ یہ وہ مقام ہے جہاں جو کچھ بھی کہا جائے قافلے اسے [3]تیز رفتاری کے ساتھ لے اڑیں

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں لم نتخُض دیا ہے اسے لم نتختَص پڑھیں جیسا کہ العقدالفرید میں دیا ہے ۔

۲ ۔ کسریٰ کی مراد یہ ہے کہ تم لوگ اپنی اصل یعنی عربی قوم کے رنگ روپ پر ہو ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں یہ عبارت یوں دی ہے ۔ وهذا مقام سیوجف بما تنطق به الرکب مگر درست عبارت جیسی کہ العقد الفرید میں مندرج ہے یوں ہے وهذا مقام سَیُوجِفُ بما تُنطق فیه الرکب ۔ محمد بہجۃ اثری نے یوجف کے معنی '' اضطراب '' دیے ہیں ، جو غلط ہیں ۔ یہاں یہ لفظ وجف سے نہیں ہے بلکہ اَوْجَفَ سے ہے جس کے معنی '' تیزی سے چلنے '' کے ہیں ۔

گے ۔ اس طرح عرب و عجم ہمارے حال کی حقیقت کو پہچان جائیں گے ۔ ہم تمہارے قریب کے پڑوسی ہیں اور تمہارے مددگار سپاہی ۔ ہمارے یہاں گھوڑوں کی بہتات ہے ۔ ہماری فوجیں عظیم الشان ہیں ۔ اگر تم ہم سے مدد طلب کرو گے تو ہم [1] بیٹھ رہنے والے نہیں ہیں اور اگر تم ہمیں کسی [2] سے ٹکرا جانے کو کہو گے تو ہم کمزور نہیں ہیں اور اگر تم ہمیں للکارو گے تو ہم حملہ کرنے کے معاملے میں سست [3] پڑنے والے نہیں ہیں ہم نہ تو کسی خوف کے مارے منہ موڑ لینے والے ہیں اور نہ ہی زمانے کے لیے اپنی حالت کو بدلنے والے ہیں ، ہمارے نیزے لمبے ہیں اور عمریں کوتاہ ۔

کسریٰ نے کہا ، '' تمہارے نفس تو بڑی آن والے ہیں مگر [4] قوم کمزور ہے '' ۔

حارث نے جواب دیا ، '' اے بادشاہ ! کمزور آدمی کی عزت کیسے ممکن ہے یا چھوٹے آدمی میں قوت کیونکر پائی جا سکتی ہے'' ۔

کسریٰ نے کہا ، '' اگر تمہاری عمر کوتاہ ہوتی تو تمہارا نفس تمہاری زبان پر غالب نہ آتا '' ۔

---

۱ ۔ یہ لفظ رُبُضٌ ہے (راء اور باء دونوں پر ضمّہ) لسان العرب میں ہے : إنّہ لَرُبُضٌ عَنِ الحاجاتِ وعن الاَسفار علی فُعُلٍ ای لا یخرج فیھا ۔ العقد الفرید کے حاشیے پر اسے ربوض کی جمع ظاہر کیا گیا ہے یہ غلط ہے ۔

۲ ۔ استطرق : کسی سے درخواست کرنا کہ وہ کسی سے ٹکرا جائے اور جُہُضٌ جمع جَہِیْضٌ کی وہ بچہ جس کی پیدائش تام الخلقت ہونے سے پہلے ہو گئی ہو ۔ مراد کمزور ۔

۳ ۔ غمض جمع غامضٌ کی ، لسان العرب میں ہے الغامض من الرجال : الفاتر من الحملة ۔

۴ ۔ بلوغ الارب میں واللہ ضعیفة دیا ہے ۔ واللہ محرف ہے وأمّة سے لہذا اسے وأمّةٌ ضعیفة پڑھیں ۔ العقد الفرید میں اس کی یوں تصحیح کی گئی ہے ۔ امة واللہ ضعیفة ۔

حارث نے جواب دیا ، " اے بادشاہ ! جب کوئی سوار کسی فوج پر حملہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو موت کے سامنے پیش کر دیتا ہے وہ جانتا ہے کہ موت کے منہ میں جا رہا ہے اور زندگی[۱] سے منہ موڑ رہا ہے ۔ عربوں کو معلوم ہے کہ اگر میں آگے بڑھ کر جنگ کو بھڑکاتا ہوں تو اسے روک بھی لیتا ہوں ۔ درآنحالیکہ یہ لوگوں کی جانوں پر متصرف ہوتی ہے یہاں تک کہ جب اس کی آگ جوش مارنے لگتی ہے اور اس کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور یہ شدید ہو جاتی ہے تو میں اپنے نیزے سے اس کے بادلوں کو کھینچ کر لانے والا بن جاتا ہوں ۔ اپنی تلوار کو اس کی بجلی اور اپنی چنگھاڑ کو اس کی گرج بنا دیتا ہوں ۔ میں اس کے کم[۲] گہرے پانی میں گھسنے سے کوتاہی نہیں کرتا ۔ حتیٰ کہ اس کی موجوں کی گہرائیوں میں داخل ہو جاتا ہوں اور اپنے سواروں کے لیے کشتی بن جاتا ہوں تاکہ میں انہیں لے کر ان کے [۳]سپہ سالار کے پاس وسط میں پہنچ جاؤں ۔ پھر میں ان سے خون کی بارش کا مطالبہ کرتا ہوں اور اس کے حامیوں کو بوڑھی گدھوں کی خوراک[۴] بنا دیتا ہوں"۔

اس کے بعد کسریٰ نے ان لوگوں کو جو وہاں حاضر تھے مخاطب

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں جنان استد برھا دیا ہے ۔ اسے حیاۃ استدبرھا پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں ضحضاحھا دیا ہے اور یہی درست ہے مگر العقد الفرید میں خُضَخاضِیھَا دیا ہے جس کے معنی المکان الکثیرالماء کے دیے ہیں اور یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے ۔

۳ ۔ لسان العرب میں ہے : کیش الکتیبة قائدھا یہاں سید یا سردار کے معنی مراد نہیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے ۔

۴ ۔ جزر السباع : لحم السباع ۔ العقد الفرید میں جزر کے معنی " قطعاً " دیے ہیں مگر یہ معنی یہاں غلط ہیں ۔ عنترہ کہتا ہے :

فَتَرَکتُہُ جَزَرَ السِّبَاعِ یَنُشنَہُ
یقضِمنَ حُسنَ بَنَانِہِ والمِعصَمِ ۔

کرکے کہا ، ''کیا یہ بات اسی طرح ہے'' ؟
سب نے کہا ، '' اس کے کارنامے اس کی زبان سے کہیں زیادہ گویا ہیں''۔
کسریٰ نے کہا ، ''میں نے آج کی طرح کا کوئی وفد نہیں دیکھا جس کے افراد ایک دوسرے کی مدد کے لیے ان سے زیادہ متحد ہوں اور نہ ہی گواہ دیکھے ہیں جو ان سے بہتر نمائندگی کر سکیں'' ۔
اس کے بعد عمرو بن الشرید السُلمی نے اٹھ کر کہا ، '' اے بادشاہ ! خدا تمہیں ہمیشہ اطمینانِ خاطر دیے رکھے ۔ سدا خوش حال و مسرور رکھے ۔ کلام کے انجام پر پہلے ہی سے غور کر لیا جاتا ہے ۔ جو امور ایک جیسے ہوں وہ لائق اعتبار ہیں ۔ کثرت میں بوجھ اور کم میں کفایت ہے ۔ بادشاہوں میں اپنی طاقت کے زعم پر تیزی ہوتی ہے ۔ یہ وہ مقام[1] ہے جس کا بعد کے آنے والے امور سے تعلق ہے ۔ لہٰذا جس نے یہاں شرف [۱۵۵] حاصل کر لیا وہ شریف ہو گیا اور جو یہاں گمنام رہا وہ گمنام ہو گیا ۔ ہم نہ تو اس لیے یہاں آئے ہیں کہ تم ہم پر ظلم کرو اور نہ اس لیے کہ تمہاری ناراضگی حاصل کریں ۔ نہ ہی ہم نے تم سے کوئی عطیہ مانگا ہے ۔ ہمارے[2] مال ہمارے لیے کمائی کا ذریعہ ہیں اور ہمیں اپنی طاقت پر اعتماد ہے ، اگر ہم آگ جلاتے ہیں تو اسے خوب روشن کرتے ہیں ۔ اگر ہمیں[3] زمانہ

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں ھذا منطق دیا ہے مگر العقد الفرید میں ھذا موطن دیا ہے ۔ میں نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے ۔
۲ ۔ بلوغ الارب میں ان فی اموالنا منتقدا دیا جس کا کوئی مفہوم نہیں نکلتا مگر العقد الفرید میں ان فی اموالنا مُرتفدا دیا ہے اور میں نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے ۔
۳ ۔ بلوغ الارب میں ان اَرْوَدَ دھر بنا دیا ہے اور اوپر اسی طرح ترجمہ کیا گیا ہے مگر العقد الفرید میں اِنْ اَوِدَ بِنَا الدَّھْرُ دیا ہے ۔ (اگر ہم کو زمانہ ٹیڑھا کرنا چاہے تو سیدھے ہو جاتے ہیں) اور العقد الفرید کی عبارت زیادہ موزوں ہے ۔

مہلت دے تو ہم اعتدال پر رہتے ہیں ۔ مگر اس کے باوجود تمہارے عہد کی نگہداشت کریں گے اور جو تم سے جنگ کا ارادہ کرے گا ہم اس سے جنگ کریں گے تاکہ جب ہم یہاں سے واپس جائیں تو ہماری تعریف ہو اور ہمارا ذکر اچھے الفاظ کے ساتھ کیا جائے۔

(یہ سن کر) کسریٰ نے کہا ، " تمہاری گفتگو کا اعتدال تمہارے حد سے بڑھ جانے کا پتا نہیں دیتا ۔ نہ تمہاری مدح تمہاری مذمت کا علم ہونے دیتی ہے" ۔

عمرو نے جواب دیا، "میرے ادنیٰ درجے کا اعتدال صحیح راہ دکھانے والا اور میری ادنیٰ درجے کی زیادتی حقیقت حال کا پتا دینے والی ہے ۔ جس شخص کا نفس اس بات سے بیگانہ اور کنارہ کش ہے جس کو وہ جانتا ہے ، اور [1] اتنے اعتدال کو پسند کرے جس سے وہ اپنے مقصد کو پہنچ جائے تو اسے قابل ملامت نہیں جانا جاتا" ۔

کسریٰ نے جواب دیا ، " انسان ہر وہ بات جس کا اسے علم ہو کہہ نہیں دیا کرتا ۔ بیٹھ جاؤ" ۔

اس کے بعد خالد بن حعفر الکلابی اٹھا اور کہا ، "خدا بادشاہ کو سعادت مندی سے ہمکنار کرے اور راہ راست کی ہدایت دے ۔ ہر گفتار کا موقع و محل ہوتا ہے ، ہر جواب[2] میں تکلیف پائی جاتی ہے ۔ بولتے بولتے رک جانا زیادہ سخت ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ انسان خاموش ہی رہے ۔ گفتار کی لغزش دشوار گزار راستے کی لغزش سے بھی زیادہ تکلیف دہ[3] ہوتی ہے ۔ ہمارے نزدیک گفتار کا موقع یہی ہے کہ جو ہم چاہیں (کہہ دیں)

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں عزبت نفسہ دیا ہے اسے عزفت نفسہ پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں حاجة دیا ہے اسے جابة (جواب) پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں انکاءا دیا ہے اسے انکی پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے ۔

ان باتوں کے کہنے کا غم جنھیں ہم کہنا نہیں چاہتے ایسا ہے کہ گلے سے نیچے نہیں اتر سکتا ۔ میرا ان باتوں کے کہنے سے رک جانا جو میں اپنی ذات کے متعلق جانتا ہوں اور جو لوگ مجھے[1] سن چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ مجھ میں ان کے (کہنے کی) طاقت ہے ، مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں تکلفاً وہ بات کہوں جس کا مجھے ڈر ہے اور حس کی وجہ سے لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں ۔ ہمارے بادشاہ نعمان نے ہمیں تمھارے پاس بیھجا ہے اور وہ تمھارے بہترین مددگاروں میں سے ہے ۔ وہ بڑا اعلیٰ احسان شناس اور امتنان گزار شخص ہے ۔ ہمارے نفوس تمھاری تابعداری کا اقرار کرتے ہیں اور ہماری گردنیں تمھاری خیر خواہی کے لیے خم ہیں اور ہمارے ہاتھ تمھارے حق میں وفا کے ضامن ہیں ۔

کسریٰ نے کہا ، ”تم نے جو گفتگو کی ہے عقلمندی سے کی ہے ۔ تم اپنی فضیلت کی وجہ سے[2] بلند ہوئے ہو اور تم نے اپنی شرافت کی وجہ سے اعلیٰ مقام پایا ہے“ ۔

اس کے بعد علقمہ بن علاثہ العامری اٹھا اور کہا ، ”ہدایت کے راستے تمھاری نگاہوں پر عیاں[3] ہو چکے ہیں ۔ بندگانِ خدا کی گردنیں تمھارے سامنے جھکی ہوئی ہیں ۔ ہر بات کہنے کا الگ طریقہ ہے ۔ رائے کے لیے دخل انداز ہونے کی گنجائش اور دشواریوں سے نکل جانے کی راہ موجود ہوتی ہے ۔ بہترین قول وہ ہے جو سب سے زیادہ سچا ہو اور بہترین جستجو وہ ہے جو سب سے زیادہ کامیاب ہو ۔ اگرچہ محبت ہمیں یہاں کھینچ لائی ہے اور تمھارے پاس آنے سے ہم تم سے اور زیادہ قریب ہو گئے ہیں تاہم ہم میں سے جو لوگ اس وقت تمھارے پاس حاضر ہیں وہ ان لوگوں سے افضل

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں من سمعی دیا ہے اسے مَنْ سَمِعَنِی پڑھیں ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں سمرت مندرج ہے اسے سموت پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں مرقوم ہے ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں نهجت دیا ہے اسے اَنْهَجَتْ پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے۔

نہیں ہیں جو تم سے دور ہیں بلکہ تم اگر ان میں سے ہر شخص کا قیاس کر [۱۵۶] لو اور ان کے متعلق تمھیں وہ باتیں معلوم ہو جائیں جن کا ہمیں علم ہے تو تم اس کے قریب ترین آباء و اجداد میں اس کے ہمسر اور ہم مرتبہ لوگوں کو پاؤ گے ۔ ان میں سے ہر شخص فضیلت کا حامل ہے اور شرف و سرداری سے مُتّصِف ہے اور فضیلت والی رائے اور لوگوں کے دلوں میں گھر کر جانے والے ادب کے باعث مشہور ہے ۔ (ان میں سے ہر ایک ( اپنی چراگاہ کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے ندیموں کو یوں پلاتا ہے کہ وہ سیر ہو جائیں وہ اپنے دشمنوں[1] کو مار بھگاتا ہے ۔ نہ تو اس کی آگ بجھتی ہے اور نہ اس کا پڑوسی اس سے احتراز کرتا ہے ۔ اے بادشاہ جو شخص عربوں کو آزمائے گا وہ ان کی فضیلت کو پہچان لے گا لٰہذا تمھیں عربوں سے نیک برتاؤ کرنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ عزت کے اعتبار سے مضبوط گڑے ہوئے پہاڑوں کی طرح ہیں اور زخّار سمندر کی طرح موجزن ہیں ۔ یہ لوگ شرف میں چمکدار ستارے ہیں اور تعداد میں اتنے ہیں جتنے سنگریزے ۔ لٰہذا اگر تم ان کی فضیلت کو پہچانو گے تو وہ تمھیں تقویت دیں گے اور اگر ان کو مدد کے لیے پکارو گے ، تو وہ تمھارا ساتھ نہ چھوڑیں گے ۔

کسریٰ نے اس ڈر سے کہ کہیں وہ کوئی ایسی بات نہ کہہ ڈالے جس سے اس کو غصہ آ جائے کہا ،

"بس اتنا ہی کافی ہے ۔ تو نے اپنی بات پہنچا دی اور بڑی اچھی طرح پہنچا دی" ۔

اس کے بعد قیس بن مسعود شیبانی نے اٹھ کر کہا ، "خدا تمھارے مقاصد[2] کو عمدہ بنا دے اور تمھیں مصائب سے دور رکھے ۔ تمھیں بری مصیبتوں سے بچائے رکھے ۔ جب ہم تمھاری خدمت میں حاضر ہوگئے ہیں تو

۱ ۔ بلوغ الارب اور العقدالفرید دونوں میں اعداہ دیا ہے اسے عُداۃ پڑھیں عُدیٰ اسم جمع ہے عَدُوٌ کے لیے ۔

۲ ۔ مراشد بمعنی مقاصد ۔ مراشد ایسی جمع ہے جس کا مفرد نہیں ہے جیسے مَلاَمِحُ اور مَحَاسِنُ

ہم اس بات پر بہت زیادہ قادر ہیں کہ ہم تم سے کوئی ایسی بات نہ کہیں جس سے تمھارے سینے میں غصہ پیدا ہو ، اور جو تمھارے دل میں ہمارے خلاف کینے کا بیج بوئے ۔ اے بادشاہ ! ہم تمھارے پاس تم سے بزرگی میں مقابلہ کرنے کے لیے نہیں آئے اور نہ ہم نے اپنا نسب نامہ[1] تم سے دشمنی کرنے کی غرض سے بیان کیا ہے بلکہ صرف اس لیے کہ تمھیں اور تمھاری رعایا کو نیز ان قوموں کو جن کے وفد تمھارے پاس آئے ہیں یہ معلوم ہو جائے کہ ہم نہ گفتار میں پیچھے ہٹنے والے ہیں اور نہ جنگ[2] میں کوتاہی کرنے والے ۔ اگر کوئی دوڑ میں ہم سے مقابلہ کرے تو ہم سے آگے نہیں نکل سکتا اور اگر کوئی بزرگی میں مقابلہ کرے تو وہ بھی ہم پر غالب نہیں آ سکتا ۔

اس پر کسریٰ بولا ، " مگر تم جب عہد کرتے ہو تو اسے پورا نہیں کرتے" ۔ اس کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ اس نے سواد کے علاقے کے معاہدے کو پورا نہیں کیا تھا ۔

قیس نے جواب دیا ، " اے بادشاہ ! میری مثال اس میں اس وفادار شخص کی تھی جس سے بے وفائی کی گئی ہو یا اس پناہ دینے والے کی تھی جس کی ذمہ داری کی بے توقیری کی گئی " ۔

کسریٰ نے کہا ، "نہ کمزور آدمی کی کوئی ضمانت ہو سکتی ہے اور نہ ذلیل کی پناہ " ۔

قیس نے جواب دیا، "اے بادشاہ ! میرا جو عہد توڑا گیا ہے اس میں

---

۱ ۔ بلوغ الارب اور العقد الفرید دونوں میں لم ننتسب لمعاداہ دیا ہے جس کا ترجمہ اوپر دے دیا گیا ہے ۔ مگر میرے خیال میں درست انتصبنا ہونا چاہیے کیونکہ محاورے میں نصب للعداوہ اور ناصب استعمال ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں معنی یوں ہوں گے : اور نہ ہم اس لیے آئے ہیں کہ تم سے دشمنی کا اظہار کریں ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں وفی النّاس دیا ہے اسے وفی البأس پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے۔

مجھ پر جس قدر عار لازم آتی ہے اس سے کہیں بڑھ کر ان لوگوں کی وجہ سے جو تمھاری رعایا میں سے قتل کیے گئے اور جو بے عزتی تمھاری ہوئی تم پر عائد ہوتی ہے۔

کسریٰ نے کہا ، " اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص [1] خائن لوگوں کو امین سمجھے اور بدکار لوگوں سے مدد طلب کرے اسے وہی سزا ملے گی جو اس غلطی سے مجھے ملی ہے۔ سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ تو نے حاجب بن زرارہ کو کیسا پایا ؟ کیا وہ اپنی قوتوں کو اس لیے مضبوط نہیں کرتا کہ ثابت قدم رہے ، عہد اس لیے نہیں کرتا کہ پورا کرے اور وعدہ اس لیے نہیں کرتا کہ ایفا کرے ؟

قیس نے کہا ، " وہ اس کا بہت ہی زیادہ حقدار ہے حالانکہ میں سمجھتا تھا کہ یہ میرا ہی حصہ ہے "۔

کسریٰ بولا ، "یہ لوگ سب کے سب کامل[2] ہیں۔ ان کا افضل ترین شخص وہ ہے جو قوی ترین ہے "۔

اس کے بعد عامر بن الطفیل عامری نے اٹھ کر کہا ، "کہنے کے کئی طریقے ہیں۔ مشتبہ[3] طور پر بات کہنا سخت تاریکی سے بھی زیادہ تاریک[4]

---

۱ - بلوغ الارب میں ذٰلک من ائتمن دیا ہے اسے ذٰلک لأنّ مَن ائتمن پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے۔

۲ - بُزّل جمع بازل کی۔ بازل دراصل اس اونٹ کو کہتے ہیں جو اپنی کامل عمر کو پہنچ چکا ہو۔ پھر تشبیہ کے طور پر اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو اپنی عقل اور تجربے کے معاملے میں کمال کو پہنچ چکا ہو۔ العقد الفرید میں اسے بُزُل بروزن فُعُل دیا ہے اور اسے بازل کی جمع بتایا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ بازل کی جمع بُزّل آتی ہے نہ کہ بُزُل کی۔ بُزُل بَزُول کی جمع ہے جو بازل کا ہم معنی ہے۔ مزید برآں وہاں اس کے معنی الجمل المُسن دیے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

۳ - بلوغ الارب میں لیس لکھا ہوا ہے اسے لبس (بالباء الموحدۃ) پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں مرقوم ہے۔

۴ - بلوغ الارب اور العقد الفرید دونوں میں : اعمٰی درج ہے اسے اغمٰی (بالغین المعجمہ) پڑھیں۔

ہوتا ہے ۔ فخر نیک کارناموں پر کیا جاتا ہے اور عزت[1] جرأت میں پائی جاتی ہے ۔ قدرت کی اطاعت کرنا سرداری ہے ۔ تمہیں ہماری قوت کا خوب [۱۵۷] علم ہے اور تم ہماری فضیلت کو خوب جانتے ہو اور ہم اس بات کے اہل ہیں کہ اگر زمانہ ہمیں غلبہ دے اور ہماری عقلیں بحال رہیں تو ہم سے ایسے ایسے امور ظہور میں آئیں جن کی علامات (واضح اور ظاہر) ہوں ۔

کسریٰ نے پوچھا ، " یہ علامات[2] کیا ہیں " ؟

عامر نے جواب دیا ، " قبائل ربیعہ اور مضر کا ایک ایسے امر پر اتفاق کرنا جس کا لوگوں میں چرچا ہونے لگے " ۔

کسریٰ نے پھر پوچھا ، " وہ کونسی بات ہے جس کا چرچا ہونے لگے " ۔

عامر نے جواب دیا ، " جتنا بتانے والے نے بتا دیا ہے مجھے اس سے زیادہ کا علم نہیں ہے " ۔

کسریٰ بولا ، " اے ابن الطفیل ! تو کاہن کب سے بن بیٹھا ہے" ۔

عامر نے جواب دیا ، "میں کاہن نہیں ہوں ، میں تو نیزہ زن ہوں" ۔

کسریٰ نے پھر کہا ، " اگر کوئی شخص تمہاری کانی آنکھ کی طرف سے آئے تو کیا کرو گے " ۔

عامر نے جواب دیا ، " میری وہ ہیبت اور دبدبہ جو سامنے سے ہے اس ہیبت[3] اور دبدبے سے کم نہیں جو پیچھے سے ہے ، میری آنکھ

---

۱ - بلوغ الارب میں العجز لکھا ہؤا ہے اسے العز پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے ۔

۲ - بلوغ الارب میں وماتلک الا حلام مرقوم ہے اسے وماتلک الأعلام پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے ۔

کھیل کود[1] میں ضائع نہیں ہوئی بلکہ کھیل کود سے اثرپزیری کے باعث ضائع ہوئی ہے"۔

اس کے بعد عمرو بن معدیکرب الزبیدی نے اُٹھ کر کہا ، انسان (کی ہستی اس کی) دو چھوٹی چیزوں کے باعث ہے ۔ دل اور زبان ۔ گفتار کا پیغام یہی ہے کہ جو بات کہی جائے درست کہی جائے ۔ گھاس کی[2] تلاش کر لینے کا دار و مدار اس کی تلاش (کے عمل) پر ہے ۔ وہ رائے[3] جو از خود اور آسانی سے حاصل ہو جبراً غور و فکر کرنے سے بہتر ہے ۔ تجربے کی غرض سے توقف کرنا حیرت کی کجروی سے بہتر ہے ۔ اپنے الفاظ کے ذریعے ہماری اطاعت کو اپنی طرف کھینچو اور اپنے حلم سے ہماری جلد بازیوں کو پی جاؤ ۔ ہمارے لیے اپنے پہلو کو نرم کرو تاکہ تمھارے لیے[4] ہمیں مطیع بنانا آسان ہو جائے کیونکہ ہم تو وہ لوگ ہیں جن کے پتھر میں اُن لوگوں کی منقاریں[5] نقطے[6] نہ ڈال سکیں جو ہمیں

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں ما اذھب عینی فی عبث دیا ہے اسے ما أذھب عینی عبث پڑھیں ۔ العقد الفرید میں ما اذھب عینی عیث دیا ہے ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں النجدة دیا ہے اسے النُجعة پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے ۔

۳ ۔ عفو : وہ چیز جو آسانی سے اور بغیر مانگے کے حاصل ہو ۔

۴ ۔ بلوغ الارب میں یسلس لنا دیا ہے اسے یسلس لک پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے ۔

۵ ۔ منقار مفرد ہے مناقیر کا ، وہ آلہ جس سے چکی کو ٹھکور کر اس میں گڑھے بنائے جاتے ہیں ۔

۶ ۔ بلوغ الارب اور العقد الفرید دونوں میں لم یوقس صفا تنا قراع دیا ہے اسے لم یرقش صفا تنا قرع پڑھیں ۔ العقد الفرید میں لم یوقس پڑھ کر اس کے معنی لم یخدش دیے ہیں مگر ان معنوں کی تصدیق کتب لغت سے نہیں ہوتی ۔

چبا جانا چاہتے تھے - ہم نے اپنی چراگاہوں کو ہر اس شخص سے بچائے رکھا جو ہم پر ظلم کرنے کا خواہاں ہوا -

[۱۵۸] اس کے بعد حارث بن ظالم المری نے اٹھ کر کہا ، "جھوٹ گفتار کے لیے آفت ہے - چاپلوسی رذیل اخلاق میں سے ہے - رائے میں غلطی ہو جانے کی وجہ سے صاحب سطوت بادشاہ کی خفت ہوتی ہے - اگر ہم تمھیں یہ بتا دیں کہ ہم الفت کی وجہ سے تمھارے حضور آئے ہیں اور ہمارا تمھارے پاس بھیجا[۱] جانا خلوص نیتی پر مبنی ہے تو تم اسے قبول نہیں کرنے کے اور نہ ہی تم اس بات پر اعتماد کرو گے - مگر عہد کو پورا کرنا اور وہ عہد نامہ جس کو پختہ نہ کیا گیا ہو پختہ کرنا (نہایت ضروری امر ہے)- یہ معاملہ ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے جب تک کہ تمھاری طرف سے کجروی یا لغزش نہ ہو -

کسریٰ نے دریافت کیا ، " تو کون ہے " ؟

اس نے جواب دیا ، " الحارث بن ظالم "

کسریٰ بولا ، " تمھارے آباء کے ناموں میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ تم بے وفا ہو اور یہ کہ تم بے وفائی اور گناہ کے بہت زیادہ قریب ہو " -

حارث نے جواب دیا ، "حق بات غصہ دلاتی ہے" سرداری تغافل کا نام ہے کوئی شخص اس وقت تک حلم کا اہل نہیں جب تک اس میں (بدلہ لینے یا سزا دینے کی) قدرت نہ ہو - لہٰذا تمھارے عمل اور اس مجلس (کی گفتگو) میں مطابقت پائی جانی چاہیے -

کسریٰ نے کہا ، "یہ شخص (اپنی) قوم کا بہادر ہے" - پھر کہا ، " جو کچھ تمھارے خطیبوں نے کہا ہے اور جو طرح طرح کی باتیں تمھارے مقررین نے کی ہیں میں انھیں سمجھ گیا ہوں - اگر مجھے یہ بات معلوم نہ ہوتی کہ ادب نے تمھاری کجی کو سیدھا نہیں کیا اور نہ

---

۱ - بلوغ الارب میں ایفادنا دیا ہے اور میں نے اسی کو درست سمجھا ہے مگر العقد الفرید میں انقیادنا دیا ہے -

اس نے تمھارے معاملات کو مضبوط کیا ہے ۔ نیز اگر یہ بات معلوم نہ ہوتی کہ تمھارا کوئی بادشاہ ہی نہیں جو تم سب کو اکٹھا کرے پھر تم اس کے سامنے اس طرح بات کرو جس طرح ایک عاجزی کرنے والی اور اطاعت گزار رعایا کرتی ہے تو میں تمھیں بہت سی ایسی باتیں کہنے کی اجازت نہ دیتا جو تم نے کہی ہیں ۔ اب تو جو تمھاری زبانوں پر آیا تم نے کہہ ڈالا اور جو تمھاری طبیعت پر غالب آیا تم نے اگل دیا ، میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اپنے پاس آنے والوں کے ساتھ سختی[1] سے پیش آؤں یا ان کے دلوں میں کینہ پیدا کروں ۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جس امر پر تمھارے امور کا دار و مدار[2] ہے اس کی اصلاح کر دوں ۔ تمھارے بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع کر دوں ۔ جو معاملہ میرے اور تمھارے درمیان ہے میں اس کا عذر اللہ کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔ تم نے جو درست[3] باتیں کہی ہیں میں انھیں قبول کرتا ہوں ، اور ان باتوں میں جو غلطی اور نادرستی تھی اس سے در گزر کرتا ہوں ۔ اب تم اپنے بادشاہ کے پاس چلے جاؤ اور اسے بطریقِ احسن تقویت دو ۔ اس کی اطاعت کا دم بھرتے رہو ۔ اپنے یہاں کے بیوقوفوں کو روکو اور ان کی کجی کو سدھا کرو ۔ انھیں اچھے ادب اداب سکھاؤ ، اس لیے کہ عام لوگوں کی بہبودی اسی امر میں مضمر ہے" ۔

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں آنَّ اجیبّہ دیا ہے اور العقد الفرید میں آنَّ أجنبتہ دیا ہے مگر یہ دونوں غلط ہیں ۔ اسے آنَّ اَجشَبّہَ پڑھیں ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں یہ عبارت یوں دی ہے و الذی احب من اصلاح مدبرکم مگر العقد الفرید میں یوں دی ہے : و الذی احب هو اصلاح مدار کم اور میں نے اسی کو لے کر ترجمہ کیا ہے ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں قد قبلت فیما کان دیا ہے اسے قد قبلت ما کان پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے ۔

# عربوں کی فضیلت کے متعلق ابن المقفع[1] کا بیان

ابو العیناء ہاشمی نے قحطبی سے اور اس نے شبیب[2] بن شبہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ہم بصرے میں مربد کے مقام پر مقیم تھے اور مربد اشراف کی آماجگاہ تھا۔ اسی زمانے میں ابن المقفع آ گیا۔ ہم نے اس کے آنے پر خوشی کا اظہار کیا اور سلام کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانی چاہی۔ اس نے سلام کا جواب دیا پھر کہا، (کیا ہی اچھا ہو) اگر تم نیرون[3] اور اس کے وسیع سائے [۱۵۹] لمبی فصیل اور دل‌کش نسیم کی طرف رخ کرو، پھر تم اپنے بدنوں کو نشیبی زمین میں پناہ دو اور اپنے چوپایوں کو بوجھ کی مشقت سے آرام دو۔ جس چیز کی تمھیں تلاش ہے مل جائے گی، جس چیز کا اللہ نے تمھارے لیے فیصلہ کر رکھا ہے وہ تمھیں مل کر رہے گی۔ ہم نے اس کی بات مان لی اور اُدھر کو ہو لیے۔ جب ہم آرام سے بیٹھ گئے تو اس نے پوچھا، کونسی قوم سب سے زیادہ عقل مند ہے؟ اس پر ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، پھر ہم نے کہا شاید اس کی مراد اس کی اپنی ایرانی قوم سے ہے، لہٰذا بولے ایرانی۔ ابن المقفع نے کہا، وہ ایسے نہیں ہیں بیشک وہ روئے زمین کے بہت سے حصے کے مالک رہے ہیں۔ بہت بڑا ملک پایا ہے اور بہت سی مخلوق پر غالب آئے ہیں اور ان کے ہاتھ میں زمام حکومت رہی ہے مگر انھوں نے اپنی عقل کے ذریعے کسی چیز کا استنباط نہیں کیا اور نہ ہی کوئی باقی رہنے والی حکیمانہ

---

۱ - ابن المقفع: اصلی نام روزبہ تھا پھر عبد اللہ بن المقفع کہلایا۔ یہ ایرانی الاصل تھا۔ کلیلہ دمنہ کا پہلوی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا اسی طرح دیگر پہلوی کتابوں کا بھی ترجمہ کیا اور المنصور کے حکم سے تقریباً ۱۴۶ھ میں قتل کیا گیا۔

۲ - شبیب بن شبہ: بلوغ الارب میں اسی طرح دیا ہے مگر درست نام شبیب بن شیبہ ہے۔ یہ منقری اور بصری ہے۔ فصیح و بلیغ اور مؤرخ تھا ۱۶۲ھ میں وفات پائی۔

۳ - بلوغ الارب میں نیروز دیا ہے جو غلط ہے۔

بلت کمی ہے ہم نے کہا : پھر رومی ہوں گے ؟ اس نے کہا : وہ تو اہل صنعت ہیں - ہم نے کہا : پھر چینی ہوں گے ؟ بولا : وہ تو عجیب و غریب حرکات کرتے ہیں - ہم نے کہا : پھر ہندی ہوں گے ؟ اس نے کہا ، وہ تو فلسفی ہیں - ہم نے کہا ، سوڈانی ہوں گے" ؟ اس نے جواب دیا ، "وہ تو اللہ کی بدترین مخلوق ہیں" - ہم نے کہا ، ترکی ؟ اس نے جواب دیا ، وہ تو جھپٹ کر لے جانے والے کتے ہیں - ہم نے کہا ، خزر ؟ اس نے کہا ، وہ کُھلی چرنے والی گائیں ہیں - ہم نے کہا ، پھر آپ ہی کہیے - اس نے جواب دیا ، عرب - اس پر ہم ہنس پڑے - چنانچہ اس نے کہا ، (یہ کہنے سے) میرا مقصد تم سے موافقت کرنے کا نہیں ہے لیکن اگر میں خود ان کی طرف منسوب ہونے سے محروم رہا ہوں تو اس بات سے تو محروم نہیں ہوں کہ مجھے اس امر کی شناخت کا موقع ملا ہے - عربوں نے جو حکومت کی ہے اسے کسی ایسی مثال پر استوار نہیں کیا جو ان کے لیے پہلے سے قائم کی جا چکی ہو اور نہ ہی کسی قسم کی روایات پر جو ان کے یہاں مروّج رہی ہوں - وہ تو اونٹ اور بھیڑ بکریوں والے لوگ تھے اور بالوں اور چمڑے (کے بنے ہوئے گھروں میں) رہے تھے - وہ اپنی خوراک تک کی سخاوت کر دیتے تھے ، جو چیز خود[1] انھیں نہایت عزیز ہوتی تھی وہ بھی عطا کر دیتے تھے - اپنی فارغ البالی میں بھی اور تنگ دستی کے زمانے میں بھی ایک دوسرے کے شریک حال رہتے تھے - عرب اپنی عقل سے ایک چیز کو یوں بیان کرتا ہے کہ اس کے ضمن میں اوروں کا پیشرو بن جاتا ہے اور اگر کوئی کام کرتا ہے تو اس طرح کہ اوروں کے لیے حجت بن جاتا ہے - جسے اچھا بنانا چاہتا ہے اسے اچھا بنا دیتا ہے اور جسے قبیح بنانا چاہتا ہے اسے قبیح بنا دیتا ہے - ان کو خود ان کے اپنے نفسوں نے ادب سکھایا اور اپنی ہی ہمتوں نے بلند کیا اور ان کے دلوں اور

---

۱ - لسان العرب میں ہے : المجهود : المُشتهى من الطعام و اللبن و جُهِدَ الطعامُ و اُجْهِدَ اُشْتُهِيَ -

زبانوں نے انھیں بلند مقام دیا ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ بھی انھی میں رہا اور ان کا اپنا عطیہ بھی ، یہاں تک کہ ان کو قابل فخر بلندی اور اعلیٰ درجے کی شہرت حاصل ہوئی ۔ بالآخر انھیں تمام زمانے بھر کے مقابل دلیا کی حکومت ارزانی کر دی گئی ۔ ان کے دین اور ان کی خلافت نے ان کے لیے قیامت تک بھلائی کا راستہ کھول دیا جو انھی میں رہے گی اور ان کے لیے ہوگی ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

إِنَّ الأَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۔

زمین اللہ کی ہے ، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک بنا دیتا ہے ، انجام (تو) متقین ہی کے لیے ہے

لہٰذا جس نے ان کی حق تلفی کی اس نے نقصان اٹھایا ۔ جس نے ان کی فضیلت کا انکار کیا مغلوب ہؤا اور زبان سے حق بات کی مخالفت کرنے سے دل کی دنیا تباہ ہو جاتی ہے ۔

## عربوں کے بارے میں شعوبیہ کا مذہب اور اس کا رد

شعوبیہ ایک فرقہ ہے جن کا مذہب یہ ہے کہ عربوں کی تنقیص [۱٦٠] کی جائے ۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ عربوں کو غیر عربوں پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے ۔ انھیں شعوبیہ اس لیے کہا گیا کہ یہ شعوب کی طرفداری کرتے ہیں اور شعوب اور قبائل کے مابین مغایرت پائی جاتی ہے (عجمی ان قبائل کی طرفداری کرتے ہیں جو عربی قبائل سے الگ ہیں) چنانچہ مفسرین کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فرمان :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَ جَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَ قَبَائِلَ

لوگو ! ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادے سے پیدا کیا اور تمھیں شعوب اور قبائل بنایا

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قبائل عربوں کے ہیں اور شعوب عجمیوں کے ۔ بعض لوگ عجمیوں کی بعض شاخوں کو عربوں سے افضل خیال کرتے ہیں ۔ انھی میں سے ابوعبیدہ[1] بھی ہے ۔ اس کے اعتقادات خارجیوں کے سے تھے ۔ اُس نے عربوں کے عیوب کے متعلق ایک کتاب بھی لکھی ہے ۔ دوسرا شخص ابن غَرسیتہ ہے جس نے عربوں پر عجمیوں کو فضیلت دینے کے متعلق ایک فصیح رسالہ لکھا ہے ۔ علمائے اندلس نے اس کے رد میں کئی رسالے لکھے ہیں ۔

ابو عبید[2] البکری امالی کی شرح میں لکھتے ہیں :

کتاب مثالب العرب دراصل زیاد[3] بن ابیہ نے لکھی ہے ۔ کیونکہ

---

۱ ۔ ابوعبیدہ : ابو عبیدہ معمر بن مثنی التیمی البصری ۔ عالم لغت اور تاریخ ۔ ان کی کی تقریباً دو سو تصانیف بتلائی جاتی ہیں ۔ ایک کتاب '' مجاز '' کے متعلق لکھی جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس کا نام ''مثالب العرب'' ہے ۲۱۰ھ میں وفات پائی ۔

۲ ۔ ابو عبیدالبکری : ابوعبید عبداللہ بن عبدالعزیز بن محمد البکری ۔ دراصل شَلْطِیش کا رہنے والا تھا مگر قرطبہ میں رہائش اختیار کر لی تھی ۔ لغوی ، نسّاب ، اور اخباری تھا ۔ انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں مثلاً اعلام النبوۃ ، کتاب الاحصاء فی طبقات الشعرا ، التنبیہ علی اغلاط ابی علی فی امالیہ وغیرہ ۔ میمن نے ان کی بارہ کتابوں کے نام دیے ہیں ۔ ان کی مشہور ترین کتاب شرح امالی ہے جس کا یہاں حوالہ دیا ہے ۔ ملاحظہ ہو شرح امالی صفحہ ۸۰۷ - ۸۰۸ ۔ انھوں نے ۴۸۷ھ میں وفات پائی ، نیز ملاحظہ ہو خزانۃالادب : ۲ : ۲۱۲ اور ۵۱۹

۳ ۔ زیاد بن ابیہ ۔ الفخری وغیرہ نے ان کی والدہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ '' ذوات الرایات'' (طائفہ) تھی مگر سہیلی (الروض الانف : ۲ : ۱۳) لکھتے ہیں کہ ان کی والدہ سمیتہ پہلے حارث بن کلدہ ستطبب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۱ پر

جب اس نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ ابو سفیان اس کا باپ ہے تو اسے اس بات کا علم تھا کہ عرب اس کے نسب کو جانتے ہوئے اسے ماننے کے نہیں ہیں ۔ لہٰذا اس نے کتاب المثالب لکھی اور ہر قسم کا عیب ، عار کی بات ، لغو ، جھوٹ اور بہتان عربوں کے سر تھوپ دیا ۔ پھر دوسرا شخص جس نے یہی کام کیا وہ ہیثم بن عدی[1] تھا ۔ یہ شخص صحیح النسب نہ تھا لہٰذا اس نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے شرفا کی عزت کو ملوث کرنا چاہا ۔ پھر اس کام کی تجدید ابوعبیدہ نے کی ۔ اس نے اس میں اضافہ بھی کیا ۔ کیونکہ یہ دراصل یہودی تھا اور اس کا دادا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی اولاد میں سے کسی شخص کے ہاتھ پر ایمان لایا تھا اسی لیے اس نے بنی تیم کا مولیٰ ہونے کا دعویٰ کیا اور ان کی طرف نسبت اختیار کر لی ۔ اس کے بعد علاّن[2] شعوبی وراّق اٹھا ۔ یہ شخص

---

صفحہ ۳٦۰ کا بقیہ حاشیہ

کے پاس تھی ۔ حارث نے یمن کے ابو جبر نامی ایک بادشاہ کا علاج کیا تھا اور شفایاب ہونے پر اس نے سمیہ تحفتاً حارث کو دے دی ۔ ابو جبر سے پہلے سمیّہ کسی ایرانی بادشاہ کے پاس تھی ۔ ابو جبر ایران گیا اور ایرانی بادشاہ نے ہدیتاً اسے سمیہ دے دی ۔ زیاد کا شمار دُہاۃ العرب میں ہوتا ہے ۔ معاویہؓ کے عہد میں یہ عراق کا گورنر رہا اور ۵۳ھ میں وفات پائی ۔ (شذرات الذہب : ۱ : ۵۹)

۱ ۔ ہیثم بن عدی : ابو عبدالرحمٰن ہیثم بن عدی الطائی الکوفی صاحبِ اخبار اور مؤرخ تھا ۔ متروک الحدیث ہے ۔ اسے ابوداؤد سجستانی نے کذاب کہا ہے ۔ اس نے ۲۰۷ھ میں وفات پائی (شذرات : ۲ : ۱۹)

۲ ۔ بلوغ الارب میں غیلان دیا ہے ۔ تصحیح شرح امالی کی مدد سے کی گئی ہے ۔ علاّن بن الحسن شعوبی دراصل ایران کا رہنے والا تھا راویۂ نسب تھا ، مثالب اور مفاخرات کا عالم تھا ۔ برامکہ کے ساتھ

باقی حاشیہ صفحہ ۳٦۲ پر

زندیق تھا اور دو خداؤں کو مانتا تھا ۔ اس کے اس عقیدے کے متعلق کسی کو کسی قسم کا شک[1] نہیں ہے چنانچہ اس نے طاہر بن حسین[2]

---

صفحہ ۳۶۲ کا بقیہ حاشیہ

اس کے گہرے تعلقات تھے ۔ ہارون الرشید (۱۷۰ تا ۱۹۳ھ) مامون (۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ) اور برامکہ کے لیے بیت الحکمہ میں کتابت کا کام کرتا تھا ۔ اس نے عربوں کے مثالب میں کتاب المیدان لکھی ۔ اسی موضوع پر اس نے کتاب الجلبہ یا حلبۃ المثاب لکھی مگر یہ کتاب اب ناپید ہے ۔ اس کی دیگر تصانیف کے نام یہ ہیں ۔ کتاب المثالب جس میں قریش کے عیوب ان کی صنعت اور تجارت کا ذکر کیا ہے ۔ کتاب فضائل کنانہ ۔ نسب النمر بن قاسط ، کتاب نسب تغلب بن وائل ، کتاب فضائل ربیعہ اور کتاب المنافرہ ہے (الفہرست : ۱۵۳ - ۱۵۴ مطبع رحمانیہ مصر)

۱ - بلوغ الارب میں لا یوشک دیا ہے اسے لا یشک فیہ پڑھیں جیسا کہ شرح امالی میں دیا ہے ۔

۲ - طاہر بن الحسین طاہر بن الحسین خزاعی بنی خزاعہ کا مولیٰ تھا ۔ ذوالیمینین لقب ، یہ سخی اور بہادر تھا ۔ شعرا نے اس کی مدح میں قصائد کہے ۔یہ خراسان کا گورنر تھا اسی نے الامین کو قتل کیا تھا ۔ مامون نے ایک لڑکے کو تربیت دے کر اس کے ساتھ خادم کے طور پر کر دیا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ جب اسے طاہر کی طرف سے بغاوت کا شک گزرے تو اسے زہر دے دے ۔ چنانچہ جب یہ خراسان پر پورے طور پر قابض ہو گیا تو اس نے مامون کے نام کا خطبہ بند کر دیا اور اپنے نام کا خطبہ شروع کروا دیا ۔ اس پر ایک صبح کو جب اٹھے تو اسے بستر پر مردہ پایا گیا ۔ اس کی وفات ۲۰۷ھ میں ہوئی ۔ اس کے بعد مامون نے اس کے بیٹے طلحہ کو یہاں کا حاکم مقرر کیا ۔ اس کے بعد اس کا دوسرا بیٹا عبداللہ حاکم بنا جو ۲۳۰ھ میں مرا ۔

کے لیے ایک خارج از اسلام کتاب لکھی جس کی ابتدا بنی ہاشم کے عیوب سے کی اور اس میں ان کے بیاہوں اور ان کی ماؤں کا ذکر کیا ۔ ازاں بعد قریش کے چھوٹے قبائل اور پھر دیگر عربوں کا ذکر ہے ۔ اس نے ان کی طرف ہر قسم کا جھوٹ اور ڈھکوسلا منسوب کر دیا ہے ۔ ہر قسم کا بہتان اور اتہام ان کے سر تھوپ دیا ہے اس پر طاہر نے اسے تیس ہزار درہم انعام دیے تھے ۔ کتاب المثالب و المناقب کے نام سے جو کتاب[1] اب لوگوں کے پاس موجود ہے وہ نضر بن شمیل[2] حمیری اور خالد بن سلمہ[3]

---

۱ ۔ شرح امالی میں یہ عبارت یوں دی ہے واما کتاب المثالب والمناقب الذی بایدی النّاس الیوم وهو کتاب الواحدة المعلوم فانّما هو للنضر بن شمیل ۔ مگر بلوغ الارب میں وهو کتاب الواحدة المعلوم کے الفاظ نہیں دیے ۔ میمن اس مقام پر لکھتے ہیں کہ ان الفاظ کو بغدادی نے حذف کر دیا ہے کیونکہ بغدادی کی یہ عادت ہے کہ جن الفاظ کو وہ سمجھ نہیں سکتا انہیں حذف کر دیتا ہے ۔ الوسی نے یہ عبارت دراصل خزانة الادب سے لی ہے مگر اس کا حوالہ نہیں دیا ۔ دراصل شرح امالی کا حوالہ بغدادی نے دیا ہے ۔ الوسی نے یہ ظاہر کرنے کی غرض سے کہ اس نے یہ عبارت براہ راست شرح امالی سے لی ہے شرح امالی کا حوالہ دیا ہے مگر ان الفاظ کے حذف کرنے سے اس کی غلط بیانی ظاہر ہو گئی ہے ۔

۲ ۔ نضر بن شمیل ۔ ابوالحسن نضر بن شمیل البصری ۔ اس نے مرو میں رہائش اختیار کر لی تھی ۔ عالم ۔ امام ، حافظ اور جلیل القدر انسان تھا ۔ بصرہ کو چھوڑنے کی وجہ ان کی تنگدستی تھی ۔ ۲۰۳ھ میں وفات پائی ۔

۳ ۔ خالد بن سلمہ المخزومی ۔ یہ یزید بن عمر بن ہبیرہ کے ساتھ دولت بنو امیہ کے خاتمے پر بھاگ نکلا تھا مگر بنو عباس کے ہاتھ آ گیا اور انہوں نے اسے ۱۳۲ھ میں قتل کر ڈالا ۔

مخزوی کی لکھی ہوئی ہے ۔ یہ دونوں اپنے زمانے کے بہترین نسب دان تھے ۔ ہشام بن عبدالملک (م ۱۲۵ھ) نے حکم دیا تھا کہ وہ عربوں کی خوبیاں اور برائیاں بیان کریں ۔ انہیں اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ اس کام میں شریک تھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ قریش کو جیسا کہ وہ ہیں ویسے ہی رہنے دیا جائے۔ (ان سے تعرّض نہ کیا جائے) یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں کسی قریشی کا ذکر نہیں کیا گیا ۔

شرح امالی کا بیان ختم ہؤا ــ بہت سے عجمی اسی رائے کے مالک ہیں ۔

بدیع الزمان ہمدانی (م ۳۹۸ھ) سے مروی ہے کہ اس نے کہا ”میں ایک دن الصاحب کافی الکفاہ اسماعیل بن عبّاد(م ۳۸۵ھ) کے پاس موجود تھا کہ ایک ایرانی شاعر اس کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ اس نے صاحب کو ایک قصیدہ سنایا جس میں اس نے اپنی قوم کو عربوں پر فضیلت دینے کے علاوہ عربوں کی مذمت بھی کی تھی ۔ قصیدہ یہ ہے :

غَنِیْنَا بِالطُّبُولِ عَنِ الطُّلُولِ
وَعَنْ عَنسٍ عُذَافِرَةٍ ذَمُولِ

ہم طبلوں کو لے کر طلول (کھنڈرات) سے مستغنی ہو گئے ہیں اور قوی ، مضبوط اور نرم رفتار اونٹنی سے بھی مستغنی ہو گئے ہیں

وَاَذْهَلَنِیْ عُقَارٌ عَنْ عُقَارِ
ففی[1] است ام القضاه مع العدول

جاگیر نے مجھے شراب بھلا دی ہے اور قاضی اور اس کے عدول کی ایسی تیسی

فَلَسْتُ بِتَارِكٍ اِیْوَانَ کِسْرٰی
لِتُوضِحَ اَوْ بِحَوْمَلَ فَالدَّخُولِ

---

۱ ۔ میں نہ اس مصرع کو سمجھ سکا ہوں اور نہ تصحیح کر سکا ہوں ۔

میں توضح ، موصل اور دخول جیسے مقامات کی خاطر ایوان کسریٰ کو چھوڑنے کا نہیں ہوں

وَضَبٍ بِالفَلاَ سَاعٍ و ذِئبٍ
بِهَا يَعشُو و لَيثٍ وَسطَ غِيلٍ

ان کے جنگلوں میں کئی ایک گوہ ہیں دوڑتی اور بھیڑیے بھونکتے پھرتے ہیں ۔ جنگلوں میں شیر موجود ہیں

يَسُلُّونَ السُّيُوفَ لِرَاسِ ضَبٍ
حِرَاشاً بِالغَدَاةِ و بِالاَصِيلِ

عرب ایک گوہ کے سر کا شکار کرنے کی خاطر صبح و شام تلوار کھنیچے پھرتے ہیں

إذَا ذَبَحُوا فَذَلِكَ يَومُ عِيدٍ
وَإنْ نَحَرُوا فَفِي عُرسٍ جَلِيلٍ

جب وہ کوئی جانور ذبح کر لیں تو وہ ان کے لیے عید کا دن ہوتا ہے اور اگر اونٹ ذبح کر لیں تو گویا بیاہ شادی ہو رہی ہے

أمَا لَو لَمْ يَكُنْ لِلفُرسِ إلاَّ
نَجَارُ الصَّاحِبِ القَرمِ النَّبِيلِ

یاد رکھیں کہ اگر ایرانیوں کے پاس (اس) صاحب شرف سردار (الصّاحب) کے خاندان کے سوا کوئی اور خوبی نہ بھی ہوتی

لَكَانَ لَهُمْ بِذَلِكَ خَيرُ فَخرٍ
وَجِيلُهُمُ بِذَلِكَ خَيرُ جِيلٍ

جب بھی ان کے لیے یہی ایک بات برترین فخر کی بات ہوتی اور (اسی ایک کے باعث) ان کی قوم بہترین قوم (گنی گئی) ہوتی

جب شعر سناتے سناتے وہ اس شعر پر پہنچا تو صاحب نے کہا :

ہیں[1] کافی ہے - پھر گردن اٹھا کر کونوں میں اور اہل مجلس کی طرف نظر دوڑانے لگا - میں بڑے کمرے کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا - مگر وہ مجھے نہ دیکھ سکا اور کہا ابوالفضل[2] کہاں ہے - میں اٹھ کر زمین بوس ہوا اور کہا : کیا حکم ہے ؟ الصاحب نے فرمایا - اپنی تین چیزوں کی طرف سے جواب دو - میں نے عرض کیا : کونسی تین چیزیں ؟ فرمایا : اپنے ادب ، اپنے نسب اور اپنے مذہب کی طرف سے - میں نے کہا : بات کہنے کی کوئی گنجائش نہیں مگر اس کے بغیر طبیعت کو چین بھی نہ آئے گا لہٰذا میں بھی اسی طرز میں جس طرز میں تم نے شعر سنے ہیں کچھ عرض کرتا ہوں ، اس کے بعد میں نے یہ شعر پڑھنے شروع کر دیے :

أَرَاكَ عَلَى شَفَا خَطَرٍ مَهُولٍ
بِمَا أَوْدَعْتَ لَفْظَكَ مِنْ فُضُولٍ

میں تجھے خوفناک خطرے کے کنارے پر دیکھ رہا ہوں کیونکہ تیرے الفاظ میں بہت سی بے کار باتیں پائی جاتی ہیں

تُرِيدُ عَلَى مَكَارِمِنَا دَلِيلاً
مَتَى احْتَاجَ النَّهَارُ إِلَى دَلِيلٍ

تو ہماری بزرگیوں کے ضمن میں دلیل چاہتا ہے بھلا دن کبھی محتاج ہوا اس امر کا کہ (اپنے دن ہونے کی) دلیل دے

أَلَسْنَا الضَّارِبِينَ جِزْيَ عَلَيْكُمْ
وَإِنَّ الْجِزْيَ أَوْلَى بِالذَّلِيلِ

کیا ہم نے تم پر جزیہ نہیں عائد کیا اور ظاہر ہے کہ جزیہ ذلیل لوگوں ہی کے لیے مناسب ہوتا ہے

---

۱ - بلوغ الارب میں فذاک دیا ہے اسے قدک پڑھیں -

۲ - بلوغ الارب میں : ابن ابی الفضل دیا ہے اسے أیش ابوالفضل پڑھیں -

مَتیٰ ۱فَرَعَ المَنَابِرَ فَارِسِیٌ
مَتیٰ عَرَفَ الاَغَرُّ من الحُجُولِ

کب کوئی ایرانی بھی منبر پر چڑھا ہے کسی ایرانی نے کب سفید پیشانی والے گھوڑے اور سفید ٹانگوں والے گھوڑے میں امتیاز کیا ہے

مَتیٰ عَرَفَت وَاَنتَ بِهَا زَعِیمٌ
اَکُفُّ الفُرسِ اَعرَافَ الخُیُولِ

[۱۶۲] ایرانیوں کی ہتھیلیوں نے کب گھوڑوں کی گردن کے بالوں کو پہچانا ہے اور نو جوان کا ضامن بن رہا ہے انھی میں شامل ہے

فَخَرتَ بِمِلاَءٍ مَا ضِغتَيکَ هُجراً
عَلیٰ قَحطَانَ وَالبَيتِ الاَصِيلِ

تو نے گلا پھاڑ پھاڑ کر بڑی بیہودگی سے اظہار فخر کیا اور اپنے آپ کو قحطان اور خاندانی گھرانے سے افضل بتایا ہے

وَنَفتَخِرُ اَنَّ مَاکُولاً وَ لُبساً
وَذٰلِكَ فَخرُ رَبَّاتِ الحُجُولِ

تو کھانے کی چیزوں اور لباس پر فخر کرتا ہے حالانکہ یہ باتیں عورتوں کے لیے باعث فخر ہیں

فَفَاخِرهُنَّ فِي خَدٍّ اَسِيلٍ
وَفَرعٍ فِي مَفَارِقِهَا رَسِيلِ

لہذا تو لمبوترے رخسار اور مانگ چوٹی کے معاملے میں عورتوں کے ساتھ تفاخر کر

وَاَمجَدُ مِن اَبِيكَ اِذَا تَزَيَّا
عُرَاهٌ كَالثُّيُوثِ عَلیَ الخُيُولِ

---

۱ - بلوغ الارب میں قرع (قاف کے ساتھ) دیا ہے اسے فَرَعَ فاء کے ساتھ پڑھیں۔

تمھارا باپ لباس پہن لے جب بھی وہ ننگے لوگ جو شیروں کی طرح
گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں تمھارے باپ سے زیادہ عالی قدر ہیں

جب میں نے سارے شعر سنا دیے تو "صاحب" اس کی طرف متوجہ ہؤا اور کہا : "کہو کیسی رہی" - اس نے جواب دیا : اگر میں نے (فقط) سنا ہوتا تو اس پر یقین نہ کرتا (کہ کوئی فی البدیہ اس طرح شعر کہہ سکتا ہے) صاحب نے کہا ، "تمھارا انعام یہی ہے کہ اس وقت تمھیں اجازت دے دی جائے اور اگر میں نے تمھیں پھر دیکھ لیا تو تمھاری گردن اڑا دوں گا" - اس کے بعد صاحب نے فرمایا : میں نے جس کسی کو بھی عجمیوں کو عربوں پر فضیلت دیتے دیکھا اُس میں مجوسیت کی رگ ضرور موجود پائی جس کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے - بالعموم دیکھنے میں آیا ہے کہ اس قسم کا کلام کسی نہ کسی قسم کی منافقت کے بغیر صادر نہیں ہوتا ، یہ منافقت یا اعتقاد میں یا ایسے عمل میں جو نفسانی خواہش سے پیدا ہؤا ہو اور جس کے ضمن میں شبہات ہوں پیدا ہوئی ہو - اسی لیے حدیث میں آیا ہے :

حُبُّ العَرَبِ مِنَ الاِیمَانِ وبُغۡضُهُم نِفاقٌ

عربوں کی محبت ایمان کا جزو ہے اور ان کا بغض منافقت

بااین ہمہ اس قسم کے مسائل پر گفتگو دونوں طرف کی نفسانی خواہش پر استوار ہوتی ہے - اور یہ بات تمام مسائل شریعت میں حرام قرار دی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حبل اللہ کو مضبوط پکڑنے کا حکم دیا ہے اور مسلمانوں کو تفرقہ بازی اور اختلاف سے منع فرمایا ہے اور باہمی معاملات کے متعلق مصالحت کا حکم دیا ہے -

حدیث میں آیا ہے :

مَثَلُ المُؤمِنِینَ فِی تَوادِّهِم وتَراحُمِهِم وتَعاطُفِهِم کالجَسَدِ الواحِدِ إذا اشتَکٰی عُضۡوٌ مِنۡهُ تَداعیٰ لَهُ سائِرُ الجَسَدِ بِالسَّهَرِ والحُمّٰی

مسلمانوں کی باہمی دوستی باہمی ترحم اور باہمی شفقت و مہربانی کی مثال ایک جسم کی سی ہے ، اگر جسم کا ایک عضو بیمار پڑ جائے تو باقی تمام جسم بیداری اور بخار کی وجہ سے پکار اٹھتا ہے

ایک اور حدیث میں ہے :

لَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمُ اللهُ

تم ایک دوسرے سے قطع تعلقات نہ کیا کرو ، نہ آپس میں اختلاف رکھا کرو اور نہ بغض اور نہ حسد ۔ اللہ کے بندے اور بھائی بن کر رہا کرو ایسے ہی جیسے تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے

جب اس مسئلے میں غیر مسلم جھگڑتے ہیں تو مجھے تعجب نہیں ہوتا ، تعجب تو ان لوگوں پر ہوتا ہے جو شریعت کے احکام کی پابندی تو کرتے ہیں لیکن اگر عربوں کی فضیلت کے متعلق بات سن لیں تو مخالفت پر اتر آتے ہیں حالانکہ اس بارے میں نص صریح آ چکی ہے ۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) نے اپنی مسند میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک لوگوں کی کچھ باتیں پہنچیں ۔ حضرت عباس فرماتے ہیں [۱۶۳] کہ اس پر آپ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا :

مَنْ أَنَا

(میں کون ہوں)

صحابہ نے عرض کیا : آپ اللہ کے رسول ہیں

پھر آپ نے فرمایا : میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں ۔ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے اپنی بہترین مخلوق میں شامل کیا ، اللہ نے مخلوق کے دو گروہ بنائے اور مجھے بہتر گروہ میں رکھا ۔ اللہ نے قبائل بنائے اور مجھے بہترین قبیلے کا فرد بنا دیا ، اللہ نے ان کے گھرانے بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین گھرانا دیا ، لہٰذا میں گھرانے اور اپنی ذات کے اعتبار سے تم سب سے افضل ہوں ۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے بتایا ہے کہ اللہ نے مخلوق کے جونسے بھی دو گروہ بنائے ہیں مجھے ان میں سے بہتر گروہ میں رکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث میں یہ فرمانا کہ " اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے بہترین مخلوق میں شامل کیا پھر ان کے دو گروہ بنائے اور مجھے ان میں سے بہتر گروہ میں رکھا " اس کے دو احتمال ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ خلق سے مراد ثقلان ہے یعنی جن اور انس۔ یا خلق سے مراد تمام وہ مخلوق ہے جو اللہ نے زمین پر پیدا کی اور بنو آدم ان میں سب سے بہتر ہیں اور اگر خلق کے مفہوم کو عام کر دیا جائے تاکہ اس میں ملائکہ بھی شامل ہو جائیں تو اس صورت میں اس حدیث میں تمام جنس بنی آدم جنس ملائکہ پر افضل قرار پائے گی اور اس مفہوم کی ایک صحیح صورت بھی پائی جاتی ہے۔

اس کے بعد بنی آدم کے دو گروہ بنائے اور وہ عرب و عجم ہیں۔ پھر عرب کو قبائل میں تقسیم کیا۔ تو قریش تمام عرب قبائل سے افضل ٹھہرے۔ پھر قریش سے گھرانے بنائے تو بنو ہاشم کا گھرانا بہترین گھرانا قرار پایا۔

یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ خلق سے مراد بنی آدم ہوں اور آپ ان میں سے بہترین گھرانے میں سے ہوئے یعنی ابراهیم کی اولاد میں سے یا عربوں میں سے۔ اس کے بعد خدا نے ابراهیم کی اولاد کے دو گروہ بنائے بنو اسمٰعیل اور بنو اسحٰق، عربوں کے بھی دو حصے کر دیے عدنان اور قحطان مگر اللہ نے مجھے اسمٰعیل کی اولاد میں سے یعنی عدنان کی نسل میں رکھا۔ پھر بنی اسمٰعیل اور بنی عدنان کے بھی قبائل بنا دیے اور مجھے ان کے بہترین قبیلے قریش میں شامل کر دیا۔ بہر کیف اس حدیث میں صراحتاً عربوں کو غیر عربوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے محبت رکھنے اور ان کا لحاظ کرنے کے بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے:

حُبُّ العَرَبِ اِيمَانٌ وَبُغْضُهُمْ كُفرٌ

عربوں سے محبت کرنا ایمان اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے

مَنْ أَحَبَّ العَرَبَ فَقَدْ أَحَبَّنِي

جس نے عربوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی

وَمَنْ أَبْغَضَ العَرَبَ فَقَدْ أَبْغَضَنِي

اور جس نے اُن سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا

ایک حدیث یہ ہے :

مَنْ غَشَّ العَرَبَ لم يَدخُل فِي شَفَاعَتِي وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِي

جس نے عربوں سے دھوکا کیا وہ میری شفاعت (پانے والوں) میں داخل نہ ہوگا اور نہ ہی اسے میری دوستی حاصل ہو گی

وجہ ظاہر ہے کہ محبت کے با وصف کسی نوع کے ساتھ دھوکا کرنا ممکن نہیں ہوتا یہ بات تو اسی صورت میں ممکن ہے جب ان لوگوں کو حقیر و ذلیل جانا جائے۔

ایک اور حدیث ہے :

أَحِبُّوا العَرَبَ لِثَلاثٍ لأَنِّي عَرَبِيٌّ وَالقُرآنُ عَرَبِيٌّ وَلِسَانُ أَهْلِ الجَنَّةِ عَرَبِيٌّ

عربوں کے ساتھ تین وجوہ سے محبت کرو۔ اس لیے کہ میں عربی ہوں ، قرآن عربی ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہے

ترمذی (م ۲۷۹ھ) نے سلمان فارسی (م ۳۶ھ) رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا :

اے عربوں کی قوم ! تم دو طریق سے ہم پر فضیلت لے گئے ایک یہ کہ ہم تمھاری امامت نہیں کر سکتے اور دوسرے یہ کہ ہم تمھاری عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے۔

اس حدیث سے اکثر اُن فقہا نے استدلال کیا ہے جنھوں نے محض [۱۶۴] عربوں کے عرب ہونے کو عجمیوں کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ ایک

روایت میں امام احمد نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ کفاءت کسی ایک معین انسان کا حق نہیں ہے بلکہ نکاح کے مسئلے میں یہ مسئلہ مطلق حقوق میں شمار ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر میاں بیوی میں کفاءت نہ پائی جاتی ہو تو ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔

امام شافعی (م ۲۰۴ھ) کے شاگردوں نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ شرافت بھی ان امور میں سے ہے جن کی وجہ سے کسی کو نماز میں (مقدم) آگے کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

امام احمد کے شاگرد [۱] حرب بن اسماعیل کرمانی نے سنت کے بیان میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ائمہ علم، اصحاب اثر اور ان اہل سنت کا یہ مذہب ہے جو سنت کا عمل کرنے کے معاملے میں مشہور ہیں۔ جن کی لوگ اتباع سنت کے ضمن میں پیروی کرتے ہیں۔ نیز عراق اور شام وغیرہ کے بھی ان علما کا یہ مذہب ہے جن سے میں ملا ہوں۔ لہٰذا جو شخص ان مذاہب میں سے کسی کی بھی مخالفت کرے گا یا عیب چینی کرے گا یا اس کے قائل کو برا کہے گا وہ بدعتی ہے، خارج از جماعت ہے اور سنت کے طریقے اور راہ حق سے منحرف ہے۔ احمد، اسحٰق بن ابراہیم بن مخلد، عبداللہ [۲] بن الزبیر الحمیدی اور [۳] سعد بن منصور وغیرہ کا جن کی صحبت

---

۱ - حرب بن اسماعیل کرمانی حافظ حدیث اور بلند مرتبہ فقیہ ہیں۔ انھوں نے امام احمد سے بہت سے مسائل کی روایت کی ہے ۲۸۱ھ میں وفات پائی۔

۲ - عبداللہ بن الزبیر القرشی الحمیدی۔ انھوں نے فُضَیل بن عیاض اور اس طبقے کے دیگر لوگوں سے روایت کی۔ امام اور حجت تھے۔ ابتدا میں امام شافعی سے متنفر تھے پھر ان کی صحبت میں رہے۔ ۲۱۹ھ میں وفات پائی۔

۳ - سعید بن منصور خراسانی حافظ حدیث تھے۔ اور سنن کے مؤلف ہیں مشہور اور ثقہ لوگوں میں سے تھے۔ ۲۲۷ھ میں وفات پائی۔

میں ہم رہے اور جن سے ہم نے علم حاصل کیا یہی مذہب تھا ۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ایمان دراصل قول ، عمل اور نیت کا نام ہے پھر لمبی سی عبارت نقل کر دی جس کے آخر میں کہا ہے :

(اور ایمان یہ ہے کہ) ہم عربوں کے حق ، ان کی فضیلت اور مرتبے کو پہچانیں ۔ ہم ان سے محبت کریں اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

حب العرب ایمان و بغضهم نفاق

(عربوں سے محبت کرنا ایمان اور ان سے بغض رکھنا نفاق ہے)

ہمیں شعوبیوں اور کمینے موالیوں کی سی باتیں نہیں کہنی چاہیں ۔ جو نہ عربوں سے محبت رکھتے ہیں اور نہ ان کی فضیلت کا اقرار کرتے ہیں ۔ ان لوگوں کا قول تو اہل فضل اور اہل کمال کے نزدیک بدعت اور گمراہی ہے ۔

اس سلسلے میں بہت سی احادیث مروی ہیں ۔ حافظ عراقی[1] نے اس سلسلے میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام القُرَب فی محبّۃِ العَرَب رکھا ہے ۔ اسی طرح متقدمین علما نے بھی اس سلسلے میں تصانیف چھوڑی ہیں ۔

## [2]شعوبیہ کے شبہات اور ان کا رد

شعوبی کہتے ہیں : ہم تو عدل اور مساوات کے قائل ہیں ۔ نیز[3] یہ کہ تمام لوگ ایک ہی مٹی سے وجود میں آئے اور ایک ہی شخص کی اولاد ہیں ۔ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے

---

۱ - حافظ عراقی : حافظ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی ۔ شافعی تھے ۔ ۷۲۵ھ میں پیدا ہوئے ۸۰۶ھ میں وفات پائی ۔

۲ - یہ مضمون العقد الفرید : ۳ : ۴۰۳ - ۴۱۲ اور کتاب العرب لابن قتیبہ سے لیا گیا ہے ۔ مگر الوسی نے مأخذ کا ذکر نہیں کیا ۔

۳ - بلوغ الارب میں وان الناس دیا ہے اسے و انّی ان النّاس پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں مرقوم ہے ۔

المُؤمِنُونَ إخوَةٌ تَتَكافَأُ دِمَاؤُهُم وَيَسعىٰ بِذِمَّتِهِم أَدنَاهُم
وَ هُم يَدٌ عَلَىٰ مَن سِوَاهُم

سب مومن بھائی بھائی ہیں ان کے خون ایک دوسرے کے برابر ہیں ۔
ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی ان کے لیے بہ شد و مد عہد و پیمان کر
سکتا ہے اور دیگر امتوں کے خلاف یہ سب متفق ہوتے ہیں

حجۃ الوداع کے موقع پر جو کچھ آپ نے فرمایا تھا یہ لوگ اس سے بھی استدلال کرتے ہیں ۔ یہ وہ خطبہ ہے جس میں آپ نے اپنی امت کو الوداع کہا اور (جس کی رو سے) نبوت کی تکمیل ہوئی :

لوگو ! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نخوت اور آبا و اجداد پر تفاخر کو باطل قرار دے دیا ہے ۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہؤا تھا ، کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں بجز تقویٰ کے ۔

[۱۹۰] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اللہ کے فرمان

إِنَّ أَكرَمَكُم عِندَ اللهِ أَتقَاكُم

(تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو) کے عین مطابق ہے ۔ مگر تم نے کہا کہ ہم تو ضرور تفاخر کریں گے ۔ عجمی ہرگز ہمارے برابر نہیں ہو سکتے خواہ وہ مسلمان ہونے کے معاملے میں ہم سے آگے ہی کیوں نہ نکل جائیں اور نمازیں پڑھتے پڑھتے کمانوں ہی کی طرح کیوں نہ ہو جائیں اور روزے رکھتے رکھتے سوکھ کر تانت ہی کیوں نہ بن جائیں ۔ ہم تمھیں معاف کرتے ہیں اور آباء و اجداد پر تفاخر کے چیلنج کو قبول کرتے ہیں کیونکہ تم اس حدیث کی مخالفت پر تلے بیٹھے ہو ۔ (۱حالانکہ ہمارے نبی اور تمھارے نبی نے تمھیں اس سے منع کیا ہے) ہم آپ کی حدیث۲ کی تابعداری کرتے ہوئے اور آپ کے حکم کی اطاعت کرتے

---

۱ ۔ یہ الفاظ بلوغ الارب میں نہیں ہیں ۔ العقد الفرید سے لےکر ترجمہ کیا گیا ہے ۔

۲ ۔ حدیث کا ذکر کیا گیا ہے مگر حدیث دی نہیں گئی ۔

ہوئے یہ بچھانچ قبول کرتے ہیں۔ لہٰذا تمھاری مفاخرت کی دلیل کی تردید میں ہم کہتے ہیں :

بھلا یہ بتائیں کہ اگر عجمی آپ سے یہ پوچھیں کہ تم کس بات کو قابل فخر سمجھتے ہو حکومت کو یا نبوت کو ؟ پھر اگر تم کہو کہ حکومت فخر کی بات ہے تو وہ تمھیں کہیں گے کہ تمام روئے زمین کے بادشاہ فراعنہ ، نمارده ، عمالقہ ، اکاسرہ ، قیاصرہ سب ہمیں میں سے ہوئے ہیں ۔ کیا کسی کے پاس سلیمان علیہ السلام جیسی حکومت ہو سکتی ہے جن کے نیچے انس و جن ، پرندے اور ہوا مسخر تھی ۔ وہ ہمیں میں سے تھے یا کیا سکندر جیسی حکومت کسی کی ہوئی جو تمام روئے زمین کا مالک تھا ۔ جو مشرق سے مغرب تک پہنچا اس نے لوہے کا بند باندھا ، اس نے دو پہاڑوں کے دامنوں کو برابر کر دیا اور اس کے پیچھے ایک بہت بڑی مخلوق کو جو کثرت تعداد میں روئے زمین کی ساری مخلوق سے زیادہ تھی بند کر دیا ، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

حَتّٰی إِذَا فُتِحَتْ يَاجُوجُ وَمَاجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ

یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کے لیے راستہ کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے (اتر کر) تیزی سے چلے آئیں گے

اس آیت سے بڑھ کر کوئی چیز ان کی کثرت تعداد پر [1] دلالت نہیں کر سکتی ۔ زمین میں جیسے آثار سکندر کے پائے جاتے ہیں کسی اور انسان کے نہیں پائے جاتے ۔ اگر اس کے آثار میں سے صرف اسکندریہ کا منارہ ہی ہوتا جس کی بنیاد اس نے سمندر کی تہ میں رکھی تھی اور اس منارہ کی چوٹی پر ایک آئینہ لگا دیا تھا جس میں تمام سمندر جھلکتا تھا تو یہی [2]

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں یہ لفظ موجود نہیں ۔ العقد الفرید سے لے کر ترجمہ کیا گیا ہے عبارت یوں ہے : فلیس شئی أدلّ علی

۲ ۔ یہ لفظ بھی بلوغ الارب میں نہیں ہے : یظھر البحر کلہ فی زجاجتھا کے بعد لکفٰی کا لفظ چاہیے ۔

اس* کے لیے کافی تھا ۔ (ہمیں فخر) کیوں نہ ہو جبکہ ہم میں وہ ۱ ہندوستان کے بادشاہ ہوئے ہیں جن میں سے ایک نے عمر بن عبدالعزیز۲ کو یہ الفاظ لکھے تھے :

اس شہنشاہ کی طرف سے جو ایک ہزار بادشاہوں کا بیٹا ہے اور جس کے تحت ایک ہزار شہزادیوں کی بیٹیاں ہیں ۔ جس کے اصطبل میں ایک ہزار ہاتھی ہیں ۔ جس کے دو دریا ہیں جو عود ، خوشبو ، اخروٹ اور کافور اگاتے ہیں ، وہ کافور جس کی خوشبو بارہ میل سے آتی ہے ۔ عربوں کے بادشاہ [۱۶۶]کی طرف جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بتاتا ۔ اما بعد۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو مجھے اسلام کی تعلیم دے اور اسلامی احکام سے آگاہ کرے ۔ والسلام

اور اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ فخر صرف نبوت ہی کی بنا پر ہو سکتا ہے تو حضرت آدم سے لے کر چار نبیوں ہود ، صالح ، اسمٰعیل اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا تمام کے تمام انبیا اور مرسلین ہمیں میں سے ہوئے ہیں ۔ اور تمام جہان کے برگزیدہ لوگ بھی ہمیں میں سے ہوئے ہیں یعنی آدم اور نوح اور یہی دو اصلی عنصر ہیں جن سے نوع بشر نکلی ہے ۔ لہٰذا ہم اصل ٹھہرے اور تم فرع ۔ تم تو ہماری شاخوں میں سے ایک شاخ ہو لہٰذا اب تم جو چاہو کہو اور جس بات کا چاہو دعویٰ کرو ۔ دنیا کے ہر گوشے میں اور عجمیوں کی تمام اقوام میں بادشاہ گزرے ہیں جو انھیں ایک جگہ جمع کیے رکھتے تھے ، ان کے شہر تھے جن میں ان کے مسکن تھے ۔ ان کے کچھ احکام ہوتے تھے جن کی وہ اطاعت کرتے تھے ۔ ان کے یہاں فلسفہ تھا جس سے وہ نتیجے اخذ کرتے تھے ، وہ عجیب و غریب آلات و صنعتیں ایجاد کرتے تھے مثلاً مخمل کی صنعت ، یہ نہایت عجیب و غریب صنعت ہے ۔ اور شطرنج کا کھیل اور یہ بہت ہی بلند کھیل ہے

---

۱ ۔ جاحظ کی کتاب الحیوان (ج ۷ : ۲۹) میں ملوک الهند کی بجائے ملوک الصین لکھا ہے ۔

۲ ۔ کتاب الحیوان میں عمرؓ بن عبدالعزیز کے بجائے معاویہؓ درج ہے ۔

اور ترازو کا گولا جس سے ایک رطل سے لے کر سو رطل تک وزن کیا جا سکتا ہے ۔ [1] ذات باری تعالیٰ کے متعلق رومیوں کا فلسفہ اور قانون (ایک قسم کا ساز) اور اسطرلاب جس سے ستاروں کی بلندی معلوم کی جاتی ہے ۔ ان کے فاصلے کا علم ، افلاک کی گردش معلوم کی جاتی ہے اور سورج گرہن کا علم وغیرہ محکم آثار مگر عربوں کا کوئی ایسا بادشاہ نہ تھا جو ان کو جمعیت عطا کر سکتا اور ان کے پھیلاؤ کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ، ظالموں کا سد باب کرتا اور بیوقوفوں کا تدارک کرتا ۔ عربوں نے کسی صنعت کے ضمن میں بھی کوئی کارنامہ انجام نہ دیا ، نہ فلسفے میں کوئی نشان چھوڑا بجز شعر کے ، اور اس میں بھی عجمی ان کے ساتھ برابر کے شریک تھے اور یہ اس طرح کہ رومیوں کے یہاں بھی دلکش اشعار پائے جاتے ہیں جن میں وزن اور عروض پایا جاتا ہے لہٰذا وہ کونسی بات ہے جس کی بنا پر اہل عرب عجمیوں کے مقابل تفاخر کرتے ہیں ۔ وہ تو ظالم بھیڑیوں اور بھاگ جانے والے وحشیوں کی طرح ہیں کہ ایک دوسرے کو کھاتے اور ایک دوسرے پر غارت ڈالتے ہیں ، چنانچہ ان کے مرد تو قید و بند میں [2] جکڑے ہوتے ہیں اور ان کی عورتیں قیدی بنائی جاتی ہیں اور انھیں سوار کے پیچھے سامان کے ساتھ لاد کر لے جایا جاتا ہے ۔ جب فریاد رس پہنچ کر انھیں شام کے وقت چھڑاتا ہے تو انھیں اس وقت تک شاہراہ کی طرح روندا جا چکا ہوتا ہے ۔ ایک شاعر اس پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے :

وَأَوثَقُ [3] عِندَالمُردِفَاتِ عَشِيَّةً

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں خلق مرقوم ہے اسے خانق پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں موثقون تحریر ہے اور یہی درست ہے مگر العقد الفرید میں موثوقون مندرج ہے اور وہ غلط ہے ۔

۳ ۔ العقد الفرید میں اوثق عند کی بجائے وَالْحَقُ رکب دیا ہے اور وہ روایت بہتر ہے کیونکہ آگے چل کر خود آلوسی کہتا ہے : وأیْ تخرلک فی أنْ تَلْحَقِهُنَّ ۔ مزید برآں مکمل شعر یوں ہے :

وَالْحَقُ رَكْبَ المُردِفَاتِ عَشِيَّةً
لَحَاقاً إِذَا مَاجَرَّدَ السَّيفَ مَانِعُ

وہ عورتیں جنہیں وہ پیچھے بٹھا کر ساتھ لے جاتے ہیں جو ہر بھروسا کرتی ہیں

کسی نے اس سے کہا : جب وہ بے عصمت ہو چکیں اور خوار ہو چکیں تو پھر شام کے وقت تمھارے ان تک پہنچ جانے میں کونسی فخر کی بات ہے ۔

نیز جریر بنی دارم کو ملامت کرتے ہوئے کہتا ہے کیونکہ رحرحان کے دن قیس ان پر غالب آ گئے تھے :

[1]وَبِرَحْرَحَانَ غَدَاةَ كُبِّلَ مَعْبَدٌ
نُكِحَتْ نِسَاؤُكُمْ بِغَيْرِ مُهُورِ

جس دن تمھارا معبد (بن زراہ) رحرحان کے مقام پر قید کر لیا گیا تھا اس دن گویا تمھاری عورتوں کے ساتھ بغیر مہر سے نکاح کر لیے گئے تھے

اسی طرح اور عنترہ اپنی بیوی سے کہتا ہے :

إِنَّ [2]الرِّجَالَ لَهُمْ إِلَيْكِ وَسِيلَةٌ
إِنْ يَأْخُذُوكِ تَكَحَّلِي وَتَخَضَّبِي

---

۱ ۔ رحرحان عکاظ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں جنگ ہوئی تھی ۔

۲ ۔ لسان العرب میں ہے کہ بعض نے ان اشعار کو خُزز بن لوزان السَدُوسی کی طرف منسوب کیا ہے ۔ اس کے بعد ابن منظور نے ان اشعار کی جو تشریح ابوالفرج الاصبہانی نے کی ہے دی ہے چنانچہ لکھتے ہیں : قال : ان نهاية غرض الرجال منک اذا أخذوک الكُحْلُ والخضاب للتمتع بکِ ومتى اخذوکِ انت حملوکِ على الرحل والقعودِ وأسَرُونى انا و قال : ابن النعامة رجلاه او ظِلِّهُ الذى يمشى فيه ۔ وهذا اقرب الى التفسير من كونه يصف المرأة بركوب القعود و يصف نفسه بركوب الفرس ، اللّٰهم الا ان يكون راكب الفرس منهزماً مولياً هارباً وليس فى ذلک من الفخر مايقوله عن نفسه فأىُّ حالة اسوأ من إسْلام حليلته وهربه عنها راكباً او راجلا فكوله يَستَهوِلُ اخذها وحملها واسره هو وشيه هو الامر الذى يحذره ويستهوله ۔ ملاحظه ہو لسان العرب ما د ہ ن ع م ۔

اگر مرد تجھے پکڑ لیں تو ان کی غرض تجھ سے صرف اس قدر ہے کہ وہ تمھارے سرمے اور خضاب سے حظ حاصل کریں لہٰذا تم سرمہ اور خضاب لگا لو

وأنَا امرُؤٌ إن يأخُذُوني عَنوةً
أقرنْ إلى شَدِّ الرِكابِ وأجنَبِ

اور میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر وہ مجھے زبردستی پکڑ لیں گے تو مجھے رکاب کے تسمے کے ساتھ باندھ کر ساتھ ساتھ دوڑانے لیے جائیں گے

ويكون مَركَبَكِ القَعُودُ ورَحلُهُ
وابنُ النَّعامةِ عِندَ ذٰلِكِ مَركَبِي

اس وقت تم سواری اور اس کے پالان پر سوار ہوگی اور میں پیدل چل رہا ہوں گا

اس نے ابن النعامہ سے [1]پاؤں کا اندرونی حصہ مراد لیا ہے۔

ابن ہبولہ الغسانی نے الحارث بن عمرو الکندی کی بیوی کو قید کر لیا ۔ حارث پیچھے سے آ پہنچا اور آ کے ابن ہبولہ کو قتل کر دیا اور عورت کو واپس لے آیا ۔ ابن ہبولہ اس سے حظ اٹھا چکا تھا ۔ حارث نے بیوی سے پوچھا : کیا وہ تم سے ہمکنار ہؤا ؟ اس نے کہا ''ہاں ! اللہ کی قسم کسی [2]عورت نے ایسا بچہ نہیں جنا ۔ اس پر اس نے اسے دو گھوڑوں کے درمیان باندھ کر گھوڑوں کو دوڑایا یہاں تک کہ انھوں نے اس کے ٹکڑے کر دیے اور اس واقعہ کے متعلق اس نے یہ شعر کہے :

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے النعامة : باطن القدم اور ابن النعامة کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے معنی پنڈلی کی ہڈی یا پاؤں کا اگلا حصہ یا پاؤں کا نچلا حصہ ہے اور یہاں یہی مراد ہے ۔

۲ ۔ محاورہ ہے : اشتمل الرحم علی الولد اذا تضمنہ یہاں حارث کی بیوی ابن ہبولہ کی قوت مجامعت کی تعریف کر رہی ہے ۔

كُلُّ أُنْثَى وَإِنْ بَدَا لَكَ مِنْهَا
آيَةُ الوُدِّ حُبُّهَا خَيْتَعُورُ

ہر عورت خواہ تجھ پر اس کی محبت کی علامات ظاہر ہو جائیں پھر بھی اس کی محبت ایک سراب ہے

إِنَّ مَنْ غَرَّهُ النِّسَاءُ بِوُدٍّ
بَعْدَ هِنْدٍ لَجَاهِلٌ مَغْرُورُ

ہند کے واقعہ کے بعد جس شخص کو عورتیں محبت (کے نام پر) دھوکا دے دیں وہ جاہل اور سادہ لوح ہے

بنو سُلَیم نے شہسوار عرب عمرو بن معدیکرب کی بہن ریحانہ کو قید کر لیا تھا ۔ اس واقعہ کے متعلق عمرو نے قصیدہ کہا (جس کا مطلع یہ ہے)

أَمِنْ رَيْحَانَةَ الدَّاعِي السَّمِيعُ
يُؤَرِّقُنِي وَأَصْحَابِي هُجُوعُ

کیا یہ پکارنے والا اور سنانے والے ریحانہ کی طرف سے آیا ہے جو مجھے بیدار کیے ہوئے ہے اور میرے ساتھی ہیں کہ سوئے پڑے ہیں

اسی قصیدے میں وہ کہتا ہے :

إِذَا لَمْ تَسْتَطِعْ شَيْئاً فَدَعْهُ
وَجَاوِزْهُ إِلَى مَا تَسْتَطِيعُ

جب تو کسی بات کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے چھوڑ دے اور اس بات کی طرف توجہ دے جس کے کر لینے کی تجھ میں طاقت ہے

حوفزان نے [1] بنی منقذ بن زید مناۃ پر لوٹ مار کی غرض سے حملہ کیا اور بنی ربیع بن الحارث کی ایک عورت زرقاء کو اٹھا کر لے گئے وہ حوفزان کو پسند آ گئی ۔ زرقاء نے بھی اسے پسند کر لیا اور خلوت میں

---

۱ ۔ العقد الفرید میں بنی منقذ کی بجائے بنی سعد تحریر ہے ۔

اس سے ہمکنار ہوا ۔ اس کے بعد قیس بن عاصم آ پہنچا اور اس نے زرقاء کو اس سے رہا کرا لیا اور ہمکنار ہو چکنے کے بعد اسے اس کے گھر والوں کے یہاں لوٹا دیا ۔

[1] جاہلیت کے دور میں اہل عرب اور اہل عجم دونوں کا یہی حال تھا ۔ جب اسلام آیا تو عجمیوں کا اسلام میں برابر آدھا حصہ تھا ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی آدم کے ہر سرخ و سیاہ کی طرف بھیجے گئے تھے ، سب سے پہلے ایک آزاد اور ایک غلام نے ، آپ کی اطاعت کی ۔ لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ کون تھے ۔ کچھ لوگ [١٦٨] کہتے ہیں کہ یہ ابوبکرؓ (م ١٣ھ) اور بلالؓ (م ٢٠ھ) تھے ۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ علیؓ (م ٤٠ھ) اور صہیب (م ٣٨ھ) تھے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ (م ٢٣ھ) کی وفات کا وقت آ گیا تو آپ نے صہیبؓ کو مہاجرین اور انصار کا پیشوا بنایا اور انھوں نے نماز پڑھائی ۔ جب آپ سے[2] درخواست کی گئی کہ آپ کسی کو خلیفہ بنا دیں ۔ تو آپ نے فرمایا : ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کن لوگوں میں سے خلیفہ بناؤں ۔ آپ سے اہل حراء کے چھ آدمیوں کا ذکر کیا گیا تو آپ نے سب میں نقص نکالا پھر فرمایا : اگر میں سالم مولٰی ابی حذیفہ کو زندہ پاتا تو مجھے کوئی شک نہ گزرتا ۔ اس کے متعلق عربوں کا ایک شاعر کہتا ہے :

هٰذَا صُهَيْبٌ أَمَّ كُلَّ مُهَاجِرٍ
وَعَلَا جَمِيْعَ قَبَائِلِ الْأَنْصَارِ

یہ صُہیب ہیں جنھوں نے تمام مہاجرین کی امامت کی اور جو انصار

---

١ ۔ بلوغ الارب اور العقد الفرید دونوں میں فی جاھلیتھا لکھا ہے اسے فی جاھلیتھا پڑھیں ۔

٢ ۔ بلوغ الارب میں وقال لہ مرقوم ہے اسے وقیل لہ پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے ۔

٣ ۔ بلوغ الارب میں ما احٰالنی ممن استخلف دیا ہے مگر العقد الفرید میں ما اجد من استخلف تحریر ہے ۔

کے تمام قبائل سے بلند رہا

لَمْ يَرْضَ مِنْهُمْ وَاحِداً لِصَلاَتِنَا
وَهُمُ الهُدَاةُ وَقَادَةُ الاَخْيَارِ

ہماری نماز کے لیے وہ ان میں سے کسی ایک پر بھی راضی نہ ہوئے حالانکہ وہ لوگوں کے رہنما اور نیک لوگوں کے قائد تھے

هٰذَا وَلَو كَانَ المُشَرَّمُ سَالِمٌ
حَيّاً لَنَال خِلاَفَةَ الاَمْصَارِ

بات ہے بھی اسی طرح اور اگر مشرم یعنی سالم زندہ ہوتا تو وہ ان ملکوں کا خلیفہ بن جاتا

[1]مَازَالَ هٰذِي العَجَمُ تَحْيَا دُونَنَا
إنَّ العُرَيْشِبَ لَفِي عَمىً وَخَسَارِ

یہ اہل عجم ہمیشہ ہم سے الگ زندگی گزارتے رہے اور بیچارے عرب حماقت اور خسارے میں رہے

[2]بجُیَر عربوں کو ان کے نسب کے اختلاف اور متبنّٰی کو اپنا ہم نسب بنا لینے کے ضمن میں طعن توڑتے ہوئے کہتا ہے :

زَعَمْتُم بأَنَّ الهِنْدَ أولاَدُ خِنْدَفٍ
وبَيْنكُمُ قُرْبَى وَبَيْنَ البَرَابِرِ

---

۱ - العقد الفرید میں یہ شعر یوں درج ہے :

سَابَالُ هٰذِي العَجَمُ تَحيا دُونَنَا
ان الغَوِيَّ لَفِي عَمىً وخَسَارِ

مگر بلوغ الارب والی روایت درست ہے - عُرَیْشِب تصغیر ہے عرب کی اور یہاں تصغیر ترحّم کے لیے آئی ہے -

۲ - العقد الفرید میں ایک جگہ تو ان شعروں کو بُجَیر ہی کی طرف منسوب کیا گیا ہے (۳ : ۴۰۷) مگر دوسری جگہ (۳ : ۳۴۲) ابو بجیر کی طرف منسوب کیا ہے -

تمہارا خیال ہے کہ اہل ہند خندف کی اولاد میں سے ہیں اور تمہارے اور بربریوں کے درمیان قرابت داری ہے

ودَیْلَمُ مِنْ نَسْلِ بن ضَبَّةَ بَاسِلٍ[۱]
وبُرجَانُ من اولادِ عَمْرو بنِ عَامِرِ

(نیز یہ کہ) دیلمی باسل بن ضبّہ کی نسل میں سے ہیں اسی طرح برجانی عمرو بن عامر کی اولاد میں سے ہیں

لَقَدْ صَارَ كُلُّ النَّاسِ أولادَ واحِدٍ
وَصَارُوا سَوَاءً فی أصُولِ العَنَاصِرِ

چنانچہ سب لوگ ایک ہی فرد کی اولاد ہو گئے اور اپنی اصل کی رو سے سب برابر ہو گئے

بَنُو الاَصْفَرِ الاَمْلاکُ اَکْرَمُ مِنکُمُ
وَأَوْلٰى بِقُرْبَانَا مُلُوکُ الاَکَاسِرِ

رومی بادشاہ تم سے زیادہ ذی عزت ہیں مگر ایرانی بادشاہ ہماری قرابت داری کے زیادہ حقدار ہیں

أَتَطْمَعُ فِيْ صِهْرِيْ دَعِيًّا مُجَاهِرًا
وَلَمْ[۲] تَرَ سِتْرًا مِنْ دَعِيٍّ مُجَاهِرٍ

---

۱ - باسل بن ضبّہ دیلم کے علاقے میں چلا گیا تھا اور اس نے وہاں ایک عجمی عورت سے شادی کر لی تھی جس سے دیلم پیدا ہوا لہذا کہا جاتا ہے کہ باسل بن ضبّہ ابو الدیلم ہے (العقد الفرید : ۳ : ۳۴۲)

۲ - اس مصرع کو یوں پڑھیں : ولم تر سِتراً من دَعِیٍّ مجاھرِ ۔ العقد الفرید میں یہ شعر یوں دیا ہے :

أَتَطمعُ بِی صِہْراً دَعِیّا مجاھرا
ولم ترسِتْراً مِنْ دَعِیٍّ مُجَاھِرِ

پھر العقد الفرید کے حاشیے پر ہے کہ بعض نسخوں میں یہ شعر اس طرح ہے :

أ أطمع فی صہری دعیا مجاھراً
ولم تر شراً من دعی مُجَاھِرِ

کیا تو ایک ایسے شخص کو جو اپنے نسب کے معاملے میں کھلم کھلا مُتّہم ہے میرے ساتھ رشتہ داری کا لالچ دے رہا ہے، حالانکہ تو اس شخص سے بدتر کوئی آدمی نہ دیکھے گا جو کھلم کھلا متہم فی النسب ہو

وتَشْتِمُ لُؤماً رَهْطَهُ وَقَبِيْلَه
وتَمْدَحُ جَهْلاً طاهراً وَابْنَ طَاهِرٍ[1]

تو کمینے پن کی وجہ سے اس کے قبیلے اور گھرانے کو برا بھلا کہتا ہے اور طاہر (م ۲۰۷ھ) اور ابن طاہر (م ۲۳۰ھ) کی تعریف کرتا ہے

[2]حسن بن ہانی شعوبیہ کا نظریہ پیش کرتے ہوئے کہتا ہے :

وَجَاوَرْتُ قَوْماً لَيْسَ بَيْنِي وبَيْنَهُمْ
أَوَاصِرُ إلاَّ دَعْوَةٌ وبُطُون[3]

میں ایک ایسی قوم کے پڑوس میں رہا جن سے میری کوئی قرابت داری نہ تھی سوا اس کے کہ میں ان کے نام سے پکارا جاتا ہوں اور مجھے ان کے بارے میں کچھ گمان ہیں

إِذَا مَادَعَى بِاسْمِي العَرِيْفُ اجَبْتُه
إلَى دَعْوَةٍ مِمَّا عَلَيَّ يَهُوْن

جب قوم کا سربراہ میرا نام لے کر مجھے کسی ایسی بات کی

---

۱ - اس کے بعد ابن عبدربہ لکھتے ہیں : وقد ذکرت هذا الشعر تاماً فی کتاب النساء والا دعیاء والنجباء مگر الوسی نے اپنے ماخذ کو چھپانے کی غرض سے یہ عبارت حذف کر دی ہے -

۲ - حسن بن ہانی : ابو نواس حسن بن ہانی - شاعر عراق - ابو اسامہ شاعر کی صحبت میں تربیت پائی اور مولدین کے طبقہ اولٰی میں شمار کیا گیا - ۱۹۶ھ میں باون سال کی عمر میں وفات پائی -

۳ - بلوغ الارب میں اسی طرح بطون ہی دیا ہے اسے ظُنُون پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے -

طرف دعوت دیتا ہے جو میرے لیے بہت معمولی اور سہل ہو تو میں اس کا جواب دیتا ہوں

لِأَزْدِ[۱] عُمانٍ بالمُهَلَّبِ نَزْوَةٌ
إذَا افْتَخَرَا لِأَقْوَامُ ثُمَّ قَلِيْلُ

جب دومیں فخر کرتی ہیں تو قبیلہ ازد عمان مہلب پر فخر کرتا ہے مگر پھر نرم پڑ جاتا ہے

و بَكْرٌ تَرَى[۲] أَنَّ النُّبُوَّة أُنْزِلَتْ
عَلَى مِسْمَعٍ فِي البَطْنِ وَهُوَ جَنِيْنُ

اور قبیلہ بکر کا خیال ہے کہ مسمع پر نبوت اس وقت نازل ہوئی جبکہ وہ ابھی ماں کے پیٹ ہی میں تھا

و قَالَتْ تَمِيْمٌ لَا نَرَى أَنَّ وَاحِدًا
كَأَحْنَفِنَا حَتَّى المَمَاتِ يَكُوْنُ

قبیلہ تمیم کہتا ہے کہ ہمارے خیال میں کوئی شخص ہمارے احنف[۳] کی طرح کا نہیں ہو سکتا

---

۱ - شعر کی تصحیح العقد الفرید سے کی گئی ہے - بلوغ الارب میں لأزد عمان بن المهلب بزوة لکھا ہے - مہلب سے مراد مہلب بن ابی صفرہ سے ہے جو قبیلہ ازد عمان میں سے تھا - مہلب بہت بڑا جرنیل تھا - ۸۲ھ میں وفات پائی -

۲ - بلوغ الارب میں "یری" درج ہے ، غلط ہے -

۳ - احنف سے مراد احنف بن قیس تمیمی سے ہے - سادات تابعین میں سے تھے - ان کا حلم ضرب المثل تھا - انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور ان کے اشارے سے ان کی قوم ایمان لائی - مگر یہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے - ۷۲ھ میں وفات پائی -

فَلاَ لمتُ قَيْسًا بَعْدَ ها فی قُتَيبةٍ[۱]
[۲]إذَا افتَخَرُوا إنّ الحَدِيثَ شُجُونُ

[۱۶۹] جب اس کے بعد قبیلۂ قیس قتیبہ پر اظہار فخر کرے تو میں انھیں ملامت نہیں کروں گا ، اور ظاہر ہے کہ بات سے بات نکلتی ہے

## ابن قتیبہ کی طرف سے شعوبیہ کا جواب

ابن قتیبہ[۳] کتاب ''تفضیل العرب'' میں کہتا ہے : جو لوگ مساوات کے قائل ہیں ان میں سے بعض نے قرآن و حدیث کے ظاہری الفاظ کو لیا ہے اور اسی بنا پر فیصلہ دے دیا ہے ۔ انھوں نے اس کے صحیح معنوں کی تحقیق نہیں کی ۔ چنانچہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کو لیا ہے :

یَا اَیُّهَا النَّاسُ[۴] إنَّا خَلَقْنَا کُمْ مِنْ ذَکَرٍ و اُنْثٰی و جَعَلْنَا کُمْ شُعُوبًا و قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إنَّ اکرمَکُمْ عِنْدَ الله اتقَاکُمْ ۔

---

۱ ۔ قتیبہ سے مراد قُتَیبہ بن مسلم باہلی سے ہے جو مشہور سپہ سالار اور فاتح تھا ۔ ۹۶ھ میں مرا ۔ باھلہ قبیلۂ قیس کی ایک شاخ ہے ۔

۲ ۔ العقد الفرید میں یہ مصرع یوں دیا ہے : إذَا افتَخَرُوا إنَّ الفِخَارَ فُنُونُ ۔

۳ ۔ ابن قتیبہ : ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قُتَیبہ ، نحوی اور لغوی تھے ۔ کئی ایک کتابوں کے مصنف ہیں مثلاً الشعر و الشعرا ، ادب الکاتب وغیرہ ۔ ۲۷۶ھ میں وفات پائی ۔ الوسی نے یہ بیان العقد الفرید (۳ : ۴۰۸—۴۱۲) سے لیا ہے مگر حوالہ تفضیل العرب کا جیسا کہ العقد الفرید میں دیا ہے دے دیا ہے حالانکہ انھوں نے اصل کتاب تفضیل العرب کو نہیں دیکھا ۔

۴ ۔ ابن عبدربّہ نے صرف إنْ اکرمکم عنداللہ اتقاکم دیا ہے الوسی نے اپنا بیان ظاہر کرنے کی غرض سے پوری آیت لکھ دی ہے ۔

لوگو! ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادے سے پیدا کیا ہے اور تمھیں شعوب اور قبائل بنایا ہے تاکہ باہمی تعارف پیدا کر سکو۔ بیشک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے یہاں وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

نیز اللہ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ

تمام مومن بھائی بھائی ہیں لہٰذا اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔

اسی طرح انھوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد کردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے کے ان الفاظ کو لے لیا ہے:

لوگو! اللہ تعالی نے جاہلیت کی نخوت اور آباءٌ اجداد پر فخر کرنا باطل قرار دیا ہے، کسی عربی کو کسی عجمی پر تقویٰ کے بغیر کوئی فضیلت نہیں، تم سب اولاد آدم میں سے ہو اور آدم مٹی سے تھے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ذیل کو پیش نظر رکھا ہے:

مومنوں کے خون ایک دوسرے کے برابر ہیں، ان کی طرف سے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی ذمہ داری لینے کی کوشش کر سکتا ہے اور وہ اغیار کے خلاف یک جان ہیں۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ہر شخص بلحاظ احکام اور بلحاظ اس منزلت کے جو اللہ کے یہاں اور دارِ آخرت میں ہوگی یکساں ہیں۔ اگر دنیاوی امور میں سب لوگ برابر ہوتے اور آخرت کے معاملے کے سوا کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ ہوتی تو دنیا میں نہ کوئی شریف ہوتا اور نہ رذیل، نہ کوئی صاحب فضیلت ہوتا اور نہ مفضول، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا کیا مطلب ہوگا:

إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيْمُ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوْهُ

جب تمھارے پاس کسی قوم کا کوئی (صاحب شرف و عزت) شریف آدمی آئے تو اس کی عزت کرو

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا کیا معنٰی ہوگا؟

أَقِيلُوْا ذَوِی الهيآت عَثَرَاتِهِمْ

اچھی شکل و شباہت والے لوگوں کی لغزشیں معاف کر دیا کرو

نیز یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن عاصم کے حق میں فرمایا تھا: یہ بدویوں کا سردار ہے۔

عرب کہا کرتے تھے:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا تَبَايَنُوْا فَإِذَا تَسَاوَوْا هَلَكُوْا

جب تک لوگوں میں اختلاف مراتب رہے گا وہ ٹھیک رہیں گے مگر جب سب برابر ہو جائیں گے تو تباہ ہو جائیں گے

ان کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ان میں اشراف و اغیار ہوں گے یہ اچھے رہیں گے اور اگر سب ایک جیسے ہوگئے تو تباہ ہو جائیں گے۔

عرب جب کسی قوم کی مذمت کرتے تو کہتے:

سَوَاسِيَةٌ كَأَسْنَانِ الحِمَارِ

وہ سب گدھے کے دانتوں کی طرح برابر ہیں

لوگ فضائل کے اعتبار سے کیسے ایک جیسے ہو سکتے ہیں حالانکہ ایک شخص کے خود اپنے اعضا ہی ایک [۱۰۷] دوسرے کے برابر نہیں ہوتے، نہ ہی جوڑ یکساں ہوتے ہیں بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت ہوتی ہے۔ چنانچہ سر کو تمام اعضائے بدن پر، عقل اور حواس خمسہ کی وجہ سے فضیلت ہے۔ کہتے ہیں کہ دل جسم کا حاکم ہے۔ بعض اعضا خادم ہیں اور بعض مخدوم۔

اس کے[1] بعد کہتا ہے: شعوبیہ کا سب سے بڑا دعویٰ یہ ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کی وجہ سے عربوں سے تفاخر کرتے ہیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے (استدلال کرتے ہیں)

لَا تُفَضِّلُونِي عَلَيْهِ فَإِنَّمَا أَنَا حَسَنَةٌ مِنْ حَسَنَاتِهِ

مجھے ان پر فضیلت نہ دو کیونکہ میں تو ان کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں

اس کے بعد ان کا تمام انبیا کی بنا پر تفاخر کرنا اور یہ کہنا کہ سب انبیا چار کے سوا عجمی تھے (ایک اور دلیل ہے) وہ چار یہ ہیں ہود، صالح، اسمعیل، اور محمد علیہم الصلوۃ و السلام۔ انھوں نے اللہ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔

إِنَّ اللهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَ نُوْحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَ اللهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔

اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراهیم اور آل عمران کو جہاں والوں میں سے منتخب کر لیا ہے۔ یہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے

اس کے بعد انھوں نے اسحٰق بن ابراہیم کے باعث تفاخر کیا ہے اور یہ (کہا ہے) کہ وہ سارہ کے بیٹے تھے اور یہ کہ اسمٰعیل ایک لونڈی ہاجر کے بیٹے تھے چنانچہ ان کا ایک شاعر کہتا ہے:

فِي بَلْدَةٍ لَمْ تَصِلْ عُكْلٌ بِهَا طُنُبًا
وَلَا خِبَاءً وَلَا عَكٌّ وَ هَمْدَانُ

---

۱ - بلوغ الارب میں "ثم قال" درج ہے مگر العقد الفرید میں قال ابن قتیبہ۔ الوسی نے یہ الفاظ یہ ظاہر کرنے کے لیے لکھے ہیں کہ وہ براہ راست ابن قتیبہ سے نقل کر رہا ہے حالانکہ وہ تمام بیان ابن عبدربہ سے لے رہا ہے۔

• ایک ایسے شہر میں جہاں عکل قبیلہ نے نہ طنابیں ملائیں نہ خیمے گاڑے اور نہ ہی عسک اور ہمدان نے

وَلَا لِجَرْمٍ وَلَا نَهْدٍ بِهَا وَطَنٌ
لٰكِنَّهَا لِبَنِي الْاَحْرَارِ اَوْطَانُ

اور نہ ہی وہاں جرم اور نہد کا وطن تھا لیکن یہ شہر بنی الاحرار کا وطن تھا

اَرْضٌ يُبَنِّي بِهَا كِسْرَى مَسَاكِنَهُ
فَمَا بِهَا مِن بَنِي اللَّخْنَا اِنْسَانُ

یہ ایسی زمین ہے جہاں کسریٰ نے اپنے گھر بنائے تھے اور وہاں لونڈی کے بیٹوں میں سے کوئی انسان آباد نہ تھا چنانچہ ان کے نزدیک عجمی بنو الاحرار ہیں اور عرب لونڈی کی اولاد، اس لیے کہ وہ ھاجر کی اولاد ہیں اور وہ لونڈی تھی۔ ان سے ان عبارتوں کا مطلب سمجھنے میں غلطی سرزد ہوئی ہے کیونکہ ہر لونڈی کو لخناء نہیں کہا جاتا۔ [۱۷۱] لخناء تو صرف اس لونڈی کو کہتے ہیں جس سے اونٹوں کے چرانے اور ان کو پانی پلانے اور ایندھن اکٹھا کرنے کا ذلیل کام لیا جاتا ہے۔ یہ کام لخن سے لیا گیا ہے جس کے معنی بدبو کے ہیں۔ محاورہ ہے لخن السقاء، جب اس کی بو بگڑ جائے۔ ھاجر جیسی عورت جسے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے میل کچیل سے پاک رکھا ہو جسے خلیل علیہ السلام کی زوجیت کے لیے منتخب کیا ہو جو اسمٰعیل اور محمد علیہما السلام جیسے پاکیزہ انبیا کی ماں ہو اور یہ دونوں اس کی اولاد میں سے ہوں تو کیا کسی ملحد کو بھی اسے لخنا کہتے زیب دیتا ہے چہ جائیکہ کوئی مسلمان ایسی بات کہے۔

## شعوبیہ کا ابن قتیبہ کو جواب

کسی نے جو شعوبیہ کے سے عقائد رکھتا ہے لوگوں کے باہمی تفاوت ایک کی دوسرے پر فضیلت اور خواجہ و بندہ کے امتیاز کے معاملے میں ابن قتیبہ کو جواب دیتے ہوئے کہا ہے:

ہیں ، لوگوں کے باہمی تفاوت کے منکر نہیں نہ اس بات کے منکر ہیں کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے اور نہ خواجہ و بندہ ، اور اعلیٰ اور ادنیٰ کے وجود کے منکر ہیں مگر ہمارا یہ خیال ہے کہ لوگوں کا ایک دوسرے سے افضل ہونا نہ تو اپنے آبا و اجداد کی وجہ سے ہے اور نہ حسب کی وجہ سے بلکہ[1] یہ تفاضل ان کے افعال ، اخلاق ، ذاتی شرافت اور بلند ہمتی کی وجہ سے ہے - کیا تو نہیں دیکھتا نہ جو شخص دوں ہمت ہو ، مروت باختہ ہو ، وہ باشرف نہیں ہو سکتا خواہ وہ بنی ہاشم کی کسی بلند ترین شاخ سے ، خواہ بنی امیہ کی اصل میں سے یا قیس کے شریف ترین بطن سے ہی سے کیوں نہ ہو - کریم[2] وہ ہے جس کے افعال کریمانہ ہوں ، شریف وہ ہے جس کی ہمت شریفانہ ہو ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان :

إِذَا أَتَاكُم كَرِيمُ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوهُ

کا یہی مفہوم ہے اور آپ کا قیس بن عاصم کے حق میں ارشاد کہ ''یہ بدویوں کا سردار ہے'' صرف اس لیے تھا کہ وہ اپنی قوم کی عزت کی حفاظت کے باعث اور اپنا مال خرچ کرنے کی وجہ سے ان کا سردار تھا - کیا تو نہیں دیکھتا کہ عامر بن طفیل ، قیس کے شریف ترین بطن میں سے ہونے کے باوصف کہتا ہے :

وَإِنِّي وَإِنْ كُنْتُ ابْنَ سَيِّدِ عَامِرٍ
وَفَارِسَهَا الْمَشْهُورَ فِي كُلِّ مَرْكَبِ

میں اگرچہ قبیلہ عامر کے سردار کا بیٹا ہوں شہسواروں کی ہر جماعت

---

۱ - بلوغ الارب میں ولکنهم تحریر ہے - اسے ولکنہ پڑھیں ، جیسا کہ العقد الفرید میں ہے -

۲ - بلوغ الارب میں ان الکریم من کرمت حالہ دیا گیا ہے اسے انما الکریم من کرمت افعالہ پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں آیا ہے -

میں میں ہی ان کا مشہور شہسوار ہوں

فَمَا سَوَّدَتْنِي عَامِرٌ عَنْ وِرَاثَةٍ
أَبَى اللهُ إِنْ أَسْمُو بِأُمٍّ وَلَا أَبِ

پھر بھی قبیلہ عامر نے مجھے وراثتاً سردار نہیں بنایا ۔ اللہ تعالیٰ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ میں ماں یا باپ کی وجہ سے بلند ہوں

وَلَكِنَّنِي أَحْمِي حِمَاهَا وَأَتَّقِي
أَذَاهَا وَأَرْمِي مَنْ رَمَاهَا بِمَنْكِبِ[۱]

لیکن میں دو ان کی ان چیزوں کی حفاظت کرتا ہوں جن کی حفاظت کرنا ضروری ہے اور ان کو ایذا دینے سے بچتا ہوں ، جو ان کی طرف تیر پھینکے میں ان کی طرف اپنا سردار بھیج دیتا ہوں

[۱۷۲] ایک اور شاعر کہتا ہے :

إِنَّا وَإِنْ كَرُمَتْ أَوَائِلُنَا
لَسْنَا عَلَى الْأَحْسَابِ نَتَّكِلُ

اگرچہ ہمارے خاندان بزرگ ہیں پھر بھی ہم اپنے حسب پر بھروسا نہیں کرتے

نَبْنِي كَمَا كَانَتْ أَوَائِلُنَا
تَبْنِي وَنَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلُوا

جس طرح ہمارے اوائل نیک کاموں کی بنا رکھا کرتے تھے ہم بھی

---

۱ - بلوغ الارب ج ۳ : ۱۲۸ یہ لفظ منکبی مرقوم ہے اسی طرح العقد الفرید میں کہیں اسے بمنکب لکھا ہے اور کہیں بمنکبی ۔ لسان العرب میں ہے المنکب : العریف و قیل : عون العریف و قال اللیث : منکب القوم رأس العرفاء علی کذا و کذا عریفًا منکب ۔

رکھتے ہیں اور جس طرح وہ کیا کرتے تھے ہم بھی کرتے ہیں

اور قس بن ساعدہ کہتا ہے: میں عربوں کے مابین ایک ایسا فیصلہ کروں گا جیسا کہ مجھ سے پہلے کسی نے نہ کیا ہوگا اور جسے میرے بعد کوئی رد نہ کر سکے گا۔ اگر کوئی کسی ایسے شخص کو کمینے پن کا الزام دے گا جس میں شرافت بانی جاتی ہو تو وہ کمینہ نہ ہوگا اور اگر کوئی شخص شرافت کا مدعی ہوگا درآنحالیکہ اس میں کمینہ پن موجود ہو تو وہ شخص شریف نہ ہوگا۔

اسی قسم کے الفاظ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے بھی ہیں "ہر وہ شرافت جس کی نمود میں کمینگی حائل ہو وہ کمینگی ہی کہلانے کی مستحق ہے۔ اور ہر کمینگی جس کے نمود میں شرافت حائل ہو وہ شرافت ہی کہلانے کی مستحق ہے"۔

آپ کی مراد یہ ہے کہ انسان کے اپنے طبائع اور خصائل اس کی ذات کے معاملے میں اہم تر ہیں۔ اگر (کسی کے) یہ خصائل ہوں گے تو اسے اس کے آبا و اجداد کا کمینہ پن کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا اور اگر اسی کے طبائع اور خصائل کمینوں کے سے ہوں گے تو اسے اس کے آباؤ اجداد (کے شرف) نفع نہ پہنچا سکیں گے۔

ایک شاعر کہتا ہے:

نَفْسُ عِصَامٍ سَوَّدَتْ عِصَامَا
وَ عَلَّمَتْهُ الْكَرَّ و الاقْدَامَا
وَ جَعَلَتْهُ مَلِكًا هُمَامًا.

عصامؒ کے نفس نے اسے سردار بنایا۔ اسے حملہ کرنا اور آگے بڑھنا سکھایا اور اسے بڑا بادشاہ بنایا

ایک اور شاعر کہتا ہے

مَا لِيَ عَقْلِي وَ هِمَّتِي حَسَبِي
مَا أَنَا مَوْلًى و لا أَنَا عَرَبِي

میری عقل میرا مال اور میری ہمت میرا حسب ہے ، میں نہ مولیٰ ہوں نہ عربی

إنْ انْتَمیٰ مُنْتَمٍ الی أحَدٍ
فَانّنی مُنْتَمٍ إلٰی أدَبِی

اگر کوئی شخص کسی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو ہوتا رہے میں تو اپنے ذاتی کمالات کی طرف منسوب ہوتا ہوں

ایک شخص نے عبدالملک بن مروان (م ۸۶ھ) کے سامنے تقریر کی جس میں طرح طرح کے موضوعات پر اظہار خیال کیا ۔ عبدالملک کو اس کی باتیں بہت پسند آئیں چنانچہ اس سے پوچھا : لڑکے تو کس کا بیٹا ہے ؟ اس نے جواب دیا : اے امیرالمؤمنین ! میں اپنے نفس کا بیٹا ہوں جس کی بدولت مجھے آج یہاں بیٹھنے کا موقع ملا ہے ۔ عبدالملک نے کہا : تو سچ کہتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

انسان کا مال اس کا حسب اور اس کا دین اس کی شراقت ہے

[۱۷۳] اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے ''اگر تمھارے پاس مال ہے تو تمھارے پاس حسب ہے اور اگر تمھارے پاس دین ہے تو تمھارے پاس شرافت ہے'' ۔

شہاب الدین اندلسی نے اپنی کتاب 'العقد' میں تعجب کا اظہار کیا ہے کیونکہ مذکورہ بیان کے بعد وہ کہتا ہے ۔ میں نے ابن قتیبہ سے بڑھ کر کوئی عجیب انسان نہیں دیکھا ۔ اس نے کتاب تفضیل العرب میں عربوں کے فضائل بیان کرنے کے لیے رنگ رنگ کی باتیں بنائیں مگر اپنی کتاب کو ختم شعوبیہ کے مذہب پر کیا ہے چنانچہ جو کچھ وہ پہلے کہہ چکا تھا آخر میں اس کا رد پیش کر دیا ۔ وہ اپنے بیان کے اختتام پر کہتا ہے :

میرے نزدیک جو بات سب سے زیادہ قرین انصاف ہے یہ ہے کہ لوگ سب کے سب ایک ماں اور ایک باپ کی اولاد ہیں ۔ مٹی سے پیدا کیے گئے اور پھر مٹی ہی میں لوٹا دیے جائیں گے ۔ سب پیشاب کی نالی میں

ہے گزرے ہیں۔ سب کو گندگیوں نے اپنی لپیٹ میں لیا ہے۔ لٰہذا یہ ہے ان کا نسب اعلٰی جس کی بنا پر اہل عقل، تکبر کرتے اور آبا و اجداد پر فخر کرنے سے باز رہتے ہیں۔ پایان کار سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے، اس وقت تمام انساب منقطع اور حسب باطل ہو جائیں گے، سوا ان لوگوں کے جن کا حسب تقویٰ ہوگا اور اطاعت خداوندی جن کا وسیلہ ہوگا۔

## عربوں کی شادیوں کے متعلق شعوبیہ کی رائے

زمانۂ جاہلیت میں جب عرب لوٹ مار کی خاطر چڑھائی کرتے تھے تو ایک دوسرے کی بیویوں سے ہمکنار ہو لیا کرتے تھے۔ بدون اس کے کہ کوئی عقد نکاح ہو یا عورت حیض سے پاک ہو لٰہذا کسی کو کیا معلوم کہ کس کا باپ کون ہے۔

فرزدق ایک قیدی عورت کے بارے میں جسے بنی عامر بن صعصعہ کی شاخ بنی ضبہ کے لوگ قید کرکے لے گئے تھے بنی ضبہ پر فخر کرتا ہے گویا یہ فخر کی بات تھی کہ وہ اپنی جنگوں میں (دشمنوں کے) اہل و عیال کو زبردستی پکڑ کر لے جاتے تھے۔

فَظَلَّتْ وَظَلُّوا يَرْكَبُونَ هَبِيْرَهَا
وَلَيْسَ لَهُمْ إِلاَّ عَوَالِيَهَا سِتْرُ

وہ دن بھر اس عورت پر مجرمانہ حملے کرتے رہے اور وہ یہ حملے سہتی رہی۔ ان لوگوں کے لیے اگر اس عورت کے جسم پر کوئی پردہ تھا تو وہ صرف اوپر کے حصے پر تھا،

ہَبِیر کے معنی [1] ہموار زمین کے ہیں اور یہاں شرمگاہ مراد ہے۔

وہی شاعر فخر کرتا ہوا کہتا ہے:

---

۱۔ لسان العرب میں ہے الھبیر ما اطمأن من الارض وا رتفع ماحولہ۔ وھوالھبیر ایضاً وقیل: الھبیر من الارض ان یکون مطمئنا و ماحولہ ارفع منہ۔

وَمِنَّا التَّمِيمِيُّ الَّذِي قَامَ أَيْرُهُ
ثَلاثِينَ يَوْماً ثُمَّ زَادَهُمْ عَشْراً

وہ تمیمی مرد ہمیں میں سے تھا جس کا عصا چالیس روز لگاتار حالتِ قیام میں رہا

## شعوبیہ کے ان دلائل کا رد

شعوبیہ نے عربوں کی شادیوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اور جس طرح ان کے نسب کے متعلق برنگ طعن ذکر کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ۔ مثلاً لوٹ مار کے حملوں میں عورتوں کو قید کرنا ، انھیں لونڈیاں بنانا اور ان کے حیض سے پاک ہوئے بغیر ہی ان کی طرف متوجہ ہو پڑنا وغیرہ ۔ تاریخ کی کتابیں انھیں ان تمام اتہامات سے جو ان کے مخالف اور دشمن ان پر لگاتے ہیں بری[1] قرار دیتی ہیں ۔ عربوں کے جاہلی اشعار میں ان کی حمیت ، غیرت ، اپنے نسب کی نگہداشت کا اہتمام ، حریم [م ۷ ا] کی حفاظت ، حسب اور قبیلوں کی حفاظت کا وضاحت سے ذکر آیا ہے ۔ غارت گری اور باہمی جھگڑوں میں عورتوں کے ساتھ اور اہل و عیال کے ساتھ بدسلوکی نہ قدیم زمانے میں عربوں کا طریق تھا اور نہ اب ہے بلکہ ان کے یہاں یہ بات بدترین کبیرہ گناہ سمجھی جاتی تھی ۔ جن اشعار کی روایت شعوبیہ نے کی ہے اگر یہ صحیح ثابت ہو بھی جائے کہ ان کے کہنے والوں نے واقعی یہ شعر کہے نیز یہ بھی کہ ان کا کہنے والا خالص عربی تھا جب بھی اس میں کوئی طعن کی بات نہیں پائی جاتی کیونکہ اگر کوئی بات کسی قوم کے ایک فرد سے صادر ہو تو اس کی بنا پر تمام افرادِ نوع کا مؤاخذہ کرنا عقلمندوں اور صائب الرأی لوگوں کے نزدیک درست نہیں ہے ۔ ”وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ“ کوئی نفس دوسرے نفس کا بوجھ نہیں اٹھاتا ۔ اور یہ دعویٰ تو کسی نے بھی نہیں کیا کہ عربوں کا

---

۱ - بلوغ الارب میں صادِحَةٌ دیا ہے اسے صَارِعَة پڑھیں ۔

ہر فرد ہر قسم کی غلطی اور عیب سے پاک ہے اور نہ یہ کہ ان کا ہر فرد تمام فضائل میں دیگر اقوام کے ہر فرد سے افضل ہے۔ یہ ناممکن بات ہے کیونکہ اس کا غلط ہونا بالکل واضح ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ عقل سلیم رکھنے والے سب لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ مرد عورتوں سے افضل ہیں اس کے باوجود بعض عورتیں ایسی ہیں جن کے ذاتی کمالات اور انسانی فضائل کی ہزاروں ایسے مرد برابری نہیں کر سکتے جو ان فضائل سے عاری ہوں۔ شاعر[1] نے کیا خوب کہا ہے:

وَلَوْ أَنَّ النِّسَاءَ كَمَنْ فَقَدْنَا
لَفُضِّلَتِ النِّسَاءُ عَلَى الرِّجَالِ

اگر تمام عورتیں ایسی ہی ہوتیں جس طرح کی یہ مرنے والی تھی تو
ہم عورتوں کو مردوں پر فضیلت دے دیتے

لہذا اگر عربوں کی قوم میں سے کسی ایک یا دو افراد سے کوئی بری حرکت صادر ہو گئی ہو تو اس سے ان کے بلند مرتبے اور اعلیٰ شرف پر کوئی حرف نہیں آتا بالخصوص جبکہ وہ بری بات ایسی ہے کہ اس کا صحیح ہونا یقینی نہیں ہے یا ہو سکتا ہے کہ اس کی بھی کوئی وجہ ہو۔ اس لیے کہ ان کے دین اور رواج میں ایک دوسرے پر حملوں کے دوران جو قیدی ہاتھ آتے تھے وہ بمنزلہ غلام کے ہوتے تھے، اور ظاہر ہے کہ تمام مذاہب والوں کے یہاں مملوکہ عورت کے ساتھ عقد [۱۷۵] نکاح کے بغیر ہم آغوش ہونا زنا نہیں کہلاتا۔ یہ بات بجا، مگر حقیقت وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ عربوں کے علاوہ جتنی بھی قومیں ہیں ان میں سے کونسی قوم ہے جس نے لوگوں کو قید نہ کیا ہو یا غارتیں نہ ڈالی ہوں۔ تمام مخلوق کا ابتدا سے لے کر آخر تک یہی حال رہا ہے۔ اگر ہم عربوں کے علاوہ دیگر اقوام کی شادیوں کا وہ حال جو گزشتہ ایام میں تھا ذکر کرنے لگیں تو صفحہ قرطاس سیاہ ہو جائے۔

---

۱ - یہ شعر متنبّی کا ہے۔

وہی یہ بات جو شعوبیہ نے کہی ہے کہ عرب عورتوں کے پاس قبل اس کے کہ وہ حیض سے پاک ہوں چلے جاتے تھے تو یہ بھی بہتان عظیم ہے - عربوں کے اشعار اور ان کی تاریخ اس کے خلاف گواہی دیتی ہے - وہ حیض کے دوران ہم بستری سے پرہیز کرتے تھے - جب ہم ان کی عادات اور عبادات کا ذکر کریں گے تو ان باتوں کو بھی بیان کریں گے -

## شعوبیہ نے جو کچھ بھی عربوں کے متعلق کہا ہے اس کا اجمالی ذکر

یاد رکھیں کہ شعوبیہ نے اپنے دعویٰ کے حق میں استدلال کے طور پر جو کچھ کہا ہے سب بے محل اور بے موقع ہے کیونکہ اصل مقصد تو یہ ہے کہ ان امور میں جو تمام انواع میں فضیلت کا باعث سمجھے جاتے ہیں ایک جنس کو افضل قرار دیا جائے مثلاً یہ کہ جنس عرب کی فضیلت کا سبب ان کی وہ خاص عقلیں ، زبان ، اخلاق اور اعمال وغیرہ ہیں جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور جنھیں ہم مکمل طور پر اور شرح و بسط سے واضح کر چکے ہیں - ہمارا دعویٰ یہ نہیں ہے کہ فضیلت نبوت کی وجہ سے ہے اس لیے کہ اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ غیر عرب انبیا کی تعداد عرب انبیا سے زیادہ ہے - کیونکہ تمام انبیا کی تعداد جیسا کہ وهب[1] بن منبہ نے ذکر کیا ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے جن میں سے تین سو پندرہ رسول ہیں - ان میں سے پانچ عبرانی تھے یعنی آدم ، شیث ، ادریس ، نوح اور ابراهیم ، اور پانچ عرب تھے یعنی ہود ، صالح ، اسمٰعیل ، شعیب اور محمد صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین - ابو صالح نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل رسّ کی طرف ایک نبی بھیجا ،

---

۱ - وهب بن منبہ : ابو عبداللہ وهب بن منبہ صنعانی - یہ ابنا میں سے تھے - یہ بانویں الہامی کتابوں کے عالم تھے اور انھوں نے حمیری بادشاہوں کے متعلق ایک مختصر سی کتاب بھی لکھی - ۱۱۴ھ میں وفات پائی

رس کے معنی کنوئیں کے ہیں ۔ اس نبی کا نام حنظلہ بن صفوان تھا ۔ اہل رس نے ان کی تکذیب کی اور انھیں قتل کر ڈالا اس پر اللہ نے ایک نبی ارمیا بن برخیالای کی طرف جو بخت نصر کے ساتھ تھا وحی کی کہ بخت نصر کو حکم دو کہ وہ ان عربوں پر چڑھائی کرے جن کے گھروں پر کوئی تالا نہیں اور انھیں اس فعل کی پاداش میں جو انھوں نے اپنے نبی [۱۷۹] کے ضمن میں کیا ہے قتل کر دے ۔ خالد بن سنان بھی انبیائے عرب میں سے تھے ۔ ان کی شان میں ایک حدیث بھی آئی ہے اور وہ یہ ہے :

ذاکَ نبیٌ اضاعَہُ قومُہُ

(یہ ایک نبی تھے جنھیں ان کی قوم نے کھو دیا)

ان کے علاوہ جو انبیا بھی تھے وہ باقی تمام مختلف اقوام میں سے تھے ۔

عربوں کے لیے اور پھر قریش اور بنی ہاشم کے لیے محض اس لیے فضیلت نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے تھے اگرچہ یہ بھی ایک فضیلت ہے ۔ بات یہ ہے کہ عرب بذات خود افضل ہیں اور اسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات اور نسب کے اعتبار سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے ورنہ دور لازم آئے گا ۔ بااین ہمہ اگر شعوبیہ کے مخالفین یہ دعویٰ کریں کہ یہی ایک بات فضیلت کی وجہ ہے تو ان کے لیے یہ کہنا ممکن ہوگا کہ انبیائے عرب باوجود اس کے کہ ان کی تعداد کم ہے پھر بھی وہ فضیلت میں دیگر انبیا اور رسولوں کے برابر ہیں یا ان سے بھی زیادہ ہیں تو یہ کوئی انوکھی بات بھی نہیں ہے کیونکہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ انسان اور انسان میں فرق ہوتا ہے چنانچہ کہیں ایک شخص دس شخصوں کے برابر کہیں دس سو کے برابر بلکہ ایک انسان سو جیسا اور کہیں ایسا بھی ہے کہ دس بے کار لوگ ایک سے بھی کم تر مرتبے کے مالک ہوتے ہیں ۔ ایک عورت سے کہا گیا : کیا دس بے کار لوگ تجھے زیادہ پسند ہیں یا ایک جو دس جیسا ہو ۔ اس نے جواب دیا : ہاں ایک جو دس جیسا ہو، شاعر کہتا ہے :

وَلَمْ أَرَ أَمْثَالَ الرِجَالِ تَفَاوُتاً
لَدَى المَجْدِ حتى عُدَّ أَلفٌ بِوَاحِدِ

میں نے بزرگی کے معاملے میں آدمیوں جیسا کسی میں تفاوت نہیں پایا
یہاں تک کہ ایک کے مقابلے میں ایک ہزار شمار کیے گئے

بلکہ ہم تو ایک کو دس ہزار کے برابر دیکھتے ہیں اور دس ہزار کو ایک سے بھی کم ۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ آپ کا فرمان نہایت سچا ہے

اَلنَّاسُ کَاَبِلٍ مِائَةٍ لَا تَکَادُ تَجِدُ فِیهَا رَاحِلَةً

لوگوں کی مثال ان سو عام شتروں کی سی ہے جن میں سے ایک
بھی سواری کے قابل نہ ہو

ان کے عُرف میں اِبِلٌ کا لفظ ایک سو اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔ لہٰذا ایک سو اِبل دس ہزار اونٹ ہوئے بلکہ اگر یوں بھی کہا جائے کہ ہم ایک کو ایک جہاں کے برابر دیکھتے ہیں اور ایک جہاں کو ایک کے برابر تو جائز ہوگا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

وُزِنتُ بِاُمَّتِی فَرَجَحتُهُم

مجھے ساری امت کے ساتھ تولا گیا تو میں ان سے وزنی نکلا ۔ اسی خیال کے مطابق شاعر کہتا ہے :

لَیسَ عَلَی اللہِ بِمُستَنکَرٍ
اَن یَجمَعَ العَالَمَ فِی وَاحِدٍ

اللہ کے لیے یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ تمام جہان کو ایک
شخص میں جمع کر دے

ہمارا دعویٰ یہ بھی نہیں ہے کہ فضیلت ، ملکیت ، ثروت ، کثرتِ تعداد اور ساز و سامان کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ ان چیزوں سے بھی فضیلت کا حاصل ہونا ضروری نہیں ہے ۔ فضیلت تو اچھی صفات کی مقتضی ہے ۔

كَمْ عَاقِلٍ عَاقِلٍ أَعْيَتْ مَذَاهِبُهُ
و جَاهِلٍ جَاهِلٍ تَلْقَاهُ مَرْزُوقَا

[۱۷۷] بہت سے کامل عقل رکھنے والے عقلمند لوگ ہیں جن کے لیے معیشت کے تمام راستے مسدود ہیں اور بہت سے مکمل جاہل افراد ہیں جنھیں تو آسودہ حال پاتا ہے

اسی معنوں میں سموأل اپنے ان اشعار میں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے کہتا ہے :

وَمَا ضَرَّنَا أَنَّا قَلِيلٌ وَجَارُنَا
عَزِيزٌ وَجَارُ الأَكْثَرِينَ ذَلِيلُ

ہمیں اس بات سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا کہ ہم تعداد میں کم ہیں جبکہ ہمارا پڑوسی ذی عزت ہے حالانکہ اکثر لوگوں کے پڑوسی ذلیل ہو جاتے ہیں

مزید برآں گزشتہ زمانے میں عربوں کا تمدن اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ وہاں تک کوئی اور تمدن نہ پہنچا تھا ۔ اگرچہ ان کے حالات ہم تک نہیں پہنچے ۔ یہ ان کی عظیم عمارتوں کے آثار ہیں اور ان کے بڑے بڑے شہروں کے باقی ماندہ نشان ہیں جو ان کے تمدن پر گواہی دے رہے ہیں ۔ تَدْمُر کا شہر عربوں کے شہروں اور ان کی آبادیوں میں سے ایک تھا جیسا کہ قاموس وغیرہ میں مذکور ہے ۔ اس شہر کے باقی ماندہ نشانوں سے جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ دنیا کے عجائبات میں سے ہے جس کی مضبوطی کا مقابلہ کرنے سے بعد کے آنے والے ادوار عاجز ہیں ۔ قوم تُبّع کے یمنی بادشاہوں اور اَزْوَاء کا (مختلف) ملکوں پر تسلط اور اطراف (کے علاقوں) پر غلبہ اس حد کو پہنچ چکا تھا کہ قلم سے تعریف نہیں ہو سکتی ۔

وہ بادشاہ جس نے دو پہاڑوں کے سروں کو برابر کر دیا تھا وہ بھی انھی میں سے تھا ۔ اس نے مشرقین سے لے کر مغربین کا چکر لگایا یہ وہی بادشاہ تھا جسے ذوالقرنین کا لقب دیا جاتا ہے ۔ برخلاف اس کے

شعوبیہ اور چند اہل علم کا خیال ہے کہ ذوالقرنین سکندر رومی ہی تھا مگر ہمارے بیان کی گواہی قدیم اشعار سے ملتی ہے بلکہ قدیم اشعار اس معاملے میں زیادہ قوی دلیل ہیں ۔

اعشی[1] بنی ثعلبہ کہتا ہے :

وَالصَّعْبُ ذُو القَرْنَيْنِ أَمْسَى ثَاوِياً
بالحِنْوِ فِي جَدَثٍ هُنَاكَ مُقِيمِ

صعب ذوالقرنین حنو کے مقام پر قبر میں مقیم ہے

حِنْو حاء مہملہ کے نیچے زیر اور نون ساکن مشرق میں ایک مقام کا نام ہے

رُبَیْع[2] بن ضُبَیع کہتا ہے :

۱ - بلوغ الارب میں اعشٰی بن ثعلبہ چھپا ہؤا ہے ۔ اسے اعشی بنی ثعلبہ پڑھیں ۔ اعشی کا اصلی نام میمون میں قیس ہے ۔ ابو بصیر کنیت ۔ اسلام قبول کرنے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلا ۔ جب مکے میں پہنچا تو کسی نے کہا وہ تو شراب کو حرام قرار دیتے ہیں ۔ کہنے لگا ایک سال پی لوں پھر آؤں گا مگر اسی عرصے میں مر گیا ۔ لسان العرب میں اس شعر کو لبید کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۔

۲ - بلوغ الارب میں اسی طرح ربیع بن ضبیع ہی دیا ہے ۔ مگر درست رُبَیع بن ضَبُع بن وهب ہے ۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ تین سو چالیس سال زندہ رہا مگر اسلام نہیں لایا ۔ جب دو سو سال کی عمر کو پہنچا تو یہ شعر کہے :

إذَا كَانَ الشِّتَاءُ فَأَدْفِئُونِي
فَإنَّ الشَّيْخَ يَهْرِمُهُ الشِّتَاءَ
إذَا عَاشَ الفَتَى مِائَتَيْنِ عَاماً
فَقَدْ ذَهَبَ المَسَرَّةُ وَالفَتَاءُ

(شرح امالی : ۸۰۲ - ۸۰۳)

وَالصَّعْبُ ذُوالقَرنَيْنِ عَمَّرَ مُلكَهُ
الْفَيْنِ اَمسْىٰ بَعْدَ ذاکَ رَمِیْمًا

صعب ذوالقرنین نے دو ہزار سال تک اپنے ملک کو آباد رکھا ۔ اس کے بعد بوسیدہ (ہڈیاں) ہوگیا ۔

[۱۷۸] قُس بن ساعدہ ایادی کہتا ہے :

والصعب ذُوالقَرنَینِ اَصْبَحَ ثَاوِیاً
باللَّحْدِ بَیْنَ مَلَاعِبِ الاَرْیَاحِ

صعب ذوالقرنین کھیل کود کے میدانوں اور ہواؤں کے درمیان قبر میں مقیم ہے ۔

تُبَّع حمیری کہتا ہے :

قَدْ کَانَ ذوالقَرنَیْنَ قَبْلِی مُسْلِماً
مَلِکاً تَدِیْنُ لَهُ الملوکُ وتَحْشُدُ
مِنْ بَعْدِهِ بِلقِیْسُ کَانَت عَمَّتِی
مَلَکَتْهُمُ حَتَّی أتاها الهُدْهُدُ

مجھ سے پہلے ذوالقرنین مسلمان تھا ۔ وہ ایسا بادشاہ تھا جس کی بادشاہ اطاعت کرتے اور اس کے پاس آ کر جمع ہوتے تھے ۔ اس کے بعد میری پھوپھی بلقیس آئی جس نے ان پر حکومت کی ، تاآنکہ ہُدہُد اس کے پاس آیا ۔

حارثیوں کا ایک شاعر مضر کے کچھ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے اور ذوالقرنین پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے :

سَمُّوالَنَا وَاحِداً مِنکم فَنَعرِفَهُ
فِی الجَاهِلِیَّةِ لِاسْمِ المُلکِ مُحتَمِلاً
کَالتُبَّعَیْنِ و ذُوالقَرنینِ یَقبَلُهُ
اَهْلُ الحِجٰی واحق القولِ مَاقُبِلاَ

تم اپنوں میں سے کسی ایک کا نام لو جو جاہلیت کے زمانے میں بادشاہ کہلانے کا مستحق ہؤا ہو ، دونوں تبع" اور ذوالقرنین جیسے لوگوں کا نام لو جسے دانشمند لوگ قبول کر لیں اور صحیح بات تو وہی ہے جسے قبول کیا جا سکے -

۱ نعمان بن بشیر صحابی بن صحابی فرماتے ہیں :

وَمَنْ ذَا يُعَادِيْنَا مِنَ النَّاسِ مَعْشَرِ
كِرَامٌ و ذُوالقَرْنَيْنِ مِنَّا و حَاتِمٌ

ہماری کون مخالفت کر سکتا ہے ( کیونکہ) ہم شرفا ہیں ۔ ذوالقرنین ہم میں سے تھا اور حاتم بھی

ان میں سے اکثر سواہد سے یہی اخذ کیا جاتا ہے کہ اس کا نام صعب تھا ۔ ذوالقرنین کا ذکر امرؤالقیس ، اوس بن حجر اور طرفۃ بن العبد وغیرہم کے اشعار میں بھی آیا ہے ۔ کتاب نشرالمحاسن الیمانیہ میں ان کے بہت سے کارناموں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا ذکر بوجہ طوالت نہیں کیا جا سکتا ۔

قحطانیوں کا وصف بیان کرتے ہوئے الکلاعی کہتا ہے :

ورَتَّبْنَا مَرَاتِبَ كُلِّ مَلِكٍ
فَكَانَ لَنَا الخَلَائِقُ مُقْتَفِيْنَا

ہم نے ہر بادشاہ کا مرتبہ مقرر کر دیا ہے چنانچہ تمام مخلوق ہماری پیروی کرتی ہے

سَنَنَّا لِلْبَرِيَّةِ كُلَّ فِعْلٍ
جَمِيْلٍ مِنْ فِعَالِ الأكْرَمِيْنَا

ہم نے دنیا کے لیے ہر قسم کے اچھے فعل کا طریقہ جاری کر رکھا ہے جو شرفا کے فعال میں سے ہے

---

۱ - نعمان بن بشیر ۶۴ھ میں ضحاک کی جنگ میں مارے گئے ۔

فَهُمْ يَتَشَبَّهُونَ بِمَا فَعَلْنَا
وَفِيْ آثَارِنَا يَتَتَبَّعُونَا

لہذا لوگ ہمارے افعال کی نقل کرتے ہیں اور ہمارے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

وَلَيْسُوا مُدْرِكِيْنَ لَنَا لأَنَّا
جُعِلْنَا السَّابِقِيْنَا الأَ وَّلِيْنَا

مگر یہ لوگ ہم تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ ہمیں تو سابقین اور اولین قرار دے دیا گیا ہے

(کلاعی) ان اشعار کی شرح میں کہتا ہے: پہلا شخص جس نے تاج پہنا اور حکومت کے فرائض معین کیے اور شہر کے حاکم سے عہد لیا اور اسے عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا، دیوان قائم کیے اور سرحدوں کی طرف حاکم بھیجے وہ حمیر بن سبا الاکبر تھا اور پہلا شخص جس نے اپنے محل کے دروازے پر زنجیر لٹکائی تاکہ فریادی اس کو کھینچ سکیں عبد شمس بن وائل ہے اور پہلا شخص جس نے کسی شکایت کنندہ کی بات [۱۷۹] پر غور کیا اور اس کی شکایت پر شہر کے حاکم کو معزول کیا وہ سعد الکامل تھا۔ پہلا شخص جس نے سفارش کرکے قیدیوں کا فدیہ قبول کیا وہ تبع الاصغر تھا۔ اسی لیے اس کا نام ماءالسماء پڑا۔ پہلا شخص جس نے ابجد کے مطابق عربی رسم الخط اختیار کیا وہ [۱]مرہ بن مرامر

---

۱۔ بلوغ الارب میں مرۃ بن مرامر ہی مرقوم ہے۔ مگر درست مُرامِر بن مرۃ ہے۔ لسان العرب میں ہے (مادہ: م ر ر) مُرامِر ایک آدمی کا نام ہے۔ شرقی بن القُطامی کہتا ہے جن لوگوں نے سب سے پہلے عربی رسم الخط وضع کیا وہ قبیلہ طئی کے کچھ لوگ تھے جن میں سے ایک مُرامِر بن مرۃ بھی ہے شاعر کہتا ہے:

تَعَلَّمْتُ بَاجَاداً وَالَ مُرَامِرٍ
وَسَوَّدتُ أَثْوَابِيْ وَلَسْتُ بِكَاتِبٍ

باقی حاشیہ صفحہ ۴۰۶ پر

تھا ۔ پہلا شخص جس نے ضیافت کی رسم جاری کی وہ قبیلہ طی کا عامر بن حارثہ الازدی تھا ۔ پہلا شخص جس نے خنثٰی کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ یہ مد نظر رکھا جائے کہ وہ پیشاب کہاں سے کرتا ہے عمرو بن حممہ الدوسی تھا ۔ پہلا شخص جس نے میت کو خوشبوئیں ملیں مقسم بن بھرالقضاعی ہے ۔ پہلا شخص جس نے وراثت میں سے نر کو مادہ سے دگنا حصہ دیا وہ عامر بن جشم الجہمی ہے اور پہلا شخص جس نے میت کا جنازہ پڑھا عطیرہ بن صعصعہ السکسکی ہے اور پہلا شخص جس نے دیت کی ادائی میں مدد مانگنے والے کی مدد کی وہ ہمدان کا فرد جعاد بن عبدالتیمی تھا ۔

یہ وہ امور ہیں جن میں جاہلیت ہی میں بنو قحطان سبقت لے جا چکے تھے۔ بعد ازاں اسلام اسی قسم کے احکام لے کر آیا اس سے ظاہر ہے کہ ان کی ذکاء کی دوری انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ ان کی ذکاء کی ایک بات یہ ہے کہ عرب سب سے پہلے لوگ ہیں جنھوں نے گھوڑوں کو باندھا ، انھیں سدھایا اور ان گھوڑوں کی ایسی تعریف بیان کی جو ان کے لائق تھی (یہی

---

صفحہ ۵۰۸ کا بقیہ حاشیہ

شرقی کہتا ہے کہ شاعر نے ال مرامر اس لیے کہا ہے کہ اس نے اپنی اولاد کے نام ابجد کے آٹھ الفاظ پر رکھتے تھے ۔ ابن بری کہتا ہے کہ ابن النحاس وغیرہ نے مدائنی سے ذکر کیا ہے کہ یہ نام مُرامر بن مروہ ہے ۔ مدائنی کہتا ہے کہ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ سب سے پہلے عربی رسم الخط میں انبار کے ایک شخص مرامر بن مروہ نے لکھا ۔ بعض اسے حیرہ کا بتاتے ہیں ۔ سمرة بن جندب کہتا ہے ۔ میں نے عربی کتابت پر غور کیا تو دیکھا کہ حیرہ سے پہلے یہ خط انبار میں لکھا جاتا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ جب مہاجرین سے پوچھا گیا کہ تم نے عربی رسم الخط کہاں سے سیکھا تو انھوں نے جواب دیا : حیرہ سے اور جب حیرہ والوں سے پوچھا گیا کہ تم نے لکھنا کہاں سے سیکھا تو انھوں نے کہا : انبار سے ۔

لہیں) بلکہ ان کے لیے زین اور لگام بھی بنائی ۔ اسی کے بارے میں مالک بن ملائکہ بن ارحب الہمدانی کہتا ہے :

أُمِرْتُ بِإِنْشَاءِ اللِّجَامِ فَأُبْدِعَتْ
وَأَنْعَلْتُ خَيْلِي فِي الْمَسِيرِ حَدِيدًا

مجھے لگام لانے کو کہا گیا لہٰذا اسے ایجاد کر لیا گیا اور میں نے اپنے گھوڑے کو چلنے میں لوہے کی نعل پہنائی

وَأَرْحَبُ جَدِّي أَحْدَثَ السَّرْجَ قَبْلَنَا
وَلَوْ نَطَقَتْ كَانَتْ بِذَا لَكَ شُهُودَا

ہم سے پہلے میرے دادا ارحب نے زین ایجاد کی تھی، اگر یہ گھوڑے بول سکتے ہوتے تو اس بات کی گواہی دیتے

عرب پہلے لوگ ہیں جنھوں نے ہر قسم کے ہتھیار ایجاد کیے مثلاً تلوار، نیزہ، کماں، تیر، زرہ وغیرہ ان کے ہاں مختلف قسم کے گھوڑوں اور ہتھیاروں کے الگ الگ نام ہیں جن کا ذکر کرنے سے بات لمبی ہو جاتی ہے ۔

[۱۸۰] گھوڑوں، کمانوں، تیروں اور صحیح نشانہ لگانے کے متعلق جس قدر بصیرت قحطانیوں کو حاصل تھی کسی اور کو نہ تھی، قوم تُبّع اسد کے تیر انداز جو قارہ کے نام سے مشہور تھے انھی میں سے تھے۔ یہ تیر چلاتے تو عین نشانے پر لگتے، انھی کی مثال دے کر یوں کہا جاتا ہے :

قَدْ أَنْصَفَ الْقَارَةَ مَنْ رَامَاهَا

(جس نے تیر اندازی میں قارہ کو چیلنج کیا اس نے انصاف کیا)

لہٰذا یہ سب باتیں اور اسی قسم کے دیگر امور ایسے ہیں جن سے ان کے تمدن، ثروت، باہمی الفت اور کمالات میں ترقی کرنے کے ذوق کا پتا چلتا ہے ۔ ہمارا یہ بھی مقصد نہیں ہے کہ فضیلت صنعت و حرفت کے جاننے میں پائی جاتی ہے کیونکہ اس اعتبار سے غیر عرب کو اہل عرب پر

فوقیت حاصل ہوگی ۔ عرب تو صنعت و حرفت اختیار کرنے سے نفرت کرتے تھے اور اپنی صنعت کو ادنٰی شمار کرتے تھے ۔ اس زمانے میں باہمی فخر اور فضیلت کا سرمایا شجاعت ، گھوڑ سواری اور فصاحت وغیرہ امور کو جانا جاتا تھا اور یہی امور دراصل فضیلت کا منبع ہیں ۔ باایں ہمہ صناعات اور دیگر فنون عقلیہ کے سیکھنے کی عربوں میں بمقابلہ دیگر اقوام کے زیادہ اہلیت پائی جاتی ہے ۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ظہور اسلام کے بعد وہ ان امور میں وہاں تک چلے گئے تھے کہ وہ دوسروں سے سبقت لے گئے ۔

فرانس کے وزیر تعلیم دوروی (Victor Durwy) کی تاریخ میں منقول ہے :

جب اہل یورپ گمراہی کی تاریکیوں میں حیران و پریشان پھر رہے تھے اور انھیں روشنی صرف سوئی کے سوراخ میں سے دکھائی دیتی تھی اس وقت یکایک امت اسلامیہ کی طرف سے زوردار نور ، یعنی علوم ادب ، فلسفہ ، صناعات ، دستکاری وغیرہ کا بلند ہوا چنانچہ بغداد ، بصرہ ، سمرقند ، دمشق ، مروان ، مصر ، فارس ، غرناطہ اور قرطبہ دائرہ معرفت کے عظیم مرکز بن گئے تھے ۔ پھر انھی مرکزوں سے یہ علوم دیگر اقوام میں پھیلے ۔ جس کے
[۱۸۱] باعث یورپ والوں نے قرون وسطیٰ میں ایجادات ، صناعات اور وہ علمی کمالات حاصل کیے جن کا بیان آگے آئے گا ۔

اسی کتاب میں وہ کہتا ہے :

اپنے جزیرے سے نکل کر پھیل جانے سے پہلے عربوں میں آداب جڑ پکڑ چکے تھے ۔ وہ انھیں دو زبانوں میں ادا کرتے تھے ۔ یمن میں حِمیَری زبان میں اور حجاز میں قُریشی زبان میں ۔ اسی مؤخر الذکر زبان میں قرآن آیا اور یہ بات تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ حِمیری زبان کے مقابلے میں مُضَری زبان ہے اگرچہ قراءت میں خاص طور پر قُریشی زبان پر سب کا اتفاق ہے ۔ اس کی شہرت کی وجہ بھی یہی ہے اور چونکہ علمی اور دینی کتابیں اسی زبان میں لکھی گئیں اس لیے آج تک خالص چلی آئی ۔ یہاں تک کہ وہ کہتا ہے :

ابتدا میں عربوں کے یہاں صرف یہی آداب پائے جاتے تھے ۔ اس کے
، جب فتوحات کے دائرے وسیع ہو گئے اور ان کا میل جول اُن قوموں
ہؤا جو تمدن میں اُن سے آگے تھیں تو ان کی معلومات کا دائرہ بھی وسیع
گیا ۔ انھوں نے یونان سے ارسطو کی تالیفات کو لیا اور ان کی
لو غالز شرح کی مگر انھوں نے اصلی یونانی کتابوں سے فلسفہ حاصل نہیں
ا انھوں نے ایسے اہل شام کی زبان میں ترجمہ کی ہوئی کتابوں سے لیا ۔
ر ترجمہ شدہ کتابوں کا ترجمہ کیا ، یہی وجہ ہے کہ جب عربی فلسفی
عمید بن رشد نے قرون وسطیٰ میں ان کتابوں کو یورپ کی طرف منتقل
یا تو ان میں پہلے سے بھی زیادہ تحریف پائی گئی ۔

اب علوم ریاضی کو لیں تو ان میں بھی اپنے مقصود تک پہنچ گئے ،
ں کام کا سہرا ان علما کے سر پر ہے جنھیں مامون قسطنطنیہ سے لایا تھا ۔
یں صدی عیسوی کی ابتدا میں خلیفہٗ مذکور نے بغداد کے دو فلکی
المون سے کہا کہ وہ صحرا سنجار میں خط طول بلد کے ایک درجے کی
سافت کی پیمائش کریں اور اس کا اندازہ کریں تاکہ مشاہدے سے زمین کی
لولائی ثابت کی جا سکے ۔ اس امر کی وضاحت اس بات سے ہو جاتی ہے
کہ قطب شمالی کی بلندی پیمائش کردہ خط کی دونوں طرفوں میں مختلف ہے ۔
ربوں نے کتاب اقلیدس کی بھی شرح مرتب کی ، اور زیچ بطلیموس
ی اصلاح کی ۔ منطقۃ البروج کے میلان کا حساب لکھا اور اسی طرح
اوقات اعتدال کا باہمی فرق اور شمسی اور زمانی سالوں کا فرق بیان کیا ۔
انھوں نے ان میں چند دقیقوں کا فرق پایا اور ان تجربوں کے لیے انھوں
نے نئے آلات ایجاد کیے وغیرہ وغیرہ ، جن سے علوم ریاضی میں عربوں
کی قابلیت کا پتا چلتا ہے ۔ یورپ سے بہت عرصہ پہلے سمرقند میں انھی
عربوں کی بدولت ایک عجیب و غریب رصدگاہ موجود تھی ۔

---

۱ ۔ حفید بن رشد : ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد رشد قرطبی
مالکی ۔ ان کی طب ، منطق اور فلسفہ میں بہت سی تصانیف ہیں ۔
۵۹۵ھ میں وفات پائی ۔

دروی کہتا ہے : عربوں کی طرف یہ بات جو منسوب ہے کہ انھوں نے الجبر و المقابلہ اور ان حسابی عددوں کو جنھیں ہمارے یہاں عربی اعداد کہا جاتا ہے ایجاد کیا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اسے ارسطو کے فلسفے کے ساتھ ہی دوسروں سے حاصل کیا - [۱۸۲] یہ ان علوم میں سے ہیں جو انھیں اسکندریہ میں حاصل ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اسی طرح کمپاس (قطب نما) کا علم ہم تک پہنچایا ہو جیسے انھوں نے چینیوں سے سیکھا تھا ۔ نیز اہل یورپ اس امر کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ انھیں کپڑے سے کاغذ ایجاد کرنے کی فضلیت حاصل ہے - یہی وجہ ہے کہ کاغذ کے وجود کے بعد کتابوں کی کثرت ہوگئی ، قیمتیں کم ہوگئیں ، طباعت آسان ہوگئی اور اس کے ایسے ہی ایک نتائج نکلے ۔

عربوں کو سہرت اُس علم طب کی وجہ سے بھی حاصل ہوئی جسے انھوں نے یونانیوں کی کتابوں سے حاصل کیا تھا ۔ جالینوس کی کتابوں پر ابن رشد کی متعدد شرحیں پائی جاتی ہیں ، جن سے اس علم کے معاملے میں عربوں کی مہارت پر گواہی ملتی ہے ۔ ان کے فلاسفروں میں سے متعدد اشخاص بیک وقت مشہور حکما بھی تھے اور اطبا مثلاً بو علی بن سینا المتوفی ۴۲۶ھ اور مذکورہ بالا ابن رشد۔ ان دونوں کی شہرت کا یہ حال تھا کہ ان کے اس وقت کے دشمن بھی ان سے علاج کرانے کی خواہش کرتے تھے ۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ قسطنطنیہ کے ایک بادساہ کو استسقاء کا مرض لاحق ہوگیا تو اس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کا علاج عرب طبیب کریں ۔ چنانچہ خلیفہ نے بھی اس امر کی اجازت دے دی کہ مسلمان جا کر اس کا علاج کریں ۔

عربوں کے کارناموں میں عمل تقطیر کا عمل اور ریوند اور بہت سی دواؤں کا استعمال ہے ۔

جن علوم کے باعث عربوں کو فضیلت حاصل ہے ان میں سے ایک جغرافیہ بھی ہے ۔ اس علم میں ان کے ترقی کرنے کا سبب یہ تھا کہ ان کو وسیع فتوحات اور حج کی فرضیت کی وجہ سے خطرناک سفر اختیار

کرنے پڑتے تھے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انھیں بہت سے دور و دراز کے ان شہروں کا بھی علم حاصل ہوگیا جہاں یورپ والے نہ پہنچے تھے، یا وہ انھیں جاننے کے بعد بھول گئے تھے۔ اس فن کے مشہور لوگوں میں سے ابو الفداء[1]، مسعودی[2] اور الادریسی[3] ہیں۔ ادریسی کو صقلیہ کے بادشاہ روجر (Roger II) نے بلایا تھا اور اس کے پاس رہ کر اس نے اپنی عجیب و غریب کتاب نزھۃ المشتاق لکھی۔

دوردی عربوں کے علم تاریخ پر روشنی ڈالنے کے بعد کہتا ہے:

رہا فن تعمیر اور اس میں شکلیں بنانا تو عربوں نے اس میں صرف اس قدر حصہ لیا جس سے تعمیر مضبوط ہو سکے کیونکہ ان کی شریعت میں تصویر بنانا منع ہے۔ فن تعمیر میں بھی انھوں نے کوئی خاص ایجادات نہیں کیں۔ ان کے یہاں اصل اور بنیادی چیز ستونوں پر اٹھائی ہوئی قوسوں کا نصف دائرہ سے بڑا ہونا ہے۔ انھوں نے یہ شکل برنتینوں سے حاصل کی۔ بزنتینی یونانی قوم کی ایک شاخ ہے۔ عربوں نے ان ذہنی تصویروں اور مجسموں کے عوض اس نقش و نگار کی خوب صورتی کو لے لیا جو ان کے ہاں تیکھے نقش و نگار کہلاتے ہیں۔

---

۱ - ابو الفداء: الملک المؤید عماد الدین اسماعیل بن الافضل الشافعی ۔ ۶۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ کئی ایک کتابیں تصنیف کیں۔ عمدہ شعر بھی کہتے تھے۔ سخی تھے ۷۳۲ھ میں وفات پائی۔

۲ - مسعودی: ابو الحسن علی بن ابی الحسن مصنف مروج الذھب۔ انھوں نے بہت سیاحت کی اور تاریخ میں بہت تحقیق کی۔ یاد رہے کہ ایک اور مسعودی بھی ہیں جو شافعی فقیہ ہیں اور ایک تیسرے مسعودی ہیں جنھوں نے مقامات حریری کی شرح کی مگر وہ دونوں یہاں مراد نہیں ہیں۔ ابو الحسن مسعودی نے ۳۴۵ھ میں وفات پائی۔

۳ - الادریسی: سیوطہ میں پیدا ہوئے اور قرطبہ میں تعلیم حاصل کی اور جغرافیہ میں تصانیف کیں ۵۴۱ھ (۱۱۵۴ء) میں وفات پائی۔

[۱۸۳] ب۔ دراصل ایسی شکلیں تھیں جن میں کچھ مفہوم ہم خیال ہوتا تھا پھر ہوتے ہوتے یہ صرف متقاطع حروف بن گئے جو ان عربی حروف کے مشابہ تھے جن سے عمدہ اور پسندیدہ شکلیں بنائی جا سکتی ہیں۔ جب ہم ان حروف کو مشرق قالینوں اور کپڑوں پر دیکھتے ہیں تو ہمیں بالعموم ان کے کمال اور پختہ کاری پر حیرت ہوتی ہے۔

عربوں کے کارناموں میں حوضوں اور فواروں کا بنانا اور سونے اور قیمتی پتھروں سے آرائش کرنا بھی شامل ہے۔ مثلاً سنگ مرمر جسے وہ مشرق اور جنوبی ہسپانیہ کے اضلاع سے لاتے تھے ان کی مشہور ترین عمارتوں میں سے ایک عمارت وہ عظیم جامع مسجد ہے جسے عبدالرحمٰن[1] اول نے قرطبہ میں بنایا تھا۔ اس میں ایک ہزار ترانویں ستون اور چار ہزار سات سو قندیلیں تھیں۔ اس کے بعد قصرالزہراء آتا ہے جو بڑائی میں مذکورہ جامع مسجد سے کم نہ تھا، اسے عبدالرحمٰن[2] ثالث نے وادیٔ کبیر کے کنارے تعمیر کیا تھا۔ وہاں ایک بہت بڑا چشمہ ہے جس میں سے پارہ گلدستوں کی طرح پھوٹتا ہے۔ پھر سنگ مرمر کے پیالے میں اس کا عکس پڑتا ہے۔ ان کی عجیب و غریب عمارتوں میں سے غرناطہ کا قصر حمراء بھی ہے، جو بیک وقت محل بھی ہے اور قلعہ بھی۔ اس میں چند باتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو تعمیر کی لطافت اور خوب صورتی میں اعلیٰ نمونہ کہلا سکتی ہیں بالخصوص اس کا درمیانی حصہ جسے

---

۱۔ عبدالرحمٰن اول: ابو المطرف عبدالرحمٰن بن معٰویہ بن الخلیفہ هشام بن عبدالملک الاموی الدمشقی المعروف بالداخل۔ بنوامیہ کی حکومت کے خاتمے پر بھاگ کر مغرب کی طرف چلا گیا اور یمنیوں کی مدد سے اندلس کے متولی یوسف فہری کو شکست دی اور ۱۳۸ھ میں قرطبہ کا والی بن گیا۔ باسٹھ سال کی عمر میں ۱۷۲ھ میں وفات پائی۔

۲۔ عبدالرحمٰن ثالث: ابوالمطرف عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ المروانی۔ اس نے پچاس سال حکومت کی اور ۳۵۰ھ میں وفات پائی۔

بطفاء اسود کہا جاتا ہے ۔

رہی تجارت ، ہر زمانے میں عربوں کا میلان تجارت کی طرف رہا ہے ۔ پھر جب ان کی سلطنت برینی (کوہ البرٹ) سے لے کر (جو فرانس اور ہسپانیہ کا درمیانی سلسلۂ کوہ ہے) ہندوستان کے شمال کوہ ہمالیہ تک پھیل گئی تو یہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے تاجر بن گئے ۔

رہی زراعت تو عربوں کو اس کی طرف بھی خوب رغبت تھی کیونکہ جھلس دینے والے سورج کے نیچے اپنے وسیع کھیتوں تک لطیف پیرائے میں پانی لانے اور اسے تقسیم کرنے کی جو قدرت ان کو میسر تھی کسی اور کو نہ تھی ۔

اقوم المسالک کے مقدمے سے جو بیان نقل کیا گیا ہے یہاں ختم ہوتا ہے ۔

ان تمام باتوں سے جو ہم نے بیان کی ہیں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ شعوبیہ کی تمام باتیں قطعی طور پر گری ہوئی باتیں ہیں ۔ کوئی انصاف پسند انسان ان باتوں کی طرف توجہ نہ دے گا ۔ بااین ہمہ شریعت اس بات کا فیصلہ کر دیتی ہے کہ کسی جنس کے افضل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا ہر فرد افضل ہو چنانچہ بعض حبشی اللہ کے نزدیک ہزار قریشی سے افضل ہوں گے اس لیے کہ انسان اپنی ذاتی فضیلت کی وجہ سے عالی شان ہے نہ کہ گھرانے کی وجہ سے ۔ ہم اسے اس کی اپنی ذاتی اخلاقی برتری کی رو سے دیکھیں گے نہ کہ اس کی اصل کی بزرگی کی وجہ سے ، مگر جب یہ دونوں باتیں اکٹھی ہو جائیں (یعنی خاندان بھی اعلیٰ ہو اور اعمال بھی خوب ہوں) تو وہ دونوں جہتوں کی رو سے شریف قرار پائے گا اور اس کے لیے عظمت اپنی تکمیل کو پہنچ جائے گی ۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اصل کا فرع پر بڑا اثر ہوتا ہے لہٰذا تو جب بھی کسی پاک اصل والے کو دیکھے گا یہی گمان کرے گا کہ اس کے اخلاق بھلے ہیں [۱۸۴] اور انداز کریمانہ ہیں ۔ جب اصل اور اچھے اخلاق دونوں اکٹھے ہو جائیں تو یہ انتہائی

کمال ہوگا لہٰذا کسی عقل مند کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے نسب پر فخر کرے یا یہ کہ اپنے حسب کی وجہ سے لوگوں کے سامنے ڈینگیں مارے۔

صحیح مسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

أوْحِيَ إليّ ان تَوَاضَعُوا حتّى لايفخرأحدٌ على أحدٍ و لا يَبْغِيَ أحَدٌ على أحَدٍ

مجھے از روئے وحی حکم دیا گیا ہے تمہیں تلقین کرنے کا کہ تواضع اختیار کرو تاکہ کوئی کسی کے سامنے ڈینگ نہ مارے، اور نہ ہی کوئی کسی سے ناانصافی کرے

حق سبحانہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی مخلوق کو دونوں قسم کے تفاخر سے منع فرمایا ہے۔ یہ دو قسمیں فخر اور ناانصافی ہے اس لیے کہ جو شخص اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھتا ہے اگر وہ حق پر ہے تو یہ بات فخر کہلائے گی اور اگر حق پر نہیں تو یہ بات ناانصافی ہوگی، لہٰذا یہ دونوں باتیں ناجائز ہیں۔ فخر بھی اور ناانصافی بھی۔ اس لیے کہ اگر کوئی شخص صاحب فضیلت گروہ میں سے ہو مثلاً یہ کہ وہ بنی ہاشم، یا قریش، یا عرب، یا ایرانی یا کسی اور کی فضیلت کا ذکر کرے تو اسے اس سے نہ تو ذاتی فضیلت کا احساس ہونا چاہیے اور نہ اس امر کو لائق توجہ ہی جاننا چاہیے؛ اگر کرتا ہے تو اس معاملے میں خطا وار ہے۔ جیسا کہ واضح ہے۔ مزید برآں اس امر کو لائق توجہ جاننے میں خود اس کا اپنا نقص اور ساقط از فضیلت ہونا پایا جاتا ہے چہ جائیکہ وہ اس بات کے باعث بڑائی کا خواہاں یا بلندی کا طالب ہو۔ اور اگر وہ دوسرے گروہ میں سے ہے تو اسے جاننا چاہیے کہ اس کا پسندیدہ صفات سے متصف ہونا ہی اس کے لیے یہ واجب کر دیتا ہے کہ وہ ان تمام گروہوں سے افضل ہو جو ہیں تو گروہ مفضلہ مگر فضیلت سے عاری ہیں۔ لہٰذا انسان کو اپنی کوشش و اجتہاد، ساز و سامان،

آلات ، حاصل کردہ مناقب اور تعداد پر فخر کرنا چاہیے نہ کہ آبا و اجداد پر ۔

ہم نے شعوبیہ کے ساتھ مجادلے کے بطور جو کچھ بس میں تھا عرض کر دیا ۔

## جاہلیت میں عربوں کے مسکن

یاد رکھیں کہ عربوں کے قدیم مسکن جہاں سے نکل کر وہ تمام اطراف میں گئے جزیرۂ عرب میں تھے جو آباد دنیا کے وسط میں واقع ہے ۔ ان کے اعلیٰ علاقے اور افضل خطے وہ ہیں جہاں کعبہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور ان کے ارد گرد کے علاقے ہیں ۔ اس جزیرے کی اطراف وسیع اور حدود دور تک پھیلی ہوئی ہیں جیسے مغرب کی جہت سے شام کے صحرا گھیرے ہوئے ہیں یعنی بلقا سے لے کر آیلہ تک ، پھر بحر قلزم ہے جو آیلہ سے شروع ہو کر جہاں آج کل وہ گھاٹی ہے جو مصر کے حاجیوں کے راستے میں آتی ہے حجاز تک اور وہاں سے یمن تک جہاں قبائل طئی ، زبید اور ان کے آس پاس کے قبائل آباد ہیں ۔ جنوب کی طرف بحر ہند ہے جس کے ساتھ مذکورہ بالا بحرقلزم ملا ہوا ہے ۔ یہ ملاپ جنوبی جانب سے عدن تک اور پھر اطراف یمن تک ہے جہاں بلاد سہرہ واقع ہیں مثلاً ظفار اور اس کے ارد گرد کے علاقے ، مشرقی
[۱۸۵] جانب بحر فارس ہے جو بحر ہند سے نکل کر شمال کی جانب اور پھر بحرین تک اور پھر عراق کے شہروں میں سے بصرے اور کوفے تک چلا گیا ہے اور شمال کی طرف فرات ہے جو حدود عراق میں کوفہ سے لے کر عانہ تک پھر جزیرۂ فرات کے شہروں میں سے بالس تک پھر صحرائے شام کے علاقہ بلقاء تک ، جہاں سے ہم نے ابدا کی تھی ۔

مختصر یہ کہ جزیرۃ العرب کی حدود پر چلنے والا صحراء شام کے اطراف سے بلقاء سے جنوب کی طرف ایلہ تک جائے گا پھر وہ بحر قلزم کے ساحل پر جنوب کی طرف منہ کیے ہوئے اور سمندر اس کی دائیں جانب ہو کر چلتا جائے تو مدین پہنچے گا ، پھر ینبع ، پھر مروۃ ، پھر جدہ جہاں سے

یمن شروع ہوتا ہے پھر زبید ، پھر جنوبی جانب سے اطراف یمن ۔ اس کے بعد وہ مڑے گا ساحل یمن کے ساتھ ساتھ چلے گا بحر ہند اس کی دائیں جانب ہوگا یہاں تک کہ وہ عدن سے گزر کر آگے نکل جائے گا اور پھر مشاریف یمن سے ظفار کے ساحل تک جا پہنچے گا ، وہاں سے مہرہ کے ساحل تک ۔ اس کے بعد وہ شمال کی طرف مڑ کر ساحل یمن کے ساتھ ساتھ چلے گا بحر فارس اس کی دائیں جانب ہوگا اور وہ سواحل مہرہ گزر کر بحرین کے علاقے میں عمان پہنچے گا پھر جزیرۂ اُوال ، پھر قطیف ، پھر کاظمہ پھر بصرہ ، پھر کوفہ ۔ اس کے بعد وہ مغرب کی طرف مڑے گا ، بحر فارس کو چھوڑ دے گا ، فرات کو اپنی دائیں جانب رکھ کر چلے گا اور سلمیہ پہنچے گا پھر بلقاء جہاں سے چلا تھا ۔ نہایۃ الارب میں اسی طرح دیا ہے

ابو عبیدہ کہتا ہے : جزیرہ العرب طول میں حفر ابی موسیٰ سے سے لے کر یمن کے آخر تک ہے اور عرض میں یبرین سے لے کر سماوہ تک ۔

اصمعی کہتا ہے : یہ نجران اور عذیب کے درمیان ہے ۔ اس کی حکایت ابن قتیبہ نے رداسی سے اور ریاشی نے اصمعی کی روایت سے بیان کی ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ یہ طول میں عدن کے آخر سے لے کر ریف عراق تک ہے اور عرض میں جدہ سے لے کر اور ان طراز بحر کے علاقوں سے لے کر جو جدہ کے آس پاس ہیں طراز شام تک ، اور مجھے معلوم ہے کہ یہ تمام اقوال ایک دوسرے کے قریب ہیں ۔

## جزیرۃ العرب کے محیط کی پیمائش

اس جزیرے کا محیط جیسا کہ سلطان عماد الدین نے تقویم البلدان میں ذکر کیا ہے بھاری رفتار سے سات ماہ گیارہ دن ہے ۔ چنانچہ بلقاء سے شراہ تک تقریباً تین دن ، سراہ سے آیلہ تک تقریباً تین دن ، اور آیلہ [۱۸۶] سے جار تک اور یہ مدینہ کی بندرگاہ ہے تقریباً بیس دن ۔ جار سے حجفہ کے ساحل تک تقریباً تین دن ، ساحل حجفہ سے جدہ تک جو مکہ کی بندرگاہ ہے تین دن اور جدہ سے عدن تک تقریباً ایک ماہ اور عدن

سے سواحل سہرہ تک تقریباً ایک ماہ ۔ سہرہ سے بحرین کے علاقہ عمان تک تقریباً ایک ماہ اور ھجر سے عبادان تک جو عراق میں ہے تقریباً پندرہ دن اور عبادان سے بصرے تک تقریباً دو دن اور بصرے سے کوفہ تک تقریباً بارہ مرحلے اور کوفے سے بالس تک تقریباً بیس دن اور بالس سے سلمیہ تک تقریبا سات دن ، سلمیہ سے غوطہ دمشق کے مشاریف تک تقریباً چار دن ، مشاریف غوطۂ دمشق سے مشاریف حوران تک تقریباً تین دن ، مشاریف حوران سے بلقاء تک چھ دن ۔ یہ ہے جزیرۃ العرب کا محیط ۔

## جزیرۃ العرب کی وجۂ تسمیہ

[۱۸۷] یاد رکھیں کہ لغت میں جزیرے کے حقیقی معنی وہ جگہ ہے جہاں سے پانی ہٹ گیا ہو کیونکہ یہ لفظ جَزرٌ سے لیا گیا ہے جو "مدّ" کی ضد ہے پھر اسے وسیع معنوں میں لیتے ہوئے ہر اس جگہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے جس کے گرد پانی ہو کیونکہ اس ملک کو مغربی جہت سے بحر قلزم اور جنوبی جہت سے بحر ہند اور مشرقی جہت سے بحر فارس اور شمالی جانب سے فرات گھیرے ہوئے ہے اس لیے اسے جزیرہ کہا گیا ۔ اگرچہ یہ ملک خشکی کے ساتھ ملا ہوا ہے اسے جزیرہ کہنا تشبیہ اور مجاز کے طور پر ہے ۔ یہ وہ طریق تعبیر ہے جس سے فصحا کا کلام بھرا پڑا ہے ۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ عربوں کے یہاں جزیرہ اور جزیرہ نما میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا جیسا کہ بعض ان مؤلفین کا خیال ہے جو ان کے کلام کے اسرار سے واقف نہیں ہیں ۔ اس جزیرے کو عربوں کی طرف اس لیے منسوب کیا گیا کہ ابتداء میں یہی لوگ یہاں آئے اور رہائش پزیر ہوئے ۔

## جزیرۃ العرب کتنے حصوں اور کن علاقوں پر مشتمل ہے

مدائنی کہتا ہے : جزیرۃ العرب پانچ حصوں پر مشتمل ہے ۔ تہامہ ، نجد ، حجاز ، عروض اور یمن ۔ تہامہ وہ علاقہ ہے جو حجاز کی جنوبی جانب

واقع ہے۔ نجد وہ علاقہ ہے جو حجاز اور عراق کے درمیان واقع ہے۔ حجاز وہ علاقہ ہے جو نجد اور تہامہ کے درمیان واقع ہے۔ یہ ایک پہاڑی سلسلہ ہے جو یمن سے لے کر شام تک چلا گیا ہے۔ اسے حجاز اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ نجد اور تہامہ کے درمیان حاجز (حائل) ہے اور عروض یمامہ سے بحرین تک کا علاقہ ہے۔

ابو عبیدہ کہتا ہے: حجاز وہ علاقہ ہے جو جُحفہ اور طئی کے پہاڑ کے درمیان ہے اسے حجاز اس لیے کہا گیا کہ یہ نجد اور غور کے درمیان حائل ہے۔

ابن قتیبہ نے بروایت [۱] ریاشی اصمعی کے بیان سے رقم کیا ہے کہ جب تو عجلز کو پیچھے چھوڑ کر اوپر کو چلا جائے تو گویا تو نجد میں چلا جا رہا ہے اور پھر مسلسل نجد کے اندر چلتا رہ یہاں تک کہ تو ذاتِ عرق کی گھاٹیوں سے اتر آئے۔ جب اُتر آئے تو گویا تہامہ میں پہنچ گیا پھر تہامہ کا علاقہ سمندر تک چلا جاتا ہے۔ جب سیاہ سنگلاخ زمینیں [۱۸۸] تجھے دکھائی دینے لگیں اور تو ابھی نجد میں ہی چل رہا ہو تو (جان لے) کہ یہ حجاز کا علاقہ ہے، اور جب تو "عرج" کی گھاٹیوں سے نیچے اترے اور تجھے سامنے سے مرخ اور اراک کے درخت نظر آنے لگیں تو سمجھ لے تو تہامہ میں وارد ہے۔ حجاز کی وجہ تسمیہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔

محمد بن عبدالملک الاسدی کہتا ہے: حجاز کی حدود یہ ہیں۔ پہلی حد نخلہ کا درمیانی حصہ اور حرہ لیلٰی کی پشت ہے۔ دوسری حد وہ ہے جو شام کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور وہ شعب وَبَدا ہے۔ تیسری وہ ہے

---

۱۔ ریاشی: ابوالفضل العباس بن الفرج الریاشی اسّی برس کی عمر میں اسے بصرہ میں زنگیوں نے ۲۵۷ھ میں قتل کر دیا تھا۔ ابو عبیدہ کا شاگرد تھا۔ لغت اور نحو کا امام تھا۔ تاریخ و روایت میں علامہ اور ثقہ تھا۔ ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس کی روایت کردہ احادیث نقل کی ہیں۔

تہامہ سے ملی ہوئی ہے مثلاً بدر، سقیا، رہاط اور عُکاظ اور چوتھی شامہ اور وَدّان ہے۔ اس کے بعد پھر پہلی حد کی طرف اتر آتے ہیں۔

شام اور یمن کے نام یدِیُمنٰی اور یدِشومیٰ سے لیے گئے ہیں اور یدِشومیٰ بائیں ہاتھ کو کہتے ہیں کیونکہ اگر کوئی شخص سورج کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے تو یمن اس کی دائیں جانب ہوگا اور شام بائیں جانب۔

## ان علاقوں کے اندر جو مشہور شہر اور عمارتیں وغیرہ تھیں

یاد رکھیں کہ ان علاقوں میں سے ہر علاقے میں مشہور سہر، چشمے، مختلف قسم کی معدنیات اور کئی قسم کی نباتات پائی جاتی تھیں۔ جن کا مفصل ذکر ان مورخین نے کیا ہے جنھوں نے اس جزیرے اور اس کے مختلف حصوں پر کتابیں لکھی ہیں مثلاً جزیرہ العرب پر متعدد متقدمین فضلا کی لکھی ہوئی تاریخ کی کتابیں، امام ازرقی کی تاریخ مکہ، سمہودی کی تاریخ مدینہ، اور یمن اور نجد کی تاریخیں وغیرہ اتنی کتابیں ہیں جن کو شمار میں نہیں لایا جا سکتا، اور جو جو چیزیں انھوں نے بیان کر دی ہیں وہ کافی ہیں۔ ان کو دہرانا تحصیل حاصل کے مترادف ہے۔ با ایں ہمہ ہم مختصر طور پر ان ممالک کے حالات کا ذکر قارئین کرام کی دلچسپی کے لیے کرتے ہیں۔

حجاز کو لیجیے تو یہاں کے مشہور شہروں میں سے ایک شہر مدینہ ہے جہاں کے رہنے والے پر افضل ترین درود اور کامل ترین سلام ہو۔ بعض نے اسے نجد میں شمار کیا ہے۔ یہ پاک، باہر کت اور گوناگوں نعمتوں والا شہر ہے۔ یہاں کا پانی میٹھا ہے اور یہاں نخلستان اور پھل بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہاں کے لوگ مسافروں سے محبت رکھتے ہیں اور جو ہجرت کر کے یہاں چلا آئے اس سے دوستی قائم کر لیتے ہیں۔ اس کے کئی نام ہیں کسی فاضل نے ان کو اشعار میں جمع کر دیا ہے:

خُذْ جُملَةً یاصاحِ من آسْمَاءِ
مَدِینَةِ الهَادِی مِنَ الاَسْوَاءِ

اے دوست برائیوں سے (نیکیوں کی طرف) رہنائی کرنے والے (نبی کے) شہر کے تمام نام لے لو

مُحَمَّدٍ نَبِیِّنَا المُشَرَّفِ
الهَاشِمِیِّ المُصْطَفٰی البَرِّ الوَفِیِّ

یہ ہادی محمد اور ہمارے شرف والے نبی ہیں ، ہاشمی ، مصطفیٰ ، نیک اور وفا کرنے والے ہیں

فَطَیْبَةٌ طَیِّبَةٌ وَطَابَةٌ
وَطَائِبٌ تُعْرَفُ بِالاَطَابَةِ

(یہ نام یہ ہیں) طَیْبَہ[1] طَیِّبَہ[2] طَابَہ[3] طَائِب[4] اور اطَابَہ[5]

حَبِیبَةٌ بَیْتُ الرَّسُولِ وَالحَرَمْ
وحَرَمِ الرَّسُوْلِ فَاحْفَظْ مَاانْتَظَمْ

[۱۸۹] حبیبہ[6] بیت الرسول[7] بیت الحرم[8] حرم الرسول ـ اس نظم کو حفظ کر لو ـ

ودارالایمان ودارَ السُّنَّة
وَدَارُ فَتحٍ مَعَ دَارِ الهِجْرَةْ

دارالایمان[9] ، دارالسنہ[10] ، دارالفتح[11] ، دارالھجرہ[12]

دَارُالسَّلَامَةِ و دَارُالاَبْرَار
ودَارُالاَخیارِ لنفی الاَشْرَارْ

دارالسلامہ[13] ، دارالابرار[14] اور شریروں کو نکالنے کے لیے دارالاخیار[15]

حَسَنَةٌ مُخْتَارَةٌ مَرْزُوْقَةٌ
مُؤمِنَةٌ مِسْکِینَةٌ مَحفُوظَةٌ

حسنہ[16] ، مختارہ[17] ، مرزوقہ[18] مومنہ[19] ، مسکینہ[20] ، محفوظہ[21]

مُدْخَلُ صِدْقٍ قُبّۃُ الاِسلام،
شَافِیَۃٌ مِنْ جُملۃِ الآلام،

مدخل صدق۲۲ قبۃ الاسلام۲۳ شافیہ۲۴ (از جملہ آلام)

أَکَّالَۃٌ القُریٰ مع المُقَدَّسَہ
وھی المُبَارَکَۃُ خُذْ مَا قَبَسَہ

اکالۃ القری۲۵ ، مقدسہ۲۶ ، مبارکہ۲۷ ، جو برکت یہاں سے بھوٹے اسے حاصل کر لے

مِنْ نُورِ أسْمَاءِ سُکَّانِ المُصطفی
نَظْمٌ بِہ أرْجُو سَوَارِدَ الصَّفَا

یہ نظم مصطفٰی کے گھر کے ناموں کا نور ہے اور اس کی بدولت میں صاف گھاٹ پر وارد ہونے کی امید رکھتا ہوں

اس شہر کی وضع اور بنیاد قدیم ہے ۔ کتاب نشرالمحاسن الیمانیہ میں لکھا ہے کہ یثرب عربوں کا شہر تھا ۔ موسیٰ بن عمران علیہ الصلٰوۃ والسلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کے کچھ لوگ یہاں چلے آئے تھے اور انھوں نے قدیم عربوں کو شکست دے کر اس سہر پر قبضہ کر لیا اور ان کے بادشاہ کو جس کا نام ارقم تھا قتل کر دیا ۔ پھر جب تک اللہ کو منظور ہؤا وہ یہاں مقیم رہے ، یہاں تک کہ قبیلہ ازد سیلِ عَرِم کے حادثے کی وجہ سے مارب میں سے نکل کر بکھر گئے ، چنانچہ اوس اور خزرج نے آ کر ان اسرائیلیوں کے پاس ڈیرہ ڈال دیا ۔ اسرائیلیوں کے بادشاہ کا نام قیطون تھا ، اوس اور حزرج نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ قیطون کا قاتل اوس اور خزرج کے دونوں قبیلوں کا سردار مالک بن العجلان تھا ۔ یہ مالک بن العجلان سالم بن عوف خزرجی کا چچا زاد بھائی تھا ۔ بادشاہ کے قتل ہو جانے کے بعد یہودیوں میں واویلا مچ گیا اور پھر اوس اور خررج نے انھیں نہایت بہت بری طرح فنا کیا ، ہاں زمینوں کی آبادی کے لیے کچھ لوگوں کو زندہ رہنے دیا ۔ اس طرح اوس اور خزرج یثرب کے

مسالک بن گئے حتٰی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ تعالٰی نے ان (اہل یثرب) کو اپنی اطاعت کی راہ دکھا دی ۔ ان سے پہلے کوئی پورا [۱]قبیلہ ایمان نہ لایا تھا لہٰذا یہ بات ان کے لیے بہترین فضیلت اور خوبی شمار ہونے لگی ۔ اس کے بعد ستر مرد اور ایک عورت یثرب سے نکل کر مکے کو ہجرت کرکے آ گئے اور انھوں نے جمرۃ العقبہ کے مقام پر علی الاعلان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا : یا رسول اللہ ! ہم آپ کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے اور آپ کے خالق پر ایمان لاتے ہوئے آپ کے تابع ہوئے ہیں لہٰذا آپ ہم سے اپنے لیے اور اپنے رب کے لیے جو شرائط منوانا چاہیں منوا لیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں اپنے رب کے لیے یہ شرائط پیش کرتا ہوں " تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لیے یہ شرط لیتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے نفسوں ، اولاد اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح میری بھی حفاظت کرو گے "۔انھوں نے کہا : اگر ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا ؟ فرمایا : جنّت۔ وہ بولے : ہمیں منظور ہے چنانچہ انھوں نے ان شرائط پر علی الاعلان آپ کی بیعت کر لی ۔ اس وقت
[۱۹۰] ربیعہ اور مضر کے دونوں قبیلے مِنٰی میں موجود تھے ۔ ازاں بعد انھوں نے عرض کیا " یا رسول اللہ ! کیا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم ان لوگوں پر جو ان گھاٹیوں میں ہیں اپنی تلواریں لے کر ٹوٹ پڑیں " ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : " مجھے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا " ۔ جب قریش نے اوس اور خزرج کے اس فعل کو دیکھا تو ان کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں میں سے [۲]عمزاد افراد آئے جن میں ابوجہل ، عتبہ ، ابوسفیان ، شیبہ ، اُبَیّ ، اُمیّہ ، سہیل اور

---

۱ - جو لوگ ان سے پہلے ایمان لائے وہ فرداً فرداً ایمان لائے تھے بحیثیت قبیلہ کے صرف یہی لوگ ایمان لائے۔

۲ - بلوغ الارب میں بنو عمہ دیا ہے مگر یہ بنو عم کیسے ہو سکتے ہیں البتہ ددیالی رشتہ دار مراد ہو سکتے ہیں۔

اس کے بیٹے ، منبہ ، نضر بن الحارث اور عمرو بن العاص تھے ، اور اُن سے کہا '' اے اہل یثرب ! تمھارے مقابلے میں ہم اُس کے زیادہ حقدار ہیں اس لیے کہ ہم اس کے رشتہ دار اور اہل قرابت ہیں ۔ اس پر اوس اور خزرج نے انھیں جواب دیا : '' (تم نہیں) بلکہ ہم تمھارے مقابلے میں اُن ؐ کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہم اور وہ ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں ۔ جب قریش نے ان میں سچا ارادہ اور قُوتِ عزم دیکھی تو شر کے پیدا ہونے سے ڈرے ، لٰہذا انھوں نے ان کی باتوں کا بڑے اچھے پیرائے میں جواب دیا اور کہا : اس کے اور ہمارے معاملے سے تم لوگ اس شرط پر دست کش ہو جاؤ کہ ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ انھیں اور ان کے متبعین کو کوئی گزند نہ پہنچے گی اور ان میں سے جو بھی تمھارے پاس جانا چاہے گا ہم اسے نہیں روکیں گے ۔ ان کی مراد مہاجرین سے تھی ۔ اوس اور خزرج کو یہ بات پسند نہ آئی ۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے قوم اوس و خزرج ان کی بات مان لو کیونکہ اللہ تو اپنے احکام پہنچانے والا اور اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے ۔ انھوں نے عرض کیا : '' یا رسول اللہ ! کیا آپ بخوشی یہ فرماتے ہیں کہ ایسا کریں ؟ آپ نے فرمایا : ہاں ۔ انھوں نے جواب دیا : '' آپ کا حکم سر آنکھوں پر '' لٰہذا وہ چار ماہ کی مدت مقرر کرکے یثرب کو لوٹ گئے ۔ ان کے منتشر ہو جانے کے بعد قریش نے بے وفائی کا ارادہ کر لیا لیکن اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کو ان کے شر سے بچائے رکھا اور آپ اس وحی کے مطابق جو آپ پر نازل ہوئی تھی مکے سے خوف کے عالم میں قدم پھونک پھونک کر روانہ ہو پڑے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی کے حکم کے مطابق مدینے میں پہنچ گئے ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی اہل مدینہ کے پاس پہنچ گئے تو انھوں نے آپ ؐ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو آدھا آدھا مال تقسیم کر لینے کی پیشکش کی ۔ اوس اور خزرج میں سے جس کسی کے پاس دو بیویاں تھیں اس نے ایک کو طلاق دے دی اور اسے کسی مہاجر کے ساتھ بیاہ دیا ۔ اللہ تعالٰی نے ان کی اس بات کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے :

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ
وَ مَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

یہ لوگ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ یہ خود محتاج ہی کیوں نہ ہوں اور جسے اس کے اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا وہ ایسے لوگوں میں ہے جن کے لیے فلاح ہی فلاح ہے

[۱۹۱] اس کے بعد انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مواقع پر مدد کی ۔ آپ کے آنے سے پہلے ان کے پاس کوئی لشکر نہ تھا ۔ آپ نے ان کا نام انصار رکھا چنانچہ یہ نام ان کے ساتھ ان کے نسب اور ان کے اپنے نام سے زیادہ چپک گیا ۔ یہ وہ فضائل ہیں جن کے ساتھ اللہ نے انھیں مخصوص کیا ہے ۔ اس کے بعد انھوں نے وہ کارنامے انجام دیے جو عیاں ہیں ۔ مثلاً مشرکین کے خلاف جنگ کی اور کافروں کے خلاف جہاد کیا ۔ سب کچھ سیرت ابن ہشام اور دیگر کتب سیرت میں مذکور ہے ، اس مختصر سی کتاب میں تفصیل نہیں دی جا سکتی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا دمِ آخر انھی کے یہاں رہے ۔ مدینہؔ اوس اور خزرج کا گھر تھا ۔ ان کی تعداد یہاں زیادہ تھی اور انھی کی بالادستی تھی ۔

حجاز کے علاقوں میں ایک علاقہ " طائف " بھی ہے ۔ یہ مکے کی مشرقی جانب جبل غزوان کا درمیانی علاقہ ہے ۔ یہاں سخت سردی پڑتی ہے ، میوہ جات کی بہتات ہے اس لیے کہ یہاں بہت سے باغات ہیں جنھیں وہ چشمے اور نہریں سیراب کرتی ہیں جو پہاڑوں سے اترتی ہیں ۔ یہاں کے باشندے قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے ہیں ، ثقیف قیس عیلان میں سے ہے ۔ بعض ایاد میں سے بتاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ قوم ثمود کے باقی ماندہ لوگ ہیں ۔

طائف کے علاقے میں ایک مقام " وَجّ " ہے ۔ یہ طائف کی وادی ہے جس کے متعلق ایک ثقفی شاعر کہتا ہے :

سَقْيًا لِوَجٍّ وَ جَنُوبِ وَجٍّ
وَاحَسْنَهُ عَيْشَةُ دِرَاكُ الشَّجِّ

خدا وادی وجّ اور حبوب وج کو سیراب کرے اور اس پر مسلسل
برسنے والی بارش نازل ہوتی رہے

ایک وادی اور ہے جسے " النخب " کہتے ہیں ، یہ طائف سے ایک گھنٹے کے فاصلے پر ہے - ایک وادی اور ہے جسے "العرج" کہا جاتا ہے - یہ وہ العرج نہیں جو مکے اور مدینے کے درمیان واقع ہے - ایک وادی اور ہے جسے " لیۃ " کہا جاتا ہے - اس کا بالائی حصہ ثقیف کا ہے اور زیرین حصہ نصر کا - لیہ اور سل کے درمیان ایک شہر ہے جسے " جلدان " کہا جاتا ہے اور جہاں بنو نصر آباد ہیں - جلدان میں ایک سیاہ پشتہ ہے جسے " تبعہ " کہتے ہیں ، وہاں پہاڑی راستے ہیں ہر راستے کی مسافت ایک گھنٹے کے برابر ہے یہاں پرانی تلواریں اور منکے پائے جاتے تھے - لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں قوم عاد کی قبریں ہیں - چنانچہ اس پہاڑ کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی-طائف کے علاقوں میں ایک علاقہ " شدیق " ہے اور یہ ایک وادی ہے ، اور شدبق اور سراۃ کے درمیان هدّہ ہے - اسی طرح بنی نصر کا ایک گاؤں بھی یہاں ہے جسے " فتق " کہتے ہیں ، عکاظ ایک وادی میں نخلستان ہے - اس کے اور طائف کے درمیان ایک رات کا فاصلہ ہے اور اس کے اور مکے (خدا اس کی بزرگی اور زیادہ کرے) کے درمیان تین راتوں کا فاصلہ ہے - عربوں کا میلا پہلے یہیں لگا کرتا تھا اور یہیں " فجار " کی جنگیں لڑی گئیں - عرب یہاں ایک چٹان کا طواف کیا کرتے اور حج کے لیے یہاں آیا کرتے تھے - ذوالمجاز کبکبؔ کے دامن میں ہذیل کا ایک چشمہ ہے - [1]ابو عبداللہ الواقدی کہتا ہے عکاظ نخلہ اور طائف کے درمیان واقع ہے - [۱۹۲] ذوالمجاز عرفہ کے پیچھے ہے ، مجنہ مرالظہران میں ، یہ سب قریش اور عربوں کے میلے ہیں مگر ان میں کوئی بھی عکاظ سے بڑا نہیں

---

۱ - ابو عبداللہ الواقدی : ابو عبداللہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی المدنی - علامہ اور روعیہ علم میں سے تھا - مگر تمام ائمہ جرح نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے - ۲۰۷ھ میں وفات پائی -

ہے ۔ جب ہم اسواق عرب کا ذکر کریں گے تو اس کی تفصیل بیان کریں گے ۔ حجاز کا ایک شہر خیبر ہے ۔ خاءمعجمہ ، یاءتحتانیہ ، اور باء موحدہ کے ساتھ ، بروزن جعفر ۔ یہ ایک بڑا شہر ہے جس میں کئی قلعے اور کھیت ہیں اور مدینے سے آٹھ برید[1] کے فاصلے پر شام کی طرف واقع ہے ابو عبید بکری نے ذکر کیا ہے کہ اس کا یہ نام عمالقہ کے ایک آدمی کے نام پر پڑا جو یہاں آ کر اترا تھا ۔ خیبر مسلمانوں کے قبضہ کرنے کے کئی سو سال بعد ویران ہوگیا تھا ۔ یہاں یہودیوں کے قبائل معتدبہ آباد تھے اور وہ مکر و خباثت میں مشہور تھے ۔ السموأل بن عادیا کی سکونت بھی یہیں تھی ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ علاقہ عمالقہ کا تھا ۔ پھر بنی عنزہ بن اسد بن ربیعہ کے قبضے میں چلا گیا ، یہاں کی آب و ہوا خراب ، مضر صحت اور سدا وبائی تھی جس کی وجہ سے لوگوں کو بخار ہو جایا کرتا تھا ، یہاں کا بخار بھی شدید قسم کا ہوتا ہے ، ایک شاعر اسی کے بارے میں کہتا ہے :

وَمَنْ یَکُ اَمْسٰی فِی بِلَادِ مُقَامَةٍ
یُسَائِلُ اَطْلَالًا بِهَا لَا تُجَاوِبُ

کون بلاد مقامہ میں شام کے وقت آئے اور وہاں ان کھنڈرات سے سوال کرے جو جواب نہیں دیتے

وَقَفْتُ بِهَا اَبْکِی وَاَشْعَرُ سَخْنَةً
کَمَا اعْتَادَ مَحْمُومًا بِخَیْبَرَ صَالِبُ

میں وہاں روتا روتا گیا ، مجھے اس قدر گرمی محسوس ہوئی جس طرح خیبر کے علاقے میں تپ زدہ آدمی کو سخت بخار آ لیتا ہے

اسی خیبر کے علاقے میں بہت سے نخلستان پائے جاتے تھے۔ یہاں سے دور دراز علاقوں کو کھجوریں بھیجی جاتی تھیں ۔ اسی کے متعلق خارجہ بن ضرار المرّی کہتا ہے :

---

۱ ۔ ایک برید بارہ میل کا ہوتا ہے لہذا آٹھ برید چھیانوے میل ہوئے ۔

أَخَالِدُ هَلَّا إِذْ سَفِهَتْ عَشِيرَةٌ
كَفَفْتَ لِسَانَ السُّوءِ أَنْ يَتَدَعَّرَا

اے خالد جب تمھارے قبیلے نے بیوقوفی کی تھی تو تُو نے اپنی زبان کو بدخلقی سے کیوں نہ روکے رکھا

فَإِنَّكَ وَاسْتِبْضَاعَكَ الشِّعْرَ نَحْوَنَا
كَمُسْتَبْضِعٍ تَمْرًا إِلَى أَرْضِ خَيْبَرَا

تمھارا شعر لے کر ہمارے ہاں آنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اہل خیبر کے پاس کھجوریں بیچنے کے لیے آئے۔

یہاں آج کل کچھ اُن نخلستانوں اور باغات کے کچھ بقایا موجود ہیں، جہاں باوجود ویرانی کے کچھ کسان اور سیاہ غلام آباد ہیں۔ یہاں کی ایک بستی کا نام "فدک" ہے جہاں نخلستان، شاہی جاگیریں اور کھیت پائے جاتے تھے۔ شاعر کہتا ہے:

مِنْ عَجْوَةِ الشِّقِّ نَطُوفُ[1] بِالنَّوَدَقِ
لَيْسَتْ مِنَ الْوَادِي وَلَكِنْ مِنْ فَدَكَ

یہ شق کے علاقے کی عمدہ کھجور ہے جس سے چکناہٹ ٹپک رہی ہے۔
یہ وادی کی نہیں، بلکہ فدک کی ہے۔

"جار" مدینہ منورہ کی جنوب مشرقی جانب تقریباً ایک دن اور ایک رات کے فاصلے پر ہے۔ یہ مدینے کی بندرگاہ ہے اور بہت سے لوگ اس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں مثلاً عبدالملک بن الحسن الجاری [۱۹۳] الاحول۔ اس کے جنوب مشرقی جانب تقریباً ایک مرحلے کے فاصلے پر ایک پانی ہے جسے بدر کہتے ہیں۔ اس کے قریب ہی بدر نامی ایک بستی ہے۔ کتاب فتح الباری میں لکھا ہے: یہ ایک مشہور بستی ہے جو بدر

---

۱۔ اصل کتاب میں تطوف تاء کے ساتھ چھپا ہے اسے نطوف نون کے ساتھ پڑھیں۔

بن مخلد بن النضر بن کنانہ کی طرف منسوب ہے ، وہ یہاں آ کر اترا تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ بدر وہاں کے کنویں کا نام ہے ۔ اس کا یہ نام اس کی گولائی یا اس کے پانی کی صفائی کی وجہ سے پڑا ۔ گویا بدر اس کے اندر دکھائی دیتا ہے ۔ واقدی نے بنی غفار کے کئی ایک شیوخ سے اس روایت کا انکار نقل کیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو ہاری رہنے اور اترنے کی جگہ تھی ۔ بدر نامی کوئی شخص کبھی اس کا مالک نہ تھا ، بدر اس کا نام پڑ گیا ، ایسے ہی جیسے اور مقامات کا پڑ جاتا ہے ۔ بیان ختم ہؤا ۔

یہیں بدر کی جنگ لڑی گئی تھی ۔ یہ وہی دن تھا جس دن مسلمانوں نے قریش کے مشرکین پر غلبہ پایا تھا ۔ جو لوگ اس دن قتل ہوئے ان میں بدر بن الاسود بن زَمَعہ بن المطلب بن نوفل القُرشی بھی تھا ۔ یہ مشرکوں میں سے تھا ۔ اس کے باپ نے یہ شعر مرثیے کے طور پر کہے تھے :

أَتبكِي أَنْ يَضِلَّ لها بَعِيرٌ
وَيَمْنَعُهَا مِنَ النَّومِ السُّهُودُ

کیا یہ اس لیے رو رہی ہے کہ اس کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اور بے خوابی اسے نیند سے روک رہی ہے

فَلاَ تبكِي ١ عَلَى بَكْرٍ ولكِنْ
عَلَى بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الجُدُودُ

تو اونٹ پر نہ رو (رو اس بات پر) کہ بدر میں ہارے نصیبے ہی کھوٹے ہو گئے تھے ۔

جحفہ آج کل ویران پڑا ہے ، اس کے اور مکے کے درمیان تقریباً آدھے راستے پر عُسفان ہے ، اسے '' مدرج عثمان '' بھی کہا جاتا ہے ۔ عنترہ عبسی نے اس شعر میں یہی شہر مراد لیا ہے :

كَأَنَّمَا يَوْمَ صَدَّتْ مَا تُكَلِّمُنَا
ظَبْيٌ بِعُسْفَانَ سَاجِي الطَّرف مَطْرُوفُ

---

١ ۔ اصل کتاب میں فلاتبکِ دیا ہے ۔

جس دن محبوبہ نے ہم سے اعراض کرتے ہوئے ہم سے بات نہ کی اس
دن وہ عسفان کی ہرنی معلوم ہوتی تھی جس کی آنکھ ساکن اور
غمناک ہو

مدینے کی مشرقی جانب طئی کے دو پہاڑ ہیں " اجا " اور "سلمٰی"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عرب کے دو شخصوں کے نام تھے ۔ ایک اجا تھا جو سلمٰی پر عاشق تھا ۔ دونوں عوجاء کے مقام پر ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے لہذا دونوں کو ان دو پہاڑوں پر سولی دے دی گئی ۔ مگر پہاڑوں کے نام یہ پڑ گئے ۔ جابر بن رالان السنبسی نے اس شعر میں یہی دو پہاڑ مراد لیے ہیں :

وَنَحنُ غَلَبْنَا بِالجِبالِ وعِزِّها
ونَحنُ وَرِثْنَا غَيْثَ وَبُدَّيْنَا

ہم پہاڑوں اور ان کی عزت کی بدولت غالب آئے اور ہم غیّث اور
بُدّینا کے وارث ہوئے

جبال سے اس کی مراد اَجا اور سلمٰی اور ان دونوں کے ٹیلے ہیں ۔

حسان بن حنظلہ الطائی کے اس شعر میں بھی یہی دو پہاڑ مراد ہیں

غَضِبَتْ عَلَيَّ أَنْ إِتَّصَلَتْ بِطَيِّئٍ
وأَنَا امرُؤٌ من طَيِّئٍ الاَجْبالِ

وہ مجھ پر اس لیے ناراض ہے کہ میں نے طئی کے قبیلے کے ساتھ تعلقات
استوار کر رکھے ہیں اور یہ کہ میں طئی الاجبال کا آدمی ہوں

اس کی مراد اجا اور سلمٰی اور عوارض سے ہے ۔

حجاز میں بہت سے پہاڑ ، وادیاں ، شہر ، بستیاں ، چشمے اور کنویں ہیں ۔ ہمارے لیے ان سب کا یہاں بیان کرنا ممکن نہیں ۔

## تہامہ

[۱۹۳] اب لیجیے تہامہ کو ، اس میں شہر مکہ ہے ، خدا اسے

شرف بخشے ، یہ کہنا کہ یہ حجاز میں ہے غلط ہے ۔ انشاء اللہ عنقریب اس کا مفصل بیان آئے گا ۔ اسے ان کثیرالتعداد بستیوں کی وجہ سے جو اس کے گرد ہیں ام القُری کہا جاتا تھا ۔ مکے کے راستے میں دو رات کی مسافت پر بلاد ہذیل میں دو " نخلہ " تھے ۔ ایک نخلہ یمانیہ جس سے یدعان کی وادی آ کر مل جاتی ہے اور یدعان وہ وادی ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد واقع ہے ۔ حنین کی جنگ میں (حضور اکرمؐ کی) فوج یہیں خیمہ زن ہوئی تھی ۔ دوسرا نخلہ شامیہ ہے دونوں کا نقطۂ اتصال بطن مرّ ہے

اور (تہامہ میں) " سَبوحہ " بھی ہے ، یہ ایک وادی ہے جو نخلہ یمانیہ میں آ کر گرتی ہے ۔

اسی طرح ابام اور ابتیم ہیں ۔ یہ دونوں ہذیل کے تھے ۔ یہ دو پہاڑی درّے ہیں ، ان کے درمیان ایک پہاڑ ہے جس کی مسافت ایک گھنٹے کی دن کے وقت کی سیر ہے ۔ انھی دونوں دروں کے متعلق سعد بن بکر کا ایک شاعر کہتا ہے

وَإِنَّ بِـهـٰذا الشِّعْبِ بَـيْـنَ أَبْـتَـمِ
وبَـيْـنَ أَبَـامٍ شُـعْـبَـةً مِـنْ فُـؤَادِيَـا

اس درے میں ابیم اور ابام کے درمیان میرے دل کا ٹکڑا (اٹکا) ہے

اس سے اوپر ایک درہ ہے جسے نحا کہتے ہیں ، یہ بھی ہذیل کا تھا ۔ پھر " مراخ " ہے ، یہ بھی ہذیل کا ہے ۔ یہ تین درے ہیں جو دآءہ سے نیچے کو گرتے ہیں ۔ دآءہ وہ پہاڑ ہے جو نخلتین کے درمیان حائل ہے ۔ پھر " عشر " ہے یہ ہذیل کا درہ ہے اور یہ بھی دآءہ سے نیچے کو اتا ہے ۔ عشر کے بالمقابل نخلۃالاخری کی جانب دو پہاڑی درے ہیں جنھیں صہیانان کہا جاتا ہے ۔ یہ دونوں سراۃ سے آتے ہیں ۔ ان کے اور " بسوم " کے درمیان ایک پہاڑ ہے جسے مرقبہ کہا جاتا ہے ۔ مرقبہ ہذیل کا تہا جہاں ان کے پہرہ دار رہا کرتے تھے ۔ ایک اور درہ ہے جسے " ہلال " کہا جاتا ہے جو " سراۃ " اور " بسوم " سے آتا ہے ۔ اس

کے بعد اسی قسم کا ایک اور درہ ہے جسے خصں کہتے ہیں - " بسوم "
ہذیل کا پہاڑ ہے - دو اور درے ہیں جنھیں " کفوان " کہا جاتا ہے -
کفو ابیض اور کفو اسود یہ دونوں مختلف راستے ہیں جو طائف تک
چڑھتے چلے جاتے ہیں - یہ ایسے مقام ہیں جہاں سورج دن میں صرف ایک
گھنٹے کے لیے طلوع ہوتا ہے - یہ دونوں درے پیدل چلنے والوں کے
لیے ہیں اور ان دونوں کو تشنگی آور علاقہ کہا جاتا ہے کیونکہ بھیڑ
بکریاں اس چراگاہ میں جو نار میں ہے سخت پیاسی ہو جاتی ہیں ، اور پھر
بھی صرف موسم گرما ہی میں سکتی ہیں - یہ تمام علاقے نخلہ یمانیہ کے
بالائی حصے میں ہیں - پھر تم " نوبات " کی طرف ہو لو گے جو ایک
[۱۹۵] صحرا ہے اور بلادِ سعد بن بکر کہلاتا ہے - ایک مقام "قرن" ہے
جو پہاڑی راستوں اور بوبات کے درمیان ہے یہ بوباس کا آخری حصہ ہے -
یہ ایک وادی ہے جو سراۃ سے آتی ہے اور سعد بن بکر اور چند قریشیوں
کی ملکیت ہے - قرن میں ایک منبر ہے - شاعر کہتا ہے

[۱] لا تُقْمِرَنَّ عَلَى قَرْنٍ وَلَيْلَتِهِ
لَا إِنْ رَضِيتَ وَلَا إِنْ كُنْتَ مُغْتَضِبًا

سو مقام قرن پر چاند اور چاندنی رات کا منتظر نہ رہ ، نہ رضامندی کی
حالت میں اور نہ ناراضگی کے عالم میں -

اس کے بعد تو نجد تک سواری پر بیٹھ کر جائے گا اور مناقب پر
چڑھ جائے گا - مناقب ایک پہاڑ ہے جو راستے میں آتا ہے - اسے مناقب
اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں یمن کی طرف جانے والے پہاڑی
راستے ہیں - پھر یمامہ کی طرف جانے والے پھر نجد کے بالائی حصے کی

---

۱ - بلوغ الارب میں یہ شعر اسی طرح دیا ہے مگر لسان العرب میں
یوں دیا ہے

لَا تُقْمِرَنَّ عَلَى قَمَرٍ وَلَيْلَتِهِ
لَا عَنْ رِضَاكَ وَلَا بِالْكُرْهِ مُغْتَصِبًا

اور وہاں اس شعر کو ابن احمر کی طرف منسوب کیا گیا ہے

طرف اور پھر طائف کی طرف ، اس میں تین گھاٹیاں آتی ہیں ۔ ایک کو " زلالہ " کہتے ہیں ، ایک کو قرین اور تیسری کو بیضاء ۔ " زلالہ " میں ایک چٹان ہے اور یہ وہی چٹان ہے جہاں سے عقیل نے اپنی اونٹنی داخل کی تھی اور وہ ایک پہلو سے اس میں گھس گئی تھی ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے ان سے شرط بدی تھی ۔ مکے کے پہاڑوں اور دروں میں ایک اور پہاڑ ہے جسے خندمہ کہتے ہیں ۔ یہیں مکے کی عمارتیں ہیں جن میں سے ایک شعب بن عامر ہے ۔ انھی پہاڑوں میں " اجیادان " ہیں ، اجیاد صغیر بھی اور اجیاد کبیر بھی ۔ ایک پہاڑ ابو قبیس ہے ، اور ایک ثور ہے اور وہ یمن کے راستے پر مکے کی پچھلی جانب مفجرمیں ہے ۔ اسی طرح " ثبیران " ہیں ۔ یہ دو الگ الگ پہاڑ ہیں جن کے درمیان اقاعیہ کا نشیبی علاقہ ہے جو نشیب منٰی سے جا ملتا ہے ۔ اصمعی کہتا ہے : " قُزَح " وہی " قرن " ہے جس جگہ مزدلفہ میں امام کھڑا ہوتا ہے ۔ وہی کہتا ہے ایک ثبیر غیناء اور دوسرا ثبیر اعرج ، یہ دونوں مل کر " حراء " کہلاتے ہیں ، اور ثبیر ، ابو قیس اور خندمہ مکہ اور اس کے ارد گرد کے پہاڑ ہیں ، اور انباء طمر ، اُحد ، عیر ، جمّاء اور ذباب مدینہ اور اس کے قریب واقع ہیں ۔ قموص خیبر میں ہے وغیرہ وغیرہ جن کا بیان باعث طوالت ہوگا ۔

ینبع کا علاقہ بھی تہامہ ہی میں ہے ۔ یہ سمندر کے قریب ایک شہر ہے جہاں حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد رہا کرتی تھی ۔ سمندر کے اوپر اس کی ایک بندرگاہ ہے جو اس سے تقریباً ایک مرحلے کے فاصلے پر ہے ۔ اس کے قریب رضویٰ پہاڑ ہے ، جہاں سے تمام دنیا میں چاقو اور چھری تیز کرنے کا پتھر لے جایا جاتا ہے ۔

جدّہ بحر احمر پر واقع ہے اور یہ مکے کی بندرگاہ ہے ۔

رہا مقام حدیبیہ تو کہا جاتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ حرم سے باہر ہے اور کچھ حرم کے اندر ۔

مقام تبوک مدینے اور دمشق کے درمیان نصف مسافت پر واقع ہے ۔ یہیں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی ۔ تہامہ میں

بہت سے شہر ہیں جن میں سے بعض ویران ہو چکے ہیں اور بعض اپنی پہلی وضع پر اب تک قائم ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کو وجود میں آئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا ۔ ان کا تفصیلی بیان ان کتابوں کے اندر موجود ہے جو اسی مقصد کے لیے مرتب کی جاتی ہیں ۔

## عروض

[۱۹۶] اب عروض کو لیجیے ۔ یہ صرف دو علاقوں پر مشتمل ہے ۔ پہلا "یمامہ" ہے ، یہ شہر مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹا شہر ہے اس کے اور بصرے کے درمیان سولہ مرحلوں کی مسافت ہے ۔ اتنا ہی فاصلہ اس کے اور کوفے کے درمیان ہے ، اس علاقے میں حجاز سے بھی زیادہ کھجوریں پائی جاتی ہیں ۔ یہاں بہت سے چشمے اور کنویں بھی ہیں ، مسیلمہ کذاب جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا [۱۹۷] یہیں کا باشندہ تھا ۔ مسیلمہ ، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں قتل ہؤا ۔

زرقاء الیمامہ بھی یہیں کی تھی ۔ وہ تیزیٔ نگاہ ، سمجھ بوجھ اور ذہانت کی وجہ سے مشہور تھی ۔ کہا جاتا ہے کہ وہ تین دن کی مسافت (کے فاصلے) سے دیکھ لیتی تھی ۔ اس کے (بارے میں) قصے مشہور ہیں ۔ یمامہ میں اور شہر بھی تھے جو اب ویران ہو چکے ہیں ۔

دوسرا علاقہ بحرین کا علاقہ ہے ۔ یہ بہت وسیع سر زمین ہے جو بحر فارس کے ساتھ ساتھ چلی گئی ہے ۔ یہاں نخلستان اور پھل بکثرت پائے جاتے ہیں ۔ یہاں کے مشہور شہروں میں سے ایک ھَجَر ہے ۔ ہاء اور جیم پر زبر ۔ یہ شہر بحرین کا دارالحکومت تھا ۔ جب قرامطہ بحرین پر قابض ہوئے تو انھوں نے اسے ویران کر دیا اور "الاحساء" کا شہر بسایا اور وہاں اترے ، چنانچہ وہ بحرین کا دارالحکومت بن گیا ۔ الاحساء شہر میں بہت سے چشمے ، کنویں ، نخلستان اور میوے پائے جاتے ہیں ۔ اس کے اور یمامہ کے درمیان چار یوم کی مسافت ہے ۔ یہاں اس

کے علاوہ اور بھی وسیع علاقے، بستیاں اور چشمے کنویں وغیرہ پائے جاتے ہیں۔

## نجد

اب نجد کو لیں تو یہ تمام جزیرۃ العرب کا عمدہ ترین علاقہ ہے۔ یہی وجہ ہے شعرا نے قدیم زمانہ میں بھی اس کا ذکر کیا اور اس دور میں بھی کرتے ہیں۔ وہ یہاں کے ٹیلوں، مہکتی فضاؤں اور خوشبوؤں کے گیت گنگناتے ہیں۔

ایک شاعر کہتا ہے:

أقُولُ لِصَاحِبِي وَالعِيْسُ تَهْوِي
بِنَا بَيْنَ المُنَيْفَةِ فَالضِّمَارِ

[۱۹۸] جب اُونٹ ہمیں لے کر منیفہ اور ضمار کے درمیان تیز رفتاری سے جا رہے تھے تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا

تَمَتَّعْ مِنْ شَمِيمِ عَرَارِ نَجْدٍ
فَمَا بَعْدَ العَشِيَّةِ مِنْ عَرَارِ

نجد کی عرار نامی بوٹی کی خوشبو سے فائدہ اٹھا لو ورنہ آج رات کے بعد کوئی عرار نہیں ملے گی

أَلَا يَا حَبَّذَا نَفَحَاتُ نَجْدٍ
وَرَيَّا رَوْضِهِ بَعْدَ القِطَارِ

نجد کی خوشبو اور بارش کے بعد وہاں کے باغات کی مہک کس قدر بھلی معلوم ہوتی ہے

وَأَهْلُكَ إِذْ يَحُلُّ الحَيُّ نَجْدًا
وَأَنْتَ عَلَى زَمَانِكَ غَيْرُ زَارِ

کیا بھلے لگتے ہیں تیرے گھر والے بھی جب ترا قبیلہ نجد میں اترے، اس وقت تو خود بھی زمانے کی شکایتیں نہیں کرتا

شُهُورٌ يَنْقَضِينَ وَمَا شَعَرْنَا
بِأَنْصَافٍ لَهُنَّ وَلاَ سِرَارٍ

(یہاں) مہینوں گزر جاتے ہیں مگر ہمیں نہ تو ان کے نصف کا پتا چلتا نہ آخر کا

[1] عبد اللہ بن الدمینہ الخثعمی کہتا ہے :

اَلاَ يَا صَبَا نَجْدٍ مَتَى هِجْتَ مِنْ نَجْدٍ
لَقَدْ زَادَنِي مَسْرَاكِ وَجْداً عَلَى وَجْدٍ

اے نجد کی بادصبا تو کب نجد سے پھوٹ نکلی تھی ، تیرے رات کے وقت چلنے سے مجھ پر تو ہرنو غم طاری ہو رہا ہے

[2] أَأَنْ هَتَفَتْ وَرْقَاءُ فِي رَوْنَقِ الضُّحَى
عَلَى فَنَنٍ غَضِّ النَّبَاتِ مِنَ الرَّنْدِ

کہا اس لیے کہ ایک کبوتری چاشت کی روشنی میں کیوڑے کی نر و تازہ ٹہنی پر چہچہانے لگ گئی تھی

بَكَيْتَ كَمَا يَبْكِي الْوَلِيدُ وَلَمْ تَكُنْ
جَلِيداً وَأَبْدَيْتَ الَّذِي لَمْ تَكُنْ تُبْدِي

تُو تو اس طرح رویا جس طرح کوئی بچہ روتا ہے ۔ تو قوی و صابر ثابت نہیں ہوا ۔ تو نے وہ بے قراری ظاہر کر دی جسے تو ظاہر کرنا نہ چاہتا تھا

---

۱ ۔ عبداللہ بن الدمینہ : دُمینہ اس کی والدہ کا نام ہے ۔ یہ بنی عامر بن تیم اللہ میں سے تھا ۔ اس کی کنیت ابو السری ہے ۔ اسلامی زمانے کا شاعر ہے جرجی زیدان نے اسے جاہلی شعرا میں سے شمار کیا ہے مگر یہ غلط ہے ۔

۲ ۔ بلوغ الارب أإِنْ دیا ہے اسے أأَنْ پڑھیں ۔

وَ قَدْ زَعَمُوا أنّ المُحِبّ إذا دَنَا
يَمَلُّ و أنّ النَأيَ يَشْفِي مِنَ الوَجْدِ

لوگوں کا خیال ہے کہ جب محبوب قریب آ جاتا ہے تو انسان اس سے اُکتا جاتا ہے اور یہ کہ دوری غم سے شفا بخشتی ہے

بِكُلٍّ تَدَاوَيْنَا فَلَمْ يَشْفِ مَا بِنَا
عَلَى ذاكَ قُربُ الدارِ خَيْرٌ من البُعدِ

ہم نے ہر طرح کا علاج کیا مگر ہماری بیماری کو شفا نصیب نہیں ہوئی ، اسی لیے (یہ کہنا پڑا کہ) محبوبہ کے گھر کا قریب ہونا دور ہونے سے بہت بہتر ہے

عَلَى أنّ قُرْبَ الدارِ لَيْسَ بِنَافِعٍ
إذَا كَانَ مَنْ تَهْوَاهُ لَيْسَ بِذِي وُدِّ

یہ الگ بات ہے کہ قُربِ منزل اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں دیتا جب تک تیرا محبوب دوستدار نہ ہو

[1] الصِّمَّہ بن عبداللہ لکھتا ہے :

حَنَنْتَ إلَى رَيَّا ونَفْسُكَ بَاعَدَتْ
مَزَارَكَ مِنْ رَيَّا وشِعْبَا كُمَا مَعَا

تو ریا سے ملنے کا مشتاق ہے حالانکہ تو خود اس جگہ کو چھوڑ

---

۱ - صمہ بن عبداللہ : یہ عہد اموی کے شعرا میں سے ہے - اپنے چچا کی لڑکی ریّا پر عاشق ہو گیا تھا - اس نے اس کا رشتہ چاہا - ریّا کا باپ اس شرط پر راضی ہو گیا کہ یہ پچاس اونٹ دے - صمہ نے باپ سے ذکر کیا تو اس نے انچاس اونٹ دیے مگر ریّا کے باپ نے پچاس سے کم لینے سے انکار کر دیا - صمہ کے باپ نے بھی ایک اور اونٹ دینے سے انکار کر دیا - صمہ تنگ آ کر وہاں سے شام چلا گیا مگر جب ریا کی یاد نے ستایا تو یہ شعر کہے -

کر چلا آیا ہے جہاں اس سے ملاقات ہوتی تھی ، جہاں تم دونوں کے قبیلے اکٹھے ہیں

فَمَا حَسَنٌ أَنْ تَأْتِيَ الأَمْرَ طَائِعاً
وَتَجْزَعَ أَنْ دَاعِي الصَّبَابَةِ أَسْمَعَا

[۱۹۹] یہ اچھی بات نہیں کہ تو خود اپنی مرضی سے ایک بات کرے اور پھر جب عشق کا دعوت دینے والا تجھے اپنی آواز سنا دے تو تو گھبرانے لگ جائے (خود ہی الگ ہو اور جب یاد دل میں ہوک اٹھائے تو تڑپنے لگے)

قِفَا وَدِّعَا نَجداً وَمَنْ حَلَّ بِالحِمَى
وَقَلَّ لِنَجْدٍ عِنْدَنَا أَنْ يُوَدَّعَا

دونوں ساتھیو ! ٹھہرو اور نجد اور ان لوگوں کو جو حمٰی میں اترے ہیں الوداع کہو ۔ ہمارے ہاں یہ بات شاذ و نادر ہی دیکھی گئی ہے کہ کسی نے نجد کو خیر باد کہا ہو

بِنَفْسِيَ تِلْكَ الأَرْضُ مَا أَطْيَبَ الرُّبَا
وَمَا أَحْسَنَ المُصْطَافَ وَالمُتَرَبَّعَا

اس سر زمین پر میری جان قربان ہو ۔ اس کے ٹیلے کس قدر عمدہ ہیں اور یہاں کے موسم گرما اور موسم بہار کے اترنے کے مقامات کیا ہی خوبصورت ہیں

وَلَيْسَتْ عَشِيَّاتُ الحِمَى بِرَوَاجِعٍ
عَلَيْكَ وَلَكِنْ خَلِّ عَيْنَيْكَ تَدْمَعَا

حمٰی کی راتیں تیرے پاس واپس نہیں آنے کی ۔ ہاں تو اب اپنی دونوں آنکھوں کو آنسو بہانے سے نہ روک

وَلَمَّا رَأَيْتُ البِشْرَ أَعْرَضَ دُونَنَا
وَحَالَتْ بَنَاتُ الشَّوْقِ يَحْنِنَّ نُزَّعَا

جب میں نے دیکھا کہ بشر پہاڑ ہمارے سامنے حائل ہو گیا اور یہ کہ محبوب کی دلانے والے جملہ آثار بے اختیار زار و قطار اشکبار ہیں

بَكَتْ عَيْنِي الْيُسْرَى فَلَمَّا زَجَرْتُهَا
عَنِ الْجَهْلِ بَعْدَ الْحِلْمِ أَسْبَلَتَا مَعًا

تو میری بھی بائیں آنکھ رونے لگ پڑی۔ پھر جب میں نے اسے ڈانٹا کہ دانشمندی کے بعد حماقت کا کیا مطلب تو دونوں رونے لگ گئیں

تَلَفَّتُّ نَحْوَ الْحَيِّ حَتَّى وَجَدْتُنِي
وَجِعْتُ مِنَ الْإِصْغَاءِ لِيتًا وَأَخْدَعَا

میں نے بار بار قبیلے کی طرف مڑ کر دیکھا حتیٰ کہ میں نے محسوس کیا کہ اس طرح دیکھنے سے گردن کی ایک طرف کو اور رگِ گردن کو درد ہونے لگ گیا ہے

وَأَذْكُرُ أَيَّامَ الْحِمَى ثُمَّ أَنْثَنِي
عَلَى كَبِدِي مِنْ خَشْيَةٍ أَنْ تَصَدَّعَا

میں ایام حمیٰ کو یاد کرتا ہوں مگر پھر اپنے جگر کا خیال آ جاتا ہے کہ مبادا یہ (صدمہ فراق سے) پھٹ جائے

نجد میں بہت سے شہر ہیں ۔ یہیں عالیہ کی وہ سرزمین بھی تھی جس کی کلیب بن وائل حفاظت کیا کرتا تھا جو اس کے قتل کی باعث بنی اور (اس کے قتل کے باعث) حرب بسوس چھڑ گئی جو مدتوں جاری رہی ۔ ابو لُغدہ اصفہانی نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں نجد کے شہروں، بستیوں، پہاڑوں، معدنیات، پانیوں اور ان قبائل عرب کا ذکر کیا ہے جو [۲۰۰] گزشتہ زمانے میں یہاں کے قابض و متصرف رہے ۔ وہ لکھتے ہیں :

ابن الاعرابی کا بیان ہے : نجد دو علاقوں کا نام ہے، سافلہ اور عالیہ،

سافلہ وہ علاقہ ہے جو عراق سے متصل ہے اور عالیہ وہ ہے جو حجاز اور تہامہ سے متصل ہے۔

اصمعی کہتا ہے: جب تو ذات عرق سے گزر کر سمندر کی جانب روانہ ہو تو گویا تہامہ کے علاقے میں ہے اور جب تو وَجْرۃ اور غَمرہ سے گزر جائے تو گویا نجد میں ہے تاآنکہ تو عُذیب پہنچ جائے۔ غمرہ کوفے کے راستے میں ہے، اور وَجْرَہ بصرے کے راستے میں۔ یہاں تک نجد کا ذکر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب تو کوفہ کی جانب سے عُذَیب پہنچ جائے جو کوفے سے ایک مرحلے کے فاصلے پر ہے تو گویا تو نجد میں وارد ہے۔ تاآنکہ تو تہامہ کی حد تک پہنچ جائے۔

اور اصمعی کہتا ہے: جب تو بصرے کی جانب سے چلتا ہؤا سیجلیز سے گزر جائے تو گویا تو نجد میں داخل ہو گیا اور جب کوفہ کی جانب سے سُمَیرا یا اس کے قریب پہنچ جائے تب بھی نجد میں وارد ہو گیا تاآنکہ تو ذات عرق پہنچ جائے۔ پھر جب تو ذات عرق کی گھاٹیوں سے نیچے اترے تو گویا تہامہ میں پہنچ گیا۔ کہا جا رہا ہے کہ جب تو مدینے سے نکلے (اس کے شرف بخشنے والے پر بہترین درود و سلام ہو) تو گویا تو نجد میں آ رہا ہے تاآنکہ تو مدارج العرق میں جا اترے اور جب تو مدارج العرق میں اتر آیا تو پھر مکے تک تو تہامہ ہی کے اندر ہے۔

وہ کہتا ہے: اہل مدینہ کا قول ہے: کیا تو نے تہامی راستہ اختیار کیا یا نجدی، تہامی تو وہ ہے جو عسفان اور حجفہ کے راستے پر ہے اور نجدی وہ ہے جو رَبَذہ کے راستے پر ہے۔ وہ کہتا ہے: مکے تک بصرہ کے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ تو یہ ہے کہ صحرا تیری بائیں جانب ہو اور تو مکہ تک کئی راتیں اوپر کو چلتا رہے، جب تو اوپر کو جا کر خلیج سے نکل جائے تو گویا تو رمل میں داخل ہے۔ پھر جب تو باج اور قریتین سے نکل جائے تو گویا نجد میں آ گیا۔ جب تو منکدر کے راستے

ہو لے اور کاظمہ تک چلا جائے تو کاظمہ تک تین راتوں کی مسافت ہے ۔ تین راتیں د َو ّ میں ، تین صَمّان میں ، اور تین دَھنَاء میں ۔

کسی اور سے مروی ہے کہ کسی نے کہا : جب تو حفر یعنی حفر ابی موسٰی اشعری سے گزر جائے (اصل میں تو بنی العنبر کا حفر ہے ، ابو موسٰی نے یہاں ایک کنواں کھدوایا تھا) تو گویا تو نجد کے اندر ہے ۔

بعض کہتے ہیں : نجد کی حد نباج سے شروع ہوتی ہے اور یہ علاقہ بنی عبداللہ بن عامر بن کریز کا ہے ۔ بعض کہتے ہیں : جب تُو قُصیم سے گزر جائے تو گویا نجد میں ہے تاآنکہ تو ذات عرق پہنچ جائے ۔ اس کے بعد تو تہامہ میں جائے گا ۔ اور قُصیم ایک مقام ہے جہاں جھاؤ کے درخت ہوتے ہیں ۔ یہاں پانی اور بستیاں بکثرت پائی جاتی ہیں ۔ ان میں سے دو بستیاں ابن عامر کی ہیں جن میں سے ایک کو عسکران کہا جاتا ہے وہ کہتا ہے : اہل قُصَیم کھجور کے پتوں کے بنے ہوئے خیموں میں رہا کرتے تھے اور یہ بنی عبس اور دیگر قبائل کے اترنے کی جگہ تھی ۔ یہاں [۲۰۱] بہت سے نخلستان ہیں اور یہ علاقہ مدینے کی عملداری میں ہے اور کہا جاتا ہے کہ قصیم کی حد بُولان کا چٹیل میدان ہے ۔ بولان ایک بیابان ہے ۔ وہ کہتا ہے : قصیم ریگستان ہے اور قصیم میں ریگستان کے اندر بنی اسد کا کنواں ہے ، جہاں کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے خیمے بکثرت پائے جاتے ہیں اور اسے حُوَیرثیہ کہا جاتا ہے ۔ شاعر کہتا ہے :

عَلَی الرَّبعِ الَّذِی بِحُوَیرِ ثَاتٍ
مِنَ اللہِ التَّحِیَّۃُ وَالسَّلَامُ

اللہ کی طرف سے اس مکان کے لیے تحیّہ و سلام جو حُوَیرثات میں ہے

اور قُصیم میں عیجلز ہے ، اور یہ بنی مازن کا پانی ہے اور بصرے اور مکے کے نصف راستے پر واقع ہے ۔ راجز کہتا ہے :

اللهُ نَجَّاكَ مِنَ العَجَالِزِ
وَمِنْ جِبَالِ طَخْفَةَ النَّوَاشِزِ

اللہ نے تجھے عجالز سے بھی نجات دلائی ہے اور طخفہ کے بلند پہاڑوں سے بھی

عجالز وسیع زمینوں کو کہتے ہیں اور عجلز اور اس کے ارد گرد کے پانیوں کو بھی۔ رَحْبِ قُصیم میں بنی مازن کے ایک پانی کا بھی نام ہے۔

اس مؤلف نے، خدا اس پر رحم کرے، تمام بستیوں، پہاڑوں، پانیوں اور معدنیات کا ذکر کیا ہے۔ نیز ان اشعار کا بھی ذکر کیا ہے جو اس کے بارے میں کہے گئے۔

عربوں کا ایک شاعر جس کا نام قائد بن حکیم الربعی ہے نجد کی منزلوں اور ان کے متعلق اپنے شوق کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے:

خَلِيلَيَّ إِنْ حَانَتْ بِمِصْرَ مَنِيَّتِي
وَآزْمَعْتُمَا أَنْ تَحْفِرَا لِي بِهَا قَبْرَا

میرے دو دوستو! اگر مصر میں میری موت کا وقت آ جائے اور تم میری قبر کھودنے کا ارادہ کر لو

فَلاَ تَنْسَيَا أَنْ تَقْرَآ لِي عَلَى الغَضَى
وَنَجْدٍ سَلاَماً لاَ قَلِيلاً وَلاَ نَزْرَا

تو تم غضی اور نجد کو میرا سلام کہنا نہ بھولنا اور یہ سلام قلیل اور تھوڑا بھی نہ ہو

وَإِنْ سِرْتَ يَا سُبْحَانَ رَبِّي بِالغَضَى
أَوِ المَرْتِ مِنْ نَجْدٍ مُخَيَّسَةً صُعْرَا

اور اگر تو سبحان اللہ! نجد کے علاقے میں غضی یا مرت میں چلے درآنحالیکہ یہ سواریاں ذلیل ہو چکی ہوں اور ان کی گردنیں ایک طرف جھک گئی ہوں

[۲۰۲] وہی شاعر کہتا ہے :

مَتَی العَیشُ مِن مِصرٍ بِنَا رَاقِعَاتُنَا
إلَی نَجدَ اَوبَادٍ لِعَینِي قِلَالُهَا

اونٹ مصر سے چل کر ہمیں کب نجد پہنچا دیں گے یا اس کی چوٹیاں کب میری آنکھوں کے سامنے آئیں گی

وَمُزجٍ إلَیهَا الطَرفَ حَتی یَرُدَّہ
قَمُوسُ القُرَی فِی البُعدِ یخفق آلُهَا

اور میں اپنی نگاہ کب اس کی طرف کروں گا ، یہاں تک کہ قموس القُریٰ کا ٹیلہ جس کا سراب دور سے حرکت کر رہا ہو اس نگاہ کو لوٹا دے

عَلَی مَتنٍ عَادِیٍ کَأَنَّ اَسَارَہ'
رِجَالٌ تُنَادِی اَفلَتَتهَا جِمَالُهَا

ایک بوڑھے اونٹ کی پیٹھ پر رکھ کر جس کی علامات یوں دکھائی دیتی تھیں جیسے کچھ لوگوں کے اونٹ ہاتھ سے نکل گئے ہوں اور وہ ایک دوسرے کو پکار رہے ہوں

اس کا مُزجٍ کہنا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دیکھنے کے لیے اپنی نگاہ کو ادھر اُدھر پھیر رہا ہے اور قموس القری ایک ٹیلے کا نام ہے ۔

عباس بن خلیل النصری بنی جَذِیمَہ بن مالک بن نصر کا نوحہ اس طرح کرتا ہے ، بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان اشعار کا قائل ۱ مرار فقعسی ہے ۔

---

۱ ۔ مرار فقعسی ۔ مَرّار بن سعید بن حبیب بن خالد بن نضلہ الاشج ابن حجوان بن فقعس ۔ اس کی کنیت ابو حسان ہے ۔ عہد اسلامی کا شاعر ہے ۔ مَرّار سات شاعروں کا نام ہے ۔ مَرّار فقعسی ، مَرّار عدوی ، مَرّار عجلی ، مَرّار طائی ، مَرّار شیبانی ، مَرّار کلبی اور مَرّار حرشی (شرح امالی : ۲۳۱) ابو علی قالی نے ان اشعار میں سے صرف دو سعر دیے ہیں اور انہیں مَرّار فقعسی کی طرف منسوب کیا ہے (شرح امالی : ۲۳۵)

وَلَقَدْ أَرَى الثَّلَبُوتَ يَأْنَفُ نَبْتَهُ
حَتَّى كَأَنَّهُمُ أُوْلُوْ سُلْطَانِ

میں دیکھ رہا ہوں کہ وادیٔ ثلبوت کی گھاس کو ایک قبیلے کے افراد یوں ناپسند کر رہے ہیں گویا وہ (نازک مزاج) صاحب سلطنت ہیں

وَلَهُمْ بِلَادٌ طَالَمَا عُرِفَتْ بِهِمْ
صُحْرُ الْمَلَا وَ مَدَافِعُ السُّبْعَانِ

ان کے شہر ہیں جو عرصے تک ان کے نام سے مشہور رہے مثلاً صحرالملا اور مدافع السبعان

وَمِنَ الْحَوَادِثِ لَا أَبَا لِأَبِيكُمُ
أَنَّ الْأُجَيْفِرَ قِسْمَةُ شَطْرَانِ

خدا کرے تمھارے باپ کا باپ نہ رہے۔ حوادث زمانہ کی بات ہے کہ اجیفر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے

طَرَدَتْ مَخَاضَ بَنِي أُنَيْفٍ عَنْوَةً
سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ذَا السُّبْحَانِ

وہ بنی اُنیف کی گابھن اونٹنیوں کو جبراً ہانک کر لے گئے اے پاک خدا تو پاک ہے (حد ہوگئی ہے)

طَرَدُوْهُ أَنْ لَاقُوا غُلَامًا وَاحِدًا
وَنَسُوْا مَوَاثِيقَ مَعْقِدِ الْأَيْمَانِ

محض اس لیے کہ انھیں اکیلا لڑکا ملا وہ اسے ہانک کر لے گئے اور عہدو پیمان کے میثاق کو بھول گئے

فَلَوِ الْهُدَيْمَ لَقُوْا أَوِ ابْنَيْ دَهْمَجٍ
عَرَفُوا التَّمَلُّكَ أَشْرَعَ ارْهِرْقَانِ

اگر ان کی ملاقات ہدیم یا دھمج کے دو بیٹوں سے ہو جاتی تو انھیں

بہت جلد معلوم ہو جاتا کہ کسی چیز پر زبردستی قبضہ کر لینا کیسا ہوتا ہے

سَكَنُوْا شُبَيْثًا والأَحَصَّ وَ أَصْبَحَتْ
نَزَلَتْ مَنازِلَهُمْ بَنُو ذُبْيانِ

یہ لوگ شبیث اور احص میں آباد تھے مگر بعد میں یہ حالت ہو گئی کہ بنو ذبیان ان کی منازل میں آباد ہو گئے

وَإِذَا يُقَالُ أَتِيتُمْ لَمْ يَبْرَحُوا
حَتّٰى تُقِيمَ الخَيْلُ سُوقَ طِعَانِ

جب ان سے یوں کہا جائے کہ لوگ (تم پر حملہ کرنے کے لیے) آ گئے تو یہ اپنی جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹتے تھے جب تک یہ نیزہ زنی کا بازار گرم نہ کر دیتے

[1] وَإِذَا فُلاَنٌ مَاتَ عَنْ أُكْرُوْمَةٍ
رَقَعُوْا مَعَاوِزَ فَقْدِهِ بِفُلاَنِ

اور جب کوئی شخص کریمانہ افعال کرنے کے بعد مر جاتا تو یہ لوگ اس کے مفقود ہو جانے کے پرانے کپڑوں کو فلاں شخص کا پیوند لگا دیتے (اس کی جگہ نیا سردار کھڑا کر لیتے جو وہی کریمانہ کارنامے انجام دینے لگتا)

ہم نے اوپر اصفہانی کی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے بتا دیا ہے کہ اس نے نجد کے شہروں ، بستیوں ، پہاڑوں اور معدنیات وغیرہ کا بالتفصیل ذکر کیا ہے ۔

## یمن

رہا یمن تو وہ ایک بہت بڑا اور وسیع الاطراف ملک ہے جس کی

---

۱ - اسی معنی میں یہ شعر ہے :

وليس يهلك منّا سيّدٌ أبدًا
إلاّ افتلينا غلامًا سيّدًا فينا

حدود دور تک چلی گئی ہیں اصفیا اس کی ہمیشہ تعریف کرتے رہے ہیں [۲۰۳] کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کی ہر چیز میں برکت دی ہے - اسے کھیتوں ، نخلستانوں ، درختوں ، پھلوں ، چراگاہوں اور پیداوار کی کثرت کی وجہ سے خضراء بھی کہا جاتا ہے -

کلاعی اپنے قصیدے میں کہتا ہے :

هِيَ الخَضْرَاءُ فَاسْئَلْ عَنْ رُبَاهَا
يُخَبِّرْكَ اليَقِيْنَ المُخْبِرُوْنَا

یہ خضراء ہے ، تو اس کے ٹیلوں کی بابت دریافت کرے تو تجھے بتانے والے یقینی بات بتا دیں گے

وَيُمْطِرُهَا المُهَيْمِنُ فِى زَمَانٍ
بِهِ كُلُّ البَرِيَّةِ يَظْمَؤُوْنَا

اللہ تعالیٰ یہاں اس زمانے میں بارش برساتا ہے جس زمانے میں ساری دنیا پیاسی ہوتی ہے

وَفِي أَجْبَالِهَا عِزٌّ عَزِيْزٌ
يَظَلُّ لَهُ الوَرَى مُتَقَاصِرِيْنَا

اور اس کے پہاڑوں میں بڑی عزت ہے جس کے مقابلے میں تمام لوگ چھوٹے معلوم ہوتے ہیں

وَأَشْجَارٌ مُنَوَّرَةٌ وَزَرْعٌ
وَفَاكِهَةٌ تَرُوْقُ الآكِلِيْنَا

اس کے کلیوں والے درخت کھیت اور پھل ہیں جو کھانے والوں کو بہت لطف دیتے ہیں

یمن کی زمین تین حصوں پر منقسم ہے - ایک قسم صحراء اور ہموار ہے ، دوسری قسم دشوار گزار پہاڑ ہیں اور تیسری قسم سمندر ہے - ابوالحسن کلاعی نے بعض مشرقی اور بعض مغربی مقامات کو ہموار

صحراؤں میں شمار کیا ہے ۔ مشرقی علاقے یہ ہیں : مارب ، نجران ، حضر موت ، ہمدان کا درمیانی حصہ ، شحر ، اور بیجان ، مغربی علاقوں میں سے زُبَید ، علافقہ ، عیسشیتر ، ستردد ، متوّر ، اور ارض حکیم کو صحرا میں شمار کیا ہے ، اور ارض حکیم مبیتّغہ سے لے کر جُبلشی تک ہے ۔

وہ کہتا ہے کہ ان صحراؤں اور میدانوں میں وہ فوائد ، فضائل اور برکتیں ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا اور نہ کوئی ان کی انتہا کو پہنچ سکتا ہے ۔

اس نے پہاڑی قسم میں یمن کے وہ پہاڑ شمار کیے ہیں جو اپنی بلندی ، وسعت ، سرسبزی ، دشوار گزاری ، دوری اور چڑھائی کی وجہ سے مشہور ہیں ۔ ان کے یہ نام ہیں : صبر ، مخلاف جعفر ، دخر ، بعدان ، صاب ، عتمہ ، آریشمہ ، برع ، حفاش ، ملحان ، حضور ، تیس ، میسوّر ، شرف اور جبل بنوم ۔ اس کا بیان ہے کہ اس میں وہ برکات اور فضائل ہیں جو صرف جاہل یا متجاہل پر ہی مخفی رہ سکتے ہیں ۔ اور اس میں بہت سے باغات ، بہتے ہوئے چشمے ، میوے ، خوشنما مقامات ، درخت ، مضبوط قلعے اور قوت شکن محل ہیں جن کی مثال بہت سے ملکوں میں نہیں ملتی اور نہ ان سے ملتی جلتی کوئی شے بیان کی جاتی ہے ۔ اس نے سمندر کا ایک حصہ بھی یمن میں شمار کیا ہے ۔ جو چیزیں سمندر سے نکل کر یمن میں آتی ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہے چنانچہ کہتا ہے کہ یہاں سے لؤلؤ ، مرجان ، اورخوشبودار عنبر نکلتا ہے ۔

اس کا بیان ہے کہ وہ چیزیں جو سمندر کے راستے سے دور دراز ملکوں سے یمن آتی ہیں وہ یہ ہیں : موتی ، یاقوت ، کستوری کی کئی قسمیں ، کافور ، عود ، رطب مختلف قسم کے عطر ، فلفل اور لوہا ۔ یہ سب چیزیں ہندوستان سے آتی تھیں ۔ وہ چیزیں جو چین سے آتی تھیں وہ ریشم ، سونے چاندی کی تاریں ہیں ۔ جو چیزیں عمان اور ارض فارس سے آتی تھیں [۲۰۴] وہ بہت سے تحفوں کی چیزیں تھیں جن کا ذکر طویل ہے ۔

# یمن کی چند معدنیات کا ذکر

کتاب نشر المحاسن الیمانیہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ یمن میں بہت سی کانیں پائی جاتی ہیں مثلاً عتشم کی کان اور ضنکان کی کان ، یہ دونوں سونے کی بہت بڑی کانیں ہیں ۔ حکم کی زمین میں قفاعہ کی کان ہے مگر یہ پہلی دونوں کانوں کے مقابلے میں چھوٹی ہے ایک اور کان بنی محید کے علاقے میں ہے یہ اس سے بھی چھوٹی ہے ۔

چاندی کی کانوں میں رصاص کی کان ہے ۔ رصاص ایک مقام ہے جو ہمدان کے ایک بنو فہم ، بنو خولان العالیہ اور بنو مراد کے مابین مشترک ہے ۔ یہ بہت بڑی کان ہے جس پر اہل یمن کا دار و مدار رہا ہے ۔ جب سلطنت کمزور پڑ گئی تو اس کان کی وجہ سے عربوں میں پھوٹ پڑ گئی اور رصاص ویران ہو گیا ۔ یہاں عنزی لوگ آباد تھے وہ اس جگہ کو چھوڑ کر صنعاء چلے گئے ۔

اب رہیں سلیمانی منکوں ، یفران اور عقیق کی کانیں تو یہ تمام کی تمام مشرقی یمن کے صوبے مقری میں پائی جاتی ہیں ۔

رہیں آہنی پتھروں کی کانیں تو یمن میں بہت سے ایسے پہاڑ پائے جاتے ہیں جہاں لوہا صاف کیا جاتا ہے ، کچھ کانیں عدن آبیس میں ہیں اور کچھ وادعہ کے علاقے میں جو صعدہ اور حجاز کے درمیان ہے ۔ نجران میں بھی لوہے کا ایک پہاڑ ہے ۔ ایک کان بیجان کی ہے جس کے لوہے سے بتعداد کثیر تلواریں بنائی گئی ہیں ۔ یہ کان مارب کے علاقے میں سبا کی اولاد کے پاس تھی ۔ یہاں کی تلوار کا کوئی اور تلوار مقابلہ نہ کر سکتی تھی ۔

# یمن کے محل اور مشہور عمارتیں

یمن میں بہت سے قلعے ، آباد حویلیاں اور دلکش عالیشان محل تھے ۔ ان میں سے ایک کا نام غمدان کا محل ہے ۔ یہ صنعاء میں ایک دل آویز اور عالیشان محل تھا جس کی بنیاد کتاب نشرالمحاسن الیمانیہ کے بیان

کے مطابق ازال بن قحطان نے اپنے بھائی یعرب کے حکم سے رکھی تھی۔ اس کی بیس منزلیں اور بیس ہی چھتیں تھیں۔ ہر دو چھتوں کے درمیان بیس ہاتھ کا فاصلہ، ازال نے اس میں ایک سو رہائشی کمرے بنوائے تھے۔ سب سے بالائی کمرے کی آئینہ بندی کرا دی تھی۔

ایک مؤرخ نے ذکر کیا ہے کہ قصر غمدان صنعاء الیمن کے بیرونی علاقے میں ہے۔ [۲۰۵] اس کے کمرے مشہور ہیں جنہیں محراب کہا جاتا ہے۔ یہ عمارت بڑی مضبوط و خوبصورت و بلند ہے۔ اس کی سات منزلیں ہیں۔ اس میں وہ وہ آرائش اور ایسی ایسی نادر صنعت‌کاری ہے کہ بیان ممکن نہیں۔ اسے شرحبیل بن عمرو بن غالب بن المنتاف بن زید بن یعفر بن السکسک بن وائل بن حمیر بادشاہ نے بنایا تھا۔ وہ اپنی تمام مدتِ حکومت یہیں قیام پزیر رہا۔ اس کے بعد یہ قومِ تُبّع کے بادشاہوں کا دارالحکومت بن گیا۔

بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ غمدان یمن میں ایک محل کا نام ہے جسے یشرح نے چار رخا بنایا تھا۔ سرخ، زرد، سفید، اور سبز۔ پھر اس کے اندر ایک اور محل بنایا تھا جس کی سات چھتیں تھیں۔ ہر دو چھتوں کے درمیاں چالس ہاتھ کا فاصلہ تھا۔

ان اقوال میں سے کسی ایک قول کو بھی لے لیں تو اس میں سے یہ بات ضرور نکلتی ہے کہ قصر غمدان اپنے وقت کی عجیب و غریب عمارت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جاہلی شعرا نے اکثر اس کا اپنے شعروں میں ذکر کیا ہے اور اس کی تعریف کی ہے۔

انھی محلات میں سے ایک ظفار ہے جو ابرہہ بادشاہ کا محل ہے۔ اسے بھی عظیم عمارتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ انھی میں سے سلحین ہے۔ یہ وہ محل ہے جسے حارث الرائش نے صنعاء اور مارب کے درمیان بنایا تھا۔

انھی میں سے ناعظ ہے جو ملوک ہمدان کا محل تھا۔

انھی میں سے بینون ہے جسے تُبّع الزائد نے عنتر کی زمین میں بنایا تھا۔

انھی میں سے صرواخ ہے - یہ سعد بن خولان کا محل تھا -

ان میں سے قصرالعشب، قصر العنقاء ہے.....انھی میں سے مؤکل ہے جو مشرق میں ہے - اسے ابرہہ ذوالمنار بن الحارث الرائش نے بنایا تھا -

انھی میں سے براقین اور معین دو محل ہیں جو جوف میں ایک دوسرے کے بالمقابل واقع ہیں -

ریدہ میں ہمدان کا تلعم نامی ایک محل ہے، انھی میں سے ھکر اور اھجر دو محل ہیں جو بنی عبس کے علاقے میں ہیں - انھی میں سے دورم ابرہہ بن الصباح کے خُسر کا محل ہے اور انھی میں سے اعماد ہے جو سنام بذی شان کا محل ہے اور سنام بذی شان سمانے اصغر کی اولاد میں سے ہے[1] -

یمن کے مشہور شہروں میں سے ایک شہر صنعاء ہے - یہ مکانوں کی رُو سے نہایت خوب صورت اور ہوا کے اعتبار سے بہت عمدہ اور صحت بخش ہے - کہتے ہیں کہ موسم سرما میں یہاں سخت سردی پڑتی ہے مگر اس کے باوجود کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا - یہ شہر عربوں کے مشہور ترین اور پاکیزہ ترین شہروں میں سے تھا - اپنے پانیوں اور درختوں کی کثرت کی وجہ سے دمشق اور شام سے مشابہت رکھتا تھا - یہاں کی آب و ہوا معتدل، بازار خوب صورت اور تجارت وسیع تھی - یہ قدیم زمانے میں یمنی بادشاہوں کا دارالحکومت تھا - یہ عدن کی مشرق جانب پہاڑوں میں واقع ہے - قدیم زمانے میں اسے آزال کہا جاتا تھا اور چونکہ یہ اور اس کے اردگرد کا علاقہ کچھ ہی عرصہ پہلے تک زیدی امام کے زیر نگین تھا لہٰذا اس نے یہاں ایک نیا قلعہ حصن نعز تعمیر کرایا تھا - اس وقت سے یہ یمن کے بنی رسول بادشاہوں کے اترنے کی جگہ بن گئی ہے - یہ ایک قلعہ ہے جو پہاڑوں میں واقع ہے جہاں سے تہامہ کے علاقے اور ارض زبید دکھائی دیتی ہے - اس کی بالائی جانب ایک سیرگاہ ہے [۲۰۶] جسے

---

۱ - "اعماد لسنام" کتابت کی غلطی ہے - یہ اعماد بسنام ہے، "بذی شان" لسبال کی مسخ شدہ کتابت ہے - (الاکلیل صفحہ ۱۰۵)

صہلہ کہتے ہیں ، یمن کے حاکم کے حکم سے بالائی حصوں سے یہاں
پانی لایا گیا اور یہاں ایک باغ کے عین درمیان میں بڑی بڑی عمارتیں
تعمیر کی گئیں ۔

انھی میں سے ایک شہر زبید ہے ۔ یہ تہامہ کا صدر مقام ہے ۔
ہموار زمین میں واقع ہے ۔ وہاں سے سمندر ایک دن سے کم مسافت پر ہے ۔
یہاں نخلستان بکثرت پائے جاتے ہیں ۔ شہر کے گرد فصیل تھی جس میں
آٹھ دروازے تھے ۔ یہ صنعاء کی مغربی جانب واقع ہے ۔ سمندر میں اس کی
ایک بندرگاہ ہے جسے علاقفہ کہتے ہیں ۔ اس کے اور سمندر کے درمیان
پندرہ میل کا فاصلہ ہے ۔ زبید سے جنوب کی طرف ساحل بحر پر مدینۃ المخا
ہے جہاں سے قہوے کے بیج باہر بھیجے جاتے ہیں ۔ مخا سے چار مرحلے
کے فاصلے پر بیت الفقیہ ہے ۔ یہ بھی ان علاقوں میں سے ہے جہاں قہوے
کے بیج پیدا ہوتے ہیں ۔

انھی میں سے ایک شہر "عدن" ہے جسے عدن آبِیَن کہا جاتا ہے
اس کا یہ نام اس کے بانی کے نام پر پڑا ۔ یہ شہر ساحل ہند پر باب المندب
سے جنوب کی طرف واقع ہے مگر جھکاؤ ذرا مشرق کی سمت ہے ۔ یہاں
ہندوستان اور مصر وغیرہ کے جہاز آ کر لنگر ڈالتے ہیں اور اٹھاتے بھی ہیں ۔
عدن پہاڑ کے دامن میں ہے اس کی فصیل سمندر تک چلی گئی ہے اس کا
ایک دروازہ خشکی کی طرف اور ایک سمندر کی طرف تھا ۔ علاقہ بنجر ہے ۔
پانی یہاں بالعموم جانوروں پر لاد کر لایا جاتا ہے ۔ آج کل یہ انگریزوں کے
قبضے میں ہے اور یہ یمن کی بندرگاہ ہے ۔

انھی میں سے ایک شہر نَجران ہے ۔ نون پر زبر اور جیم ساکن ۔
یہ یمن کی سرزمین کا بہت بڑا قطعہ ہے جہاں نخلستان اور درخت پائے
جاتے ہیں ۔ یہ صنعاء کے قریب عدن اور حضر موت کے درمیان واقع ہے ۔
کہا جاتا ہے کہ یہ یمن کے شمال سے لے کر صعدہ کے شمال تک کی پہاڑیوں
پر واقع ہے ۔ صنعاء تقریباً دس مرحلوں کے فاصلے پر ہے ۔ کبھی یہ
بلاد ہمدان میں شامل اور بستیوں ، شہروں ، آبادیوں اور پالیوں کے
درمیان واقع تھا ۔ نزار کی اولاد مضر ، ربیعہ اور ایاد جن افعیٰ جرھمی

کے پاس اپنے باپ کی وصیت کا فیصلہ کرانے کے لیے گئے تھے وہ یہیں کا تھا ۔ ہم عنقریب فراست[1] کے باب میں اس واقعہ کا ذکر کریں گے ۔

یہاں کے مشہور شہروں میں سے ایک ظفار ہے ۔ ظاء مشالہ اور فاء کے ساتھ ۔ یہ شہر ساحل جون پر واقع ہے ۔ یہ ساحل بحر ہند سے نکل کر شمال کی جانب ایک سو میل تک چلا گیا ہے ۔ یہ شہر ساحل سے قریب ہے ۔ اس کے اور صنعاء کے درمیان چوبیس فرسنگ کا فاصلہ ہے ۔ اس کے شمال میں احقاف کے وہ ریگستان ہیں جہاں قوم عاد آباد تھی ۔ یہ شہر کا دارالحکومت ہے ، یہاں بہت سی ہندوستان میں پیدا ہونے والی چیزیں پائی جاتی ہیں مثلاً ناریل اور پان ۔ یہاں ندیوں کے کنارے باغات لگے ہیں ۔ ساحلی علاقوں میں عنبر بھی پایا جاتا ہے ۔

## یمن کے شہروں سے ایک شہر مارب ہے

[۲۰۷] اس شہر کو اس کے بانی کے نام پر سبا بھی کہا جاتا ہے اور وہ تھا سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان جو ایک قول کے مطابق یمن کا پہلا بادشاہ تھا ۔ اس کا اصلی نام عبد شمس تھا ۔ اسے سبا اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ سب سے پہلا بادشاہ تھا جس نے قحطان کی نسل کے لوگوں کو قیدی بنا کر رکھا ۔ اس نے چار سو چوراسی سال حکومت کی ۔ اسی کے نام پر قبیلے کا یہ نام پڑا اور پھر ان کے مسکن کا ۔ یہ شہر یمن کے خوب صورت ترین شہروں میں سے تھا ۔ اس کے اور صنعاء کے درمیان تین دن کی مسافت کا فاصلہ ہے اور یہ صنعاء کی جنوب مشرقی جانب واقع ہے ۔ اس زمانے میں تمام عرب ممالک میں اس سے زیادہ آباد اور کوئی شہر نہ تھا ۔

عبدالملک قصیدہ ابن عبدون کی شرح میں کہتا ہے :

یمن میں سبا کی زمین میں آبادی اس قدر زیادہ تھی کہ اسے ایک تیز رفتار سوار دو ماہ میں طے کر سکتا تھا ۔ یہاں کے لوگ چار ماہ کی

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو بلوغ الارب : ۳ : ۲۶۴—۲۶۶ ۔

مسافت تک ایک دوسرے سے آگ لیے چلے جاتے تھے - پھر (ایسا دور آیا کہ) بری طرح تتر بتر ہو گئے -

دیگر معتبر مورخین نے ذکر کیا ہے کہ مارب کی ہوا لطیف تھی اور مٹی اچھی - یہاں نہ کوئی بیماری تھی نہ کیڑے مکوڑے ، یہاں تک کہ اگر کوئی مسافر یہاں آ جاتا اور اس کے کپڑوں میں جوئیں یا پسو ہوتے تو وہ مر جاتے ، یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اس کی شان میں بـلدة طیبة کے الفاظ استعمال کیے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ طیب سے مراد اس کی ہوا کی صحت افزائی ، پانی کی شیرینی اور سیرگاہوں کی کثرت ہے ، نیز یہ کہ گرمی کے موسم میں نہ یہاں اس قدر گرمی ہوتی ہے کہ ایذا دے اور نہ سردیوں کے موسم میں اس قدر سردی - اس شہر کے دائیں بائیں کثرت سے باغات لگے تھے - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شہر کے ہر مکان کے دائیں بائیں باغات تھے - جس کی وجہ پانی کی بہتات ہے -

روایت کی گئی ہے کہ جب بلقیس یہاں کی ملکہ بنی تو اس کی قوم نے اس وادی کے پانیوں کو لینے کے لیے جنگ کی ، چنانچہ وہ شہر چھوڑ کر اپنے محل میں چلی گئی - لوگوں نے اس سے واپس آنے کی درخواست کی مگر اس نے انکار کر دیا - لوگوں نے کہا : تجھے واپس جانا پڑے گا ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے - بلقیس نے جواب دیا " نہ تم لوگوں میں عقل ہے نہ میری بات مانتے ہو " - اس پر انھوں نے کہا : ہم اطاعت کریں گے - لہٰذا بلقیس پھر ان کی وادی میں لوٹ آئی - ان کے ہاں جب بارش ہوتی تو بارش کا پانی تین تین دن کی مسافت سے یہاں آیا کرتا تھا - اس نے حکم دے کر دو پہاڑوں کے درمیان پتھروں اور قار سے بند بندھوا دیا ، اور پانی کو اس بند کے ذریعے روک لیا - بلقیس نے اس بند کے اندر ایک دوسرے کے اوپر دروازے (sluice-gate) رکھوائے - بند کے قریب ہی ایک حوض بنوایا جس کے نہروں کی تعداد کے مطابق بارہ دہانے بنوائے - ہر دہانے سے یکساں پانی نکلتا [۲۰۸] (یہ مرحلہ اسی طرح چلتا رہا) تاآنکہ بلقیس کو حضرت سلیمانؑ کے ساتھ سابقہ پڑ گیا -

بعض کہتے ہیں کہ اس بند کا بنانے والا یمنی قبائل کا مورث اعلیٰ حمیر تھا ۔

بعض کا بیان ہے کہ لقمان اکبر بن عاد نے اسے تعمیر کیا تھا اور اس کے پتھروں کو سیسے اور لوہے کے ساتھ جوڑا تھا ۔ اس کی لمبائی بھی ایک فرسنگ تھی اور چوڑائی بھی ، یہ لوگ عرصۂ دراز تک نہایت مزے کی زندگی گزارتے رہے اور خوب فارغ البالی کے ساتھ بسر کرتے رہے یہاں تک کہ ایک عورت اپنے سر پر ٹوکرا لیے نکلتی ، اپنے دونوں ہاتھوں سے کام کاج کرتی چلتی جاتی اور اس کا ٹوکرا ان پھلوں سے جو وہاں کے درختوں سے گرتے بھر جاتا تھا ۔ بالآخر انھوں نے اللہ کا شکر ادا کرنے سے منہ موڑا اور انبیا علیہم السلام کو جھٹلایا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بند پر چھچھوندر کو مسلط کر دیا ۔ اس نے وہاں بچے پیدا کر لیے اور بند کو پھاڑ ڈالا جس سے بہت بڑی طغیانی آ گئی جو بند کو بہا لے گئی ۔ ساتھ ہی ان کے باغات اور بہت سے انسان بھی بہ گئے ۔ یہ طغیانی جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے فترت کے زمانے میں اور ذی‌الاذعار کے عہد میں آئی تھی ۔ پہلا شخص جس نے " سیل عرم " کے حادثے کو اس کے ظہور میں آنے سے کافی عرصہ پہلے محسوس کر لیا تھا اور یمن سے نکل گیا تھا وہ عمرو بن عامر مُزَیقیا تھا جسے طریفہ کاہنہ نے پہلے سے آگاہ کر دیا ہوا تھا ۔ جب ہم کہانت پر بحث کریں گے تو جو سجع اس نے کہا اس کا انشاء اللہ ذکر کریں گے ۔ نیز ان قبائل کا بھی ذکر کریں گے جو یہاں سے نکل کر ادھر اُدھر منتشر ہو گئے ، پھر مختلف مقامات پر جا کر آباد ہوئے ۔ مارب کی زمین میں آج بھی ان کے باقیماندہ آثار پائے جاتے ہیں ۔ نیز حمیری خط میں بہت سے کتبے موجود ہیں جن کا پتا بعض ان فرنگی سیاحوں نے چلایا ہے جو ان علاقوں میں چکر لگاتے رہے ۔ یہ بات انھیں ان کتبوں کے مقابلے سے معلوم ہوئی جن کو انھوں نے حبشی ، کوفی ، فینیقی اور عبرانی خط میں دریافت کیا تھا ۔ اس طرح لوگوں کو اس قوم کی تہذیب اور عام معلومات سے آگاہی حاصل ہو گئی ۔

یمن میں اور بھی بہت سے مشہور شہر ہیں جن کا یمن کے پانچ حصوں کے ضمن میں مکمل طور پر ذکر نہیں کیا جا سکتا یعنی حضر موت، مہرۃ، عمان، شحر اور نجران۔ اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ یمن عرب عاربہ یعنی عاد، طسم، جدیس، امیم، جرہم، حضر موت اور ان لوگوں کی جائے سکونت تھا جن کا شمار عرب عاربہ میں ہوتا ہے۔ پھر قوم ثمود یہاں سے نکل کر شام کی سرزمین میں حجر کے علاقے میں چلی گئی اور وہیں رہی تاآنکہ یہ لوگ فنا ہو گئے۔ نیز عرب عاربہ کے وہ لوگ بھی فنا ہو گئے جو یمن میں باقی رہ گئے تھے مثلاً عاد وغیرہ، ایک قول کے مطابق بنو قحطان بن عامر ان کے جانشین بنے اور [۲۰۹] عرب یمن کے نام سے مشہور ہوئے، وہ طغیانی کے حادثے کی وجہ سے عمرو کے یہاں سے چلے جانے تک یہیں رہے۔ جو لوگ بچ گئے تھے وہ وہاں سے نکل کر حجاز، شام وغیرہ علاقوں میں آباد ہو گئے۔ حجاز بنی عدنان کی سرزمین تھی حتٰی کہ بخت نصر نے ان پر چڑھائی کی۔ ان میں سے کچھ لوگ عراق کے علاقے انبار میں چلے گئے تھے۔ اس کے بعد عرب مختلف اطراف میں پھیلتے رہے یہاں تک کہ اسلامی فتوحات کا زمانہ آ گیا۔ اب یہ لوگ دیگر ممالک میں جا پہنچے یہاں تک کہ یہ ترکوں اور ان کے قریب کے علاقوں میں جا وارد ہوئے۔ یہ لوگ مغرب کے بعید ترین علاقوں میں بھی گئے۔ اندلس میں بھی پہنچے اور مشرقی ممالک میں بھی۔ غرضیکہ انھوں نے دنیا بھر کو بھر دیا۔ یمن کے کچھ عرب حجاز چلے گئے تھے اور وہیں مقیم ہو گئے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ حجاز کے بعض عرب یمن چلے گئے اور وہیں کے ہو رہے۔ جو لوگ یمن اور حجاز میں باقی رہ گئے تھے وہ آج تک وہیں ہیں۔

## شام کے صحراؤں میں عربوں کے شہروں اور عمارتوں میں سے ایک شہر تَدْمُر ہے

یہ شام کے صحرا اور حمص کی عمل داری میں شامل ایک قدیم شہر

ہے اور حمص کی مشرقی جانب واقع ہے - یہاں کی زمین زمین شور ہے - کبھی یہاں نخلستان اور زیتون کے درخت پائے جاتے تھے - یہاں بڑے بڑے آثار قدیمہ مثلاً ستون اور چٹانیں موجود ہیں - اس کی ایک فصیل اور قلعہ تھا - اس کے اور حمص کے درمیان تقریباً تین مرحلوں کا فاصلہ ہے - اتنا ہی فاصلہ سلمیہ کا ہے - یہاں سے دمشق کا فاصلہ اسٹھ میل ہے اور اس کے اور زحمہ کے درمیان ایک سو دو میل کا فاصلہ ہے - شام کے بادشاہوں میں سے آل ربیعہ کی یہیں رہائش ہوتی تھی - مؤرخین کا اس کے بانی کے متعلق اختلاف ہے - بعض کہتے ہیں کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا تھا کیونکہ یہ شہر آپ کی قیام گاہ تھا اور یہ کہ جنوں نے اس شہر کو آپ کے لیے پتھر کی سلوں، ستونوں اور سفید اور سرخ سنگ مرمر سے بنایا تھا۔ اسی کے متعلق نابغہ ذبیانی نعمان بن منذر کی مدح کرتا ہوا کہتا ہے:

وَلاَ أَرَى فَاعِلاً فِي النَّاسِ يُشْبِهُهُ
وَمَا أُحَاشِي مِنَ الأَقْوَامِ مِنْ أَحَدِ

میرے خیال میں کوئی نیک کام کرنے والا اس جیسا نہیں ہو سکتا، اور میں تمام اقوام میں سے کسی کو مستثنیٰ قرار نہیں دیتا

إِلاَّ سُلَيْمَانَ إِذْ قَالَ الإِلَهُ لَهُ
قُمْ فِي البَرِيَّةِ فَاحْدُدْهَا عَنِ الفَنَدِ

سوائے سلیمان (علیہ السلام) کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ مخلوق میں کھڑے ہو کر انہیں خطا کاری سے روکیں

وَخَيِّسِ الجِنَّ إِنِّي قَدْ أَذِنْتُ لَهُمْ
يَبْنُونَ تَدْمُرَ بِالصُّفَّاحِ وَالعَمَدِ

[۲۱۰] اور جنوں کو مقہور کرکے رکھیں کیونکہ میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ تدمر کو پتھروں کی سلوں اور ستونوں سے تعمیرات عمل میں لائیں

فَمَنْ أَطَاعَ فَأَعْقِبْهُ بِطَاعَتِهِ
كَمَا أَطَاعَكَ وَادْلُلْهُ عَلَى الرَّشَدِ

لٰہذا جو اطاعت کرے اسے اس کی اطاعت گزاری کی جزا دیں اور اس کی صحیح راستے کی طرف رہنمائی کریں

وَمَنْ عَصَاكَ فَعَاقِبْهُ مُعَاقَبَةً
تَنْهَى الظَّلُومَ وَلَا تَقْعُدْ عَلَى ضَمَدِ

اور جو نافرمانی کرے اسے سزا دیں۔ ظالم کو (ظلم سے) روکیں اور خود بھی کینہ اور دشمنی دل میں نہ پالیں

إِلَّا لِمِثْلِكَ أَوْ مَنْ أَنْتَ سَابِقُهُ
سَبْقَ الجَوَادِ إِذَا اسْتَوْلَى عَلَى الأَمَدِ

اگر کینہ رکھیں تو صرف ان لوگوں کے خلاف جو آپ جیسے ہوں اور جن سے آپ اصیل گھوڑے کی طرح غایت تک پہنچنے میں سبقت لے جائیں

۱۔ اس کا ذکر ثعالبی۲ نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔ یہ عربوں کا طریقہ ہے کہ وہ مبالغے کے طور پر ایک بات کہہ جاتے ہیں مگر وہ حقیقت پر مبنی نہیں ہوتی، جس طرح ان کا خیال تھا کہ عبقر جنوں کے شہر کا نام ہے لٰہذا وہ ہر عجیب بات کو اس کی طرف منسوب کر دیتے تھے،

---

۱۔ المعلقات العسر میں پہلا مصراع یوں دیا ہے:
فَمَنْ أَطَاعَكَ فَانْفَعْهُ بِطَاعَتِهِ
اور یہی روایت بہتر ہے۔

۲۔ ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراھیم النیشاپوری الثعالبی المفسر۔ حافظ واعظ اور علم تفسیر کے استاد تھے۔ انھوں نے تفسیر کبیر لکھی، قصص الانبیا، کتاب العرائس لکھی۔ سمعانی کہتا ہے کہ انہیں ثعلبی اور ثعالبی دونوں طرح کہا جاتا ہے اور یہ ان کا لقب ہے نسبت نہیں۔ ۴۲۷ھ میں وفات پائی (شذرات: ۳: ۲۳۰: ۲۳۱)

چنانچہ ان کے خیال میں تدمر کو جنوں نے تعمیر کیا تھا ، اس لیے وہ بانیوں کی بے پناہ قوت اور اس شہر کی حیران کن صنعت کو دیکھتے رہ جاتے تھے ۔ قاموس میں ہے کہ تَدْمُر بروزن تَنْصُر حسّان بن اُذَیْنَہ کی بیٹی کا نام ہے ۔ اسی کے نام پر اس شہر کا یہ نام پڑا اور یہی معتمد علیہ روایت ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا تھا ان کی مراد یہ ہو کہ انھوں نے اسے خوبصورتی عطا کی تھی ، اور اس کی عمارتوں میں اضافہ کیا تھا ۔ واللہ اعلم ۔

انھی شہروں میں سے ایک شہر تیماء ہے ۔ یہ طئی کا صدر مقام ہے ، یہیں وہ قلعہ ہے جو ابلق فرد کے نام سے مشہور ہے اور سموأل بن عادیاء کی طرف منسوب ہے ، ثمود کی زمین میں یہ حجر اور شام کے درمیان بہت بڑا شہر تھا ۔ یہاں پانی کا چشمہ بھی تھا اور نخلستان بھی ۔ کہا جاتا ہے کہ اصحاب الایکہ جن کی طرف شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا وہ بھی یہیں آباد تھے ۔ اس قلعے کے متعلق سموأل اپنے مشہور قصیدے میں کہتا ہے :

لَنَا جَبَلٌ یَحْتَلُّہُ مَنْ نُجِیْرُہُ
مَنِیْعٌ یَرُدُّ الطَّرْفَ وَھُوَ کَلِیْلُ

ہمارا ایک پہاڑ ہے جس پر وہ چڑھتے ہیں جنھیں ہم پناہ دیتے ہیں ، یہ بڑا محفوظ ہے اور نگاہ کو خیرہ کرکے لوٹا دیتا ہے

ھُوَ الاَبْلَقُ الفَرْدُ الَّذِی شاعَ ذِکْرُہُ
یَعِزُّ عَلَی مَنْ رَامَہُ وَیَطُوْلُ

یہ وہی ابلق فرد ہے جس کی شہرت عام ہے کہ جو اس کا قصد کرکے آئے یہ اس پر غالب آ جاتا ہے

رَسَا اَصْلُہُ تَحْتَ الثَّرَی وسَمَا بِہِ
اِلَی النَّجْمِ فَرْعٌ لَا یُنَالُ طَوِیْلُ

اس کی جڑ تحت الثریٰ میں مضبوط گڑی ہوئی ہے اور اس کی شاخ (چوٹی) ثریا تک چلی گئی ہے جسے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا

انھی شہروں میں سے ایک شہر مدین ہے ، یہ حجر کی مغربی جانب قدرے جنوب کی طرف مائل سمندر کے قریب ایک شہر ہے ۔ اسی شہر کے متعلق کثیر کہتا ہے :

رُھْبَانُ مَدْیَنَ وَالَّذِیْنَ عَھِدْتُھُمْ
یَبْکُوْنَ مِنْ حَذَرِ العَذَابِ قُعُوْدا

مدین کے راہب اور وہ لوگ جنھیں میں نے عذاب کے ڈر سے بیٹھے روتے دیکھا ہے

لَوْیَسْمَعُوْنَ کَمَا سَمِعْتُ کَلَامَھَا
خَرُّوا لِعَزَّۃَ رُکَّعاً وسُجُوداً[1]

اگر یہ میری طرح میری محبوبہ عزہ کا کلام سن پائیں تو اس کے سامنے رکوع و سجود میں گر جائیں

[۲۱۱] یہ شہر عرصہ دراز سے ویران ہے ، اس کے کھنڈرات اور نشانات مٹ چکے ہیں ۔ انھی میں سے ایک شہر دومۃ الجندل ہے ۔ عراق میں عین التمر کے قریب دُومہ نامی ایک شہر میں ایک آدمی تھا جس کا نام اُکَیدِر تھا ۔ وہ اپنے خالوؤں کی جو اطراف شام میں تھے اور بنی کلب سے تعلق رکھتے تھے ملاقات کے لیے آیا کرتا تھا ۔ ایک بار جب وہ راستے میں جا رہا تھا تو اسے ایک منہدم شدہ شہر دکھائی دیا جس کی صرف چند ایک دیواریں باقی رہ گئی تھیں ۔ یہ شہر جندل نامی علاقے میں تعمیر ہؤا تھا ۔ اکیدر نے اسے ازسر نو بنوایا ، یہاں درخت لگائے اور اس کا نام دومۃ الجندل رکھا تاکہ دومۃ العراق اور دومۃ الجندل میں امتیاز ہو سکے ۔ یہاں بنو کلب ٹھہرا کرتے تھے ، جن میں زہیر بن جناب کلبی بھی

---

۱ - مگر سہیلی (الروض الانف : ۱ : ۱۱) کہتا ہے : ورأیت للبکری ان دومۃ الجندل عرفت بدوما بن اسمعیل و کان نزلھا

شامل تھا ۔ اسی نے الحنیٔ کے چشمے پر بنی تغلب اور بکر کے خلاف ان کی یورش کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے :

أَيْنَ أَيْنَ الفِرَارُ مِنْ حَذَرِ المَوْ
تِ وَإِذْ تَتَّقُونَ بِالأَسْلَابِ

موت کے ڈر سے تم بچ کر کہاں جا سکتے تھے ، اس وقت جب تم لوٹ مار کے مال کے ذریعے اپنا بچاؤ کر رہے تھے

إِذْ أَسَرْنَا مُهَلْهِلاً وَأَخَاهُ
وَابْنَ عَمْرٍو فِي القَيْدِ وَابْنَ شِهَابِ

جب ہم نے مہلہل کو ، اس کے بھائی کو اور ابن عمرو کو اور ابن شہاب کو بیڑیوں میں جکڑ رکھا تھا

وَسَبَيْنَا مِنْ تَغْلِبٍ كُلَّ بَيْضَا
ءَ رَقُودِ الضُّحَى بَرُودِ الرُّضَابِ

اور ہم نے بنی تغلب کی ہر سفید رنگ کی عورت کو جو چاشت کے وقت سونے والی اور ٹھنڈے لعاب دہن والی تھی قید کر لیا تھا

اور انھی میں سے زہیر بن شریک کلبی ہے اسی نے اپنی بیوی اسماء سے یوں کہا تھا :

أَلَا أَصْبَحَتْ أَسْمَاءُ فِي الخَمْرِ تَعْذِلُ
وَتَزْعَمُ أَنِّي بِالسِّفَاهِ مُوَكَّلُ

خبردار ! اسماء تو مجھے شراب کے متعلق ملامت کرنے لگ گئی ہے اس کا خیال ہے کہ میں حماقت ہی کا مرہون ہو کر رہ گیا ہوں

فَقُلْتُ لَهَا : كُفِّي عِتَابَكِ نَصْطَبِحْ
وَإِلَّا فَبِينِي فَالتَّعَزُّبُ أَمْثَلُ

میں نے اس سے کہا : عتاب بند کرے تاکہ ہم شراب پی لیں ورنہ جدا ہو جا (اس لیے کہ ایسے عالم میں) دوری ہی زیادہ مناسب ہے

رہا حِبجِر ۔ حاء مہملہ کے نیچے زیر تو یہ دومۃ الجندل کے جنوب میں ہے ، یہیں ثمود کے گھر تھے ۔

مگر حَجر ۔ زبر کے ساتھ ۔ یہ یمامہ میں شہر یمامہ کے قریب ہے اور یہ بنی حنیفہ اور مضر کے کچھ لوگوں کی منزل گاہ تھی ۔ یہ بنی حنیفہ بکر بن وائل میں سے ہیں ۔ انھی میں سے مسیلمہ کذّاب بھی تھا۔ ان کا تعلق قبیلہ ربیعۃ الفرّس کے عرب مستعربہ سے ہے ۔

دومۃ الجندل کی عظیم عمارتوں میں سے ایک مارد تھا ، یہ سموأل بن عادیا الغسانی کا قلعہ تھا۔ اسی طرح ابلق بھی سموأل کا قلعہ تھا ، مگر مارد دومہ میں تھا اور سیاہ پتھروں کا بنا ہوا تھا ۔ ابلق تیماء کے علاقے میں تھا جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ، یہ سیاہ و سفید پتھروں کا بنا ہوا تھا ۔ جزیرے کی [1]ملکہ ھند نے جو زبّاء کے نام سے مشہور ہے ان دونوں قلعوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر جب قبضہ نہ کر سکی تو کہا :

تَمَرَّدَ مَارِدٌ وَعَزَّ الأَبْلَقُ

(مارد سرکش ہو گیا اور ابلق غالب رہا)

یہ قول ضرب المثل بن گیا ۔

صحرائے شام میں عربوں کی عمارتوں میں سے ایک " صرح الغدیر " ہے ، یہ حوران کے اطراف میں بلقاء کے قریب غسانی بادشاہوں کی [۲۱۲] عمارتوں میں سے ہے ۔ اسے ثعلبہ بن عمرو بن جفنہ غسانی نے تعمیر کیا تھا ۔ انھی میں سے قناطر ، اذرح ، اور قسطل ہیں اور یہ جبلہ بن الحارث بن ثعلبہ (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کی عمارتوں میں سے ہیں ۔ انھی میں سے حفیر ، مصنعہ ، قصر ابیر اور معان ہیں ، اور یہ بھی مذکورہ بالا حارث بن جبلہ کی عمارتوں میں سے ہیں ۔ حارث خود بلقاء میں رہا کرتا تھا ۔

انھی میں سے قصرالغضا ، صفات العجلات ، اور قصر منار ہیں اور یہ

---

۱ ۔ الوسی کے اس بیان سے تعجب ہوتا ہے کیونکہ زبّاء اسلام کے زمانے سے بہت پہلے ہوئی ہے اور ان قلعوں کا مالک سموأل امرؤ القیس کا دوست تھا اور امرؤالقیس اسلام سے تقریباً نصف صدی پہلے ہوا ہے ۔

عمرو بن الحارث مذکورہ کی عمارتوں میں سے ہیں ۔ کیونکہ اس نے دمشق اور اس کے اطراف میں متعدد بلند محل بنوائے تھے ۔ یہ تعمیرات انہی میں سے ہیں ۔

انہی میں سے قصر السویداء اور قصر حارب ہیں جنہیں نعمان بن عمرو نے (جس کا ذکر گزر چکا ہے) بنایا تھا ۔

انہی میں سے قصر برقع ہے ، جسے عمرو کے بھائی جبلہ بن الحارث کے لیے صحرا میں بنایا گیا تھا ۔ اسی نے تدمر بھی بنوایا تھا ، رہے قصر برکہ اور ذات انمار تو ان کے گورنر '' قین '' نے اس کے لیے بنایا تھا ۔ انہی میں سے جبلہ ایہمیہ ہے ۔ یہ ایک شہر ہے جسے غسان کے آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم نے تعمیر کیا تھا ۔ یہی وہ جبلہ ہے جو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلام لایا مگر بعد ازاں روم کے بادشاہ قیصر کے پاس چلا گیا اور عیسائی[1] ہو گیا پھر اس کے پاس مقیم رہا ۔ اس کا یہ قصہ مشہور ہے ۔ یہ بادشاہ شاہی قوت و غنیے میں ضرب المثل تھا چنانچہ کہا جاتا ہے أعَزُّ مُلْكاً مِنْ جَبَلَةَ بن الأَيْهم جبلہ بن ایہم سے بھی زیادہ طاقتور مملکت والا ۔

---

۱ ۔ محمد بہجہ اثری نے اس مقام پر ایک نوٹ دیا ہے جس میں لکھا ہے کہ ان کے استاد الوسی مؤلف کتاب بلوغ الارب نے انہیں بتلایا ۔ انہوں نے ابن الشجری کی کتاب '' المختلف و المؤتلف '' کے ایک قلمی نسخے میں دیکھا ہے کہ انہوں نے شدت سے اس بات کی تردید کی ہے کہ جبلہ عیسائی ہو گیا تھا ۔ اس پر بہجہ اثری کو اس بحث کے پڑھنے کا شوق ہوا تو الوسی نے بتلایا کہ انہوں نے اس ولیعد نسخے کو طبع کرانے کی غرض سے مصر کے کسی کتب فروش کے پاس بھیجا تھا مگر اس نے خیانت کی اور اس نسخے کو کسی مستشرق کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اب یہ نسخہ یورپ کے کسی کتبخانے میں ہے ۔

# ''جزیرۃ العرب کے وہ علاقے جو عراق کے آس پاس ہیں''

یاد رکھیں کہ بہت سے عرب عراق کی حدود میں شامل جزیرۃالعرب کی زمین میں آباد ہیں اور کچھ (اصل) عراق میں۔ مورخین کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کا سبب کیا تھا۔ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں عربوں کے تیسرے طبقے یعنی العرب التابعۃ للعرب پر بحث کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ بابل کے بادشاہ بخت نصر نے کچھ عربوں کو حیرہ میں آباد کیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ تبابعہ اور دیگر لوگوں کے ساتھ اس کی جنگیں جاری رہتی تھیں۔ بخت نصر کی موت کے بعد یہ [۲۱۳] عرب وہاں سے منتقل ہو کر انبار چلے گئے اور پھر عراق کی زمین میں پھیل گئے۔ ہمدانی کتاب جزیرہ العرب میں لکھتا ہے: تبع ابو کرب دوسری یورش کے لیے روانہ ہوا اور جب حیرہ کے مقام پر پہنچا تو اس نے وہاں مالک بن فہم بن غنم بن دوس کو ساز و سامان کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا اور اس کے ساتھیوں میں سے جن لوگوں کے پاس سامان تھا سب اس کے ساتھ رہ گئے، اُن لوگوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ اس نے ان سے کہا: اسی جگہ پر جمع ہو جاؤ (تَحَیَّرُوا ھٰذَا المَوضِع) لہٰذا اس مقام کا نام حیرہ پڑ گیا۔ یہ معنی عربوں کے اس قول سے لیے گئے ہیں تَحَیَّرَا لماءُ إذَا اجتَمَعَ وزَادَ (جب پانی جمع ہو کر بڑھ جائے تو تَحَیَّرَ الماءِ بولتے ہیں) وتَحَیَّرَ المکان بالماء اذا امتلأ (اور جب کوئی جگہ پانی سے بھر جائے تو بھی تحیرالمکان بالمَاءِ بولتے ہیں) چنانچہ مالک حیرہ کا پہلا بادشاہ اور ملوکِ حیرہ کا مورث تھا۔ ان کی بادشاہی حیرہ، انبار، ہیئت، اور اس کے نواح، عین السمر، براری غمیر کے اطراف، قطقطانہ اور حفیہ کے درمیان تھی۔ جس مقام پر حیرہ واقع تھا وہ نہایت پاکیزہ تھا، یہاں کی ہوا لطیف، پانی نہایت ہلکا، مٹی نہایت میٹھی، اور فضا نہایت صاف تھی، نہ اس قدر وسیع جس قدر ریف کا علاقہ ہے اور نہ اتنا پتھریلا کہ جس قدر

پست زمین ہو سکتی ہے یہ کھیتوں ، باغوں ، اور بڑی بڑی منڈیوں کے ساتھ ملا ہؤا تھا ۔ کیونکہ یہ شہر صحرا کی بیرونی جانب سے ایسے مقام پر واقع تھا جہاں سمندری جہاز ہند اور چین وغیرہ سے آ کر لنگر انداز ہوتے تھے ۔ عراق میں حیرہ ایک علاقے کا نام تھا جس میں کوفے کے قریب ایک شہر بھی آباد تھا ۔

ہمدانی کو چھوڑ کر بعض دیگر مورخین کہتے ہیں کہ حیرہ صحرا کے کنارے اور عراق کی سر سبز سر زمین پر اباد تھا اور یہ کہ جب تبع یمن سے خراسان کی جانب روانہ ہؤا اور رات کے وقت اس مقام پر پہنچا تو حیران رہ گیا چنانچہ یہیں قیام کر لیا اور اس کو تعمیر کرنے کا حکم دیا ، اس وجہ سے نام حیرہ پڑ گیا ، پھر یہ نعمان بن منذر کی اولاد سے تعلق رکھنے والے لخمی بادشاہوں کا صدر مقام بن گیا ۔ منذر بن امرؤ القیس نے یہیں عیسائیت اختیار کی تھی ۔ اس نے عظم‌الشان گرجے بنائے تھے ۔ ایک محل بھی کھڑا کیا تھا جس کا نام زوراء رکھا تھا ۔ نابغہ کے اس شعر میں یہی مراد ہے :

وَ تُسۡقَىٰ إِذَا مَا شِئۡتَ غَيۡرَ مُصَرَّدٍ
بِزَوۡرَاءَ فِيۡ أَكۡنَافِهَا المِسۡكُ كَارِعُ[1]

تجھے زوراء[1] کے مقام پر جب بھی تو چاہے سیر ہو کر شراب پلائی جائے گی ۔ زوراء کے اطراف میں گویا تو کستوری پیے گا ۔ (فضا اس قدر خوشبودار ہے)

---

۱ ۔ لسان العرب (مادہ ک ر ع) میں دوسرا مصراع یوں دیا ہے : بِمُستهشَبَاءَ فِي أكنافها المِسْكُ كَارِعُ پھر لکھا ہے : قال : الكارع الانسان اى انت المسك لانك انت الكارع فيها المسك ۔ مزید برآں اسی شعر کے متعلق (مادہ زور) میں لکھا ہے والزوراء دارىالحيرة بناها النعمان بن المنذر ذكرها النابغة فقال : بِزَوْرَاءَ فِيْ أَكْنَافِهَا المِسْكُ كَارِعُ وقال ابو عمرو : زوراء ههنا مكوك من فضة مثل‌التلتلة ۔ چنانچہ اس کی تشریح میں ابو عمرو نے زوراء سے مراد پیالہ لیا ہے ۔

انبار بھی عراق کا ایک شہر ہے جو نہر فرات کی مشرقی جانب واقع ہے ۔ اس کے اور بغداد کے درمیان تقریباً دس فرسنگ کا فاصلہ ہے ۔ اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ کسریٰ بادشاہ یہاں اپنا غلہ جمع کیا کرتے تھے ۔ فتح اسلامی کے بعد یہاں سے اہلِ علم کی ایک جماعت پیدا ہوئی ۔ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رض نے کوفہ آباد کیا تو انھوں نے حیرہ کے لوگوں کو یہاں منتقل کر دیا جس کی وجہ سے حیرہ ویران ہو گیا ۔ کبھی یہاں زمانۂ جاہلیت کے عربوں کی عمارتوں میں سے عظیم الشان محل موجود تھے جن میں سے ایک محل کا نام خورنق تھا ۔ یہ کوفے کی بیرونی جانب حیرہ میں واقع تھا ۔ اسے سِنِمّار نامی ایک معمار نے بادشاہ نعمان اکبر بن امرؤ القیس اللخمی الملقب بالمحرق کے لیے بیس سال کی مدت میں تعمیر کیا تھا ۔ جب وہ تعمیر سے فارغ ہوا تو بادشاہ مذکور نے [۲۱۴] اسے مکان کی چوٹی سے پھینک کر مار ڈالا تا کہ وہ کہیں ایسا ہی محل کسی اور بادشاہ کے لیے نہ بنا دے ۔ عربوں نے اس واقعے کو ضرب المثل بنا دیا اور کہا جَزَاہ جَزَاءَ سِنِمّارٍ (اس نے اسے وہی بدلہ دیا جو سنمار کو ملا تھا)

جَزَانِیْ جَزَاهُ اللّٰہُ شَرَّ جَزَائِہٖ[1]
جَزَاءَ سِنِمَّارٍ وَمَا كَانَ ذَا ذَنْبٍ

خدا اسے بری جزا دے اس نے مجھے سنمار کی سی جزا دی حالانکہ وہ بے گناہ تھا

سِوَی رَصِّہٖ[2] الْبُنْیَانَ عِشْرِیْنَ[3] حِجَّۃً
یُعَلِّیْ عَلَیْہِ بِالْقَرَامِیْدِ وَالسَّکْبِ

---

۱ - الوسی نے ان اشعار کے قائل کا نام نہیں دیا ۔ ابو عبید بکری نے شرح امالی میں قائل کا نام کلبی دیا ہے اور میمن نے پورا نام عبدالعزی بن امرؤ القیس بتایا ہے (شرح امالی : ۱ : ۵۰۴)

۲ - بلوغ الارب میں رضّہ (ضاد کے ساتھ) ہے اسے رَصِّہٖ (صاد مہملہ کے ساتھ) پڑھیں ۔

۳ - شرح امالی میں عشرین کی بجائے سبعین دیا ہے ۔

اس کا صرف یہی گناہ تھا کہ وہ بیس سال تک اس عمارت کا پتھر کے ساتھ پتھر ملا کر رکھتا رہا اور اینٹیں اور تانبا لے کر اوپر جاتا رہا

فَلَمَّا رَأَى الْبُنْيَانَ تَمَّ سُحُوقُهُ
وَآضَ كَمِثْلِ الطَّوْدِ وَالشَّاذِخِ الْمُشْعَبِ

پھر جب اس نے دیکھا کہ عمارت اپنی مکمل بلندی کو پہنچ چکی ہے اور یہ عمارت ایک عظیم اور بلند و دشوار گزار پہاڑ کی طرح ہو گئی ہے

وَظَنَّ سِنِمَّارٌ بِهِ كُلَّ حَبْوَةٍ[1]
وَفَازَ لَدَيْهِ بِالْمَوَدَّةِ وَالْقُرْبِ

تو اس وقت سنمار کو خیال آیا کہ اس کے بدلے میں اسے ہر طرح کے عطیے ملیں گے اور وہ بادشاہ کی دوستی اور قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا

[2]رَمَى بِسِنِمَّارٍ عَلَى أُمِّ رَأْسِهِ
وَذَاكَ لَعَمْرُ اللهِ مِنْ أَعْظَمِ الْخَطْبِ

مگر بادشاہ نے سنمار کو سر کے بل پھینک دیا ، خدا کی قسم یہ تو بہت ہی برا کام تھا

اور سلیط بن سعد کہتا ہے

جَزَى بَنُوهُ أَبَا الْغَيْلَانَ عَنْ كِبَرٍ
وَحُسْنِ فِعْلٍ كَمَا يُجْزَى سِنِمَّارُ

---

۱ - بلوغ الارب میں خیرۃ دیا ہے اسے حَبْوَةٍ پڑھیں جیسا کہ شرح امالی میں ہے -

۲ - شرح امالی میں پہلا مصراع یوں دیا ہے : فقال : أَقْذِفُوا بِالْعِلْجِ مِنْ رَأْسِ شَاهِقٍ - (اس نے کہا کہ اس کافر کو ایک بلند جگہ کی چوٹی سے پھینک دو) -

ابو الغیلان کو بڑھاپے میں اس کے بیٹوں نے اس کے حسن فعل کے
عوض وہ جزا دی جو سنار کو دی گئی تھی

یہ روایت بھی کی جاتی ہے کہ سنار کے قتل کی وجہ کوئی اور ہی تھی ۔ خورنق کے محل کا قصہ ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی میں عدی بن زید کے حالات میں تفصیل سے قلمبند ہؤا ہے اور وہیں سلیط بن سعد کے حالات بھی مندرج ہیں ۔

کہا جاتا ہے کہ جب یہ بادشاہ تس سال حکومت کر چکا تو ایک روز جبکہ اسی محل میں بیٹھے بیٹھے اس نے اپنی سلطنت ، مال اور خزانوں پر غور کیا ، یہ خزانے بہت زیادہ تھے ، تو کہنے لگا یہ مال جو آج میری ملکیت ہے اور کل ہی کوئی اور اس کا مالک بن جائے گا ، آخر اس میں کیا بھلائی ہوئی ، وہیں اس نے بادشاہت ترک کر دی اور اپنے حاجبوں (دربانوں) کو دروازوں سے ہٹ جانے کا حکم دے دیا ۔ جب رات کی تاریکی چھا گئی تو اس نے ایک کمبل اوڑھا اور کسی طرف کو نکل گیا اس کے بعد کسی نے اسے نہیں دیکھا ۔

ان عمارتوں میں سے ایک عمارت ''سَدِیر'' ہے ۔ یہ دوسرا محل ہے جسے نعمان اکبر نے تعمیر کیا تھا ۔ انھی میں سے ایک قلعہ صنبر ہے ۔ جسے امرؤالقیس بن نعمان اعور نے بنوایا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ سنار کا واقعہ جو اس بادشاہ سے متعلق ہے اسی محل کی تعمیر کے بعد پیش آیا تھا ۔

شعرا ان محلوں اور دیگر قدیم عربی عمارتوں کا ذکر بڑے شوق سے کرتے ہیں ، چنانچہ اسود بن یعفر کہتا ہے :

أَهْلُ الخَوَرْنَقِ والسَّدِیرِ وبَارِقٍ
والقَصْرِ ذِی الشُّرُفَاتِ مِنْ سِنْدَادِ

یہ لوگ خورنق ، سدیر ، بارق ، اور سنداد میں کنگروں والے محل میں رہنے والے تھے

[۱] منخل یشکری [۲۰۵] نے قصیدہ کہا جس میں سے چند اشعار یہ ہیں ۔ انھی اشعار کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اسے معزول کر دیا تھا ۔

وَلَقَدْ شَرِبْتُ مِنَ الْمُدَامَ
ةِ بِالصَّغِیْرِ وَ بِالْکَبِیْرِ

میں نے چھوٹے کے ساتھ بھی شراب پی اور بڑے کے ساتھ بھی

وَاِذَا سَکِرْتُ فَاِنَّنِیْ
رَبُّ الْخَوَرْنَقِ وَالسَّدِیْرِ

جب مست ہو جاتا ہوں تو میں خورنق اور سدیر کا مالک (نعمان) ہوتا ہوں

وَاِذَا صَحَوْتُ فَاِنَّنِیْ
رَبُّ الشُّوَیْهَةِ وَالْبَعِیْرِ

مگر جب ہوش میں آتا ہوں تو میں (پھر وہی) چند بکریوں اور اونٹوں کا مالک ہوتا ہوں

یہ اشعار ایک لمبے قصیدے کا حصہ ہیں ۔ یہ منخل جاہلی زمانے کا شاعر تھا اور نعمان بن منذر کا ندیم تھا ۔ اسی نے نعمان بن منذر کے پاس نعمان کی بیوی متجردہ کے بارے میں نابغہ کی چغلی کھائی تھی چنانچہ نابغہ غسانی آل جفنہ کے یہاں چلا گیا تھا ۔

ابو العتاھیہ کہتا ہے :

---

۱ ۔ منخل بن حارث یشکری کا مکمل قصیدہ حماسہ صفحہ ۸۹ پر دیا ہے اور یہاں ان اشعار کے کہنے کا واقعہ بھی دیا ہے ۔ تعجب کی بات ہے کہ الوسی پہلے تو منخل کو حضرت عمرؓ سے معزول کراتا ہے پھر اسے جاہلی شاعر بھی قرار دیتا ہے ۔ ان دونوں باتوں میں کیسے مطابقت ہو سکتی ہے ۔ حالانکہ درحقیقت منخل ایک جاہلی شاعر ہے ۔ واقعہ دراصل یوں ہے کہ کسی اور نے منخل کے ان اشعار کو پڑھا تھا جس پر حضرت عمرؓ نے اسے معزولی کی سزا دی تھی ۔

لَهفِي عَلَى الزَّمَنِ القَصِيرِ
بَيْنَ الخَوَرْنَقِ وَالسَّدِيرِ

خورنق اور سدیر کے درمیان (جو وقت گزرا) مجھے اس مختصر سے وقت پر افسوس آتا ہے

اس سلسلے میں بہت سے شعر کہے گئے ہیں - ہم نے عراق کی بہت سی قدیم عمارتوں کا ذکر نہیں کیا - کتاب معجم البلدان میں اور اُن دیگر کتابوں میں ان کا ذکر موجود ہے جو اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں -

یاد رکھیں کہ عراق جزیرۃ العرب میں شامل نہیں ہے اور سواد یعنی سواد کسریٰ جسے مسلمانوں نے حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں فتح کیا عراق ہی میں شامل ہے - اسے سواد اس لیے کہا گیا کہ یہاں درختوں اور کھیتوں کی وجہ سے سیاہی دکھائی دیتی ہے کیونکہ اس کی سرحد اس جزیرۃ العرب کے ساتھ ملی ہوئی ہے جہاں کھیتوں اور درختوں کی کمی ہے - جب وہ اپنی زمین سے نکل کر یہاں آتے تو انہیں کھیتوں اور درختوں کی سرسبزی دکھائی دیتی - اہل عرب ناموں میں سیاہی اور سبزی کو جمع کر لیتے ہیں جیسا کہ [1] الفضل بن العباس بن عتبہ بن ابی لہب کہتا ہے اور یہ سیاہ رنگ کا تھا :

وَأَنَا الأَخْضَرُ مَنْ يَعْرِفُنِي
أَخْضَرُ الجِلْدَةِ مِنْ نَسْلِ العَرَبْ

---

۱ - فضل بنی ہاشم کے شعرا اور فصحا میں سے تھا - اس کا رنگ نہایت سانولا تھا - اس نے جب یہ شعر کہا تو فرزدق مقابلے کے لیے تیار ہو گیا اور کپڑے اتار دیے مگر جب فضل نے اپنا نسب بیان کیا اور کہا :

برَسُولِ اللہ وابن عمہ
وبعباس بن عبدالمطلب

تو فرزدق نے فوراً کپڑے پہن لیے اور کہا : واللہ لا يُساجلک ، إلاّ مَن عضّ بِظر أبیه (شرح امالی : ۱ ، ۲۰)

میں سیاہ ہوں ۔ جو لوگ مجھے جانتے ہیں انھیں معلوم ہے کہ میں
عربی نسل سے ہوں اور سیاہ کھال والا ہوں

لہٰذا انھوں نے عراق کی سرسبزی کو سیاہی کہا ۔ عراق کو عراق اس لیے کہا گیا ہے کہ یہاں کی زمین ہموار ہے ، اس لیے کہ بلند پہاڑوں اور پست وادیوں سے خالی ہے اور عربوں کے یہاں عراق یکسانیت کو کہتے ہیں ۔ شاعر کہتا ہے :

سُقْتُمْ إِلَى الحَقِّ لَهُمْ وسَاقُوا
سِيَاقَ مَنْ لَيْسَ لَهُ عِرَاقُ

تم نے جانوروں کو حق کی طرف ہانکا اور انھوں نے بھی ہانکا ہر اس
شخص کی طرح جس میں یکسانیت نہ پائی جاتی ہو

بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام عراق مشکیزے کے عراق سے تشبیہ کے طور پر پڑا اور عراق مشکیزے کی نچلی جانب لمبی سلائی کی جگہ ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ عراق جمع ہے عرق کی کیونکہ اس زمین میں
[۲۱۶] کھجور کے درختوں اور دیگر درختوں کی جڑیں ایک دوسرے کے اندر چلی گئی ہیں (لہٰذا عراق کہلایا) ۔

طول میں سواد کی حد حدیثة الموصل سے عبادان تک ہے اور عرض میں عُذَیب القادسیہ سے لے کر حلوان تک ، چنانچہ اس کی لمبائی ایک سو ساٹھ فرسنگ ہے اور عرض اسّی فرسنگ ۔ عراق کا علاقہ عرض میں اس تمام علاقے پر مشتمل ہے جسے عرف عام میں سواد کہا جاتا ہے مگر طول میں سواد سے کم ہے اس لیے کہ اس کی ابتدا دجلة العلث کی مشرقی جانب سے ہوتی ہے اور مغربی جانب حربی ہے ۔ اس کے بعد یہ بڑھتا ہوا جزیرہ عبادان کی بصرہ کی آخری عمل داری تک چلا گیا ہے ۔ اس طرح اس کا طول ایک سو پچیس فرسنگ ہوگا جو عراق کی لمبائی سے پینتیس فرسنگ کم ہے اور اس کا عرض مع ان علاقوں کے جو عرف میں اس کے ماتحت آتے ہیں اسّی فرسنگ[1] ہے ۔

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں فرسا چھپا ہے اسے فرسخًا پڑھیں

قدامہ بن جعفر کہتا ہے : اس طرح اس کا کل رقبہ دس ہزار فرسنگ ہوگا، ہر فرسنگ بارہ ہزار گز دراع [۱] مرسلہ کی پیمائش سے اور پیمائش کے گز سے دیکھیں (اور اسی کو ہاشمی گز کہتے ہیں) تو نو ہزار گز ۔ اسے جب اتنے میں ضرب دیں تو ایک فرسنگ در ایک فرسنگ کا رقبہ بائیس ہزار پانچ سو جریب ہوگا اور جب اسے کل فرسنگوں میں ضرب دی جائے یعنی دس ہزار فرسنگ میں تو کل رقبہ بائیس کروڑ پانچ سو جریب ہوگا، جس میں سے تخمیناً ایک تہائی کے قریب ٹیلوں ، پہاڑیوں ، شور زمینوں ، جنگلوں ، سڑکوں ، شاہراہوں ، دریاؤں کی تلہٹیوں ، شہروں اور دیہاتوں کے کھلے میدانوں ، چکیوں کی جگہوں ، ڈا تخانوں ، پلوں ، شامیانوں ، بندرگاہوں ، نیستانوں ، اینٹوں کے بھٹوں وغیرہ کی وجہ سے نکل جائے گا اور یہ ایک تہائی سات کروڑ پچاس لاکھ جریب ہوگا ۔ جس میں سے آدھا حصہ مزروعہ ہے اور باقی آدھا جانوروں کے چرنے کے لیے ۔ اس کے علاوہ تمام علاقے کے اندر کھجوریں ، انگور کی بیلیں اور درخت ہیں ۔ قدامہ نے عراق کی جو پیمائش بتائی ہے اگر اس کے ساتھ سواد کی باقی ماندہ زمین سے جو حصہ بچ گیا ہے ملا دیا جائے یعنی پینتیس فرسنگ تو اس کی پیمائش تقریباً ایک جوتھائی زیادہ ہو جائے گی ، اور وہ سواد کی اس زمین کا کل رقبہ ہوگا جو زراعت اور درخت لگانے کے قابل ہے ۔ سارے کے سارے علاقے کی پیمائش کرنا ناممکن ہے ۔ بعض اوقات بے شمار علاقے عوارض اور حوادث کی وجہ سے بے کار ہو جاتے ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ کسریٰ بن قباذ کے عہد میں سواد عراق کا رقبہ پانچ کروڑ ایک لاکھ جریب تک پہنچ گیا تھا اور وہاں کل [۲۱۷] پیداوار اٹھائیس کروڑ درہم ہوتی ہے [۱] سات کے وزن کے اعتبار سے اس لیے کہ کسریٰ ہر جریب پر ایک درہم اور ایک قفیز لیا کرتا

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : وقولهم اخذت منه مائة درهم وزناً وزن سبعة المعنى فيه ان كل عشرة منها تزن سبعة مثاقيل لأنهم جعلوها عشرة دراهم ۔ وزن سبعہ وہ ہے جس میں سات مثقال دس درہموں کے برابر ہوں ۔

تھا جس کی قیمت مثقال کے وزن سے تین درہم بنتی تھی۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں یہاں کی مزروعہ زمین کا رقبہ تین کروڑ بیس لاکھ جریب سے لے کر تین کروڑ چھتیس لاکھ جریب تک تھا۔ آج کل عراق کی اکثر زمینیں بنجر اور بیشتر شہر ویران پڑے ہیں۔

## بکر بن وائل ، ربیعہ اور مضر کے مسکن

بعض مورخین کا بیان ہے کہ یمن کے عربوں کے تین قبیلے بکر ، ربیعہ اور مُضَر سیل عرم کے حادثے میں یمن سے ہجرت کرکے شمالی علاقے میں دجلہ اور فرات کے درمیان جسے جزیرہ کہا جاتا ہے آباد ہو گئے تھے۔ جب سے اس علاقہ کا نام دیار بکر ، دیار ربیعہ اور دیار مضر پڑ گیا۔ اسی علاقے میں دریائے خابور بہتا ہے اور اسی مقام پر [1]ولید بن طریف تغلبی قتل ہوا اور اس کی بہن لیلیٰ نے اس کے مرثیے میں اشعار کہے جن میں سے ایک شعر یہ ہے :

أَيَا شَجَرَ الخَابُورِ مَالَكَ مُورِقاً
كَأَنَّكَ لَمْ تَحْزَنْ عَلَى ابْنِ طَرِيفٍ

اے خابور کے درخت کیا بات ہے تیرے تو پتے نکل رہے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے تجھے ابن طریف کے مرنے کا کوئی غم ہی نہیں

اس علاقے کے صحرا گھاس اور پھولوں سے بھرے پڑے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آل بکر بن وائل نے اس علاقے کو اپنا مسکن بنا لیا۔ یہاں پرندے بھی بکثرت پائے جاتے ہیں ، آپ انہیں شمار نہیں کر سکتے۔ کوئی

---

۱ - ولید بن طریف خارجیوں کا مشہور سردار تھا۔ ہارون الرشید کے عہد میں اس نے ملک میں بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ رشید نے اس کے خلاف یزید بن مَزْیَدْ کو بھیجا جس نے کافی عرصہ کی تگ و دو کے بعد اسے ۱۷۹ھ میں قتل کیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی بہن فارعہ نے جنگی لباس پہن کر جنگ کی اور اپنے بھائی کے کئی ایک مرثیے کہے (شذرات : ۱ : ۲۸۸ - ۲۸۹)

بھی پھول ہو جسے سونگھنے والی ناک نے کہیں سونگھا ہو وہ اسی کے
باغات میں اُگا ہوا ہوگا اور جونسا پرندہ بھی وہم کے خیال میں آ سکتا ہو
وہ یہاں کے جنگلوں کی فضا میں جولاں نظر آئے گا۔ مگر آج کل اسی قوم کے
وہ لوگ جو گزشتہ زمانے میں تھے یہاں آباد ہیں بلکہ مختلف ملتوں اور
مختلف جنسوں کے لوگ بس رہے ہیں ۔ ان میں سلف کی خاصیتیں نہیں پائی
جاتیں ، یہ گزشتگان کی سی فصاحت کے بھی مالک نہیں ، پاک ہے وہ خدا
جس نے بکر کے گھروں کو ان لوگوں سے خالی کر دیا جو اس کے ادب
کو اور بہار کے پھولوں کو دیکھا کرتے تھے اور انہیں اس طرح چٹیل
میدان بنا دیا کہ اب وہاں کوئی ایسا شخص پایا ہی نہیں جاتا جو عربوں
کے کلام کو تفہیم کا ذریعہ بنائے۔ حالانکہ یہاں کئی ادیب ہوئے جن کی
نظم و نثر میں مٹھاس تھی ۔ کئی ایک دانشور پیدا ہوئے جنھوں نے
صحیح رائے کی کمان سے تیر چلائے ۔ خدا ان کے ہاتھ شل نہ کرے ۔
حوادث دہر نے انہیں اپنے گھروں سے نکال کر اس طرح بکھیر دیا جس
طرح تیر ترکش سے نکل کر بکھر جاتے ہیں اور انہیں ان کی مرضی کے
خلاف قبروں کے دیوان میں مٹی کے تودوں کے نیچے اکٹھا کر دیا ، خدا
ان کی خاک نمناک کو سیراب کرے جس سے ان کے دارالاقامت میں خیر
[٢١٨] و برکت پیدا ہو ۔

وہاں ایک شہر ہے جو جاہلی زمانے کے بعد وجود میں آیا۔ اسے آج کل
" آمد " کہتے ہیں - یہاں کی ہوا کو کوئی جسم پسند نہیں کرتا - یہ ہوا
شظاظ[1] سے بھی زیادہ راہزنِ صحت ہے اور اعصاب میں اس طرح سرایت کر
جاتی ہے کہ معانی بھی الفاظ میں اس طرح سرایت نہیں کرتے - یہی وجہ ہے
کہ یہاں کی چراگاہ میں بخار مقیم رہتا ہے اور امراض ہر گھر میں چکر لگاتے
رہتے ہیں - ابھی شیرخوار بچے کی عمر ایک سال کی نہیں ہو پاتی کہ بخار
اسے گود کے پنگھوڑے میں جھنجھوڑنے لگ جاتا ہے - چنانچہ یہاں کے
بیشتر لوگ یہاں تک کہ نوجوان بھی پیلے رنگ کے ہیں - یوں معلوم ہوتا

١ - شظاظ : یہ ایک ڈاکو تھا جو مالک بن ریب کے ساتھ مل کر ڈاکہ
زنی کیا کرتا تھا ۔

ہے گویا وہ قبروں سے نکل کر آئے ہیں ۔ تجھے ان میں کوئی ایسا شخص دکھائی نہ دے گا جو اپنی جوانی کے گھاٹ پر پیاسی آنکھوں سے وارد ہوا ہو بجز ایک یا دو آدمیوں کے ۔ زمانہ کبھی غلطی سے ایسا بھی کر دیتا ہے کہ دیگر ممالک کی عورتوں کی طرح ایک عورت جس میں خوبصورتی کے آثار پائے جاتے ہوں مگر پیشتر اس کے کہ وہ تبسم ریز ہو بیماریاں اسے رُلانا شروع کر دیتی ہیں اور دکھ درد چھو کر اسے بیماری کے بستر پر لٹا دیتے ہیں ۔ میرے بزرگوار دادا نے ان ممالک سے گزرتے ہوئے اس مقام کی اسی طرح تعریف کی ہے ۔ پھر تھوڑا سا آگے چل کر فرماتے ہیں : یہاں کے باشندوں کے خیال کے مطابق یہاں کی ہوا کے متغیر ہونے کی وجہ اندرونی حالت کے علاوہ اطراف کا مزید متعفن ہونا بھی ہے ۔ چنانچہ یہاں کے محلوں میں تجھے اس قدر بدبودار پانی ملے گا جو مردوں کی پیپ سے بھی زیادہ بدبودار ہوگا اور ایسے دلدل ملیں گے جن کے حالات ان گندگیوں کی وجہ سے دگرگوں ہیں جو ان کی سطحوں کے اوپر جاگزیں ہیں ۔ ان لوگوں کے چشموں کنوؤں وغیرہ کا بھی یہی حال ہے ۔ ان پانیوں میں مردار ہی مردار پائے جاتے ہیں ۔ اسی طرح یہاں کے باشندوں کے خیال کے مطابق یہاں کی فصیل کی بلندی بھی ان امور کے اسباب میں سے ایک سبب ہے ۔ حالانکہ بادی النظر میں یہ کوئی قابل قبول وجہ نہیں ہو سکتی ۔ پانی ایسا بدمزہ اور بدبودار ہے جسے عملوں کے منہ پینا پسند نہیں کرتے ۔ یہ بھی بعید نہیں کہ فصیل کی بلندی اس علاقے کے اندر ہوا کے رکے رہنے کا سبب ہو جس سے تعفن بڑھ جانے کی وجہ سے تکلیف بڑھ جاتی ہو ۔

پھر فرماتے ہیں : آمدِ کی شمالی جانب اس شہر کے عین بالمقابل عیسائیوں کی ایک بستی ہے جس کا نام قطر بل ہے اور ان دونوں کے
[۲۱۹] درمیان دریائے دجلہ ۔ خدا کی قسم ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے دائرہ نصف النہار ۔ یہ شہر قطر بل بغداد نہیں جس کا ذکر ایک ضعیف الاسناد حدیث میں آیا ہے ۔ یہ ایک شراب خانہ تھا جہاں ہر قسم کی شراب پائی جاتی تھی اور یہاں سے ارد گرد کے علاقوں کو لے جائی جاتی تھی ۔ پھر ایک عرصہ گزر جانے کے بعد یہاں کی اصلی حالت دگرگوں ہو گئی اور

شراب کی دکانوں پر موت غالب آ گئی ، انگور کی بیلیں خشک ہو گئیں ، شراب کے مٹکے ٹوٹ گئے ، اور شب و روز کے محتسب نے ان کا صرف افسانہ ہی باقی رہنے دیا جیسے حروف کے پیالوں میں قلموں کے ساقی کتابوں کی دکانوں میں گرداں رکھتے ہیں ۔

زَمَانٌ بِمَا فِيهِ انْقَضَى فَهُوَ مَا تَرَى
أَحَادِيثُ تَجْلُوهُ عَلَى السَّمْعِ أَفْوَاهُ

زمانہ اور جو کچھ اس میں تھا سب گزر گیا اب صرف افسانے رہ گئے جنھیں لوگوں کے منہ کانوں پر جلوہ افروز کرتے ہیں ۔
بیان مقصود ختم ہوا ۔

اس علاقے کے بعض اطراف میں بنو مضر کے بھی کچھ افراد پائے جاتے ہیں اور یہ وہ عرب ہیں جن کا تعلق قبیلہ طئے سے ہے ۔ اس علاقے میں جو شہر تھے اُن میں سروج ، رقہ اور رحبہ مالک بن طوق شامل ہیں ۔ مالک بن طوق ہارون الرشید کی فوج کے سپہ سالاروں میں سے تھا ۔ ایک شہر قرقیسیا ہے ۔ ہند بنت ریان کا شہر ہے جس نے جذیمہ الابرش کو قتل کیا تھا ۔ کبھی یہ شہر دیار مضر میں شامل تھا ۔ اس جزیرے کے شہروں میں ایک شہر " دارا " بھی ہے جس کے تباہ کرنے کے لیے سکندر فنا کے کئی پیالوں کو گردش میں لایا ۔ ایک شاعر اس شہر کے متعلق کہتا ہے :

وَلَقَدْ قُلْتُ لِرَحْلِي
بَيْنَ حَرَّانَ وَدَارَا
اِصْبِرِي يَا رَحْلُ حَتَّى
يَرْزُقَ اللهُ حِمَارَا

حرّان اور دارا کے درمیان میں نے اپنے پالان (بیوی) سے کہا صبر کرو تاآنکہ اللہ ہمیں گدھا عطا کر دے

انھی میں سے ایک شہر " نصیبین " ہے ، یہ دیارِ ربیعہ میں ہے ۔

یہاں سفید گلاب خاص طور پر پایا جاتا تھا ، ایک بھی سرخ گلاب پایا نہ جاتا تھا ۔ سفید گلاب وہاں سے دور دراز علاقوں کو بھیجا جاتا تھا ۔ اس شہر میں دو دریا بہتے ہیں ایک سیاہ ، دوسرا سفید ۔ یہ دونوں آپس میں مل جاتے ہیں مگر اس کے بعد پھر ان کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں ۔ ان دونوں دریاؤں سے کسانوں اور دوسرے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے ۔ ان دونوں دریاؤں پر ایک پل ہے جس کی لمبائی تقریباً ایک سو ہاتھ ہے ۔ جس کی بلندی پانی کی سطح سے زیادہ سے زیادہ چھ ہاتھ یا کچھ اوپر ہے ۔ پل کے نیچے سے پانی بڑی تیزی سے بہتا ہے اور جو پانی کھیتوں کو سیراب کرنے کے بعد اس میں رہ جاتا ہے وہ خابور میں گرتا ہے اور بالآخر فرات کے پانی کے ساتھ مل جاتا ہے ۔ یہاں کے پانی کے ناقص ہونے اور ہوا کے خراب ہونے کی وجہ سے یہاں اکثر لوگوں کو بخار رہتا ہے ۔ یہاں تک بیان کیا [۲۲۰] جاتا ہے کہ چڑیوں کا مردہ ہو کر درختوں سے گر پڑنا لوگوں کے مشاہدے میں آتا رہتا ہے ۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہ شہر وسیع ترین شہروں میں سے ہوتا اور اسے غوطہ دمشق شام سے بھی زیادہ خوشنما سیرگاہ شمار کیا جاتا ، کیونکہ یہاں کی زمین اس قدر فصل پیدا کرتی ہے کہ کسی اور زمین سے حاصل نہیں ہوتی ۔ مشہور ہے کہ کبھی یہ شہر ایک وسیع شہر ہوا کرتا تھا ۔ مگر پھر اس قسم کی مصیبتوں اور لیل و نہار کے حوادث کی فوجوں نے اس کا گلا گھونٹ دیا ۔ آج کل یہ شہر صرف تین سو پچاس گھروں پر مشتمل ہے ۔

دجلہ کی مغربی جانب ایک چھوٹی سی بستی ہے جسے ''جزیرہ ابن عمر'' کہا جاتا ہے ۔ [۱] ابن اثیر جزری اور دیگر فاضل علما جن کی تالیفات سے زمانے کا سینہ مزین ہے یہیں کے تھے ۔ مگر یہاں ان کے تذکرے کا موقع نہیں ۔ یہ ہلالی شکل کا شہر ہے مگر اس میں نہ کوئی نور ہے اور

---

۱ ۔ ابن اثیر جزری : عزالدین ابن الاثیر الجزری مشہور محدث اور مؤرخ ، کامل ، اسد الغابہ اور اللباب ان کی تالیفات میں سے ہیں ۔ ۶۳۲ھ (۱۲۳۴ء) میں وفات پائی ۔

نہ کوئی خوبی ، اس کی وجہ یہاں کی ہوا کا مضر صحت اور اس کے اطراف کا بدنما ہونا ہے ۔ اگر دجلہ اس پر مہربان نہ ہوتا تو اسے اس کے اوپر سے گزر کر درحقیقت جزیرہ بنا دیتا ۔ ابن عمر جس کی طرف یہ منسوب ہے اور جس پر اس کی شہرت کا دار و مدار ہے بعض کے قول کے مطابق [1] یوسف بن عمر ثقفی تھا ۔ معجم البلدان میں ہے " جزیرۂ ابن عمر " میرے خیال میں پہلا شخص جس نے اس شہر کو آباد کیا حسن بن عمر ، بن الخطاب التغلبی تھا ، یہ ۲۵۰ھ میں وہاں کا حاکم تھا " ۔ بیان ختم ہؤا ۔ ابن المستوفی کی تاریخ میں ہے " ابنا عمر : اوس اور کامل دونوں عمر بن اوس تغلبی کے بیٹے تھے اور اس جزیرے کو انھی دو شخصوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے " ۔ بیان ختم ہؤا ۔ تاریخ ابن خلکان میں بھی اس کے متعلق کچھ مندرج ہے مگر قابل اعتماد بیان وہی ہے جو معجم البلدان میں مسطور ہے ۔ تاریخ المستوفی کا بیان بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے مختصر یہ کہ ابن یہاں مفرد ہے تثنیہ نہیں ہے ۔ واللہ اعلم

اس جزیرے میں جو دجلہ اور فرات کے درمیان ہے عربوں کی آبادیوں میں سے ایک آبادی موصل ہے ۔ ربیعہ اور مضر کی اولاد میں سے بہت سے عرب قبائل اس شہر میں اور اس کے نواح میں آباد ہو گئے تھے ۔

اللباب میں لکھا ہے : " موصل میم پر فتحہ ۔ واؤ ساکن ، صاد مہملہ کے نیچے کسرہ ، اور آخر میں لام ہے یہ جزیرے کے درجہ چہارم میں واقع ہے ، اور دجلہ کی مغربی جانب کنارِ دجلہ پر ہے ۔ بیان ختم ہؤا ۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس کا فاتح بعض لوگ [2] حضرت عیاض بن غنم اشعریؓ کو بتاتے ہیں اور بعض [3] حضرت خالد بن الولیدؓ کو جنھوں نے اسے بزور فتح کیا ۔ اس کا نام جیسا کہ مشہور ہے اس لیے موصل پڑا

---

۱ - یوسف بن عمر الثقفی ۱۲۷ھ میں قتل ہؤا ۔

۲ - عیاض بن غنم الاشعری ۔ یہ ابو عبیدہ کے شام میں نائب تھے ۔ ۲۰ھ میں وفات پائی ۔

۳ - خالد بن الولید ؛ ساٹھ سال کی عمر میں ۲۱ھ میں وفات پائی ۔

کہ نوح علیہ السلام نے یہاں پہنچ کر پانی کی گہرائی ناپی تو گہرائی ناپنے کا آلہ زمین تک پہنچ گیا۔ مراصد میں ہے: اس کا نام اس لیے موصل پڑا کہ یہ جزیرے اور فرات کو ملاتا ہے "۔ بعض کہتے ہیں کہ دجلہ اور فرات کو ملاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ " بلد " اور " حدیثہ " کو ملاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جس بادشاہ نے شہر بنایا اس کا نام موصل [۲۲۱] تھا "۔ بیان ختم ہؤا، اور اس نے ان مذکورہ بالا بیانات میں سے کسی کو یقین کے طور پر بیان نہیں کیا۔ واللہ اعلم۔ موجودہ آباد موصل کے قریب ایک مقام ہے جسے موصل قدیم کہا جاتا ہے۔ جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس وقت جو آباد موصل ہے وہ حال ہی کا بنا ہؤا ہے۔ معجم البلدان میں جو بیان مسطور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم موصل دراصل یہی نیا موصل ہے۔ اسے قدیم شاید اس لیے کہا گیا کہ یہ آج کل ویران پڑا ہے۔ میرے دادا بزرگوار اس شہر سے گزرے تھے، انھوں نے اپنی کتاب غرائب الاغتراب میں اس شہر کو عمدہ اوصاف کا مالک قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: یہاں کا پانی میٹھا، مٹی اور ہوا عمدہ، کھانا خوشگوار، پانی ہاضم، شہروں میں سے بہترین شہر اور ان کی ناف، شہروں کا روشن چہرہ اور چمکدار پیشانی۔ یہاں سال میں دو بار موسم بہار آتا ہے، لہٰذا یہ شہر دو ربیعوں کی ماں ہے۔ یہاں کی اراضی کی جنس دو فصلوں میں اٹھتی ہے۔ یہاں کے باشندے گدلے پن کے عارضے سے پاک ہیں۔ یہ شہر ان دلھنوں کی طرح ہے جو زیور اور آرائش سے مزین ہوں، اور ان گانے والیوں کی طرح ہے جنھوں نے منقش اور ریشمی لباس پہن رکھا ہو، قالین اور چادریں بچھا رکھی ہوں اور یمنی چادریں اور باریک کپڑے پھیلائے ہوئے ہوں۔

كَأَنَّ نَسِيمَ الرِّيحِ فِي جَنَبَاتِهَا
نَسِيمُ حَبِيبٍ اولِقَاءُ مُؤَمَّلِ

اس کے اطراف میں باد نسیم یوں معلوم ہوتی ہے جیسے محبوب کی نسیم یا اس شخص سے ملاقات جس کی آمد کی امید کی جاتی ہو

اس میں اگر کوئی عیب ہے تو یہ کہ موسم ربیع میں سرداروں کی سبز پگڑیاں چرا کر یہاں کے مکانوں کی چھتوں پر پھیلا دیتا ہے اور انہیں بیچتا ہے اور کہتا ہے : دو ربیعوں کی ماں کو کوئی گرفت نہیں خواہ وہ ریحانتین کے بیٹوں کی بھی پگڑیاں کیوں نہ چرا لے - اپنی جان کی قسم جو شخص بھی اس شہر کو آزمائے یا اس کا امتحان کرے وہ یقیناً یہی فیصلہ دے گا کہ اس کے باغوں کے مقابلے میں ہر باغ کوڑی ہے - یہاں علمائے محققین اس طرح اُگتے ہیں جس طرح گل بابونہ اور گل نسرین اُگتے ہیں - نیک لوگ یہاں سے اس طرح نمودار ہوتے ہیں جس طرح پھول نکلتے ہیں - یہ بات اسی طرح اظہر من الشمس ہے جس طرح یہ امر محقق ہے کہ کل ضرور آئے گا ، یہ اس سے بھی زیادہ محقق بات ہے - لہٰذا اس کی دلیل پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں :

وَلَيْسَ يَصِحُّ فِي الأَعْيَانِ شَيْئٌ
مَتٰى احْتَاجَ النَّهَارُ إِلَى دَلِيْلٍ

[۲۲۲] جب دن کو ثابت کرنے کے لیے بھی دلیل کی ضرورت پڑ جائے تو پھر دنیا کی کوئی چیز بھی صحیح ثابت نہیں ہو سکتی -

جسے زکام نہ ہؤا ہو اسے " نفحة الشامہ " ان میں سے چند مشہور علما کی بارگاہ میں لے جائے گی ، " الروض النضر " میں بھی اُن فاضلوں کی مہک پائی جاتی ہے جنھوں نے اپنے زمانے کی عمدہ چادر زیب تن کی تھی ، یہاں کے باشندوں میں سے وہ جو دنیا کے عالموں پر فوقیت لے گئے شمار نہیں کیے جا سکتے اور علمائے عراق میں سے انصاف پسند لوگوں کے نزدیک یہ بات بدیہیات اولیہ میں سے ہے - چنانچہ اس بارے میں کوئی سے دو عالموں کے مابین کسی قسم کا اختلاف یا نزاع نہیں -

جزیرے کے شہروں میں سے ایک شہر " عانات " ہے - یہ فرات کے کنارے کا ایک شہر ہے - جہاں نخلستان اور درخت بہتات سے پائے جاتے ہیں اور جہاں کا پانی میٹھا اور ہوا عمدہ ہے - یہ شہر قدیم زمانے میں عمدہ شراب کی وجہ سے مشہور تھا جیسا کہ شاعر کے اس شعر سے معلوم ہوتا ہے -

أَمِنْ بَابِلٍ أَمْ مِنْ لَوَاحِظِكِ السِّحْرُ
وَمِنْ عَانَةٍ أَمْ مِنْ مَرَاشِفِكِ الْخَمْرُ

کیا یہ تمہاری آنکھوں کا جادو ہے یا بابل کا ، کیا یہ تمہارے ہونٹوں کی شراب ہے یا عانہ کی

وَهَلْ مَا أَرَاهُ الْمَوْتُ أَمْ حَادِثُ النَّوَىٰ
وَهَلْ هُوَ شَوْقٌ بَيْنَ جَنْبَيَّ أَمْ جَمْرُ

کیا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں موت ہے یا تمہاری جدائی کا حادثہ اور کیا میرے دونوں پہلوؤں میں (محبوبہ کا) عشق ہے یا انگارے

آج کل حوادثِ زمانہ نے وہاں کے باشندوں کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ ان حوادث نے اُن کی حالت یہ کر دی ہے کہ وہ اب اچھے برے میں تمیز ہی نہیں کر سکتے۔ اُن پر وہ وہ مصیبتیں ٹوٹیں کہ آخر ان کا شہر " عانات " بستیوں کے لیے باعث ننگ ہو کر رہ گیا ہے۔

بات ہے بھی اسی طرح۔ اس جزیرے میں بہت سے قدیم شہر اور بستیاں ہیں جہاں جاہلیت کے زمانے میں عرب مقیم تھے۔ ابو عبید البکری نے اپنی کتاب " معجم ما استعجم " میں ان کا مفصل ذکر کیا ہے اور یاقوت حموی نے معجم البلدان میں۔ ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں جو اس موضوع پر لکھی گئیں۔ واللہ الموفق

## بعض وہ مقامات جن کا ذکر عموماً شعرا کی زبان پر رہتا تھا

عہدِ جاہلیت کے بہت سے شعرا اور اسی طرح دیگر شعرا اپنے بعض اشعار میں ان مقامات کا ذکر کرتے رہے ہیں جو انہیں اچھے لگے۔ جن کی رونق کو دیکھ کر وہ سر تا پا حرکت میں آ جاتے تھے ، مثلاً تمام وہ شہر جو " برقہ ، یا دارہ " کے نام سے مشہور تھے۔ اسی انداز پر باغات اور سیرگاہیں۔ بعض ادیبوں نے خاص اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں ، اس ضمن میں ہم بھی کچھ باتیں بیان کرتے ہیں تاکہ ایک مثال پا

نمونہ ذی فہم لوگوں کی نگاہوں کے سامنے آ جائے۔

" دارات " کو لیجیے ، یہ " دارة " کی جمع ہے جس کے معنی دار (گھر) کے ہیں۔ مگر " دارة " میں خاص معنی پائے جاتے ہیں جو " دار " میں نہیں پائے جاتے۔ چنانچہ ہر دارہ کو دار کہہ سکتے ہیں مگر ہر دار کو دارہ نہیں کہہ سکتے۔ داراتِ عرب جزیرہ کے ساتھ مخصوص ہیں اور یہ سب کے سب سفید میدان ہیں۔ جہاں اولٹ کٹار ، صلیل نامی [۲۲۳] بوٹی اور خوشبودار گھاس اُگتی ہے۔ قاموس کے مصنف نے ان کی تعداد ایک سو سے زائد تک پہنچا دی ہے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ کوئی دوسرا شخص باوجود جستجو و تحقیق اتنے نام اکٹھے نہیں کر سکا۔ اس کے بعد اس نے جس جس کی طرف " دارات " منسوب ہوئے ان سب کا حروف کی ترتیب کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔ وہاں سے دیکھ لیں۔ شیخ ابوالحسین احمد بن فارس نے اسی نام کی ایک کتاب ان مقامات کے متعلق لکھی ہے ، میں نے چاہا کہ میں ان میں سے چند ان مقامات کا ذکر کروں جن کا ذکر میں نے اشعار میں پایا ہے اور وہ یہ ہیں :

دارة جُلْجُل ۔ امرؤ القیس کہتا ہے :

أَلاَ رُبَّ يَوْمٍ لَكَ مِنْهُنَّ صَالِحٍ
وَلاَ سِيَّمَا يَوْمٍ بِدَارَةِ جُلْجُلِ

تو نے کئی ایک اچھے دن محبوباؤں کے ساتھ گزارے بالخصوص دارة الجُلْجُل کا دن

دارة صُلْصُل ۔ جریر کہتا ہے :

وَلَمَّا حَلَّ أَهْلُكِ يَا سُلَيْمَى
بِدَارَةِ صُلْصُلٍ شَحَطُوا المَزَارَا

اے سلمیٰ جب تمہارے گھر والے دارہ صلصل میں جا اترے تو ملاقاتوں میں طویل وقفے اور فاصلے حائل ہو گئے

دارۃ ماسل عمرو بن لجا کہتا ہے :

لَا تَهْجُ ضَبْطَةَ يَا جَرِيرُ فَانَّهم[1]
قَتَلُوا مِنَ الرُّؤساء ما لم يُقْتَلِ

اے جریر تو ضبطہ کی ہجو نہ کر کیونکہ انھوں نے اتنے سردار قتل کیے ہیں کہ کبھی نہ کیے گئے

قَتَلُوا شُتَيراً وَابْنَ غَوْلٍ وابْنَهُ
وابْنَيْ هُتَيْمٍ يَوْمَ دَارَةِ مَاسِلِ

انھوں نے شُتَیر ، ابن غول اور اس کے بیٹے اور ھتیم کے دونوں بیٹوں کو دارہ ماسل کے دن قتل کر ڈالا

' دارۃ السلم ' بکاء بن کعب کہتا ہے :

مَا كُنْتُ أَوَّلَ من تَفَرَّقَ شَمْلُهُ
وَرَأَى الغَدَاةَ مِنَ الفِرَاقِ يَقِيْنَا

میں کوئی پہلا شخص نہیں ہوں جس کی جمعیت منتشر ہو گئی ہو اور جس نے فراق کی صبح کو یقینی طور پر دیکھ لیا ہو

وبِدَارَةِ السَّلْمِ الَّتِي شَوَّقْتَهَا
دِمَنٌ يَظَلُّ حَمَامُهُ يَبْكِيْنَا

[۳۲۴] اسے جس دارۃ السلم کا تو نے اشتیاق دلایا ہے وہاں ایسے کھنڈرات ہیں جہاں کی کبوتریاں رونے لگ گئی ہیں

اس شاعر کو اسی شعر کی وجہ سے بَکّاء کہا گیا ، بہت سے شعرا کا نام ان کے بعض الفاظ کی بنا پر رکھ دیا گیا ۔

" دارہ وَشحیٰ " واؤ پر پیش بھی پڑھی گئی ہے ۔ شاعر کہتا ہے :

لَعَمْرُكَ إنَّنِي يَوْمَ أَسْفَلِ عَاقِلٍ
وَدَارَةِ وَشْحَى لِلْهَوى لَتَبُوعُ

---

۱ - بلوغ الارب میں فانہم چھپا ہے اسے فأنتم پڑھیں ۔

تمھاری جان کی قسم میں اسفل عاقل اور دارۃ وشحیٰ کے دن عشق کے حضور کامل طور پر اظہار اطاعت کر چکا تھا

اور دارۃ خَنْزَرْ خاء اور زاء پر زبر اور نون ساکن بعض خِنزِر خاء اور زاء کی زیر کے ساتھ بتاتے ہیں ۔

جعدی کہتا ہے :

أَلَمْ خَيَالٌ مِنْ أُمَيْمَةَ مَوْهِناً
طُرُوْقاً وَأَصْحَابِيْ بِدَارَةِ خَنْزَرَا

رات کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد امیمہ کا خیال آیا جبکہ میرے ساتھی دارۃ خنزر میں تھے

" دارۃ الجأب " ۔ جریر کہتا ہے :

أَصَاحِ أَلَيْسَ الْيَوْمَ مُنْتَظِرِي صَحْبِي[1]
نُحَيِّيْ دِيَارَ الْحَيِّ مِنْ دَارَةِ الْجَأْبِ

اے میرے دوست کیا میرے ساتھی آج میرا انتظار نہ کریں گے تاکہ ہم دارۃ الجأب میں قبیلے کے گھروں کو سلام کہہ لیں

دارۃ مَكْمَنْ ۔ راعی کہتا ہے :

عَرَفْتُ بِهَا مَنَازِلَ كُلِّ حَيٍّ
فَلَمْ تَمْلِكْ مِنَ الطَّرَبِ الْعُيُوْنَا
بِدَارَةِ مَكْمَنٍ سَاقَتْ إِلَيْهَا
رِيَاحُ الصَّيْفِ آرَاماً وَعِيْنَا

تو نے وہاں ہر قبیلے کی منزل گاہ کو پہچان لیا اور پھر خوشی کے مارے اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا

یہ واقعہ دارۃ مَكْمَن کا ہے جہاں موسم گرما کی ہوائیں ہرنیوں اور موٹی آنکھوں والی گاؤں کو ہانک لائی تھیں ۔

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں صُبْحِی چھپا ہے اسے صَحْبِیْ پڑھیں ۔

دارة " یمعون " - اسے یمعوز زاء کے ساتھ بھی کہا جاتا ہے - شاعر کہتا ہے :

بِدَارَةِ یَمْعُوْنِ اِلَی جَنْبِ حَشْرَمِ

حشرم کے پہلو میں دارۃ یمعون میں

" دارۃ رَهْبٰی " - جریر کہتا ہے :

بِہَا کُلُّ ذَیَّالِ الأَصِیْلِ کَاَنَّہُ
بِدَارَۃِ رَهْبٰی ذُو سَوَادِ بْنِ رَائِحِ

وہاں ہر وہ محبوب ہے جو شام کے وقت دامن لٹکا کر چلتا ہے گویا کہ (کوئی) ذو سواد بن رائح دارۃ رھبیٰ میں ہو

دارۃ الآرام - شاعر کہتا ہے :

فَاَبْرِقْ وَاَرْعِدْ اِنِ العِیْسُ خَلَّفَتْ
بِنَا دَارَۃَ الآرَامِ ذَاتَ الشَّقَائِقِ

لہذا چمکو اور گرجو اگر اونٹ ہمیں لے کر سقائق والے دارۃ الارام کو پیچھے چھوڑ آئیں

دارۃ الرُّھٰی - شاعر کہتا ہے :

بَرِئْتُ مِنَ المَنَازِلِ غَیْرَ شَوقٍ
اِلَی الدَّارِ الَّتِی بِلِوَی أَبَانِ
وَمِنْ وَادِی القِنَانِ وَأَیْنَ مِنِّی
بِدَارَتِ الرُّھٰی وادی القنانِ

میں تمام منازل سے بیزار ہو گیا ہوں مگر مجھے اس گھر کا شوق ہے جو لیوی ابان میں ہے
میں وادی قنان سے بھی بیزار ہوں اور دارات الرُھٰی کے مقابلہ میں وادی القنان بھلا کہاں میرے دل کو لُبھا سکتی ہے -

دارة الصفائح ۔ [1] افوہ کہتا ہے :

وتُبكِيهَا الأَرَامِلُ بِالمَآلِى [2]
بِدَارات الصفائح والنَّصِيلِ

عورتیں اسے کپڑے کے ذریعے دارات الصفائح اور نصیل میں رُلاتی ہیں

[۲۲۵] دارۃ ھضب القلیب ، جمیل کہتا ہے :

أَشَاقِلُ عَاقِلٍ فَالِيَ الكَثِيبِ
إِلَى الدَّارَاتِ مِنْ هَضْبِ القَلِيبِ

اے شاقل عاقل پھر کثیب سے لے کر ھضب القلیب کے دارات تک کے مقامات

دارۃُ رُمح ۔ شاعر کہتا ہے :

كَأَنَّ النُّمَيرِيَّ الَّذِى يَتْبَعُنَهُ
بِدَارَةِ رُمحٍ ضَالِعُ الرِجلِ أَحْنَفُ

گویا وہ نُمیری جس کے پیچھے وہ دارۃ رمح میں جا رہی تھیں لنگڑی ٹانگ والا اور ٹیڑھے پاؤں والا تھا

دارۃ مِحْصَن ، بعض محضر کہتے ہیں ۔ دُرَید بن الصمۃ کہتا ہے :

وَدَارَةُ مُحصِنٍ مِنْ ذِى طَلُوحٍ
فَسِرْدَاحُ المَثَامِنِ فَالضَّوَاحِى

ذی طلوح کا دارۃ محصن پھر سرداح المثامن پھر ضَوَاحی

---

۱ ۔ افوہ : افوہ کا اصلی نام صلاءۃ بن عمرو بن مالک اَوْدِی ہے ۔ کنیت ابو ربیعہ ۔ یہ قدیم جاہلی شاعر ہے ۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ اس نے مسیح علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے (شرح امالی : ۳۶۵)

۲ ۔ مآلی ، مئلاۃ کی جمع ہے کپڑے کا وہ ٹکڑا جسے نوحہ کرنے والی ہاتھ میں رکھتی ہے ۔

دارة واسط ، شاعر کہتا ہے :

مَاقد أرَى الدَّارَاتِ دَارات واسطٍ
فَمَا قابَلَتْ ذَاتَ الصَّليل فَجُلْجِلُ

میں دارات یعنی دارات واسط پھر ان کو جو ذات الصلیل اور جلجل کے بالمقابل ہیں دیکھ رہا ہوں

دارة الجَمْد ۔ شاعر کہتا ہے :

أَلاَ يَا دِيَارَ الحَيِّ مِن دارة الجَمْدِ
سَلِمتِ عَلَى مَا كَانَ مِنْ قِدَمِ العَهْدِ

اے دارة الجمد کے قبیلے کے گھرو خدا تمہیں زمانے کے قدیم ہو جانے کے باوجود سلامت رکھے

دارة الرمرم ، شاعر کہتا ہے :

أعِدْ نظراً هَلْ تَرى ظُعْنَهم
وقَدْ جَاوَزَتْ دارة الرِمْرِمِ [1]

دوبارہ دیکھو کیا تو ان کی ہودوں میں بیٹھی ہوئی عورتوں کو دیکھ سکتا ہے جبکہ وہ دارة الرمرم سے آگے نکل گئی ہیں

دارة القُرح شاعر کہتا ہے :

حُبِسْنَ فِي قُرحٍ وَفِي دَارَاتِها
سَبْعَ لَيَالٍ غَيْرِ مَعْلُوفَاتِها

انھیں قرح اور اس کے دارات میں سات راتیں روکے رکھا گیا اور انھیں کوئی چارا نہیں دیا گیا

دارة اليَعْضِيد ، ایک اور شاعر کہتا ہے :

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں دارة رمرم چھپا ہے اسے دارۂ الرِمرِم پڑھیں ۔

أَوَ مَا تَرى أَعْشَانَهَا[1] مُخْرُوَةً
بَيْنَ الدَّخُولِ فَدَارَةِ اليَعْضِيدِ

کیا تو نہیں دیکھتا کہ دخول اور دارۃ الیعضید کے درمیان اس جگہ پر جہاں اونٹ بیٹھا کرتے ہیں ٹٹی کی ہوئی ہے ۔

دارۃ الخَرج ۔ شاعر کہتا ہے :

مُخَيَّسَةٌ فِيْ دَارَةِ الخَرجِ لَمْ تَذُقْ
بِلَالًا وَلَمْ يَسْمَحْ لَهَا بِنَجِيلٍ[2]

انھیں دارۃ الخرج میں بند کر دیا گیا ہے اور انھیں نہ تو پانی کا گھونٹ دیا گیا اور نہ بند گیاہ کھانے کی اجازت دی گئی

دارۃ الرَدم ۔ شاعر کہتا ہے :

لَعَنْ سَخَطٍ مِنْ خَالِقِيْ أَوْلِقَسْوَةٍ
تَبَدَّلتُ قرقيساء[3] من دارة الرَّدْمِ

اس کا سبب میرے پیدا کرنے والے کی ناراضگی ہے یا تم نے دارۃ الردم کے عوض قرقیساء کو اپنی سنگدلی کی وجہ سے لے لیا ہے

بُرَق بُرقہ کی جمع ۔ باء پر پیش ہے ۔ سخت زمین ۔ یہی معنی ابرق کے ہیں ۔ قاموس میں ہے : عربی ممالک کے بُرَق ایک سو سے زائد ہیں اور وہ یہ ہیں :

[۲۲٦] بُرقة الاثماد[1] ، أجادل[2] ، اجداد[3] ، أجْوَل[4] ، احجار[5] ، احدب[6] ، احواذ[7] ، اخرم[8] ، ارمام[9] ، أرْوى[10] ، أظلم[11] ، اعيار[12] ، افعى[13] ، أمالح[14] ، امهار[15] ، القد[16] ، اوجر[17] ، ذی الاوداث[17]

---

۱ بلوغ الارب میں اضعانها لکھا ہے اسے أعشانها پڑھیں ۔
۲ ۔ بلوغ الارب میں ببخیل تحریر ہے اسے بنجیل ۔ نون کے ساتھ پڑھیں ۔ نَجیل بند گیاہ کو کہتے ہیں ۔
۳ ۔ اصل کتاب میں قرقیاء رقوم ہے اسے قرقیساء پڑھیں ۔

إبشر[۱۹] (زبر کے ساتھ) بارق[۲۰] ، ثادق[۲۱] ، ثمم[۲۲] ، ثور[۲۳] ، ثہمد[۲۴] ، جبا[۲۵] ، حارب[۲۶] ، حُرض[۲۷] ، حسلۃ[۲۸] ، حبشمٰی[۲۹] ، باحُسنٰی حصاہ[۳۰] ، حیلّیت[۳۱] ، حیمٰی[۳۲] ، حَوزَہ[۳۳] ، خاخ[۳۴] ، خال[۳۵] ، خُبیبہ[۳۶] ، خرجاہ[۳۷] ، خینزیر[۳۸] ، ختو[۳۹] ، خَیف[۴۰] ، دات[۴۱] ، دَمْخ[۴۲] ، رامتّین[۴۳] ، رحرحان[۴۴] ، رعم[۴۵] ، رکاہ[۴۶] ، رُواوَہ[۴۷] ، رَوْحان[۴۸] ، سُعْد[۴۹] ، سیعْر[۵۰] ، سُلمانَیْن[۵۱] ، سُمْنان[۵۲] ، شَمّاہ[۵۳] ، شواجن[۵۴] ، صادر[۵۵] ، صِراۃ[۵۶] ، صفا[۵۷] ، ضاحک[۵۷] ، ضارج[۵۹] ، طِحال[۶۰] ، عاذب[۶۱] ، عاقل[۶۲] ، عالج[۶۳] ، عَسْعَس[۶۴] ، ذی عَلْقٰی[۶۵] ، عُنَاب[۶۶] ، (بروزن غُراب) عَوْهق[۶۷] ، عیرات[۶۸] ، عَیْهل[۶۹] ، عَیہم[۷۰] ، ذی غسان[۷۱] ، عَضْٰی[۷۲] ، غُضْوَر[۷۳] ، قادم[۷۴] ، ذی قار[۷۵] ، قُلاَخ[۷۶] ، کبوان[۷۷] ، لَعْشَع[۷۸] ، لَغْلَف[۷۹] ، لکیک[۸۰] ، لیوی[۸۱] ، ماسل[۸۲] ، میجْول[۸۳] ، مَرَوْرَاۃ[۸۴] ، مُکَتّل[۸۵] ، مُنشید[۸۶] ، ملحوب[۸۷] ، نَجد[۸۸] ، نُعمی[۸۹] ، نیر[۹۰] ، واحف[۹۱] ، واسط[۹۲] ، واکف[۹۳] ، وَدّاہ[۹۴] ، هارب[۹۵] ، هجین[۹۶] ، هَونی[۹۷] ، یثرب[۹۸] ، یمامہ[۹۹] ،

یہ ہیں عربوں کے بُرَق ۔ قاموس کی شروح میں ان کے مقامات کی تعیین کی گئی ہے نیز ان کے ان اشعار کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کے متعلق کہے گئے ہیں ۔ مثلاً نعمان بن منذر کا یہ شعر :

وَمَا عِتذَارُکَ مِنْہُ بَعْدَ مَاجزِعَتْ
ایدی المَطِیْ بہ بَرقَاء شِملِیلاَ

تمہارا اُس میں کیا عذر ہوگا بعد اس کے کہ سواریاں اسے لے کر برقاء شملیل کے مقام پر گھبرا رہی ہوں

طرفہ بن عبدالبکری اپنے معلقہ میں کہتا ہے :

لِخَوْلَۃَ اَطْلاَلٌ بِبُرقَۃِ تَہْمَدِ
تَلُوحُ کَبَاقِی الوَشمِ فی ظَاهِرِ الیَدِ

برقہ ثہمد کے مقام پر خولہ کے کھنڈرات اس طرح چمک رہے ہیں جس طرح ہاتھ کی بیرونی جانب گودنے کے باقی ماندہ نشانات چمک رہے ہوتے ہیں

کُمَیْت کہتا ہے :

وَقَدْ فَاضَ غَرْبٌ عِنْدَ بَرقاءِ جُنْدُبٍ
لِعَيْنَيْكَ مِنْ عِرْفَانِ مَا أَنْتَ تَعْرِفُ

برقاء جذب کے مقام پر تمہاری آنکھوں کے آنسو ان کھنڈرات کو پہچان کر جنھیں تو جانتا تھا بہ پڑے

ابن مقبل[۱] کہتا ہے :

طَرِبْتَ إِلَى الحَيِّ الَّذِينَ تَحَمَّلُوا
بِبُرْقَةِ أَحْوَاذٍ وَأَنْتَ طَرُوبُ

برقہ احواذ کے مقام پر تجھے اس قبیلے کی یاد نے ستایا جو وہاں سے کوچ کر گیا تھا تو بہت ہی غمزدہ تھا

ایک اور شاعر کہتا ہے :

لِمَنِ الدِّيَارُ بِبُرْقَةِ الأَجْدَادِ
عَفَتْ سَوَارِ رَسْمَهَا وَغَوَادِي

برقۂ اجداد کے مقام پر یہ مکانات کس کے ہیں جن کے نشانات کو صبح اور شام کے چلنے والے بادلوں نے مٹا دیا ہے

[۲۲۷] معجم البلدان میں بہت سی مشترک جگہوں کے نام دیے ہیں ۔ اسی طرح کتاب المشترک میں دیا ہے اگر ان تمام کا ہم ذکر کرنے لگیں تو کتاب لمبی ہو جائے ہم نے جس قدر ذکر کیا ہے یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے ، خدا ہی توفیق دینے والا ہے ان کاموں کی جو دنیا اور آخرت میں بہتر ہوں ۔

# ذکر مکہ ، خدا اسے شرف بخشے ، نیز یہ کہ عہدِ جاہلیت میں اس شہر کا عالم کیا تھا

یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مکہ کو دو ناموں سے یاد کیا ہے مکہ اور بکہ ۔ مکہ کا ذکر اس آیت میں ہے :

هُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَکَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْهِمْ

خدا وہ ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روکے رکھا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے ، مکہ کے اندر بعد ازانکہ اللہ نے تمہیں ان پر فتح دے دی تھی

مکة کا لفظ تَمَکَّکْتُ[1] المُخَّ مِنَ العَظْمِ تَمَکُّکًا سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہڈی میں سے مُخ نکالنے کے ہیں ۔ کیونکہ مکہ فاجر انسان کو اپنے یہاں سے نکال باہر کرتا ہے ، جیسا کہ اصمعی نے بیان کیا ہے ۔ اس کی تائید میں اصمعی نے راجز کا یہ شعر پیش کیا ہے جسے وہ تلبیہ کہتے ہوئے پڑھ رہا تھا :

یامَکَّةُ الفَاجِرَ مُکِّیْ مَکَّا
وَلاَ تَمُکِّیْ مَذْحِجاً وعَکَّا

اے مکہ تو (ہر) فاجر کو باہر نکال پھینک مگر مَذْحج اور عک کو نہ نکالنا

بکہ کا ذکر اس آیت میں ہے :

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبَارَکاً وهُدًی لِلْعَالَمِیْنَ فِیْهِ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ مَقَامُ اِبْرَاهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهُ کَانَ آمِناً

---

۱ ۔ مگر لسان العرب میں یوں دیا ہے : وقیل : سمیت مکة لاَنها کانت تَمک من ظَلَمَ فیها وَاَلْحَدَ ای تهلکہ ۔ اس کے بعد تائید میں یہی شعر پیش کیا گیا ہے ۔

سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے استوار کیا گیا وہ گھر ہے
جو بکہ میں ہے ۔ وہ مبارک گھر ہے اور جہان والوں کے لیے ہدایت
کا سبب ہے ۔ اس میں واضح آیات ہیں یعنی مقام ابراہیم ، اور جو اس
میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے ۔

اصمعی کہتا ہے : اس کا نام بکہ اس لیے پڑا کہ یہاں لوگ ایک دوسرے کو دھکیلتے ہیں اور اس نے دلیل کے طور پر راجز کا یہ شعر پیش کیا ہے :

إذَا الشَّرِيبُ أخَذَتْهُ أكَّهْ
فَخَلِّهِ حَتَّى يَبُكَّ بَكَّهْ

جب وہ شخص جو اپنے اونٹوں کو تمہارے اونٹوں کے ساتھ پانی پلاتا ہے سخت گرمی اور انتظار کی وجہ سے گھبرا جائے تو اسے چھوڑ دو تاکہ وہ بھی اپنے اونٹوں کو لے کر دھکم پیل کرے اور اس طرح انہیں پانی پلا سکے

لوگوں کا ان دونوں ناموں میں اختلاف ہے ۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نام تو ایک ہی چیز کا ہے مگر اس کے لیے دو الگ الگ لغتیں ہیں ، کیونکہ عرب میم اور باء کو باہم بدل لیتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں ضربة لازم اور ضربة لازب کیونکہ میم اور باء کا مخرج قریب ہے ۔ یہ [2] مجاہد کا قول ہے ۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یہ دو الگ [۲۲۸] الگ نام ہیں ۔ مُسَمّٰی بھی دو ہیں کیونکہ نام کا اختلاف مُسمّٰی

---

۱ ۔ لسان العرب میں اس شعر کی تشریح یوں کی ہے : یقول : اذا ضجرالذی یُورِدُ إبلہ مع إبلک لشدة الحرانتظاراً فَخَلِّہِ حتی یَزْدَحِمَکَ
روض الانف میں شاعر کا نام عامان بن کعب بن عمرو بن سعد بن زید مناة بن تمیم دیا ہے ۔ (۱ ؛ ۸۲)

۲ ۔ مجاہد : امام ابو الحجاج مجاہد بن جبرالمکی ۔ تفسیر کے عالم تھے ۔ زاہد اور عابد تھے اور ابن عباس کے شاگرد تھے ۔ تراسی برس کی عمر میں مکے میں ۱۰۳ھ میں وفات پائی (شذرات : ۱ ؛ ۱۲۵)

کے اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ مستثنی کے متعلق اس قول کے قائلین کے پھر دو قول ہیں ۔ ایک قول یہ ہے کہ مکہ تمام شہر کا نام ہے اور بکہ خانہ کعبہ کا ، یہ [1] ابراھیم نخعی اور [2] یحییٰ بن ابی ایوب کا قول ہے ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مکہ تمام حرم کا نام ہے اور بکہ مسجد حرام کا ۔ یہ [3] زہری اور [4] زید بن اسلم کا قول ہے ۔ [5] مصعب بن عبداللہ الزبیری نے بیان کیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں امن کی وجہ سے مکہ کو " صلاح " کہا کرتے تھے اور اپنی دلیل میں ابو سفیان بن حرب بن امیہ کا یہ شعر پیش کیا ہے :

أَبَا مَطَرٍ هَلُمَّ إِلَى صَلَاحٍ
فَيَكْفِيكَ النَّدَامَى مِنْ قُرَيْشٍ

اے ابو مطر صلاح (مکے) کی طرف آ جا ، تجھے قریش کے ندیم کافی ہو رہیں گے

---

۱ ۔ ابراھیم بن یزید النخعی ۔ فقیہ عراق چھیالیس سال کی عمر میں ۹۵ھ میں وفات پائی ۔

۲ ۔ اصل کتاب میں یحییٰ بن ابی ایوب ہی دیا ہے مگر درست یحییٰ بن ایوب ہے ۔ ۱۶۳ھ میں وفات پائی ۔

۳ ۔ زہری : ابو بکر محمد بن عبداللہ بن شہاب الزہری مشہور فقیہ اور عالم ، چھہتر برس کی عمر میں ۱۲۴ھ میں وفات پائی ۔

۴ ۔ زید بن اسلم : زید بن اسلم العدوی ۔ فقیہ اور عابد تھے ۔ ان کی ابن عمر سے ملاقات ہوئی ۔ مدینے میں فتویٰ اور علم کا حلقہ قائم کر رکھا تھا ۔ امام زین العابدین ان کے پاس آ کر بیٹھا کرتے تھے ۔ ۱۳۶ھ میں وفات پائی ۔

۵ ۔ مصعب بن عبداللہ ۔ ابو عبداللہ مصعب بن عبداللہ بن مصعب الاسدی الزبیری ۔ نسب دان اور اخباری تھے ۔ اسی برس کی عمر میں ۲۳۶ھ میں وفات پائی ۔ (شذرات ؛ ۲ ؛ ۸۶)

وَتَنْزِلُ بَلْدَةً عَزَّتْ قَدِيْمًا
وتَأمَنُ أنْ يَزُوْرَكَ رَبُّ جَيْشٍ

تو اس شہر میں اترے گا جو قدیم زمانے سے ذی عزت چلا آ رہا ہے
اور تو (یہاں) حملہ آور کے حملے سے محفوظ رہے گا ۔

مجاہد کا بیان ہے کہ مکے کے ناموں میں " ام رحم " اور " باسّہ " بھی شامل ہیں ۔ ام رحم اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں لوگ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں ۔ ایک روایت میں یہ " ام زحم " ہے ۔ مزاحمت سے ۔ اس کا نام باسّہ اس لیے پڑا کہ یہ [3]اس شخص کو جو یہاں زیادتی کرے ہلاک و تباہ کر دیتا ہے ۔ اسی معنی میں اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے :

وبُسَّتِ الجِبَالُ بَسّاً
(پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا)

ایک روایت میں باسّہ کے بجائے ناسّہ (نون کے ساتھ) ہے ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو یہاں کجروی کرے یہ اسے یہاں سے نکال اور دھکیل دیتا ہے ۔ اس کے اور نام بھی ہیں جن کی تشریح طویل ہوگی ۔

مکے کی اصل اور اس کی حرمت اس تعظیم و حرمت پر استوار ہے جو اسے اللہ تعالٰی نے عطا کی ہے ۔ چنانچہ اللہ نے اُس گھر کی خاطر جس کی بنیادوں کے اٹھانے کا اس نے حکم دیا اور اسے اپنے بندوں کے لیے قبلہ بنایا اسے [3]ام" القریٰ قرار دیا ہے ، چنانچہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں :

لِيُنْذِرَ أمَّ القُرَى وَ مَنْ حَوْلَهَا
تاکہ آپ ام" القریٰ اور آس پاس کے لوگوں کو ڈرائیں

امام جعفر[1] بن محمد[2] نے اپنے والد محمد[2] بن علی رضی اللہ عنہم سے

---

۱ ۔ جعفر بن محمد : یہ امام جعفر الصادق کے نام سے مشہور ہیں ۔ ۱۴۸ھ میں وفات پائی ۔

۲ ۔ محمد بن علی : یہ امام محمد باقر کے نام سے مشہور ہیں ۔ ۱۱۴ھ میں وفات پائی ۔

حکایت کی ہے کہ بیت اللہ کے استوار کیے جانے اور اس کا طواف کیے جانے کا حکم اللہ نے اس بنا پر دیا تھا کہ جب اللہ نے فرشتوں سے یہ کہا تھا کہ

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً
قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا
وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ
بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ
مَا لَا تَعْلَمُونَ ۔

(میں دنیا میں اپنا جانشین مقرر کرنے والا ہوں ۔ انھوں نے کہا : کیا آپ ان لوگوں کو جانشین بنانے لگے ہیں جو دنیا میں فساد اور خونریزی کریں گے ، حالانکہ ہم تمھاری حمد و تقدیس کرتے ہیں تو اللہ نے فرمایا تھا کہ میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے)

غرضیکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ناراض ہوگئے اور وہ عرش کی طرف لوٹ گئے ، [۲۲۹] پھر انھوں نے سات بار عرش کا طواف کیا تاکہ اپنے رب کو راضی کر سکیں ۔ چنانچہ اللہ ان سے راضی ہوگیا اور فرمایا : میرے لیے زمین پر گھر بناؤ تاکہ بنی آدم میں سے جس شخص پر میں ناراض ہو جاؤں وہ وہاں آ کر پناہ لے اور اس کے گرد طواف کرے ۔ جس طرح تم نے عرش کا طواف کیا ہے ۔ پھر میں اُن سے راضی ہو جایا کروں گا ۔ چنانچہ فرشتوں نے یہ گھر اللہ کے لیے بنا دیا ۔ یہ پہلا گھر تھا جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي
بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ

بیشک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ وہ گھر ہے جو مکے میں ہے ۔ وہ مبارک گھر ہے اور جہان والوں کے لیے ہدایت کا سبب ہے

اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ پہلا گھر تھا جو لوگوں کے لیے عبادت کی غرض سے بنایا گیا تھا ۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ آیا کوئی اور گھر بھی تھا جو کسی اور غرض سے بنایا گیا ہو ۔ حسن بصری اور ایک گروہ کا بیان ہے کہ اس سے پہلے بہت سے اور گھر بھی تھے ۔ مجاہد اور قتادہ[1] کہتا ہے کہ اس سے پہلے کوئی اور گھر نہ تھا ۔ جمہور علما کے یہاں پہلے قول کو ترجیح دی گئی ہے ۔ اکثر و بیشتر مورخین اور مفسرین کا یہی خیال ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے جو ''مبارکاً'' فرمایا ہے اس کی دو تاویلیں کی گئی ہیں ۔ اس کی پہلی برکت یہ ہے کہ انسان اِدھر وہاں جانے کا ارادہ کرتا ہے اُدھر ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے ۔ دوسری برکت یہ ہے کہ جو یہاں آ جائے اس کے لیے یہ شہر امن کا سبب ہے یہاں تک کہ اگر جنگلی جانور یہاں چلے آئیں تو ان کے لیے بھی امن ہے چنانچہ یہاں ہرنی اور بھیڑیا باہم اکٹھے ہو جاتے ہیں ۔

اور ھُدًی للعالمین کی بھی دو تاویلیں ہیں ۔ ایک یہ کہ یہ توحید خداوندی کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے اور دوسری یہ کہ یہ حج اور نماز میں اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے ۔

فِیہِ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ مَقَامُ إبرَاھِیمَ وَ مَن دَخَلَہٗ
کَانَ آمِناً ۔

مقام ابراھیم کا معجزہ یہ ہے کہ باوجود سخت پتھر ہونے کے آپ کے قدموں کا اس میں نشان پڑگیا ۔ مقام ابراھیم کے علاوہ اور جگہوں کا معجزہ یہ ہے کہ یہاں خوفزدہ کو امن حاصل ہو جاتا ہے ، بیت اللہ کو دیکھتے ہی دلوں پر اُن کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے ۔ پرندے بیت اللہ کے اوپر نہیں اڑتے اور جو شخص یہاں سرکشی کرے اسے فوری سزا دی جاتی ہے ۔ جاہلیت میں اصحاب

---

۱ ۔ قتادہ : قتادہ بن دعامہ السدوسی نابینا ، مفسر اور عالم اہل بصرہ تھے ۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی ۔

اہل کے واقعہ کا پیش آنا ۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کے دلوں میں اس کی تعظیم کا ہونا ۔ نیز جب کوئی جابر بادشاہ بھی اس شہر میں داخل ہوتا ہے خواہ نہ وہ اہل کتاب میں سے ہو اور نہ کسی شریعت کا پیرو ہو ۔ اسے بھی یہاں کے احکام کا پابند ہونا پڑتا ہے ۔ یہاں تک کہ ایک شخص اپنے بھائی اور باپ کے قاتل کو یہاں دیکھتا تھا مگر اس شہر کے اندر اس کا بدلہ نہ لیتا تھا ۔ یہ تمام اللہ کی نشانیاں ہیں جنھیں اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے ۔ اب رہا عہدِ اسلام میں اس کا امن تو اللہ کے فرمان : وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا میں دو تاویلیں ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد دوزخ سے امن ہے ۔ یہ یحییٰ بن جعدہ کا قول ہے اور دوسرا قتل سے امن ۔ کیونکہ اللہ نے یہاں داخل ہونے والے پر احرام کا باندھنا واجب قرار دیا ہے اور بغیر احرام کے داخلہ ممنوع قرار دیا ہے ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے داخل ہوئے تو فرمایا : یہ شہر میرے لیے صرف دن کے ایک گھنٹہ کے لیے حلال کیا گیا نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد حلال ہوگا ۔

[۲۳۰] اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۔

لوگوں کے ذمے اللہ کے لیے اللہ کے گھر کا حج کرنا ہے یعنی ان لوگوں کے لیے جو ادھر کا رخ کرنے کی طاقت رکھتے ہوں

چنانچہ اللہ نے اسے نماز میں قبلہ بنانے کے بعد یہاں کا حج فرض کر دیا اس لیے کہ نماز میں کعبے کی طرف منہ کرنا ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوگیا تھا حالانکہ حج چھٹے سال فرض ہؤا ۔

## کعبہ کا بیان : خدا اسے شرف بخشے

یاد رکھیں کہ طوفان کے بعد سب سے پہلے جس شخص نے اس کی تعمیر کا کام اپنے ہاتھ میں لیا وہ ابراھیم علیہ السلام ہیں کیونکہ

اللہ سبحانہ فرماتے ہیں :

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ
وَإِسْمٰعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔

جب ابراهیم اور اسمٰعیل بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے ہمارے رب ہماری طرف سے (یہ کاوش) قبول فرما ۔ تو سمیع و علیم ہے ۔

انھوں نے جو اس کے قبول کیے جانے کی درخواست کی اس سے پتا چلتا ہے کہ انھیں اس کے تعمیر کرنے کا حکم دیا گیا تھا ۔ اس کا نام کعبہ اس کی بلندی کی وجہ سے رکھا گیا ۔ یہ معنی عربوں کے اس محاورے سے لیا گیا ہے ۔ کَعَبَتِ المراۃ جب عورت کے پستان اونچے ہو جائیں تو یہ محاورہ بولا جاتا ہے ۔ ٹخنے کو بھی کعب اس لیے کہا گیا کہ وہ اونچا ہوتا ہے ۔

کعبہ ابراهیم علیہ السلام کے بعد قوم جُرہم اور عمالقہ کے پاس تھا تاآنکہ ان کا خاتمہ ہوگیا اور عالم یہ ہوگیا کہ عامر[1] بن الحارث بن مضاض نے ان کے متعلق یہ شعر کہہ ڈالے ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام عمرو تھا ۔

---

۱ - محمد بہجہ اثری نے ان اشعار کے کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حارث بن مضاض جرهمی حجاز میں بقنونا کے مقام پر مقیم تھا کہ اس کے اونٹ گم ہوگئے ۔ یہ ان کی تلاش میں حرم میں آیا اور اپنے اونٹ لینے کے لیے حرم میں داخل ہونا چاہا ۔ اس پر عمرو بن لحی نے پکار کر کہا اگر کسی کو جرهمی مل گیا اور پھر وہ اسے قتل نہ کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا ۔ حارث نے اسے سن لیا اور مکے کے ایک پہاڑ پر چڑھ کر دیکھا تو اس کے اونٹوں

باقی حاشیہ صفحہ ۳۹۷ پر

وَقَائِلَةٍ وَالدَّمْعُ سَكْبٌ مُبَادِرٌ
وَقَدْ شَرِقَتْ بِالدَّمْعِ مِنْهَا الْمَحَاجِرُ

ایک کہنے والی کہہ رہی تھی درآنحالیکہ اس کے (کچھ) آنسو جلدی جلدی بہ رہے تھے اور (کچھ) اس کی آنکھوں میں ڈبڈبا رہے تھے

كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحَجُونِ إِلَى الصَّفَا
أَنِيسٌ وَلَمْ يَسْمُرْ بِمَكَّةَ سَامِرُ

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حجون سے لے کر صفا کے درمیانی علاقے میں نہ تو کبھی کوئی انیس پایا گیا تھا اور نہ ہی مکے میں کسی کہانی کہنے والے نے کبھی کوئی کہانی کہی تھی

فَقُلْتُ لَهَا وَالْقَلْبُ مِنِّي كَأَنَّمَا
يُلَجْلِجُهُ بَيْنَ الْجَنَاحَيْنِ طَائِرُ

میں نے اُس سے کہا اور اس وقت میرے دل کی یہ کیفیت تھی گویا کوئی پرندہ اسے اپنے دونوں پروں کے درمیان ہچکولے دے رہا ہو

بَلَى نَحْنُ كُنَّا أَهْلَهَا فَأَزَالَنَا
صُرُوفُ اللَّيَالِي وَالْجُدُودُ الْعَوَاثِرُ

---

صفحہ ۴۹۶ کا بقیہ حاشیہ

کو ذبح کیا جا رہا تھا اور گوشت کو تقسیم کیا جا رہا تھا۔ یہ خوف زدہ ہو کر واپس آ گیا اور دور نکل گیا اس وقت اس نے یہ شعر کہے: مگر ابن ہشام [سیرۃ علی ھامش الروض الانف (۱ : ۸۲)] لکھتے ہیں کہ جب عمرو بن الحارث نے مکے کو خیرباد کہا اور کعبے کی دونوں سونے کی ہرنیاں اور رکن کے پتھر کو لے کر نکلا تو اس نے دونوں ہرنیوں کو تو زمزم میں دفن کر دیا اور خود اپنے ساتھیوں کو لے یمن کی طرف چلا گیا۔ انھیں مکے سے نکلنے کا انتہائی غم ہؤا۔ اس پر عمرو نے شعر کہے۔

کیونکہ نہیں یہاں کے رہنے والے ہم تھے ، گردشِ زمانہ نے اور بدبختی نے ہمیں یہاں سے نکال باہر کیا

وَکُنَّا وُلاۃَ البَیْتِ مِنْ بَعْدِ نَابِتٍ
[۱ نَطُوف بِذَاکَ البَیْتِ وَالخَیْرُ ظَاھِرٌ]

نابت کے بعد ہمیں کعبے کے والی تھے - ہم اس کا طواف کیا کرتے تھے ، اور ہم میں بھلائی کے واضح آثار موجود تھے

[وَنَحنُ وَلِیْنَا البَیْتَ مِنَ بَعْدِ نَابِتٍ]
بِعِزٍّ فما یَحْظٰی لَدَیْنَا المُکَاثِرُ

نابت کے بعد ہمیں بیت اللہ کے والی بنے اور بڑی عزت کے سالھ بنے ، ہارے ساتھ فخر میں مقابلہ کرنے والا خوش نصیب نہ ہوتا تھا

مَلَکْنَا فَعَزَّزْنَا فَاَعْظِمْ بِمُلْکِنَا
فَلَیْسَ لِحَیٍّ غَیْرِنَا ثَمَّ فَاخِرُ

[۲۳۱] ہم مالک ہوئے پھر ہم نے قوت پکڑی ہارے ملک کی عظمت کے کیا کہنے - وہاں ہارے سوا کسی قبیلے کا آدمی فخر کرنے والا ہی نہ تھا

اَلَمْ تنکِحُوا مِنْ خَیْرِ شَخْصٍ عَلِمْتُہُ
فَاَبْنَاؤُہُ مِنَّا وَ نَحْنُ الاَصَاھِرُ

کیا تم نے بہترین شخص سے جس کا مجھے علم ہے نکاح نہیں کر دیا تھا لہذا اس کے بیٹے ہمیں میں سے تھے ہمیں خُسر بھی تھے

فَاِنْ تَنْثَنِ الدُّنیَا عَلَیْنَا بِحَالِھَا
فَاِنَّ لَھَا حَالاً و فِیھَا التَشَاجُرُ

---

۱ - یہ مصراع بلوغ الارب میں نہیں دیا - سیرۃ ابن ہشام سے لکھا گیا ہے -

لہذا اگر دنیا اپنے حال سے بدل کر ہمارے خلاف ہو گئی ہو تو کوئی بات نہیں کیونکہ اس کا یہی انداز ہے اور اس کے مزاج میں مخالفت موجود ہے

فَاَخْرَجَنَا مِنْهَا الْمَلِيكُ بِقُدْرَةٍ
كَذَلِكَ يَا لَلنَّاسِ تَجْرِي الْمَقَادِرُ

پھر اللہ نے اپنی قدرت سے ہمیں یہاں سے نکال باہر کیا ۔ لوگو! تقدیریں اسی طرح گامزن رہتی ہیں

اَقُولُ اِذَا نَامَ الْخَلِيُّ وَلَمْ اَنَمْ
اَذَا الْعَرْشِ لَا يَبْعُدْ سُهَيْلٌ وَعَامِرُ

جب بے غم انسان سو جاتا ہے اور میں بیدار ہوتا ہوں تو کہتا ہوں اے عرش کے مالک ، سُہیل اور عامر پہاڑ تباہ نہ ہوں

وَبُدِّلْتُ مِنْهَا اَوْجُهاً لَا اُحِبُّهَا
قَبَائِلَ مِنْهَا حِمْيَرٌ وَيُحَابِرُ

(مکہ والوں کے) بدلے میں مجھے ایسے چہرے ملے جنہیں میں پسند نہیں کرتا ۔ یہ حِمیر اور یُحابر کے قبیلے ہیں

وَصِرْنَا اَحَادِيثاً وَكُنَّا بِغِبْطَةٍ
بِذَلِكَ عَضَّتْنَا السِّنُونُ الْغَوَابِرُ

اب ہم فسانہ بن گئے ہیں حالانکہ کسی وقت ہم قابل رشک حالت میں تھے ۔ اسی لیے تو گزشتہ سالوں نے ہمیں مصائب میں مبتلا کر دیا ہے

فَسَحَّتْ دُمُوعُ الْعَيْنِ تَبْكِي لِبَلْدَةٍ
بِهَا حَرَمٌ اَمْنٌ وَفِيهَا الْمَشَاعِرُ

لہذا میری آنکھوں کے آنسو اس شہر پر روتے روتے بہ پڑے اس جگہ جہاں امن کا حرم اور مشاعر حج ہیں

وَتَبْكِي لِبَيْتٍ لَيْسَ يُؤْذَى حَمَامُهُ
يَظَلُّ بِهِ اَمْناً وَفِيهِ الْعَصَافِرُ

اور وہ اس گھر کی وجہ سے رو رہی ہے جس کے کبوتروں کو دکھ
نہیں دیا جاتا وہ وہاں امن سے ہیں اور یہی حال چڑیوں کا ہے

وَفِيهِ وُحُوشٌ لاَ تُرَابُ١ أَنِيسَةٌ
إِذَا خَرَجَتْ مِنْهُ فَلَيْسَتْ تُغَادَرُ

اور اس گھر میں وحشی جانوروں سے بھی کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں
کرتا وہ مانوس ہیں مگر جب وہ حرم سے نکل جائیں تو پھر ان کو
کوئی نہیں چھوڑتا

اسی نے مکے کے ان ساکنین کا ذکر کرتے ہوئے جو بکر اور غُبشان میں سے ان کے بعد وہاں رہ گئے تھے یہ شعر کہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ سِيرُوا إِنَّ قَصرَكُمُ
أَنْ تُصْبِحُوا ذَاتَ يَوْمٍ لاَ تَسِيرُونَا

لوگو ! چلو تمھاری حالت آخر کار یہ ہو جانے گی کہ ایک دن جب
صبح ہوگی تو تم چل نہ سکو گے

حَثُّوا المَطِيَّ وَأَرْخُوا مِنْ أَزِمَّتِهَا
قَبْلَ المَمَاتِ وَقَضُّوا مَا تُقَضُّونَا

سواریوں کو گرماؤ ، ان کی زماموں کو ڈھیلا کر دو پیشتر اس کے
کہ تم مر جاؤ جو کچھ کرنا ہے کر گزرو

كُنَّا أُنَاساً كَمَا كُنْتُمْ فَغَيَّرَنَا
دَهْرٌ فَأَنْتُمْ كَمَا كُنَّا تَكُونُونَا

ہم بھی تمھاری طرح کے انسان تھے پھر زمانے نے ہمیں بدل دیا
لہذا تم بھی ہماری طرح ہو جاؤ گے

اس کے بعد قریش حرم پر غالب آ گئے اور اس طرح ان کے جانشین [۲۳۲] بن گئے ۔ اس لیے کہ قریش پہلے قلیل تھے پھر اُن کی تعداد زیادہ

---

۱ ۔ سیرۃ ابن ھشام میں لا تُرَاب کی بجائے لا تُرَامُ لکھا ہے ۔

ہو گئی تھی - پہلے وہ کمزور تھے پھر وہ طاقتور ہو گئے تھے - یہ اس نبوت کی تمہید تھی جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا لہذا ابراہیم علیہ السلام کے بعد پہلا شخص جس نے بناء کعبہ کی تجدید کی ، قصیّ بن کلاب تھا - اس نے اس کی چھت میں گوگل کی لکڑی اور کھجور کی ٹہنیاں استعمال کی تھیں - اعشی کہتا ہے :

حَلَفْتُ بِثَوْبَيْ رَاهِبِ الشَّامِ وَالَّذِي
بَنَاهُ قُصَيٌّ جَدُّهُ وَ ابنُ جُرْهُمٍ

میں راہب شام کے دو کپڑوں اور اس گھر کی قسم کھاتا ہوں جسے اس کے دادا قُصیّ اور جرھم کے بیٹے نے بنایا تھا

[1] لَئِنْ شَبَّ نِيرَانَ العَدَاوَةِ بَيْنَنَا
لَيَرْ تَحِلَنْ مِنِّي عَلَى ظَهْرِ شَيْهَمِ

کہ اگر اس نے ہمارے درمیان عداوت کی آگ کو بھڑکایا تو پھر اگر

---

۱ - محمد بہجۃ اثری اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے شیہم کے معنی " تیز رفتار، چست اور قوی گھوڑے " کے کرتے ہیں - بہجہ اثری نے اس شعر کو قطعاً نہیں سمجھا - یہاں شیہم کے معنی " نر خار پشت " کے ہیں اور لیر نحلن کے معنی سوار ہونے کے ہیں - مراد یہ ہے کہ خار پشت پر سواری نہیں کی جا سکتی اور جو ایسا کرے گا خود کو نقصان پہنچائے گا یہی حال اس شخص کا ہوگا جو ہم میں عداوت کی آگ سلگائے گا - لسان العرب میں یہ شعر یوں درج ہے :

لَئِنْ جَدَّ أَسْبَابُ العَدَاوَةِ بَيْنَنَا
لَتَرْتَحِلَنْ مِنِّي عَلَى ظَهْرِ شَيْهَمِ

اور لکھا ہے : الشیہم ماعظم شوکہ من ذکور القنافذ ونحو ذلک : قال ابو عبیدۃ فی قولہ : " علی ظھر شیھم " ای علی ذعر وقال ابن الاعرابی : ھوا لقنفذ والدُلدل والشیھم - ابو زید : یقال للذکر من القنافذ الشیھم

وہ مجھ پر سواری کرے گا تو گویا خار پشت پر سواری کرے گا ،

اس کے بعد قریش نے اسے تعمیر کیا ۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال تھی اور آپ تعمیر کے وقت موجود تھے ۔ اس کا دروازہ زمین کے اندر ہوتا تھا ۔ ابو حذیفۃ بن المغیرہ نے کہا :

کعبے کا دروازہ اونچا کرو تاکہ کوئی سیڑھی کے بغیر اس میں داخل نہ ہو سکے ۔ اس صورت میں وہی شخص کعبے میں داخل ہو سکے گا جسے تم چاہو گے اور اگر کوئی ایسا شخص آئے جسے تم ناپسند کرتے ہو تو اسے پھینک دینا ، وہ گرے گا اور دیکھنے والوں کے لیے مقامِ عبرت بن جائے گا ۔ چنانچہ قریش نے ایسا ہی کیا ۔

اس کی تعمیر کا سبب یہ تھا کہ کعبہ گر گیا تھا اس وقت اس کی بلندی قد آدم سے اونچی تھی ۔ ابو حذیفہ نے اسے اور اونچا کرنا چاہا اور سمندر نے کسی رومی تاجر کی کشتی کو جدہ میں لا پھینکا تھا ۔ جدہ والوں نے اس کی لکڑی کو قبضے میں لے لیا ۔ اوہر کعبے میں ایک سانپ رہتا تھا جس سے لوگ بہت ڈرتے تھے ۔ اتفاق سے وہ سانپ نکل کر کعبے کی دیوار پر آ گیا اور ایک پرندہ جھپٹ کر اسے لے اڑا ۔ یہ دیکھ کر قریش نے کہا : ہمیں امید ہے کہ جو ارادہ ہم نے کیا ہے اس پر اللہ سبحانہ راضی ہیں ۔ لہذا انھوں نے کعبے کو گرا کر اسے (رومی تاجر کی) کشتی کی لکڑی سے تعمیر کر ڈالا ، کعبہ اسی تعمیر پر قائم تھا تاآنکہ حُصیّن بن نُمیر اور شامی لشکر نے ۶۴ھ میں یزید بن معاویہ کے عہد میں ابن زبیر کا محاصرہ کیا اور اس سے جنگ کی ۔ حصین کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے کھجور کی چھال میں آگ رکھ کر نیزے کی نوک پر اٹھائی اس وقت تُند ہوا چل رہی تھی ۔ ایک شرارہ اڑ کر کعبے کے پردوں میں جا پڑا جس سے پردے جل گئے دیواریں پھٹ بھی گئیں اور سیاہ بھی ہوگئیں ۔ پتھر بھی گرے اور بکھر گئے ۔ یزید کی موت پر جب حصین واپس چلا گیا تو عبداللہ بن زبیر نے اپنے

ساتھیوں سے کعبے کو گرا کر بنانے کے متعلق مشورہ کیا ۔ جابر[1] بن عبد اللہ اور عبید بن عمیر نے تائید کی مگر عبد اللہ بن عباس نے ان سے اتفاق کرنے سے انکار کر دیا اور کہا : بیت اللہ کو گرایا نہ جائے گا ۔ اس پر ابن زبیر نے کہا : کیا تم نہیں دیکھتے کہ کبوتر جب بیت اللہ کی دیواروں پر بیٹھتے ہیں تو اس کے پتھر گر کر بکھر جاتے ہیں ۔ تم خود اپنے گھروں کو تو بناتے رہتے ہو مگر اللہ کا گھر نہیں بنایا جاتا ۔ یاد رکھو میں کل صبح اسے گرا دوں گا ۔ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : اگر میرے پاس دولت ہوتی تو میں [۲۳۲] اسے ابراهیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرتا اس میں دو دروازے رکھتا ایک شرقی اور ایک غربی ۔ اسود[2] سے پوچھا گیا ۔ کیا تم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں کچھ سنا ؟ تو انہوں نے جواب دیا : ہاں ۔ انہوں نے مجھے بتلایا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تمھاری قوم کی رقم کم ہوگئی ہے ۔ لہذا اسی پر اکتفا کرو ۔ اگر یہ لوگ تازہ تازہ مسلمان نہ ہوئے ہوتے تو میں اسے گرا کر اس کی اصلی حالت پر لے آتا ۔ اس پر ابن زبیر نے کعبے کو گرانے کا ارادہ پختہ کر لیا ۔ صبح ہوئی تو عبید بن عمیر کی طرف آدمی بھیجا ۔ جواب ملا کہ وہ سویا ہؤا ہے ۔ دوبارہ آدمی بھیج کر اسے جگایا اور کہا کیا تجھے یہ خبر نہیں ملی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چاشت کے وقت عالم کے سونے کی وجہ سے زمین اللہ کے پاس چلاتی ہے ۔ بہرحال انہوں نے کعبے کو گرا دیا ۔ ابن عباس نے پیغام بھیجا اگر تم اسے ضرور گراؤ ہی گے تو لوگوں کو قبلے کے بغیر نہ رہنے دینا ۔ جب کعبہ گرا دیا گیا تو لوگوں نے کہا : ہم قبلے کے بغیر کیسے نماز پڑھیں ۔ جابر اور زید نے کہا : کعبے کی جگہ کی طرف منہ کر کے نماز

---

۱ - جابر بن عبد اللہ : چوہتر (۷۴) سال کی عمر میں ۷۸ھ میں وفات پائی ۔

۲ - اسود : اسود بن یزید النخعی الکوفی ۔ فقیہ اور عابد تھے ۔ دن رات میں سات سو رکعت پڑھا کرتے تھے ۔ ۷۵ھ میں وفات پائی ۔

پڑھ لو، وہی قبلہ ہے۔ ابن زبیر نے کعبے کی جگہ کو ڈھانپ دینے کا حکم دیا اور حجر اسود کو ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر تابوت میں رکھ دیا۔ عکرمہ[1] کہتے ہیں کہ میں نے حجر اسود کو دیکھا ہے، یہ ایک ہاتھ تھا یا کچھ زیادہ ہوگا۔ اس کا اندرونی حصہ چاندی کی طرح سفید تھا۔ کعبہ کے زیورات کو دربانوں کے پاس کعبے کے خزانے میں رکھ دیا گیا۔ پھر جب اسے تعمیر کرنا چاہا تو حطیم کی جانب سے کھودنا شروع کیا تاآنکہ حضرت ابراهیم علیہ السلام کی بنیادیں ظاہر ہوگئیں۔ اس پر اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور پوچھا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہی ابراهیم کی بنیادیں ہیں؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ لہٰذا اس نے کعبے کو ابراهیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کیا اور حجر میں سے چھ ہاتھ زمین اس میں شامل کر لی اور چار ہاتھ چھوڑ دی۔ بعض کہتے ہیں کہ سات ہاتھ شامل کر لی اور تین ہاتھ چھوڑ دی اور اس کے دو دروازے شرقی اور غربی رکھے جو زمین کے ساتھ لگے ہوئے تھے ایک داخل ہونے کے لیے اور دوسرا باہر جانے کے لیے۔ ان دروازوں پر سونے کے پترے لگائے۔ اس کی چابیاں بھی سونے کی بنوائیں۔ اس کی تعمیر کے وقت جو لوگ قریش میں سے یہاں موجود تھے ان میں ایک ابوالجہم بن حذیفہ عدوی بھی تھے۔ انھوں نے کہا: میں نے کعبے کی تعمیر میں دو بار حصہ لیا ہے۔ ایک بار عہد جاہلیت میں جب میں پوری طرح جوان تھا۔ اور دوسری بار عہد اسلام میں ایک بوڑھے آدمی کی قوت کے ساتھ۔ زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر کو حجر کے اندر سبز رنگ کے پتھر کی سلیں ملی تھیں جو ایک قبر کے اوپر لگی ہوئی تھیں۔ عبداللہ[2] بن صفوان نے کہا کہ یہ اسمٰعیل علیہ السلام

---

۱۔ عکرمہ: مولی ابن عباس یہ فقیہ تھے۔ ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔

۲۔ عبداللہ بن صفوان۔ عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف الجمحی۔ رئیس مکہ اور ابن رئیس تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیدا ہوئے اور ۷۳ھ میں عبداللہ بن زبیر کا ساتھ دیتے ہوئے قتل ہوئے۔

کی قبر ہے لہٰذا انھوں نے ان پتھروں کو نہیں ہلایا ۔
[۴۲۳] اس کے بعد کعبہ ابن زبیرؓ کے عہد میں اسی حالت پر رہا یہاں تک کہ حجاج نے اُن سے جنگ کی اور انھیں مسجد حرام میں محصور کر لیا ۔ پھر منجنیقیں گاڑ دیں تاآنکہ اُن پر غالب آ گیا ۔ منجنیقوں کے پتھر پڑنے سے کعبے کی دیواریں پھٹ گئیں لہٰذا حجاج نے اسے گرا کر عبدالملک بن مروان کے حکم سے تعمیر کیا ۔ حجر کی زمین کو اس میں سے نکال دیا اور اسے پھر قریش کی تعمیر کے مطابق استوار کر دیا اور وہ اب تک اسی حالت پر قائم ہے ۔ عبد الملک بن مروان کہا کرتا تھا : کہ ابن زبیرؓ نے تعمیر کعبہ کی جو ذمہ داری اٹھائی تھی اے کاش وہ ذمہ داری اُسے میں نے سونپی ہوتی ۔
رہا غلاف کعبہ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے سعد نے کعبے کو یمانی ملبوس پہنایا ۔ ازاں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمانی کپڑے پہنائے ، پھر عمر بن الخطاب اور عثمان رضی اللہ عنہما نے قباطی کتان اڑھائی ۔ اس کے بعد یزید بن معاویہؓ نے خسروانی مخمل پہنائی ۔ محارب بن زیاد نے حکایت کی ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے کعبے کو مخمل پہنائی وہ خالد بن جعفر بن کلاب تھا ۔ بزازی کا ایک قافلہ اس کے ہاتھ آ گیا تھا جس میں فرشی چادریں تھیں ۔ اس نے انھیں کعبے پر لٹکا دیا ۔ اس کے بعد ابن الزبیرؓ اور حجاج نے مخمل کا غلاف پہنایا ۔ پھر بنو امیہ نے اپنے عہد میں وہ دو شالے پہنائے جو اہل نجران جنگوں میں پہنا کرتے تھے اور ان کے اوپر مخمل ڈالی ۔ پھر متوکل نے کعبے کے سنگ مرمر کی تجدید کی ۔ اسے چاندی کے ساتھ مضبوط کیا اور تمام دیواروں کو اور چھتوں کو سونا پہنایا پھر اس کے ستونوں پر بھی مخمل چڑھا دی ۔ ازاں بعد لباس کعبہ مخمل ہی رہا ۔

---

۳ - بلوغ الارب میں نظیمه دیا ہے اسے لَطیمہ پڑھیں جیسا کہ الروض الانف (۱ : ۷۷) میں ہے ۔ وہاں یہ عبارت یوں دی ہے :
أخذ لطيمة من البز و أخذ فيها انما طنًا فعلقها علي الكعبة ۔

رہی مسجد حرام تو یہ کعبے کے گرد ایک صحن ہے اور طواف کرنے والوں کے لیے کھلی جگہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس کے گرد کوئی دیوار نہ تھی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور آبادی زیادہ ہو گئی تو انھوں نے مسجد کی توسیع کی۔ انھوں نے مکانات خرید کر انھیں گرا دیا اور (رقبہ) مسجد میں داخل کر دیا۔ انھوں نے کچھ اور ایسے لوگوں کے بھی گھر گروا دیے جو مسجد کے آس پاس رہتے تھے۔ انھوں نے ان مکانات کے فروخت کرنے سے انکار کر دیا تھا مگر آپ نے ان کی قیمتیں مقرر کر دیں۔ جنھیں مالکوں نے بعد میں لے لیا۔ حضرت عمرؓ نے مسجد کی ایک چھوٹی سی دیوار بھی بنا دی جس کی بلندی قد آدم سے کم تھی۔ اس دیوار پر چراغ رکھ دیے جاتے تھے لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنھوں نے مسجد کی دیوار بنائی۔ پھر جب حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو انھوں نے کچھ اور مکانات خریدے اور مسجد کی توسیع کی یعنی کچھ لوگوں کے مکانات لے کر ان کی قیمت مقرر کر دی۔ انھوں نے بیت اللہ کے پاس آ کر واویلا کیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے [۲۳۵] فرمایا: تمھیں میرے حلم نے یہ جرأت دلائی ہے۔ عمرؓ نے بھی یہی بات کی تھی اور تم اقرار کر کے راضی ہو گئے تھے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے انھیں قید کر دینے کا حکم دے دیا، مگر پھر عبداللہ بن خالد بن اسید کی سفارش پر چھوڑ دیا۔ جب مسجد کی توسیع کی جانے لگی تو اس کے لیے شامیانے کھڑے کر دیے گئے تاآنکہ اس کی توسیع کا کام مکمل ہو گیا۔ اس کے بعد ولید بن عبدالملک (م ۹۶ھ) نے مسجد کی توسیع کی۔ اس کے لیے پتھروں اور سنگ مرمر کے ستون لائے گئے۔ اس کے بعد منصور (م ۱۵۸ھ) نے مسجد کی اور بھی زیادہ توسیع اور تعمیر کی۔ بعد میں مہدی (م ۱۶۹ھ) نے اضافہ کیا، پھر ایک طویل مدت تک وہی تعمیر جوں کی توں قائم رہی۔

اب مکے کو لیجیے تو وہاں مکانات نہ ہوا کرتے تھے۔ جرہم اور اور عمالقہ کے بعد قریش مکے کی پہاڑیوں اور وادیوں میں گھاس اور چارے

کی تلاش میں نکل جایا کرتے ۔ مگر حرم (کی حدود) سے باہر نہ ہوتے تھے اس لیے کہ وہ کعبے سے نسبت رکھتے تھے جن پر ان کا قبضہ تھا ۔ نیز اس لیے کہ وہ حرم میں رہنے کی وجہ سے حرم کے ساتھ خصوصیت رکھتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ عنقریب اسی وجہ سے انھیں کوئی اہمیت حاصل ہو جائے گی ۔ پھر جب ان کی تعداد بڑھ گئی اور ان کی ریاست وجود میں آ گئی تو اُن کی امید بھی پختہ ہو گئی اور انھیں معلوم ہو گیا کہ وہ بہت جلد عربوں کے پیشرو بن جائیں گے ۔ ان کے فضلا اور اصحاب الرائے اور تجربہ کار لوگوں کا خیال تھا کہ یہ سب کچھ ان کی دین کی سرداری اور عنقریب ظاہر ہونے والی نبوت کی تمہید کے طور پر ہے کیونکہ وہ کعبے کے معاملات میں سے ان امور کو مضبوطی سے سنبھالے ہوئے تھے جن کا تعلق بطور خاص دین سے تھا ۔ چنانچہ پہلا شخص جس نے اس بات کو محسوس کیا اور جس کے دل میں یہ خیال ڈالا گیا وہ کعب[1] بن لؤی بن غالب تھا ۔ قوم قریش ہر جمعے کے دن اس کے پاس آ کر جمع ہؤا کرتی تھی ۔ جمعے کو جاہلیت میں عروبہ کہا جاتا تھا ۔ کعب نے اس دن کا نام جمعہ رکھا ۔ اس دن وہ قریش کو خطاب کیا کرتا تھا اور انھیں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق اطلاعات دیا کرتا تھا ۔ یہ ان الہامات کی قسم ہے جن کا تخیل عقل میں آیا اور وہ صحیح نکلا ۔ نفوس نے اس کا تصور کیا اور وہ پورا ہو گیا ۔ ہم انشاءاللہ مجتمعات پر بحث کرتے وقت اس کا مفصل ذکر کریں گے ۔ اس کے بعد ریاست قصی بن کلاب کے پاس آ گئی ۔ اس نے مکے میں دارالندوہ تعمیر کیا تا کہ وہ اس میں بیٹھ کر قریش کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرے ۔ پھر یہ دارالندوہ باہمی مشاورت اور جنگوں میں جھنڈے باندھنے کے لیے استعمال ہونے لگا ۔ کلبی کہتا ہے : یہ پہلا گھر تھا جو مکے میں بنا ۔ پھر لوگوں نے پے در پے رہائش کے لیے گھر بنا لیے ۔ اور جس قدر اسلام کا زمانہ قریب آتا گیا اسی قدر ان کی قوت بھی بڑھتی

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو الروض الانف : ۱ : ۲۶۹ ۔

گئی اور تعداد زیادہ ہوتی گئی یہاں تک کہ عرب ان کے مطیع ہوگئے اور ان کا عربوں پر حکومت کرنے کا پرانا خیال سچا نکلا ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو دوسرا خیال بھی کہ نبوت ان میں ہوگی سچا نکلا ۔ چنانچہ جس جس کو اللہ نے ہدایت دی وہ ایمان لے آیا اور جس جس نے آپ سے عناد رکھا اسی نے آپ کی نبوت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ۔ پھر جب ان کی ایذا رسانی شدت اختیار کر گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ہجرت کر کے چلے گئے تاآنکہ ہجرت سے آٹھ سال بعد فاتح کی حیثیت سے واپس آئے ۔

[۲۳۶] فتح مکہ کے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکے میں داخلے کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا آپ بزور قوت داخل ہوئے یا بصلح مگر ساتھ ہی علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کوئی مال غنیمت حاصل کیا اور نہ ہی قریش کی اولاد کو قیدی بنایا ۔ ابو حنیفہ اور مالک کی رائے یہ ہے کہ آپ بزور شمشیر مکے میں داخل ہوئے تھے اور غنیمت کا مال لینے کے معاملے میں قریش سے در گزر فرمایا تھا ، قیدیوں پر بھی احسان کیا (اور انھیں چھوڑ دیا تھا) ۔ یہ کہ امام کو اختیار حاصل ہے کہ کسی شہر کو بزور فتح کرنے کے بعد لوگوں کو معاف کر دے اور مال غنیمت نہ لے اور ان پر احسان کرتے ہوئے کسی کو قیدی نہ بنائے ۔ امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصلح مکے میں داخل ہوئے تھے اور آپ نے یہ صلح ابو سفیان کے ساتھ کی تھی ۔ شرط یہ تھی کہ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اس کے لیے امان ہے ۔ جو کعبے کے پردوں کے ساتھ لٹک جائے اسے بھی امان ہے ۔ جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ہے آپ نے صرف چھ آدمیوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے ان کے قتل کا حکم دیا تھا خواہ وہ کعبے کے پردوں سے کیوں نہ لٹک جائیں ۔ ان کے یہ نام ہیں ۔

عبداللہ بن سعد یہ بنی عامر بن لؤی میں سے تھا ۔ یہ قبل ازاں اسلام لا چکا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی لکھا

کرتا تھا مگر پھر مشرک ہو کر قریش کے پاس پہنچ گیا تھا اور عبداللہ بن خطل ، یہ بنی تیم بن غالب میں سے تھا - یہ بھی پہلے مسلمان ہو چکا تھا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا - ایک انصاری کو اس کے ہمراہ روانہ کیا - عبداللہ کے ساتھ اس کا ایک آزاد کردہ غلام بھی تھا - وہ غلام مسلمان تھا - دونوں نے ایک مقام پر قیام کیا - عبداللہ نے غلام کو حکم دیا کہ ایک بکرا ذبح کر کے کھانا تیار کرے - یہ کہا اور سو گیا ، بیدار ہؤا تو کھانا تیار نہ تھا اس نے غلام پر حملہ کیا اسے قتل کر ڈالا اور خود مشرک ہو گیا - اس کے پاس دو گانے والی لونڈیاں تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا انھیں بھی اس کے ساتھ ہی قتل کر دیا جائے -

- حویرث بن نقیذ بن وھب بن عبد قصی - یہ ان لوگوں میں سے تھا جو آپ کو مکے میں ایذا دیا کرتے تھے -

مقیس بن صبابہ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا اس لیے حکم دیا تھا کہ اس نے ایک انصاری کو قتل کر دیا تھا جس نے غلطی سے اس کے بھائی کو مار ڈالا تھا ( اس واقعہ کے بعد) یہ پھر مشرک بن کر قریش کے پاس واپس چلا آیا تھا -

سارۃ - جو عبدالمطلب کے کسی بیٹے کی آزاد کردہ لونڈی تھی - یہ بھی ان لوگوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے میں دکھ دیا کرتے تھے -

اور چھٹا عکرمہ بن ابو جہل[1] تھا -

---

[1] - یہ بھاگ کر یمن چلا گیا تھا - اس کی بیوی ام حکیم بنت الحارث بن ھشام ایمان لے آئی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لیے امان کی درخواست کی اور آپ نے امان دے دی - وہ پھر اس کی تلاش میں یمن آئی اور اسے لے کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی -

اس کے بعد آپ نے ان میں سے بعض کو معاف[۱] بھی کر دیا تھا۔

اسی طرح کچھ لوگوں پر آپ نے شکست کے بعد قابو پا لیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلح کے ساتھ مکے میں داخل ہوئے تھے اس لیے آپ نے نہ تو غنیمت کا مال لیا اور نہ کسی کو قیدی بنایا۔ امام کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ کسی شہر کو بزور فتح کرنے کے بعد لوگوں کے اموال غنیمت معاف کر دے، نہ ہی اسے یہ حق حاصل ہے کہ کسی پر احسان کرتے ہوئے اسے قیدی نہ بنائے کیونکہ اس میں اللہ اور غنیمت پانے والوں کا حق شامل ہے۔ لہذا جب مکہ اور حرم مکہ سے مال غنیمت نہ لیا گیا تو وہ عُشر والی زمین بن گیا کہ اگر وہاں کھیتی باڑی ہو تو ان پر خراج عائد نہ کیا جائے گا۔

• [۲۳۷] فقہا کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا مکے کے مکانات فروخت کیے جا سکتے ہیں یا نہیں اور آیا انہیں کرائے پر دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ امام ابو حنیفہ نے ان گھروں کے فروخت کرنے سے منع کیا ہے مگر ایام حج کے علاوہ ان گھروں کو کرایے پر دینے کی اجازت دی ہے۔ ایام حج میں کرایے پر دینے سے منع کیا ہے۔ ان کی دلیل اعمش کی وہ روایت ہے جو اس نے مُجاہد کے حوالے سے بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکے کا شہر حُرمت والا شہر ہے، نہ تو یہاں کے مکانات کا بیچنا جائز ہے اور نہ کرایے پر دینا"۔ مگر امام شافعی گھروں کو بیچنے کی بھی اور کرایے پر دینے کی بھی اجازت دیتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو اسلام کے بعد بھی اپنے مکانات پر اسی طرح قابض رہنے دیا تھا، نہ تو آپ نے انہیں غنیمت کے مال کے طور پر لیا اور نہ ان کی مخالفت کی۔ آپ کے بعد بھی یہی دستور رہا۔

---

۱۔ چنانچہ عبداللہ بن خطل کی ایک لونڈی کو قتل کر دیا گیا تھا اور دوسری بھاگ گئی تھی اور پھر اسے امان دے دی گئی تھی۔ اسی طرح سارہ کو بھی امان مل گئی تھی۔

اب لیں دارالندوہ کو ۔ یہ پہلا گھر تھا جو مکے میں تعمیر ہؤا ۔ قصی کے بعد یہ گھر عبدالدار بن قصی کو منتقل ہو گیا ۔ عہد اسلام میں اس کو معاویہ رض نے عکرمہ بن عامر بن ہشام بن عبدالدار بن قصی سے خریدا اور دارالامارت بنایا ۔ جو مکانات خریدے گئے ان سب میں سے زیادہ شہرت اسی گھر کو حاصل ہوئی ۔ لوگوں میں اس بات کی خوب شہرت ہوئی مگر کسی صحابی نے اس کی فروخت سے برا نہیں مانا ۔ حضرت عمر رض اور عثمان رضی اللہ عنہما نے بھی تو مکے کے وہ مکانات خریدے تھے جن سے مسجد کی توسیع کی گئی تھی اور مکانوں کے مالکوں نے مقرر کردہ قیمتیں وصول کیں ۔ اگر یہ ناجائز ہوتا تو حضرت عمر رض اور عثمان رض یہ رقم مسلمانوں کے مال میں سے خرچ نہ کرتے ۔ یہی دستور آج تک جاری چلا آ رہا ہے ۔ لہذا یہ ایسا اجماع ہؤا جس کی سب نے پیروی کی ۔ مجاہد کی روایت اول تو مرسل روایت ہے اور اس کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ وہاں کے رہنے والوں کے لیے ان مکانوں کا بیچنا جائز نہیں تھا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مکان بطور غنیمت کے مال کے نہیں لیے گئے کہ ان کا کوئی اور مالک بن جائے ۔ یہی وجہ ہے کہ انھیں بیچا بھی نہیں گیا ۔ یہی حکم کرائے پر دینے کا ہے ۔

رہا حرم تو یہ وہ علاقہ ہے جو مکے کو تمام اطراف سے گھیرے ہوئے ہے ۔ اس کی حد مدینے کے راستے پر تنعیم سے ورے بنی نفار کے گھروں کے پاس تین میل کے فاصلے تک چلی گئی ہے ۔ عراق کے راستے پر جہاں پہاڑ کی گھاٹی ختم ہوتی ہے سات میل تک ، جیعر انہ کے راستے پر ابو عبداللہ بن خالد کی گھاٹی میں نو میل تک ، طائف کے راستے پر عرفہ پر اور بطن نمرہ سے سات میل تک اور جدہ کے راستے پر منقطع العشائر تک چلی گئی ہے جو دس میل کے فاصلے پر ہے ۔ یہ اس علاقے کی حدود ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا حرم قرار دیا ہے اس لیے کہ اس شہر کی خصوصیت [۲۳۸] یہ ہے کہ چند امور یہاں حرام قرار دیے گئے ہیں نیز اس لیے کہ دیگر شہروں سے اس کے احکام مختلف ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا (یعنی مکة و حرمها) وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ

جب ابراهیم علیہ السلام نے دعا کی کہ خدایا اس شہر کو امن والا شہر بنا (مراد مکہ اور اس کے حرم سے ہے) اور یہاں کے لوگوں کو پھل کھانے کو دے

کیونکہ یہ تو ایسی وادی تھی جہاں کھیتی باڑی نہ ہوتی تھی ، اسی لیے ابراھیم نے اللہ سے درخواست کی کہ یہاں کے لوگوں کے لیے یہ دونوں باتیں جمع کر دے ، امن اور فارغ البالی تاکہ وہ آرام کی زندگی بسر کر سکیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور مکے کو امن والا حرم بنا دیا جبکہ اس کے ارد گرد لوگوں کو لوٹ لیا جاتا تھا ۔ اسی طرح ہر شہر سے لا کر یہاں پھل جمع کر دیے۔

مکے اور اس کے ارد گرد کے علاقے کے متعلق لوگوں میں اختلاف پایا جاتا ہے آیا یہ حضرت ابراهیم علیہ السلام کی درخواست پر امن والا حرم بنایا یا پہلے ہی سے اسی طرح چلا آ رہا تھا ۔ اس ضمن میں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ شہر پہلے ہی سے جابر بادشاہوں سے اور یہاں پر متسلط ہونے والوں سے نیز زلزلوں اور زمین کے اندر دھس جانے سے محفوظ چلا آ رہا ہے ۔ حضرت ابراهیم علیہ السلام کی درخواست صرف یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے قحط اور خشک سالی سے محفوظ رکھے ۔ نیز یہ کہ یہاں کے باشندوں کو پھل کھانے کو دے جیسا کہ [1] سعید بن ابی سعید کی روایت میں ہے ، وہ کہتے ہیں کہ میں نے [2] ابو شُریح خزاعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو کھڑے ہو

---

١ - سعید بن ابی سعید المقبری ۔ انھوں نے ابو ھریرہ سے کثرت سے روایت کی ہے ۔ وفات سے چار سال پہلے ان کے ذہن میں خرابی آ گئی تھی ۔ ١٢٥ھ میں وفات پائی ۔

٢ - ابو شریح الخزاعی الکعبی انھیں عدوی بھی کہا جاتا ہے ۔ فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے اور ٦٨ھ میں وفات پائی ۔

کر خطبہ دیا جس میں فرمایا :

لوگو ! اللہ تعالٰی نے جس دن سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اسی دن سے اسے (مکہ کو) حرام قراد دیا ہے ۔ لٰہذا یہ قیامت تک حرام ہے ۔ کسی شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ وہ یہاں خون بہائے یا درخت کاٹے ۔ میرے بعد کسی کے لیے یہ شہر حلال نہ ہوگا اور میرے لیے بھی صرف اس گھڑی کے لیے جائز قرار دیا گیا جس کی وجہ ان لوگوں سے اللہ کی ناراضگی تھی ۔ زنہار ! نہ یہ شہر پھر اُسی طرح حرم بنا دیا گیا ہے جس طرح پہلے تھا ۔ زنہار ! جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک جو یہاں موجود نہیں ہیں میری یہ بات پہنچا دیں ، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں لوگوں کو قتل کیا تو اس سے کہہ دو کہ یہ اللہ نے اپنے رسول کے لیے حلال کر دیا تھا مگر میرے لیے حلال نہیں کیا ۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مکہ ابراھیم علیہ السلام کی دعا سے پہلے حلال تھا جس طرح دیگر شہر ہیں ۔ نیز یہ کہ یہ شہر آپ ہی کی دعا سے حرم آمن بنا ۔ جس طرح ابراھیم علیہ السلام نے اسے حرام قرار دیا ہے ۔ بعینہٖ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کو حرام قرار دیا ہے ۔ حالانکہ یہ شہر پہلے حلال تھا ۔ اس کی دلیل اشعث کی وہ روایت ہے جو انھوں نے نافع سے اور نافع نے ابو ہریرہؓ کے حوالے سے بیان کی ہے ، ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ابراھیم علیہ السلام اللہ کے بندے اور خلیل تھے ۔ میں بھی اللہ کا بندہ اور رسول ہوں ۔ نیز یہ کہ ابراھیم نے مکے کو حرام قرار دیا تھا اور میں نے مدینے کو یعنی اس علاقے کو جو دو پتھریلی زمینوں کے درمیان [۲۳۹] ہے ۔ خواہ درخت ہوں خواہ شکاری جانور ۔ نہ یہاں جنگ کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں اور نہ درخت کاٹے جائیں ۔ البتہ اونٹ کے چارے کے لیے لے سکتے ہیں ۔

اب مروہ کو لیں ۔ یہ مکہ کا ایک پہاڑ ہے جو صفا کی طرف مڑا ہوا ہے ، اس کا رنگ سرخی مائل ہے ۔ رہا مزدلفہ تو یہ حاجیوں کے رات گزارنے کی جگہ ہے ، جب عرفات سے روانگی ہو تو یہاں دو نمازیں اکٹھی کرکے پڑھی جاتی ہیں ۔ یہ بطن محسر اور مازمین کے درمیان واقع ہے ۔ اگر تو عرفات سے روانہ ہو تو جب تک محسر سے ورے قرن احمر تک نہ پہنچ جائے تو مزدلفہ ہی میں ہوتا ہے ۔

اور ایک مقام ہے قزح ۔ یہ موقف اور مزدلفہ کے پاس ہی ایک پہاڑ ہے مینٰی سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر ۔ یہاں مصلٰی ، پانی پینے کی جگہ ، منارہ اور حند حوض ہیں جو یثرب پہاڑ کے پہلو میں واقع ہیں ۔

مینٰی ۔ یہ مکہ سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر چھوٹا سا شہر ہے جس کی لمبائی دو میل ہے ۔ یہ حج کے دنوں میں آباد ہو جاتا ہے ۔ باقی تمام سال خالی پڑا رہتا ہے ، صرف یہاں کے محافظ یہاں رہ جاتے ہیں عہد اسلام میں شاید ہی کوئی مشہور شہر ایسا ہوگا ۔ جہاں کے لوگوں کا منوا میں خیمہ نہ لگا ہو ۔ مکے کی جہت سے منٰی کے شروع ہی میں ایک گھاٹی آتی ہے جہاں قربانی کے دن کنکریاں پھینکی جاتی ہیں ۔ مسجد دائیں سڑک پر ہے ۔ مسجد الکبش گھاٹی کے قریب ہے ۔ یہاں تالاب اور کنوئیں ہیں ۔ یہ جگہ دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے جن پر سے یہ بخوبی دکھائی دیتا ہے ۔

اصمعی حمٰی ضَرِیّہ کے گرد کے پہاڑوں اور منوا کے پہاڑ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

أَتْبَعْتُهُمْ مُقْلَةً إِنْسَانُهَا غَرِقٌ
كَالْفَصِّ فِي رَقْرَقِ الدَّمْعِ مَغْمُورُ

تو نے ان کے پیچھے اپنی آنکھوں کو لگائے رکھا جن کی پتلی آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھی جس طرح آنکھ کا ڈیلا ٹپکتے ہوئے آنسوؤں میں غرق ہو

حَتَّى تَوَارَوْا بِشَعْفٍ وَالْجِبَالُ بِهِمْ
مِنْ هَضْبَتَيْهَا وَعَنْ جَنْبَيْ مِنًى زُوْرُ

تاآنکہ وہ پہاڑ کی چوٹیوں میں چھپ گئے اور اونٹ انہیں لے کر اس
کے دونوں ٹیلوں اور منٰی کی دونوں جہتوں سے ایک جانب کو
جھکے ہوئے تھے

رہا عرفات اور صفا وغیرہ تو یہ تمام کے تمام ایسے مقامات ہیں جہاں حاجی مناسک حج ادا کرتے ہیں جو کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں ان میں ان کا مفصل ذکر موجود ہے -

## فضیلت مکہ کے ضمن میں جو کچھ وارد ہؤا ہے اس کا مختصر سا ذکر اور تھوڑا بہت حال یہاں کے رؤسا اور اشراف کا

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مکے کے کئی نام ہیں - اللہ تعالٰی نے اس کا نام " البلدالامین " بھی رکھا ہے چنانچہ فرمایا ہے :

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ

قسم ہے انجیر کی ، زیتون کی ، طورسینین کی اور اس امین شہر کی

ہدایۃ الحیاری[1] میں ہے : اللہ تعالٰی کا فرمان (والتین والزیتون) تو یہ دونوں درخت اس مقدس زمین میں ہیں جہاں سے مسیح کو مبعوث [۲۴۰] کیا گیا تھا - یہیں انجیل نازل ہوئی تھی ، طورسینین وہ پہاڑ ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام کیا تھا اور اسے مبارک قطعہ زمین کی وادیٔ ایمن کے ایک درخت میں سے پکارا جو وہاں تھا ، پھر بلدِ امین کی قسم کھائی - بلد امین مکہ ہے جہاں ابراہیم[ؑ] نے اسماعیل[ؑ] اور ان کی والدہ کو بسایا تھا - اسی طرح تورات میں بھی وارد ہؤا ہے : اللہ تعالٰی نے طور کے ذریعے تجلی دی ، ساعیر میں سے چمکا اور فاران کے پہاڑوں سے ظاہر ہؤا -

---

۱ - ہدایۃ الحیاری مکمل نام ہدایۃ الحیاری من الیہود والنصاری - یہ ابن قیم متوفٰی ۷۵۱ھ کی تصنیف ہے -

ابن قتیبہ کا بیان ہے : " جو شخص اس امر پر غور کرے گا اس سے یہ بات مخفی نہ رہے گی ، یہ کوئی مشکل بات ہے بھی نہیں کیونکہ طورسینا کے ذریعے اللہ کے آنے سے مراد اللہ کا طورسینا میں موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ کا نازل کرنا ہے ۔ جس طرح یہ بات اہل کتاب کے یہاں ہے اسی طرح ہمارے یہاں ہے ۔ اسی طرح ساعیر میں سے اس کے چمکنے کا مفہوم ساعیر میں عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کا اتارنا ہے ، یہ ارض [1] جلیل ہے جہاں ناصرہ نامی ایک گاؤں ہے ۔ اسی کی نسبت سے آپ کے متبعین کو نصاریٰ کہا جاتا ہے ۔ جس طرح یہ ضروری قرار پایا کہ ساعیر میں اللہ کا چمکنا مسیح کے ذریعے سے ہو اسی طرح یہ بھی ضروری ٹھہرا کہ فاران کے پہاڑوں سے ظہور کا مطلب اللہ کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نازل کرنا ہے ۔ فاران کے پہاڑ وہی مکہ کے پہاڑ ہیں ۔ چونکہ جو کچھ تورات میں مرقوم ہے وہ بھی اسی بات کی اطلاع ہے لہٰذا (ظاہر ہوا کہ) اللہ نے زمانے کی ترتیب کے مطابق خبر دی چنانچہ ان کا ترتیبِ زمانی کے مطابق ذکر کیا گیا ۔ پہلے کا ذکر پہلے کیا اور بعد میں آنے والے کا ذکر بعد میں کیا ۔ خدا نے قرآن کی قسم تو اس کی عظمتِ شان کو ظاہر کرنے کی خاطر کھائی ۔ نیز اس لیے کھائی کہ اپنی قدرت ، آیات ، کتابوں اور رسولوں کا تذکرہ کیا جائے چنانچہ درجہ بدرجہ ان کی قسم کھائی ہے ۔ پہلے بلند کا ذکر کیا پھر اس سے بھی بلند کا پھر ان دونوں سے بھی زیادہ بلند کا کیونکہ قرآن اشرف الکتب ہے پھر تورات پھر انجیل ۔ فضیلت کی یہی ترتیب تینوں انبیا میں بھی ہے ۔ ملخص ختم ہوا ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ

(ایسی بات نہیں ۔ جب آپ اس شہر میں مقیم ہوں تو میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں) اور فرمایا : وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں ارض الخلیل درج ہے اسے ارض الجلیل جیم کے ساتھ پڑھیں ۔

انھیں چاہیے کہ اس پرانے گھر کا طواف کریں ۔ نیز فرمایا : جَعَلَ اللهُ الکَعْبَةَ البَیْتَ الحَرَامَ قِیَاماً لِلنَّاسِ وَاَمْناً ۔ اللہ نے کعبے کو لوگوں کے قیام اور امن کی خاطر بیت حرام قرار دے دیا ہے اسی طرح ابراھیم علیہ السلام کا کہنا :

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ المُحَرَّمِ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ

اے پیارے پروردگار میں نے اپنی اولاد کو تیرے مقدس گھر کے پاس ایسی زمین میں بسایا ہے جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں ۔ لہذا لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انھیں کھانے کو پھل دے ۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے نکلے تو حَزْوَرَہْ کے مقام پر ٹھہر گئے اور فرمایا :

میں جانتا ہوں کہ تو مجھے تمام شہروں سے زیادہ پیارا ہے اور اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ اللہ کو محبوب ہے ۔ (حدیث)

[۱۳۱] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : " اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں مکے میں سکونت اختیار کرتی کیونکہ میں نے مکے سے بڑھ کر کسی جگہ بھی آسمان کو زمین کے قریب تر نہیں پایا ۔ میرا دل جس قدر مکے میں مطمئن رہا کسی دوسری جگہ اس قدر نہیں رہا ۔ میں نے چاند کو کہیں بھی اس قدر خوبصورت نہیں دیکھا جس قدر مکے میں دیکھا ہے" ۔

حضرت عائشہؓ کی آسمان کے قریب ہونے سے مراد اللہ کی رحمت کا قریب ہونا ہے ورنہ تمام اجزا زمین آسمان سے دور ہونے میں یکساں ہیں جیسا کہ اس موضوع کی کتابوں میں ثابت کیا گیا ہے :

ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے :

يَـا حَبَّذَا مَكَّةٌ مِـنْ وَادِي
أَرْضٌ بِهَا أَهْلِي وَ اولادِي
أَرْضٌ بِهَا تُرْسَخُ أَوْتَادِي
أَرْضٌ بِهَا أَمْشِي بِلاَ هَادِي

وادیٔ مکہ کیا ہی عمدہ وادی ہے ۔ یہ وہ زمین ہے جہاں میری بیوی اور بچے ہیں ۔ جہاں میری میخیں گاڑی جاتی ہیں اور جہاں میں کسی رہنما کے بغیر چلتا ہوں

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کو بخار ہو گیا ، حضرت ابوبکرؓ کو جب زور کا بخار ہوتا تو کہتے :

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ ۱
وَالْمَوتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

ہر شخص جو اپنے اہل و عیال میں موت آنے والی ہے اور موت تو اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور جب حضرت بلالؓ کا بخار اتر جاتا تو بلند آواز سے کہتے :

أَلاَ لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً
وَ عِنْدِيَ مِنْهَا إِذْ خَرٌ وَجَلِيلُ ۲

---

۱ - لسان العرب میں ہے : صَبَحَتْهُمُ الخَيْلُ و صَبَّحَتْهُمْ جَاءَتْهُمْ صُبْحاً و فى الحديث انه صَبَّحَ خَيْبَرَ اى أَتَاهَا صباحاً و فى حديث ابى بكر : كل امْرِئٍ مصبح فى اهله البيت اى مأتِيٌّ بالمَوتِ صباحاً لكونه فيهم و قتئذٍ ۔

۲ - یہ شعر بلوغ الارب میں اسی طرح دیا ہے مگر صحیح روایت جیسے کہ شرح الامالی صفحہ ۵۵۷ پر ہے یوں ہے

أَلاَ لَيْتَ شعرى هل أَبِيتَنَّ ليلةً بوادٍ وحَولِي إِذْ خَرٌ وجَلِيلُ

لسان العرب میں دوسرا مصراع یوں دیا ہے : بفَجٍّ و حَولِي اذْ خَرٌ و جَلِيلُ

کاش ! مجھے معلوم ہوتا کہ آیا میں کوئی رات وادیٔ مکے میں گزار سکوں گا درآنحالیکہ میرے پاس اذخر اور جلیل بوٹیاں ہونگی

وَ ھَلْ اَرِدَنْ یَوْمًا مِیَاہَ مجنَّۃٍ
وَ ھَلْ یَبْدُوَنْ لی شامَۃ و طَفِیْلُ

اور کیا میں کسی دن مجنہ کے پانیوں پر وارد ہوں گا اور کیا کبھی شامہ اور طفیل مجھے دکھائی دیں گے ۔

خدایا ! شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت نازل کر کہ انھوں نے ہمیں مکے سے نکال باہر کیا ہے ۔

فتح مکہ کے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرۂ عقبہ پر کھڑے ہو کر فرمایا :

اللہ کی قسم تو بہترین زمین ہے اور تو مجھے سب زمینوں سے زیادہ پیاری ہے ۔ اگر مجھے یہاں سے نکالا نہ جاتا تو میں نہ نکلتا ۔ یہ زمین مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوئی اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگی اور میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی کے لیے حلال ہوئی ہے اور پھر حرام ہوگئی ہے ۔ نہ یہاں کا درخت کاٹا جائے گا اور نہ گھاس اور نہ ہی یہاں کسی کے گم ہونے والے جانور کو کوئی پکڑے گا سوا اس شخص کے جو اس امر کا اعلان کرے " ۔

ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ اذخر کو مستثنیٰ کر دیجیے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا :

جو شخص ایک گھنٹے کے لیے مکے کی گرمی کو صبر سے سہہ لے گا جہنم اس سے ایک سو سال کی مسافت تک دور چلا جائے گا اور جنت دو سو سال کی مسافت تک قریب ہو جائے گا ۔

ایک پتھر پر یہ لکھا ہؤا پایا گیا : میں اللہ ہوں ، مکۃ الحرام کا رب ہوں ، میں نے اسے اسی دن سے اس کی جگہ پر بنا رکھا ہے جس دن میں نے سورج اور چاند کو بنایا تھا اور میں نے اس کے گرد سات فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو خالص اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں ۔ یہ شہر

اس[1] دن تک قائم رہے گا جس دن تک اس کے پہاڑ (ابو قبیس اور جبل احمر) قائم ہیں یہاں کے باشندوں کے گوشت اور پانی میں برکت ہوگی۔

اور جس بات سے مکے کی فضیلت کا پتا چلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى حَتَّى يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا

اللہ تعالیٰ اس وقت تک بستیوں کو تباہ نہیں کرنے کا جب تک ان کی بڑی بستی میں رسول نہ بھیج دے نیز اللہ کا فرمان یہ ہے:

وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا

تاکہ آپ مکے اور آس پاس کے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں

اس کے شرف کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ "لقاح"۔ تھا نہ یہ کسی بادشاہ کے ماتحت ہوتا اور نہ یہاں کے لوگ کسی کو خراج ادا کرتے۔ حِمْیَر، کندہ، غسان اور لخم کے بادشاہ یہاں حج کے لیے آتے اور قریش کے حمس قبائل کی اطاعت کرتے۔ جس سے ان کی تعظیم میں اور اضافہ ہو جاتا۔ وہ بادشاہ ان کے آثار کی پیروی کرنے کو اپنے لیے باعث شرف جانتے اور فرائض میں سے سمجھتے۔ یہاں کے لوگ پُرامن زندگی گزارتے۔ یہ تو اوروں پر چڑھائی کر کے جاتے مگر ان پر کوئی چڑھائی کر کے نہ آتا۔ یہ لوگوں کے مقدمات کے فیصلے کرتے، کوئی اور ان کے مقدمات کے فیصلے نہ کر سکتا تھا۔ شعرا نے ان کی مدح کرتے ہوئے ان تمام امور کا ذکر کیا ہے۔ بنی عوف کے ایک فرد نے ابو جہل

---

۱۔ بلوغ الارب میں: لاَ تزول اَخشَبَاہا دیا ہے مگر یہ غلط ہے۔ درست یوں ہے: لا تَزُولُ مکۃ حتی یَزُولَ اَخشَبَاہَا جیسا کہ لسان العرب میں ہے اور اَخشَبَان مکہ کے دو پہاڑ جبل ابو قبیس اور جبل احمر ہیں۔

کی ہجو کہی اور قریش کو بُرا بھلا کہا تو زبرقان بن بدر نے یہ شعر کہے :

أَتَدْرِيْ مَنْ هَجَوْتَ أَبَا خُبَيْبٍ
سَلِيْلَ خَضَارِمٍ سَكَنُوْا البِطَاحَا

اے ابو خبیب کیا تجھے معلوم ہے کہ تو نے کسی شخص کی ہجو کہی ہے۔ یہ ان سخیوں کا بیٹا ہے جو مکے میں رہا کرتے تھے

وَ زَادَ الرَّكْبِ تَذْكُرُ أَمْ هِشَامًا
وَ بَيْتَ اللهِ وَا الْبَلَدَا لِلْقَا حَا

کیا تجھے "زاد الرکب" یا ہشام یاد ہے اور بیت اللہ اور وہ شہر جو کبھی کسی بادشاہ کے زیرنگین نہیں رہا

اور حرب بن امیہ نے حضرمی کو دعوت دی کہ وہ حرم سے باہر نہ اترے۔ حضرمی کی کنیت ابو مطر تھی۔ چنانچہ حرب کہتا ہے :

أَبَا مَطَرٍ هَلُمْ إِلَى صَلَاحٍ
فَيَكْفِيَكَ النَّدَ امَى مِنْ قُرَيْشٍ

[۲۴۳] اے ابو مطر صلاح کی طرف آ، قریشی ندیم تیرے لیے بہت کافی ہوں گے

وَ تَنْزِلُ بَلْدَةً عَزَّتْ قَدِيمًا
وَ تَأْمَنُ أَنْ يَزُوْرَكَ رَبُّ جَيْشٍ

تُو اس شہر میں اتر جو قدیم زمانے سے عزت والا چلا آ رہا ہے، یہاں تجھے کسی حملہ آور کے حملے کا خوف نہ ہوگا

فَتَأْمَنَ وَسْطَهُمْ وَتَعِيْشَ فِيْهِمْ
أَبَا مَطَرٍ هُدِيْتَ بِخَيْرِ عَيْشٍ

چنانچہ تو ان (لوگوں) کے درمیان امن میں رہے گا انھی میں زندگی گزار دے اے ابو مطر ، خدا تجھے اچھی زندگی کی طرف ہدایت کرے

ایک اور بات جس سے اس شہر کی فضیلت میں اضافہ ہؤا وہاں کے لوگوں کی فضیلت ہے اس لیے کہ نہ لوگ ایک دوسرے کے حلیف تھے ایک دوسرے سے الفت رکھتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کی بہت سی باتوں پر کار بند تھے ۔ یہ ان بدویوں کی طرح نہ تھے جنھیں نہ ان کا دین تعظیم عطا کر سکتا تھا اور نہ وہ آداب سے مزین ہو سکتے تھے ، اہل مکہ تو اپنی اولاد سے محبت کرتے تھے ، بیت اللہ کا حج کرتے تھے ، مناسک حج ادا کرتے تھے ، مردوں کو کفن پہناتے تھے ، جنابت کے بعد غسل کرتے تھے ، آتش پرستوں سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے ۔ مجوسیوں کے طریقوں سے گریزاں تھے ، نہ تو بیٹی سے نکاح کرتے تھے نہ نواسی سے نہ بہن سے اور نہ بھانجی سے جس کی وجہ ان کی غیرت تھی ۔ قرآن نازل ہؤا تو اس نے اُن کے اس فعل اور حسنِ اختیار کی تاکید کی ۔ عرب مہر اور گواہوں کے ساتھ نکاح کیا کرتے تھے ۔ تین طلاقیں دیا کرتے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی شخص نے عبد اللہ بن عباس سے عربوں کی طلاق کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا :

عربوں کا ایک آدمی جب اپنی عورت کو ایک طلاق دے دیتا تو اس کے بعد بھی وہی اس عورت کا سب سے زیادہ حق دار ہوتا ۔ اگر دوسری طلاق دے دیتا جب بھی وہی اس کا زیادہ حق دار ہوتا اور اگر تیسری بار بھی طلاق دیتا تو پھر اس کے لیے اس کے پاس جانے کی کوئی صورت نہ ہوتی ۔

چنانچہ اعشٰی کہتا ہے :

أَيَا جَارَتِي بِيِنِي فَإِنَّكِ طَالِقَه
كَذَاكَ أُمُورُ النَّاسِ غَادٍ وَ طَارِقَه

اے میری بیوی جدا ہو جا کیونکہ تجھے طلاق ہے۔ لوگوں کے امور کی اسی طرح صبح و شام آمد و رفت رہتی ہے

وبِینِی فَقَد فَارَقتِ غَیرَ ذَمِیمَةٍ
وَ مَوْمَقَةٍ مِنَّا کَمَا أنتِ وَ امِقَه

تو جدا ہو جا کیونکہ تو ایسی حالت میں جدا ہو رہی ہے جو قابل مذمت نہیں ہے۔ ہمیں تجھ سے محبت ہے جیسے تجھے ہم سے محبت ہے

وَ بِینِی فَانَّ البَینَ خَیرٌ مِنَ العَصَا
و ألاّ تَرَی لِی فَوقَ رأسِکِ بَارِقَه

جدا ہو جا کیونکہ جدائی لاٹھی سے بہتر ہے نیز اس بات سے بہتر ہے کہ تو اپنے سر پر میری چمک دار تلوار دیکھے

ایک اور بات جس نے ان کے شرف کو بڑھایا یہ تھی کہ یہ جس قبیلے میں چاہتے تھے سادی کر لیتے تھے مگر ان پر کوئی ایسی شرط لازم نہ تھی اور جب تک وہ کسی پر یہ شرط نہ عائد کر لیتے کہ وہ ان کے دین پر ان کے طریقے کے مطابق سختی سے کاربند ہوگا شادی نہ کرتے تھے۔ ان کے خیال میں یہ ان کے لیے جائز نہ تھا اور نہ ہی ان کے شرف کے پیش نظر روا تھا کہ جب تک لوگ ان کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کر لیں وہ ان سے ناتا جوڑیں۔ تحمس سے مراد دین پر سختی سے کاربند ہونا ہے اور رَجُلٌ اَحمَسُ دلیر آدمی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے خزاعہ کو بھی حمس میں ملا لیا اس لیے کہ انہوں نے ان کی اطاعت کر لی تھی اور وہ تھے بھی حرم کے اندر۔ انھوں نے کنانہ، جدیلہ قیس کو بھی حمس میں شامل کر لیا۔ یہ لوگ اگرچہ بنی فہم اور عمرو بن قیس عیلان کے دو خانوادے ہیں مگر نہ بھی حرم کے رہنے والے تھے، اسی طرح عامر بن صعصعہ کو بھی ملا لیا اگرچہ وہ حرم کے رہنے والوں میں سے نہ تھے مگر ان کی ماں قریش سے تھی [۲۴۴]

جس کا نام مجد بنت تیم بن مرہ ہے ۔ حمس والوں کا دستور یہ تھا کہ یہ لوگ حج کے دنوں میں مکے سے نکل کر عرفات میں نہ جاتے تھے ۔ صرف مزدلفہ میں ٹھہر جاتے تھے ۔ یہ لوگ نہ تو مکھن پگھلا کر گھی بناتے ، نہ پنیر بناتے ، نہ گھر میں بکری باندھتے اور نہ کاٹے اور نہ پشم اور نہ اونٹ کے بال کاتتے اور نہ ہی بالوں یا مٹی کے گھروں میں داخل ہوتے ۔ یہ اشہر حُرم میں سرخ رنگ کے خیموں میں رہا کرتے تھے ۔ مزید برآں یہ کہ انھوں نے تمام عرب پر یہ فرض عائد کر رکھا تھا کہ وہ جب بھی حرم کے اندر آئیں تو جو زاد راہ وہ باہر سے لائے ہوں وہ سب پھینک دیں ۔ باہر کے کپڑے بھی ترک کر دیں اور ان کے بجائے حرم کے کپڑے پہنیں خواہ خرید کر ، خواہ عاریتہً لے کر اور خواہ ہبہ کے طور پر حاصل کر کے ۔ اگر یہ کپڑے دستیاب ہوگئے تو بہتر ورنہ ننگے خانہ کعبہ کا طواف کریں ۔ انھوں نے عرب عورتوں پر بھی یہی فرض عائد کر رکھا تھا مگر عورت طواف کرتے وقت چیتھڑے پہن لیا کرتی تھی جو آگے اور پیچھے سے کھلے ہوتے تھے ، ایک عورت نے طواف کرتے ہوئے کہا :

اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ كُلُّهٗ
وَمَا بَدَامِنْهُ فَلَا اُحِبُّهٗ

آج میرے جسم کا کچھ یا سارا حصہ ظاہر ہو جائے گا اور جو ظاہر ہوگا میں اسے حلال قرار نہیں دیتی

اَخْثَمَ مِثْلَ الْقَعْبِ بَادٍ ظِلُّهٗ
كَاَنْ حُمّٰى خَيْبَرٍ تَمَلُّهٗ

یہ ایک چھوٹے پیالے جتنی تنگ اور کم گہری فرج ہے جس کا سایہ ظاہر ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کا بخار اسے بے قرار کر رہا ہے

انھوں نے عربوں کو حج کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہونے کا حکم دیا حالانکہ پہلے وہ عرفہ سے روانہ ہؤا کرتے تھے ۔ ان دنوں جرہم اور خزاعہ کی حکومت تھی اور پھر اسی انداز پر قریش کے ابتدائی ایام بھی

کمزور کئے۔ اگر یہ لوگ تمام عربوں میں سب سے زیادہ طاقتور نہ ہوتے تو عربوں کی نخوت و حمیت کے ہوتے ہوئے قُصَیّ" خزاعہ کو اور خزاعہ جرہم کو یہاں سے نکال نہ دیتے۔ یہ لوگ دیگر عربوں کی طرح نہ تو حنظل کھایا کرتے تھے اور نہ کیڑے مکوڑے۔ ان میں تو وہ شخص ہو گزرا ہے جس نے لوگوں کو ثرید کھلایا تھا۔ اسی کے متعلق ابن الزبعری کہتا ہے :

عَمْرُو الَّذِي هَشَمَ الثَّرِيدَ لِقَوْمِهِ
قَوْمٍ بِمَكَّةَ مُسْنِتِينَ عِجَافِ

عمرو تو وہ ہے جس نے اپنی قوم کے لیے ثرید بنایا۔ وہ قوم جو مکے میں قحط زدہ اور لاغر تھی

سُنَّتْ إِلَيْهِ الرِحْلَتَانِ كِلَاهُمَا
سَفَرُ الشِّتَاءِ وَ رِحْلَةُ الْأَصْيَافِ

[۲۴۵] اس کی طرف دو سفروں کا طریقہ جاری کیا گیا ایک موسم سرما کا سفر اور دوسرا موسم گرما کا

اور عبد اللہ بن جُدعان التیمی لوگوں کو مکھن، شہد، گھی اور نشاستہ کھلایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ امیہ[۱] بن ابی الصلت کہتا ہے :

---

۱۔ امیہ بن ابی الصلت : امیہ بن ابی الصلت الثقفی جاہلی شاعر تھا۔ اس نے اسلام کا زمانہ پایا مگر کفر کی حالت میں مرا۔ اس کی کنیت ابو عثمان ہے۔ ان اشعار کا قصہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن جدعان مکے میں لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا۔ امیہ شام گیا اور وہاں عبدالمدان بن الدیان کے ہاں ٹھہرا۔ اس نے منجملہ اور کھانوں کے خبیص اور فالودہ کھلایا اور امیہ نے اس کی مدح میں شعر کہے جن میں سے ایک شعر یہ تھا :

البُرُّ يُلْبَكُ بِالشِّهَادِ طَعَامُهُ
لَا مَا يُعَلِّلُنَا بَنُو جُدْعَانِ

جب ابن جدعان کو اس شعر کا پتا چلا تو اس نے شام سے شہد منگوایا اور خبیص اور فالودہ تیار کروایا۔ چنانچہ یہ مکے میں پہلا شخص تھا جس نے یہ کھانا کھلایا اور اُمَیّہ کو انعام بھی دیا اس پر اُمَیّہ نے یہ شعر کہے۔

لِكُلِّ قَبِيلَةٍ رَأسٌ وَهَادٍ
وَأنتَ الرَّأسُ تَقدُمُ كُلَّ هَادٍ

ہر قبیلے کا ایک سردار اور ایک رہنما ہوتا ہے اور تو تو وہ سردار ہے جو ہر رہنما کے آگے آگے چلتا ہے (ہر راہنما کا راہبر ہے)

لَهُ دَاعٍ بِمَكَّةَ مُشمَعِلٌ
وَآخَرُ فَوقَ دَارَتِهِ يُنَادِي

اس کا ایک دعوت دینے والا مکہ میں بہت تیز رفتاری سے (دعوت کا اعلان کرتا جاتا ہے) اور دوسرا گھر کے اوپر کھڑا ہو کر پکارتا ہے

إِلَى رُدُحٍ مِنَ الشِّيزَى مِلَاءٍ
لُبَابَ البُرِّ يُلبَكُ بِالشِّهَادِ

(آؤ) شیزیٰ کے بنے ہوئے پیالوں کی طرف جو نشاستہ سے جس میں شہد ملا ہوا ہے بھرے پڑے ہیں

فضائل قریش کی تفصیل دینے کا یہ موقع نہیں ہے۔ زبیر بن بکار نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، حق یہ ہے کہ عمدہ اور مفید کتاب لکھی ہے۔

عرب مکے کی اس حد تک تعظیم کیا کرتے تھے کہ وہ بیت اللہ کا حج کرتے، عمرہ کرتے اور طواف کیا کرتے تھے۔ جب لوٹنے لگتے تھے تو ان میں سے ایک شخص حرم کے پتھروں میں سے ایک پتھر لے کر اسے کعبے کے بتوں کی شکل میں تراشتا اور راستے میں اسی کو اپنا قبلہ بنا لیتا تھا۔ اسی کا طواف کرتا تھا اور اسی کے رخ نماز پڑھتا تھا کیونکہ وہ اسے کعبے کے بتوں جیسا جانتا تھا۔ کافی عرصہ گزر جانے کے بعد ان کی یہ حالت ہو گئی کہ یہ حرم کا پتھر لے کر اس کی عبادت کرنے لگ جاتے۔ چنانچہ عربوں نے اپنے گھروں کے اندر جو پتھروں کی عبادت کی ہے اس کی وجہ یہی تھی۔ نیز اس کی وجہ حرم کے بتوں سے ان کی محبت تھی۔

ہم جب ان کے مذاہب پر بحث کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس امر کا مکمل تذکرہ کریں گے ۔ نیز ان چیزوں کا بھی ذکر کریں گے جن کو وہ گزشتہ زمانے میں پوجا کرتے تھے ۔

اب رہے مکے کے رؤسا تو سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب ابراهیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل کو اپنے ساتھ مکے لے گئے تو قبیلۂ جُرهُم اور قطوراء آئے ۔ یہ یمن کے دو قبیلے تھے اور چچا زاد تھے ۔ انھوں نے دیکھا کہ اس شہر میں پانی اور درخت ہیں چنانچہ وہ یہاں اتر پڑے ۔ اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرهم میں شادی کر لی ۔ حضرت اسماعیل کی وفات پر ان کا بیٹا نابت بن اسماعیل بیت اللہ کا والی بنا ۔ نابت حضرت اسماعیل کا سب سے بڑا بیٹا تھا ۔ اس کے بعد مُضَاض بن عمرو الجرهمی جو اسماعیل علیہ السلام کے بیٹوں کا ماموں تھا والی بنا ۔ بالآخر جرهم اور قطوراء کا حکومت حاصل کرنے کے لیے آپس میں جھگڑا ہو پڑا ، انھوں نے ایک دوسرے کو جنگ کا چیلنج دیا ۔ جرهم نکل کر قُعَیقِعَان میں آ گئے ۔ قعیقعان مکے کا بالائی حصہ ہے ۔ ان کا سردار مضاض بن عمرو تھا ۔ قطوراء بھی اَجْیَاد سے نکل کر آ گئے ۔ اَجْیَاد مکہ کا زیرین حصہ ہے ۔ ان کا سردار سمیدع تھا ۔ دونوں فریقوں کا آمنا سامنا فاضح کے مقام پر ہوا ، سخت جنگ ہوئی ، جس میں سمیدع مارا گیا اور قطوراء کو شکست ہوئی ۔ یہی وجہ ہے کہ اس جگہ کو فاضح کہا گیا ہے کیونکہ [۲۰۶] قطوراء کی یہاں رسوائی ہوئی تھی اور اجیاد نام اس لیے پڑا کہ ان کے ساتھ اجیاد الخیل (عمدہ گھوڑے) تھے ۔ اور ہتھیاروں کی جھنکار کی وجہ سے قعیقعان نام پڑا ۔ اس کے بعد انھوں نے ایک دوسرے کو صلح کی دعوت دی اور شعب میں اجتماع ہوا اور ہنڈیاں پکائی گئیں لہٰذا اس جگہ کا نام مَطبخ رکھا گیا ۔ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل کی اولاد کو پھیلا دیا ۔ ان کی تعداد بڑھ گئی اور وہ شہروں میں بکھر گئے ۔ یہ جس قوم کو بھی بلاتے وہ ان کے پاس سر اطاعت خم کیے حاضر ہو جاتی ۔ یہ اپنے دین کی وجہ سے اُن سب پر غالب رہے ۔ اس کے بعد جُرہم نے مکے میں سرکشی اختیار کی ۔ وہ حرام کردہ امور کو حلال سمجھنے لگے اور بری باتوں کو

جائز قرار دیا ۔ جو بھی مکے میں آتا اس پر ظلم کرتے ، اور کعبے کا مال ہڑپ کرنے لگے ۔ مکے کو باستہ بھی کہا جاتا تھا ۔ یہاں ظلم اور سرکشی برقرار نہ رہ سکتی تھی اور یہ شہر ملحد کو نکال باہر کیے بغیر نہ رہتا تھا ۔ ابوبکر ان عبد مناۃ بن کنانہ ، غسّان اور خزاعہ سب مکے کے آس پاس مقیم تھے ۔ انھوں نے ان سے جنگ کا اعلان کیا اور لڑائی چھڑ گئی ۔ اس پر حارث بن عمرو بن مضاض الاصغر نے کہا :

لَاہُمَّ اِنَّ جُرہُماً عِبَادُکَ
النَّاسُ طِرفٌ وھُمْ تِلَادُکَ

خدایا جُرھم تیرے بندے ہیں (اور) لوگ تو نئے ہیں مگر یہ عہد قدیم سے تیرے ہیں

آخر خزاعہ مکے پر غالب آ گئے اور انھوں نے جرھم کو مکے سے نکال دیا ۔ اسی واقعہ کے متعلق عمرو بن الحارث بن عمرو بن مضاض الاصغر نے یہ اشعار کہے :

وقَائِلةٍ وَالدَّمْعُ سَکْبٌ مُبَادِرٌ

اور باقی تمام شعر جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے ۔ اس کے بعد تین سو سال تک خزاعہ بیت اللہ کے والی رہے ۔ یہ نسلاً بعد نسل اس کے وارث ہوتے چلے آئے ، ان کا آخری شخص حلیل بن ابی حبشہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ تھا ۔ اسی کو خزاعہ بن حارثہ کہتے ہیں ۔ اس زمانے

---

۱ ۔ سہیلی (الروض الانف : ۱ : ۸۱) کہتا ہے کہ جاہلیت کے زمانے کی عربوں کی خرافات میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے خیال میں جُرھُم کسی فرشتہ کا بیٹا تھا ۔ فرشتہ کوئی گناہ کر بیٹھا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو گئے اور اسے ہاروت اور ماروت کی طرح زمین کی طرف اتار دیا گیا ۔ پھر اسے شہوانی خواہش بھی دے دی گئی اور اس نے ایک عورت سے شادی کر لی جس سے جُرھُم پیدا ہؤا ۔ حارث بن عمرو کا اسی بات کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے ۔

میں قریش کے کچھ لوگ مکہ کے باہر ، کچھ لوگ اندر ، اور کچھ گھرانے حرم کے گرد بکھرے ہوئے تھے تاآنکہ قصی بن کلاب جوان ہؤا اور اس نے حلیل بن ابی حبشہ کی بیٹی سے شادی کر لی جس سے چار بیٹے ہوئے۔ ہوتے ہوتے اس کی نسل بڑھ گئی ۔ ان کو بڑا شرف حاصل ہؤا ۔ پھر جب حلیل مرا تو اس نے اپنے بیٹے محترش کو وصیت کی کہ وہ بیت اللہ کا خازن بن جائے ۔ اس نے اپنے ساتھ غبشان ملکانی کو بھی شامل کر لیا ۔ چنانچہ ایک کی غیر حاضری میں دوسرا دربانی کرتا تھا تاآنکہ ملکانی مر [۲۴۷] گیا ۔ کہا جاتا ہے کہ قصّی نے محترش کو شراب پلائی اور دھوکا دے کر اس سے ایک شراب کے مٹکے کے عوض بیت اللہ خرید لیا ۔ اس پر گواہ بھی مقرر کر لیے ، پھر اسے بیت اللہ سے نکال دیا اور خود حجابت اور حکومت کا مالک بن گیا ۔ چنانچہ قریش میں سے اسمٰعیل کی اولاد کے بعد قصی پہلا شخص ہے جس نے حکومت کی ۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب حیرہ کا بادشاہ نعمان بن منذر تھا ۔ اس زمانے میں ایران کا بادشاہ بہرام گور ابو الفرس تھا ۔ قصّی نے مکے کے الگ الگ حصے کر دیے اور وہاں دارالندوہ بنایا اور [۱] صُوفہ جُرہم کا ایک قبیلہ ہے جو مکہ

---

۱ - صوفہ : صوفہ لقب ہے غوث بن مُر بن اُدبن طابخہ بن الیاس بن مضر کا ۔ اسے اور اس کی اولاد کو صوفہ اس لیے کہا گیا کہ اس کی والدہ کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی ، اس نے منت مانی کہ اگر لڑکا پیدا ہؤا تو اسے کعبہ کی نذر کر دوں گی تاکہ وہ کعبہ کی خدمت کرے ۔ چنانچہ غوث پیدا ہؤا اور شروع شروع میں وہ اپنے ماموؤں کے ساتھ کعبہ کی خدمت کرتا رہا پھر کعبہ کی خدمت کرنے کی وجہ سے جو احترام اسے حاصل ہؤا تو یہ لوگوں کو عرفہ سے گزارنے کا تحویل دار بن گیا ۔ صوفہ نام کی وجہ یہ ہے کہ ابھی یہ بچہ ہی تھا اور کعبہ کی خدمت کیا کرتا تھا کہ ایک روز یہ گرمی کی شدت کی وجہ سے گر پڑا اس کی والدہ نے اسے گرا ہؤا اور دبلا دیکھا تو کہا میرا بیٹا تو سوکھ کر صوفہ (پشم) بن گیا ہے لہٰذا صوفہ نام پڑا ۔ اس کی اور وجہ بھی بیان کی جاتی ہے ۔ (سہیلی : ۱ : ۸۵)

میں رہا کرتا تھا ۔ عرفہ سے لوگوں کو گزارنے کا اختیار اسی کے پاس ہوا کرتا ۔ اس قبیلے کے متعلق شاعر کہتا ہے :

[۱] وَلاَ یَرِیْمُونَ فِی التَعْرِیفِ مَوْقِفَهُمْ
حَتّٰی یُقَالَ اَجِیْزُوا آلَ صُوفَانَا

عرفات میں قیام کے وقت یہ اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے
جب تک یہ نہ کہا جائے کہ اے آل صوفان لوگوں کو گزار دو ۔

ان سے خزاعہ نے یہ عہدہ لیا اور وہ مدت تک لوگوں کو گزارتے رہے پھر بنو عدوان بن عمرو بن قیس نے ان سے دست درازی کی اور اجازہ کا عہدہ ان کے ایک شخص کے پاس چلا گیا جس کا نام ابو سیارہ تھا ۔ ابو سیارہ بنی سعد میں سے تھا اسی کے متعلق شاعر کہتا ہے :

[۲] خَلُّوا السَّبِیْلَ عَنْ اَبِی سَیَّارَهْ
وَعَنْ مَوَالِیْهِ بَنِی فَزَارَهْ

[۲۴۸] ابو سیارہ کا رستہ چھوڑ دو اور اس کے موالی بنی فزارہ کا
بھی راستہ چھوڑ دو

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں یہ شعر اسی طرح دیا ہے مگر ابن ہشام (۱ : ۸۵ برہامش الروض الانف) نے اسے یوں دیا ہے :
لاَ یَبْرَحُ النَّاسُ مَاحَجُّوا مُعَرَّسَهُمْ
حَتّٰی یُقَالَ اَجِیْزُوا آلَ صَفْوَانَا
اور صفوان سے مراد صفوان بن عوف بن کعب ۔ بلوغ الارب میں شاعر کا نام نہیں دیا ۔ ابن ہشام میں شاعر کا نام اوس بن تمیم بن مغراء السعدی دیا ہے ۔

۲ ۔ ابن ہشام نے پہلا مصراع یوں دیا ہے : نَحن دَفَعْنَا عن ابی سیارہ ۔ اور ابو سیارہ کا نام عمیلہ بن الاعزل دیا ہے ۔ ابو سیارہ نے چالیس سال تک اجازہ کی خدمت سرانجام دی اور یہ خدمت اس کے سپرد تھی کہ اسلام آ گیا ۔

حَتّٰی یُجِیْزَ سَالِماً حِمَارَہ
مُسْتَقْبِلَ الکعبة یَدْعُو جَارَہْ

تا کہ وہ اپنا گدھا صحیح و سالم گزار دے اور اپنے پناہ دینے والے خدا کو کعبے کی طرف منہ کرکے پکارے

" اجازہ " کا طریقہ یہ تھا کہ ابو سیارہ ان کے آگے آگے گدھے پر سوار ہوتا پھر خطبہ دیتا اور کہتا :

خدایا ! ہماری عورتوں کے درمیان [1]صلح قائم رکھ اور ہمارے چرواہوں[2] میں عداوت ڈال دے اور ان لوگوں کو مال عطا کر جو در گزر کرنے والے اور سخی ہوں - (اے لوگو) تم اپنے عہد کو پورا کیا کرو اور اپنے پناہ لینے والے کی عزت کیا کرو - مہمان کی ضیافت کیا کرو - پھر کہتا : اے ثبیر ! پہاڑ روشن ہو جا تا کہ ہم قربانی کے گوشت[3] پر غارت ڈالیں - اس کے بعد وہ یہاں سے روانہ ہو پڑتا اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے -

جب قُصَیّ نے طاقت پکڑ لی تو وہ ابو سیارہ اور اس کی قوم کے پاس آیا اور اسے لوگوں کو گزارنے سے روکا - اس بات پر جنگ چھڑ گئی ، قصی نے انھیں شکست دی اور بیت الحرام قصی کے قبضے میں آ گیا - پھر جب قصی بوڑھا اور کمزور ہو گیا تو اس نے تمام کا تمام اختیار اپنے بڑے

---

۱ - سہیلی (۱ : ۸۶) نے حبب بَیْنَ نسائنا دیا ہے -
۲ - سہیلی نے بعتّس بین رعائنا دیا ہے -
۳ - لسان العرب میں ہے أَغَارَ ای شدّ العَدْوَ وأَسْرَعَ وأَغَارَ الفَرَسُ اغَارَۃً وغَارَۃً : اشتدّ عَدْوُہُ وأَسْرَعَ فی الغارہ وغیرھا وقالوا فی حدیث انحج أَشْرِقْ ثَبِیرُ کَیْمَا نُغِیْرُ ای نُسْفِرُ و نُسْرِعُ للنَّحْر وندفع للحجارۃ وقال یعقوب : الاغارۃَ ھٰھُنَا الدفع ای ندفع للنفر و قیل : أَرَادَ نُغِیرُ علی لُحُوم الأضاحی ، من الا غارۃ : النھب

بیٹے عبدالدار کو دے دیا ۔ قصی کی وفات کے بعد قریش نے عبدالدار کو اس منصب پر قائم رہنے دیا ۔ پھر عبد مناف نے خیال کیا کہ وہ عبدالدار سے زیادہ حقدار ہے اور اسی طرح (باقی) قریش نے بھی اپنی بزرگی اور فضیلت کی وجہ سے یہی خیال کیا لہٰذا انھوں نے عبدالدار کے قبضے سے یہ سب کچھ لے لینے کا پختہ ارادہ کر لیا اور جنگ کرنا چاہی ۔ ان کے اکابر نے ایک دوسرے کو صلح کی دعوت دی اس شرط پر کہ سقایہ اور رفادہ تو عبد مناف کے پاس ہو اور حجابت ، لواء اور ندوہ بنو عبدالدار کے پاس رہے ۔ انھوں نے اس امر پر زور دار قسمیں کھائیں کہ وہ اس معاہدے کو نہ توڑیں گے لہٰذا بنو عبدمناف اور ان کا ساتھ دینے والے خوشبو کا بھرا ہوا پیالہ لے آئے اور اس میں اپنے ہاتھ ڈبوئے اور اس خوشبو کو کعبے پر مل دیا تاکہ اور تاکید ہو جائے اسی وجہ سے انھیں مطیبین کہا گیا ۔ بنو عبدالدار اور ان کے ساتھیوں نے خون کا پیالہ نکالا اور اس میں اپنے ہاتھ ڈبوئے اور اس خون کو کعبے پر مل دیا لہٰذا انھیں احلاف اور ''لعقة الدم'' کہا گیا ۔ ان میں سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ [۲۳۹] کے سوا کوئی خلیفہ نہیں بنا ۔ مطیبین کے باقی لوگ اسلام کے آنے تک اسی طرح رہے ، قریش بھی اپنی حالت پر رہے تاآنکہ ۸ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا ، تاہم آپ نے چابی عثمان بن طلحہ بن عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار ہی کے پاس رہنے دی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فتح مکہ کے دن چابیاں لے لی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا

اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں دے دو

اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر چابی واپس کر دی ۔ سقایہ کو حضرت عباس رض ہی کے پاس رہنے دیا

# مکے کے وہ افراد جنھیں عہد جاہلیت میں شرف حاصل ہوا اور جسے انہوں نے عہد اسلام میں بھی جاری رکھا

یاد رکھیں کہ قریش کے وہ افراد جن کو شرف حاصل رہا تاآنکہ نورِ اسلام چمکا وہ دس خاندانوں کے دس آدمی تھے ، نام ان کے یہ ہیں : ہاشم ، اُمیہ ، نوفل ، عبدالدار ، اسد ، تیم ، مخزوم ، عدی ، جمح اور سہم ۔ چنانچہ بنی ہاشم میں سے عباس بن عبدالمطلب تھے جو جاہلیت میں حاجیوں کو پانی پلایا کرتے تھے اور یہی خدمت اسلام میں بھی ان کے سپرد رہی ۔ بنی اُمیہ میں سے ابو سفیان بن حرب تھے ۔ اُن کے پاس قریش کا جھنڈا عقاب تھا ۔ جس شخص کے پاس یہ جھنڈا ہوتا وہ جنگ کے وقت اسے نکالتا پھر جس شخص پر قریش اتفاق کر لیتے اسے عقاب دے دیا جاتا اور اگر وہ کسی پر متفق نہ ہوتے تو اس کے قابض کو ہی سردار بنا کر اسے آگے کر دیتے ۔ بنی نوفل میں سے الحارث بن عامر تھے ۔ ان کے پاس رفادہ کا عہدہ تھا ۔ یہ وہ رقم تھی جسے قریش اپنے مال میں سے نکال کر ان حاجیوں کی مدد کرتے تھے جن کا زادِ راہ ختم ہو جاتا ۔ بنی عبدالدار میں سے عثمان بن طلحہ تھے ۔ ان کے پاس جھنڈا ، کعبے کی خدمت گزاری اور دربانی تھی ۔ بعض کہتے ہیں کہ ندوہ بھی بنی عبدالدار کے پاس تھا ۔ بنی اسد میں سے یزید بن زَمَعَہ بن الاسود تھے ۔ ان کے پاس " مشورہ " تھا اور یہ اس طرح کہ رؤسائے قریش کسی بات پر اس وقت تک متفق نہ ہوتے تھے جب تک ان کے سامنے پیش نہ کر لیتے ۔ اگر وہ ان کی موافقت کرتے تو انؓ کو اس کام پر مقرر کر دیتے ورنہ کوئی اور طریقہ اختیار کرتے ، قریش اُن کی مدد کرتے تھے ۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑتے ہوئے طائف میں شہید ہوئے ۔ بنی تیم میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے ۔ ان کے پاس جاہلیت میں اشناق تھیں ، اشناق دیت اور تاوان کو کہتے ہیں ۔ [۲۵۰] چنانچہ جب یہ کسی دیت کے ادا کرنے کی ذمہداری لے لیتے

اور قریش سے دریافت کرتے تو وہ ان کی تائید کرتے اور اس شخص کی دیت کی ذمہ داری کی تصدیق کر دیتے ۔ اگر کوئی دوسرا فرد یہ ذمہ داری اٹھاتا تو قریش اس کا ساتھ نہ دیتے ۔ بنی مخزوم میں سے خالد بن الولید تھے ۔ ان کے ذمہ " قبہ " اور "اعنۃ" تھا ۔ قبہ یہ تھا کہ قریش خیمہ گاڑتے اور اس میں تمام وہ آلات و اسباب جمع کرتے جن سے وہ فوج کو لیس کرتے اور " اعنۃ " یہ تھا کہ خالد بن الولید جنگ کے موقع پر گھوڑ سواروں کے سردار ہوتے ۔ بنی عدی میں سے عمر بن الخطاب تھے ۔ ان کے پاس جاہلیت میں سفارت کا عہدہ تھا ۔ جب قریش اور کسی اور قوم کے درمیان جنگ چھڑ جاتی تو انہیں سفیر بنا کر بھیجا جاتا اور کوئی قبیلہ ان سے فخریہ مقابلہ کرنا چاہتا تو بھی انہی کو مفاخرت کے لیے بھیجا جاتا تھا اور قریش ان پر رضامند ہو جاتے تھے ۔ بنی جمح میں سے صفوان بن امیہ تھا ۔ ان کے پاس ازلام ہوا کرتے تھے ۔ چنانچہ کسی عام مفاد کی بات کے لیے کوئی شخص ان سے پہلے قدم نہ اٹھاتا ۔ بنی سہم میں الحارث بن قیس تھے ۔ ان کے پاس حکومت اور وہ مال ہوتے جنھیں وہ اپنے خداؤں کے لیے وقف رکھتے تھے ۔

زمانۂ جاہلیت میں قریش کے بزرگی کے یہ کام تھے ۔ یعنی سقایہ ، عمارہ ، عقاب ، رفادہ ، سدانہ ، حجابہ ، ندوہ ، لواء ، مشورہ ، اشناق ، قُبّہ ، اعِنّۃ ، سفارہ ، ایسار ۔ حکومت اور اموال موقوفہ برآلہہ ؛ جو ان مذکورہ بالا دس خاندانوں میں سے دس آدمیوں کے سپرد تھے ۔ یہ ابتدا سے اسی طرح نسلاً بعد نسل ان کے پاس چلے آتے تھے ۔ اسلام آیا اور اس نے بھی ان کو اسی طرح برقرار رکھا چنانچہ زمانہ جاہلیت کی جو بھی شرف کی بات تھی اور وہ اسلام کے آنے تک موجود تھی تو اسلام نے بھی اسے برقرار رکھا ۔ چنانچہ حاجیوں کو پانی پلانا ، مسجد حرام کی آبادی ، اور " حلوان النفر " بنی ہاشم میں تھی ۔ سقایہ کو تو سب جانتے ہی ہیں ۔ " عمارہ " یہ تھی کہ کوئی شخص مسجد حرام میں کسی قسم کی بیہودہ بات یا گالی گلوچ نہ کرنے پائے اور نہ ہی یہاں آواز بلند کرے ، عباس لوگوں کو ان باتوں سے منع کیا کرتے تھے ۔ "حلوان النفر"

یہ تھا کہ عرب جاہلیت میں کسی کو اس کا مالک نہ بناتے تھے ۔ جب جنگ کا موقع ہوتا تو ان سرداروں کے نام پر قرعہ اندازی کی جاتی جس کے نام کا قرعہ نکل آتا اسے بلا لیتے خواہ چھوٹا ہوتا خواہ بڑا ۔ جب فجار کی جنگ ہوئی تو انھوں نے بنی ہاشم کے درمیان قرعہ اندازی کی ۔ عباس کے نام کا قرعہ نکلا حالانکہ وہ اس وقت چھوٹے تھے لہٰذا انھیں لوگوں نے ڈھال کے اوپر بٹھا دیا ۔ پاک ہے وہ خدا جس نے زمانے کو امور کی مصلحت کے مطابق گرداں رکھا ۔

## مکے میں (شرفہا اللہ تعالی) اصحاب فیل کو پیش آنے والے واقعہ کا بیان

[۲۵۱] یاد رکھیں کہ ابرھہ بن اشرم نے یمن پر قابض ہو جانے اور وہاں کے حاکم ارباط کو قتل کرنے کے بعد صنعاء میں قُلَّیس تعمیر کیا ۔ یہ اپنے زمانے کا بے نظیر گرجا تھا ۔ اس کے بعد اس نے نجاشی کو خط لکھا کہ اے بادشاہ میں نے تمھارے لیے ایک ایسا گرجا تعمیر کیا ہے کہ اس سے پہلے کسی بادشاہ کے لیے ایسا گرجا تعمیر نہ کیا گیا ہوگا ، میں اس وقت تک دم نہ لوں گا جب تک عربوں کے حج کا رخ اس کی طرف نہ پھیر دوں ۔ جب عربوں کو ابرھہ کے اس خط کی خبر ملی جو اسی نے نجاشی کو لکھا تھا تو ان قبائل میں سے جو اشہر حرم کو آگے پیچھے کیا کرتے تھے ایک شخص کو غصہ آ گیا یہ شخص بنی تیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خذیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر میں سے تھا ۔ یہ چل کر قلیس پہنچا اس میں گندگی پھیر دی ، اور نکل کر اپنے ملک کو واپس چلا آیا ۔ اس بات کی اطلاع [۲۵۲] ابرھہ کو ملی تو اس نے دریافت کیا کہ یہ کام کس نے کیا ہے ۔ کسی نے اسے بتایا کہ عرب کے کسی ایسے آدمی نے یہ کام کیا ہے جو اس گھر کے والیوں میں سے ہے جہاں لوگ حج کے لیے آتے ہیں ، وہ گھر مکہ میں ہے ۔ جب اس نے یہ سنا کہ تُو عربوں کے حج کا رخ اس گھر

کی طرف پھیر دینا چاہتا ہے تو اسے غصہ آ گیا ہوگا چنانچہ اس نے اس میں گندگی پھر دی ، جس سے اس کی مراد یہ ہے کہ یہ گھر اس بات کا اہل نہیں کہ لوگ یہاں حج کے لیے آئیں ۔ اس پر ابرھہ کو غصہ آ گیا اور اس نے قسم کھا لی کہ وہ بیت اللہ کو منہدم کر کے ہٹے گا ۔ اس کے بعد اس نے حبشیوں کو تیاری کرنے کا حکم دے دیا ۔ چنانچہ وہ آمادہ ہو گئے ، ساز و سامان تیار کر لیا اور روانہ ہو پڑے ، ہاتھی ان کے ہمراہ تھے ۔ جب عربوں نے یہ سنا تو جانا کہ یہ تو بہت بڑی آفت آئی ، لہٰذا گھبرا گئے اور جب یہ معلوم ہؤا کہ ابرھہ کعبے یعنی بیت الحرام کو گرانے کا ارادہ رکھتا ہے تو پھر انھوں نے اس کے خلاف جہاد کرنا اپنا فرض قرار دے دیا ۔ یمنی اشراف اور بادشاہوں (کی نسل) میں سے ایک شخص جسے ذونفر کہا جاتا تھا نکل آیا ۔ اس نے اپنی قوم اور دیگر عربوں کو جنھوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا بیت اللہ الحرام کی مدافعت میں ابرھہ کے ساتھ جنگ و جہاد کرنے اور اسے بیت اللہ کو گرانے اور ویران کرنے سے روکنے کی دعوت دی ۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے اس کی اس دعوت کو قبول کر لیا ، پھر ذونفر ابرھہ کے مقابلہ کے لیے آیا اور جنگ کی ۔ ذونفر اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی ۔ ذونفر کو گرفتار کر کے ابرھہ کے پاس لایا گیا ۔ جب ابرھہ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ذونفر نے اس سے کہا : اے بادشاہ مجھے قتل نہ کر ، ہو سکتا ہے کہ میرا تمھارے پاس زندہ رہنا میرے قتل کرنے کے مقابلہ میں تمھارے لیے زیادہ بہتر ہو لہٰذا اس نے اسے قتل نہ کیا اور بیڑیوں میں جکڑ لیا اور قید میں رکھا ۔ ابرھہ حلیم الطبع انسان تھا ۔ اس کے بعد وہ اپنی مہم پر روانہ ہو گیا ۔ جب خثعم کے علاقے میں پہنچا تو نفیل بن خبیب خثعمی ، خثعم کے دو قبیلوں شہران اور ناھس اور ان قبائل عرب کو لے کر مقابلے کے لیے آیا جو ان کے تابع تھے ۔ جنگ ہوئی ، ابرھہ نے اسے شکست دی ۔ نفیل کو گرفتار کر کے اس کے پاس لایا گیا ۔ جب اس نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو نفیل نے کہا : اے بادشاہ مجھے قتل نہ کر میں عربوں کے علاقے میں تمھاری رہنمائی

گروں گا ۔ خثعم کے دونوں قبیلوں شہران اور ناهس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں تمہارے دو ہاتھ ہیں ۔ یہ تمہاری اطاعت کریں گے لٰہذا ابرهہ نے اس سے بھی درگزر کیا ، اور اسے اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو پڑا ، وہ اس کی راہنمائی کرتا تھا ۔ جب طائف میں سے گزرا تو مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن بنی ثقیف کے کچھ لوگوں کو لے کر آیا اور کہا : اے بادشاہ ہم تو تمہارے غلام ہیں ۔ تمہاری بات سننے والے اور تمہاری اطاعت کرنے والے ہیں ۔ ہم تو تمہارے خلاف نہیں ہیں اور یہ جو ہمارا گھر ہے یہ وہ گھر نہیں ہے جس کے ارادے سے تم نکلے ہو ۔ اس کی مراد لات کے بت کدہ سے تھی ۔ تم تو اس گھر کے ارادے سے نکلے ہو جو مکہ میں ہے ۔ ہم تمہارے ساتھ اُن آدمیوں کو بھیجیں گے جو تمہاری رہنمائی کریں گے لٰہذا ابرهہ نے انہیں بھی معاف کر دیا ۔ لات کا بتکدہ طائف میں بنی ثقیف کا عبادت خانہ تھا جس کی وہ اسی طرح تعظیم کیا کرتے جس طرح کعبہ کی کی جاتی تھی ۔ چنانچہ ضرار[1] بن خطاب فہری کہتا ہے :

وَ فَرَّتْ ثَقِيفٌ إِلَى لَاتِهَا
بِمُنْقَلَبِ الخَائِبِ الخَاسِرِ

بنی ثقیف اپنے بت لات کی طرف خائب و خاسر ہو کر بھاگ نکلے

بہر حال انہوں نے ابرهہ کے ساتھ ابو رغال کو مکہ کا راستہ بتانے کے لیے بھیجا ۔ ابرهہ ابو رغال کو لے کر روانہ ہو گیا حتٰی کہ مُغَمّس میں آ کر ٹھہر گیا ۔ وہاں اترنے کے بعد ابو رغال مر گیا ۔ عربوں نے اس [۲۵۳] کی قبر پر پتھر مارے ۔ یہ وہی قبر ہے جسے مغمس میں اب بھی لوگ پتھر مارتے ہیں ۔ جب ابرهہ مُغَمّس میں اترا تو اس نے حبشہ کے

---

۱ ۔ ضرار بن الخطاب : قریش کے شاعر اور شہسوار تھے ۔ قریش میں ان سے بہتر کوئی شاعر نہ تھا ۔ ان کے بعد ابن الزبعری کا نمبر آتا ہے : ضرار فتح مکہ کے دن اسلام لائے ( الروض الانف ; ۲۷۹)

ایک آدمی کو جس کا نام اسود بن مقصود تھا چند گھوڑسواروں کی کمان دیکر مکے بھیجا ، اسود قریش اور تہامہ کے دیگر لوگوں کا مال ہانک لایا ۔ ان میں عبدالمطلب بن ہاشم کے بھی دو سو اونٹ تھے ۔ ان دنوں عبدالمطلب قریش کا کرتا دھرتا اور سردار تھا ۔ چنانچہ قریش ، کنانہ ، ہذیل اور ان لوگوں نے جو اس وقت حرم میں تھے ابرھہ سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا مگر جب بعد میں انھیں معلوم ہؤا کہ ان میں اس بات کی طاقت نہیں ہے تو انھوں نے ارادہ ترک کر دیا ۔ ابرھہ نے حناطہ الحمیری کو مکے روانہ کیا اور حکم دیا کہ وہ دریافت کرے کہ اس شہر کا سردار کون ہے اور اس سے کہے کہ بادشاہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں تم سے جنگ کرنے کی نیت سے نہیں آیا ۔ میں تو صرف اس گھر کو گرانے کے لیے آیا ہوں ۔ اگر تم جنگ کے ارادے سے ہمارا مقابلہ کرنے کو نہ آؤ گے تو مجھے بھی تمھارا خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں لہٰذا اگر وہ جنگ نہ کرنا چاہتا ہو تو اسے میرے پاس لے آؤ ۔ جب حناطہ مکے پہنچا تو اس نے قریش کے سردار اور شریف کا پتا دریافت کیا ۔ لوگوں نے عبدالمطلب بن ہاشم کا نام دیا ۔ حناطہ اس کے پاس گیا اور ابرھہ کا پیغام پہنچایا ۔ عبدالمطلب نے کہا : اللہ کی قسم ہم اس سے جنگ کرنا نہیں چاہتے ، ہم میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے ( رہا کعبہ تو ) یہ اللہ کا اور اس کے خلیل ابراھیم علیہ السلام کا معزز گھر ہے — یہ یا اس قسم کے کچھ الفاظ اس نے کہے — خدا خود اس کی حفاظت کرے گا ۔ یہ تو اس کا گھر اور حرم ہے ، اگر اللہ ابرھہ کو کھلی چھٹی دے دے گا کہ وہ جو چاہے اس گھر کے ساتھ کرے تو اللہ کی قسم ہم میں اس کے بچانے کی طاقت نہیں ۔ حناطہ نے کہا : میرے ساتھ ابرھہ کے پاس چلو کیونکہ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو لے کر اس کے پاس پہنچوں ۔ عبدالمطلب اس کے ساتھ روانہ ہو گئے ۔ ان کے ساتھ ان کا ایک بیٹا بھی تھا یہاں تک کہ فوج میں پہنچ گئے ۔ انھوں نے ذونفر کے متعلق دریافت کیا ، وہ ان کا دوست تھا ۔ آپ قید خانے میں ہی اس کے پاس گئے اور کہا : اے ذونفر کیا اس مصیبت میں جو ہم پر نازل ہوئی ہے تو کچھ کر سکتا ہے ؟

ذونفر نے کہا : وہ شخص جو قید میں ہو اور اس بات کا منتظر ہو کہ صبح یا شام کو اسے قتل کر دیا جائے گا وہ کس کام آ سکتا ہے ۔ میں اس مصیبت میں تمھارے کسی کام نہیں آ سکتا البتہ ہاتھیوں کا سائیس انیس میرا دوست ہے ، میں اسے پیغام بھیجتا ہوں اور تمھاری سفارش کرتا ہوں اور اسے بتاتا ہوں کہ تمھارا مجھ پر بہت بڑا حق ہے اور اس سے درخواست کرتا ہوں کہ تمھیں بادشاہ کے پاس جانے کی اجازت لے دے ۔ وہاں جو تمھارا جی چاہے کہہ لینا ۔ اگر اس کے بس میں ہؤا تو وہ تمھاری بطریق احسن سفارش کرے گا ۔ عبدالمطلب نے کہا : یہی کافی ہے ۔ ذونفر نے انیس کو بلا بھیجا اور اس سے کہا : عبدالمطلب قریش کا سردار ہے ۔ مکے کے چشمے کا مالک ہے ۔ یہ میدانوں میں انسانوں کو اور پہاڑوں میں وحشی جانوروں کو کھانا کھلاتا ہے ۔ بادشاہ نے اس کے دو سو اونٹ لے لیے ہیں ۔ اسے بادشاہ کے پاس جانے کی اجازت لے دے [۲۵۴] اور جہاں تک تجھ سے بن آئے انھیں فائدہ پہنچا ۔ اس نے کہا : بہتر ۔ انیس نے ابرھہ سے بات کی اور کہا : اے بادشاہ ! تمھارے دروازے پر قریش کا سردار اندر آنے کی اجازت کا منتظر ہے ۔ وہ مکے کے چشمے کا مالک ہے ۔ میدانوں میں انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے اور پہاڑوں میں وحشی جانوروں کو ۔ اُسے اندر آنے کی اجازت دیں تاکہ وہ اپنی بات کہہ سکے ۔ راوی کہتا ہے کہ ابرھہ نے اسے اجازت دے دی ۔ عبدالمطلب نہایت حسین و جمیل اور عظیم شخصیت کے مالک تھے ، جب ابرھہ نے انھیں دیکھا تو ان کی تعظیم و تکریم کے پیش نظر انھیں اپنے سے نیچے بٹھانا نہ چاہا ، یہ بھی پسند نہ کیا کہ حبشہ کے لوگ انھیں بادشاہ کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہؤا دیکھ لیں ، لہٰذا ابرھہ تخت سے اترا اور فرش پر بیٹھ گیا ۔ انھیں اپنے ساتھ اپنے پہلو میں بٹھایا ۔ اس کے بعد ترجمان سے کہا : ان سے پوچھو کہ کیا کام ہے ؟ ترجمان نے پوچھا تو جواب دیا : بادشاہ سے کہو کہ میرے دو سو اونٹ جو اس نے لے لیے ہیں مجھے واپس کر دے ۔ جب انھوں نے یہ کہا تو ابرھہ نے ترجمان سے کہا : انھیں کہہ کہ جب میں نے تمھیں دیکھا تھا تو تم

مجھے بہت پسند آئے تھے مگر اب بات کرنے کے بعد مجھے تم سے نفرت ہوگئی ہے ۔ کہا تم اپنے ان دو سو اونٹوں کی بات کر رہے ہو جو میں نے لے لیے ہیں اور اس گھر کو چھوڑ رہے ہو جو تمھارا اور تمھارے آباؤ اجداد کا (مرکز) دین ہے ، جسے میں گرانے کے لیے آیا ہوں ، تم اس کے متعلق بات ہی نہیں کرتے ۔ عبدالمطلب نے جواب دیا : میں اونٹوں کا مالک ہوں جو اس گھر کا مالک ہے وہ اسے بچا لے گا ۔ ابرھہ نے کہا : وہ مجھ سے بچا نہ سکے گا ۔ عبدالمطلب نے کہا : تو جان اور تیرا کام ۔ جیسا کہ بعض اہل علم کا خیال ہے جب حناطہ کو ابرھہ نے عبدالمطلب کے پاس بھیجا تھا تو عبدالمطلب کے ساتھ یعمر بن نفاثہ بن عدی ، جس کا نسب کنانہ تک پہنچتا ہے اور جو ان دنوں بنی بکر کا سردار تھا ، اسی طرح خویلد بن واثلہ ہُذَلی جو ان دنوں ہذیل کا سردار تھا ، بھی ان کے ساتھ گئے تھے ۔ انھوں نے اس شرط پر کہ ابرھہ خانہ کعبے کو نہ گرائے اور واپس چلا جائے تہامہ کے تہائی مال کی پیشکش کی تھی ، مگر ابرھہ نے لینے سے انکار کر دیا تھا ۔ بہرحال ابرھہ نے عبدالمطلب کے جو اونٹ لیے تھے واپس کر دیے ۔ عبدالمطلب نے واپس آ کر قریش کو سارا قصہ سنایا اور انھیں مکے سے نکل جانے اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں میں پناہ لینے کو کہا تاکہ کہیں فوج ان سے برا برتاؤ نہ کر پائے ۔ اس کے بعد عبدالمطلب اٹھا اور خانہ کعبہ کی زنجیر ہاتھ میں لی ۔ ان کے ساتھ قریش کے اور لوگ بھی اللہ سے دعا کرنے کے لیے آن کھڑے ہوئے ، وہ اللہ سے ابرھہ اور اس کی فوج کے خلاف مدد مانگ رہے تھے چنانچہ عبدالمطلب نے کعبے کی زنجیر ہاتھ میں پکڑ کر یہ شعر کہے ۔

لاهُمَّ إنَّ المَرْءَ يَمْنَعُ رَحْلَهُ[۱] فامْنَعْ حِلالَكَ[۲]

---

۱ - رحل کے معنی مسکن اور اثاث البیت کے ہیں ۔

۲ - سہیلی (الروض الانف : ۱ : ۴۵) کہتا ہے کہ اس شعر میں حِلالَ کے معنی ہیں وہ لوگ جو ایک جگہ اترے ہوئے ہوں ۔ پھر لکھتے ہیں کہ حِلالَ کے معنی متاع البیت کے بھی ہیں ۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ یہاں بطور استعارہ استعمال ہؤا ہو ۔

خدایا! انسان اپنے مسکن اور سامان کی حفاظت کرتا ہے تو بھی ان لوگوں کی حفاظت کر جو تیرے گھر میں آباد ہیں

لَا یَغْلِبَنَّ صَلِیبُهُمْ وَ مِحَالُهُمْ أَبَدًا مِحَالَكْ

[۲۵۵] کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی صلیب اور ان کی طاقت تیری طاقت پر غالب آ جائے

إِنْ كُنْتَ تَارِكَهُمْ وَ كَعْبَتَنَا فَأَمْرٌ مَا بَدَا لَكْ

اگر تو انھیں کھلی چھٹی دے دے گا کہ وہ کعبے کے ساتھ جو چاہیں کریں تو پھر کوئی خاص بات ہوگی جو تجھے سوجھی ہے

فَلَئِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّهُ
أَمْرٌ يَتِمُّ بِهِ فِعَالُكْ

اگر تو ایسا کرے گا تو پھر (ظاہر ہے کہ) تیرا کام پورا ہو کر رہے گا

إِسْمَعْ بِأَرْجَسِ مَا أَرَا
دُوا الْعَدُوَّ و انتهكوا حِلَالَكْ

جس پلید ترین بات کا ارادہ انھوں نے کر رکھا ہے وہ سن لے، وہ یہ ہے کہ مکے میں ظلم اور تمھارے مکینوں کی بے حرمتی کی جائے

جَرُّوا جَمِيعَ بِلَادِهِمْ
وَ الْفِيلَ كَيْ يَسْبُوا عِيَالَكْ

وہ تمام ملک اور ہاتھیوں کو تیرے عیال کو قید کرنے کے لیے کھینچ لائے ہیں

عَمَدُوا حِمَاكَ بِكَيْدِهِمْ
جَهْلًا وَ مَا رَقَبُوا جَلَالَكْ

انهوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے محفوظ کی ہوئی جگہ کا حیلہ و مکر کے ساتھ قصد کیا ہے اور انہوں نے تیرے جلال کا کچھ خیال نہیں رکھا

اور عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف نے کہا :

لَاهُمَّ أَخْزِ الأَسْوَدَ بن مَقْصُودْ
الآخِذَ الهَجْمَةَ[۱] فِيهَا التَّقْلِيدَ[۲]

خدایا ! اسود بن مقصود کو جس نے میرے اونٹ لے لیے ہیں رسوا کر ، ان اونٹوں پر خاص (میری) علامت لگی ہوئی تھی

بَيْنَ حِرَاءٍ و ثَبِيرٍ فَالبِيدْ
يَحْبِسُهَا وَهِيَ أُولَاتُ التَّطْرِيدْ

حراء ، ثبیر اور جنگلوں کے درمیان وہ انھیں روکے ہوئے ہے

فَضُمَّهَا إلَى طَمَاطِمَ سُودٍ
أَخْفِرْهُ يَارَبِّ وَأَنْتَ مَحْمُودْ

پھر اس نے انھیں کالے رنگ کے عجمیوں کے ساتھ شامل کیا ۔ خدایا تو محمود ہے ان کے ارادوں کو توڑ کر رکھ دے

اس کے بعد عبد المطلب نے خانہ کعبہ کی کنڈی چھوڑ دی اور

---

۱ - هَجْمَة : اونٹ جن کی تعداد نوے (۹۰) اور سو (۱۰۰) کے درمیان ہو ۔ اگر سو (۱۰۰) ہوں تو انھیں هُنَيدَة کہتے ہیں ، دو سو (۲۰۰) کو هِنْد اور تین سو (۳۰۰) کو أُمَامَة ۔

۲ - لسان العرب میں ہے : تقلید یہ ہے کہ اونٹوں کی گردن میں ایک خاص نشان لگا دیا جائے جس سے معلوم ہوکہ وہ قربانی کےاونٹ ہیں اور یہ نشان یا پرانا جوتا ہوتا یا مشکیزہ کا کنڈا ہوتا ۔ ۔ ۔ زجاج کہتا ہے کہ عرب اونٹوں کی گردن میں حرم کے درختوں کی چھال لٹکا دیتے تاکہ وہ دشمنوں سے محفوظ رہ سکیں ۔

پھر وہ اور ان کے ساتھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے ۔ وہاں پناہ لے لی اور منتظر رہے کہ دیکھیں ابرھہ مکے میں داخل ہو کر کیا کرتا ہے ۔ صبح ہوئی تو ابرھہ نے مکے میں داخل ہونے کا ارادہ کیا ۔ اپنے ہاتھیوں اور فوج کو تیار کیا ۔ ہاتھی کا نام محمود تھا ۔ ابرھہ خانہ کعبہ کے گرانے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا اور یہ کام کر کے ہی یمن کو لوٹنا چاہتا تھا ۔ جب انھوں نے ہاتھی کو مکے کی طرف روانہ کیا تو نُفیل بن حبیب آ کر ہاتھی کے پہلو میں کھڑا ہو گیا ، پھر اس کا کان پکڑ کر کہا : اے محمود بیٹھ جا یا جہاں سے آیا ہے وہاں واپس چلا جا کیونکہ تو اللہ کے بلد حرام میں ہے ۔ اس کے بعد اس نے ہاتھی کا کان چھوڑ دیا [۲۵٦] اور ہاتھی بیٹھ گیا ۔ نُفیل بن حبیب بھاگ اٹھا تاآنکہ دور پہاڑوں میں نکل گیا ۔ انھوں نے ہاتھی کو مارا کہ وہ کھڑا ہو جائے مگر ہاتھی نہ مانا ۔ انھوں نے اس کے سر پر کلھاڑی سے ضرب لگائی کہ وہ کھڑا ہو جائے مگر وہ پھر بھی نہ مانا ۔ اس کے بعد انھوں نے اس کے پیٹ میں لوہے کے کنڈے چبھو کر خون آلودہ کر دیا مگر وہ پھر بھی نہ مانا ۔ آخر جب انھوں نے اسے واپس یمن کی طرف روانہ کیا تو اٹھ کر دوڑنے لگا ۔ شام کی طرف چلایا تو بھی ایسا ہی کیا ، مشرق کی طرف چلایا تو بھی ایسا ہی کیا اور جب مکے کی طرف چلایا تو پھر رک گیا ۔ ابوالطیب[1] مسعود نے اسی واقعہ کے متعلق کہا ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں یہ شعر عبدالمطلب نے کہے تھے :

إنَّ آيَاتِ رَبِّنَا سَاطِعَاتٌ
لاَ يُمَارِي بِهِنَّ إلاَّ الكَفُورُ

ہمارے رب کی نشانیاں روشن ہیں ۔ سخت انکار کرنے والے کے سوا کوئی دوسرا ان کے ضمن میں جھگڑا نہیں کرتا

---

۱ ۔ ابن هشام نے ان اشعار کو ابوالصلت ابن ابي ربیعہ الثقفي کی طرف منسوب کیا ہے ۔

حَبَسَ الفیل بالمُغَمَّس حتّٰی
ظَلَّ یَعْوِی کَاَنَّہٗ مَعْقُورُ

اس نے مغمس میں ہاتھی کو روک دیا اور پھر وہ اس طرح چلاتا ہؤا گیا جیسے کسی اونٹ کی ٹانگ کاٹ دی گئی ہو

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر سمندر سے ابابیل اور بلشوں قسم کے پرندے بھیجے - ہر پرندے کے پاس تین پتھر تھے ، ایک چونچ میں اور دو دونوں پاؤں میں - یہ پتھر حجم میں چنے اور مسور کی دال جتنے تھے - جسے بھی لگتے مر جاتا چنانچہ وہ جس راستے سے آئے تھے اسی راستے سے واپس بھاگ گئے - اب وہ نفیل بن حبیب کے متعلق پوچھتے تاکہ وہ انھیں یمن کا راستہ بتائے - جب نفیل نے اللہ کا عذاب نازل ہوتے ہوئے دیکھا تو کہا :

اَینَ المَفَرُّ و الالٰہُ الطّالِبُ
و الاَ شرَمُ المَغلُوبُ لَیسَ الغَالِبُ

اب تم بھاگ کر کہاں جا سکتے ہو اب تو اللہ تعالیٰ تمھیں ڈھونڈ رہا ہے - (ابرہہ) اشرم مغلوب ہے غالب نہیں

[۲۵۷] اس نے یہ شعر بھی کہے :

اَلاَ حُیِّیتِ عَنَّا یَارُدَیْنَا
نَعِمْنَا کُمْ مَعَ الا صبَاحِ عَیْنَا

اے رُدَینہ خدا تجھے سلامت رکھے اور صبح کے وقت تمھاری وجہ سے ہماری آنکھ ٹھنڈی ہو

رُدَیْنَۃُ لَو رَاَیْتِ فلاتَرِیہِ
لَدَی جَنْبِ المُحَصَّبِ مارَاَیْنَا

اے رُدَینہ جو کچھ ہم نے محصب کے پاس دیکھا ہے اے کاش تو دیکھ لیتی مگر خدا کرے تو نہ دیکھے

إذًا لَعَذَرْتِنِيْ وَ حَمِدْتِ أمرِي
وَ لَمْ تأسَيْ عَلَى مَا فَاتَ بَيْنَنَا

تو تو مجھے معذور سمجھتی اور میری تعریف کرتی اور جو کچھ ہم سے جاتا رہا ہے اس پر غم نہ کرتی

حَمِدتُ اللهَ إذْ أبْصَرْتُ طَيْرًا
وَ خِفْتُ حِجَارَةً تُلْقَى عَلَيْنَا

جب میں نے پرندوں کو دیکھا تو اللہ کی تعریف کی اور ان پتھروں سے ڈرا جو ہم پر پھینکے جا رہے تھے

وَكُلُّ القَوْمِ يَسْألُ عَنْ نُفَيْلٍ
كَأنَّ عَلَيَّ لِلحُبْشَانِ دَيْنَا

سب لوگ نفیل کے متعلق پوچھ رہے تھے جیسے کوئی میرے ذمے حبشیوں کا قرض ہو

لہٰذا وہ وہاں سے نکلے - ہر جگہ گر رہے تھے - ہر مقام پر مر رہے تھے - ہر چشمے پر ہلاک ہو رہے تھے - ابرہہ کے جسم پر بھی ایک پتھر لگا اور اہل لشکر اسے لے کر نکل گئے - اس کا جسم ریزہ ریزہ ہو کر گر رہا تھا تاآنکہ جب اسے لے کر صنعاء پہنچے تو وہ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی پرندے کا نوزائیدہ بچہ ہو - بالآخر جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے وہ اس وقت مرا جب اس کا سینہ پھٹ گیا - روایت کی جاتی ہے کہ عرب بھر میں خسرہ اور چیچک پہلی بار اسی سال دکھائی دی - نیز کڑوے درخت مثلاً حرملَ اور حنظل بھی اسی سال پہلی بار یہاں دکھائی دیے - جبؒ اللہ تعالٰی نے حبشیوں کو مکتے سے باہر دھکیل دیا اور ان پر جو عذاب نازل کرنا تھا کر دیا تو عربوں نے قریش کی اور بھی زیادہ تعظیم کرنا شروع کر دی - لوگ کہا کرتے یہ اللہ کے گھر والے ہیں - اللہ [۲۵۸] نے ان کی طرف سے جنگ کی ہے اور انہیں دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کی تکلیف سے بچا لیا ہے - چنانچہ انہوں نے اس امر کے متعلق

شعر کہے جن میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حبشیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا اور ان کی تدبیروں کو قریش سے کس طرح ٹال دیا ۔ چنانچہ عبداللہ بن الزبعریٰ کہتا ہے :

تَنَكَّلُوا عَنْ بَطْنِ مَكَّةَ إِنَّهَا
كَانَتْ قَدِيمًا لَا يُرَامُ حَرِيمُهَا

بطن مکہ سے ہٹ جاؤ کیونکہ قدیم زمانے سے ہی کوئی شخص اس کے حرم کا قصد نہ کر سکتا تھا

[1] لَمْ تُخْلَقِ الشِّعْرَى لَيَالِيَ حُرِّمَتْ
إِذْ لَا عَزِيزَ مِنَ الْأَنَامِ يَرُومُهَا

جس زمانے میں یہ شہر حرام قرار دیا گیا اس زمانے میں شعریٰ بھی پیدا نہ ہؤا تھا ۔ اس وقت کوئی طاقتور انسان اس کا قصد نہ کر سکتا تھا

سَائِلْ أَمِيرَ الْحَبْشِ [2] عَنْهَا مَا رَأَى
وَلَسَوْفَ يُنْبِي الْجَاهِلِينَ عَلِيمُهَا

ذرا حبشیوں کے سردار سے پوچھو کہ اس نے کیا کچھ دیکھا باخبر انسان ناواقفوں کو عنقریب بتا دے گا

سِتُّونَ أَلْفًا لَمْ يَؤُوبُوا أَرْضَهُمْ
بَلْ [3] لَمْ يَعِشْ بَعْدَ الْإِيَابِ سَقِيمُهَا

---

۱ ۔ تصحیح ابن هشام سے کی گئی ہے ۔ بلوغ الارب میں لا تخلق دیا ہے ۔

۲ ۔ ابن هشام میں الحبش کی بجائے الجیش دیا ہے ۔

۳ ۔ ابن اسحٰق کہتا ہے کہ اس شعر میں سقیم سے مراد ابرھہ ہے جسے کنکر لگنے کے بعد اٹھا کر لے گئے تھے اور صنعاء پہنچ کر وہ مر گیا تھا ۔

یہ ساٹھ ہزار تھے جو اپنے ملک میں واپس نہ پہنچ سکے بلکہ واپسی کے بعد بھی ان کا بیمار زندہ نہ رہ سکا

كَانَتْ بِهَا عَادٌ وَجُرْهُمُ قَبْلَهُمْ
وَاللهُ مِنْ فَوْقِ الْعِبَادِ يُقِيمُهُمْ

ان سے پہلے یہاں عاد اور جرہم آباد تھے اور اللہ تعالیٰ اسے بندوں کے اوپر سے قائم رکھے گا

ابو قیس صیفی بن الاسلت بن جُشم بن وائل کہتا ہے :

وَمِنْ صُنْعِهِ يَوْمَ فِيلِ الْحُبُو
شِ إِذْ كُلَّمَا[1] بَعَثُوهُ رَزَمْ[2]

حبشیوں کے ہاتھی کے دن اللہ کا کارنامہ یہ تھا کہ جتنا اسے اٹھاتے ابھارتے تھے وہ اسی قدر زیادہ بیٹھ بیٹھ جاتا تھا ،

مَحَاجِنُهُمْ تَحْتَ أَقْرَابِهِ
وَقَدْ شَرَمُوا أَنْفَهُ فَانْخَرَمْ

ان کی کھونٹیاں ہاتھی کی کمر کے نیچے ماری گئیں اور وہ اس کی ناک بھی کاٹ چکے تھے لہٰذا وہ کٹ گئی تھی

وَقَدْ جَعَلُوا سَوْطَهُ[3] مِغْوَلاً
إِذَا يَمَّمُوهُ قَفَاهُ كُلِمْ

[۲۵۹] انھوں نے مِغول کو اس کا کوڑا بنا لیا تھا ، وہ جب بھی ہاتھی کو مارنے کا ارادہ کرتے اس کی گدّی زخمی ہو جاتی

فَوَلَّى وَأَدْبَرَ أَدْرَاجَهُ
وَقَدْ بَاءَ بِالظُّلْمِ مَنْ كَانَ ثَمْ

---

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح لکھا ہے اسے كُلَّمَا پڑھیں ۔
۲ - رزم : ثبت و لزم موضعہ
۳ - مغول ایک قسم کا کوڑا ہے جس کے اندر پتلی سی تلوار ہوتی ہے ۔

اس کے بعد اس نے پیٹھ پھیر لی اور جدھر سے آیا تھا اُدھر کو واپس چلا گیا اور بھی جو شخص وہاں تھا وہ ظلم کی سزا بھگت کر واپس گیا

فَارْسَلَ مِنْ فَوْقِهِمْ حَاصِبًا
فَلَفَّهُمْ مِثْلَ لَفِّ الْقُزُمْ

پھر اللہ نے ان پر پتھر برسانے والی آندھی بھیجی اور انھیں اس طرح لپیٹ دیا جس طرح بھیڑ بکریوں کو لپیٹا جاتا ہے

تَحُضُّ عَلَى الصَّبْرِ اَحْبَارُهُمْ
وَقَدْ ثَاَجُوا كَثَؤَاجِ الْغَنَمْ

ان کے عالم ان کو صبر کی تلقین کرتے درآنحالیکہ وہ بھیڑ بکریوں کی طرح بلبلا رہے تھے

اسی نے یہ شعر بھی کہے

[1] فَقُومُوا وَصَلُّوا رَبَّكُمْ وَتَمَسَّحُوا
بِاَرْكَانِ هٰذَا الْبَيْتِ بَيْنَ الْاَخَاشِبِ

اٹھو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور اس گھر کے ارکان کو جو دو پہاڑوں کے درمیان ہے چھوؤ

فَعِنْدَكُمْ مِنْهُ بَلَاءٌ مُصَدَّقٌ
غَدَاةَ اَبِي يَكْسُومَ هَادِي الْكَتَائِبِ

کیونکہ تمھارے پاس تو اللہ کی طرف سے مصدقہ انعام موجود ہے جس روز فوجوں کا سردار ابو یکسوم آیا تھا

كَتِيبَتُهُ بِالسَّهْلِ تَمْشِي وَرَجْلُهُ
عَلَى الْقَاذِفَاتِ فِي رُؤُسِ الْمَنَاقِبِ

---

۱ - ابن ھشام نے سیرۃ میں چھتیس شعروں کا مکمل قصیدہ دیا ہے - ملاحظہ ہو ابن ھشام برھامش الروض الانف : ۱ : ۱۸۰ - ۱۸۲

اس کی فوج تو میدان میں چل رہی تھی اور اس کی ٹانگ بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر تھی

فَلَمَّا أَتَاكُم نَصرُ ذِي العَرشِ رَدَّهُم
جُنُودُ المَلِيكِ بَينَ سَافٍ وحَاصِبِ

پھر جب تمھارے پاس عرش والے کی مدد آ گئی تو اللہ کی فوجوں نے (اور یہ مٹی اور پتھر اڑانے والی ہوائیں تھیں) جنھوں نے انھیں دھکیل دیا

فَوَلَّوا سِرَاعاً هَارِبِينَ وَلَم يَؤُبْ
إِلَى أَهلِهِ مِلحُبْشِ غَيرُ عَصَائِبِ

پھر وہ جلدی جلدی بھاگتے ہوئے واپس چلے گئے اور حبشیوں میں سے تھوڑی سی جمعیّت کے سوا کوئی اپنے گھر واپس نہ گیا

اور [۱]طالب بن ابی طالب بن عبدالمطلب نے کہا :

أَلَم تَعلَمُوا مَا كَانَ مِن حَربِ دَاحِسٍ
وجَيشِ أَبِي يَكسُومَ إِذ مَلَؤُا الشِعبَا

کیا تمھیں حرب داحس کا انجام معلوم نہیں نیز ابو یکسوم (ابرھہ) کی فوج کا جب انھوں نے گھاٹی کو بھر دیا تھا

فَلَولَا دِفَاعُ اللهِ لَا شَيءَ غَيرُهُ
لَأَصبَحتُم لَا تَمنَعُونَ لَكُم سَربَا

اگر اللہ تمھاری طرف سے مدافعت نہ کرتا ۔ اس کے سوا کوئی چیز موجود نہیں تو تم اپنے اہل و عیال کو بچا نہ سکتے

---

۱ ۔ ابو طالب کے چار بیٹے تھے ، طالب سب سے بڑا تھا ۔ عقیل ان سے دس سال چھوٹا تھا اور جعفر عقیل سے دس سال چھوٹا اور علی جعفر سے دس سال چھوٹے تھے ۔ (الروض الانف : ۲ : ۱۰۵-۱۰۶)

اور [1] امیہ بن ابی الصلت بن ابی ربیعہ الثقفی کہتا ہے :

إنَّ آیَاتِ رَبِّنَا ثَاقِبَاتٌ
لاَ یُمَارِیْ فِیْهِنَّ إلاَّ الکَفُورُ

ہمارے رب کی نشانیاں روشن ہیں ان کے بارے میں صرف کوئی سخت انکار کرنے والا اور ناشکر گزار شخص ہی جھگڑا کر سکتا ہے

خَلَقَ اللَّیْلَ والنهَّار فَکُلٌ
مُسْتَبِیْنٌ حِسَابُہُ مَقْدُوْرُ

اس نے رات اور دن کو پیدا کیا لہٰذا دونوں واضح ہیں اور ہر ایک کے حساب کا خاص اندازہ رکھا گیا ہے

ثُمَّ یَجْلُو النَّهَارَ رَبٌّ رَحِیْمٌ
بِمَهَاةٍ شُعَاعُهَا مَنْشُوْرُ

پھر رب رحیم دن کو اس سورج کے ذریعے روشن کرتا ہے جس کی روشنی پھیلی ہوئی ہوتی ہے (یعنی جس قدر معاملہ واضح ہے)

حَبَسَ الفِیْلَ بالمُغَمَّسِ حَتّٰی
ظَلَّ یَحْبُوْ کَاَنَّہُ مَعْقُورُ

[۲٦۰] (اسی قدر یہ کہ) (اللہ نے) مغمس کے مقام پر ہاتھی کو روک دیا یہاں تک کہ وہ یوں گھٹنوں کے بل چلنے لگا جیسے کسی کی ٹانگ کاٹ دی گئی ہو

لاَزِماً حَلْقَهُ الجِرَانِ کَمَا قُطِّرَ مِن صَخْرِ کَبْکَبٍ مَحْدُورُ

اس نے اپنی گردن اسی طرح زمین کے ساتھ لگا رکھی تھی جس طرح پہاڑ سے لڑھکایا ہوا پتھر زمین پر گرا پڑا ہو

---

۱ - ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵٦ جہاں ان اشعار کو ابو الطیب کی طرف منسوب کیا گیا ہے -

حَولَہ مِنْ مُلُوکِ کِندَۃَ اَبْطَا
لٌ مَلاوِیثُ فی الحُرُوبِ مُغُوْرُ

اس کے گرد کندہ کے بادشاہوں میں سے کئی بہادر اور صاحبِ شرف افراد تھے جو جنگوں میں شکرے کے طرح تھے

خَلّفُوہُ ثُمّ ابْذَعَرّوْا جَمِیعاً
کُلُّھُمْ عَظمُ سَاقِہِ مَکسُورُ

وہ اسے پیچھے چھوڑ گئے اور خود تمام کے تمام منتشر ہو گئے - ہر کسی کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی

کُلّ دِینٍ یَومَ القِیٰمۃ عنداللہِ اِلّا دِینُ الحَنِیفَۃِ بُورُ

قیامت کے دن اللہ کے یہاں سوا دین حنیفی کے تمام دین خوار و زبوں ہوں گے

اور فرزدق سلیمان بن عبدالملک کی مدح کرتے ہوئے اور حجاج کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے :

فَلَمّا طَغَی الحَجّاجُ حِینَ طَغیٰ بِہِ
[1]عَنَتاً قَالَ اِنّی مُرْتَقٍ فِی السّلالِمِ

جب حجاج حد سے بڑھ گیا تو اس نے سرکشی اختیار کی اور کہا میں تو (آسانی) سیڑھیوں پر چڑھ جاؤں گا

فَکَانَ کَمَا قَالَ [2]ابنُ نُوحٍ سَاَرْتَقِی
الی جَبَلٍ مِن خَشْیَۃِ المَاءِ عَاصِمِ

اس کی مثال نوح کے بیٹے کی سی تھی - اس نے یہ کہا تھا کہ میں پانی کے ڈر سے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور وہ مجھے (ڈوبنے سے) بچا لے گا

---

۱ - بلوغ الارب اور ابن ہشام میں عَنَتا (نون کے ساتھ) دیا ہے اسے عَتَا تاء مثناۃ کے ساتھ پڑھیں -

۲ - ابن نوح سے مراد یام ہے اور بعض کنعان بتاتے ہیں -

رَمَى اللهُ فِي جُثْمَانِهِ مِثْلَ مَا رَمَى
عَنِ القِبْلَةِ البَيْضَاءِ ذَاتِ المَحَارِمِ

خدا نے اس (حجاج) کے جسم کو وہی پتھر مارے جو اس نے حرمت والے خانہ کعبہ کی حمایت میں مارے تھے

جُنُودٌ تَسُوقُ الفِيلَ حَتَّى أَعَادَهُمْ
هَبَاءً وَكَانُوا مُطْرَخِمِّي الطَّرَاخِمِ

یہ اللہ کی فوجیں تھیں جو ہاتھی کو ہانک کر لیے جا رہی تھیں حتیٰ کہ انھوں نے ان کو ریزہ ریزہ کر دیا حالانکہ پہلے وہ بہت ہی مغرور تھے

نُصِرْتَ كَمَنْصَرِ البَيْتِ إِذْ سَاقَ فِيلَهُ[۱]
إِلَيْهِ عَظِيمُ المُشْرِكِينَ الأَعَاجِمِ

(اے سلیمان) اللہ نے تمھاری اسی طرح مدد کی جس طرح اپنے گھر کی مدد کی تھی اس وقت جب کہ عجمیوں کا سردار ہاتھی لے کر آ گیا تھا

بنی عامر بن لؤی بن غالب کا ایک فرد عبداللہ بن قیس الرقیات ابرھہ اور ہاتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

كَادَهُ الأَشْرَمُ الَّذِي جَاءَ بِالفِيلِ فَوَلَّى وَجَيْشُهُ مَهْزُومُ

(ابرھہ) اشرم نے جو ہاتھی لے کر آیا تھا اس (کعبہ) کے خلاف چال چلی مگر اس کی فوج کو شکست ہو گئی اور وہ پیٹھ دکھا کر لوٹ گیا

وَاسْتَهَلَّتْ عَلَيْهِمُ الطَّيْرُ بِالجَنْدَلِ حَتَّى كَأَنَّهُ مَرْجُومُ

پرندوں نے ان پر پتھر برسائے اور اس کی حالت یہ ہو گئی گویا اسے سنگسار کر دیا گیا ہے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں فیلُہ چھپا ہے اسے فیلہ (لام پر زبر) پڑھیں ۔

ذٰلِكَ مَنْ يَغْشَهُ مِنَ النَّاسِ يَرْجِعْ
وَهُوَ فَلٌّ مِنَ الْجُيُوشِ ذَمِيمُ

حقیقت یہی ہے کہ جو شخص بھی اس گھر پر چڑھائی کرے گا وہ شکست خوردہ اور مذموم واپس جائے گا

[۲۹۱] ابرھہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا یکسوم بن ابرھہ حبشیوں کا بادشاہ بنا ۔ ابرھہ کی کنیت بھی اسی بیٹے کے نام پر تھی ۔ یکسوم کے مرنے کے بعد اس کا بھائی مسروق بن ابرھہ حبشہ کا بادشاہ بنا ۔ جب یمن والوں کو مدت تک مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں تو سیف بن ذی یزن حمیری نے بغاوت کر دی ۔ اس کی کنیت ابو مرہ تھی اور اس نے کسریٰ کی مدد سے ان کے ہاتھوں سے ملک چھین لیا ۔

ہاتھیوں کا واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے شمار ہوتا ہے ۔ اس وقت آپ مکے میں اپنی والدہ کے [۱] پیٹ میں تھے ۔ آپ کی ولادت ہاتھیوں والے واقعے کے پچاس روز بعد عمل میں آئی ۔ آپ کے والد آپ کی ولادت سے قبل جو پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو ہوئی تھی وفات پا چکے تھے ۔ رومیوں کے مہینوں کے مطابق آپ کی ولادت بیس شباط (فروری) کو هرمز بن انو شروان کی حکومت کے بارھویں سال ہوئی ۔ ابو جعفر طبری نے بیان کیا ہے کہ آپ کا سال ولادت انو شروان کی حکومت کا بیالیسواں سال تھا لہٰذا اس (واقعہ) میں آپ کا معجزہ دو طرح سے پایا جاتا ہے ۔ ایک تو یہ کہ اگر (حبشی) فتح مند ہوتے تو وہ عورتوں اور مردوں کو لونڈیاں اور غلام بنا لیتے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا تاکہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حمل یا بچپن

---

۱ - یاد رہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کی شادی آمنہ بنت وھب کے ساتھ ہوئی تو اسی وقت عبدالمطلب کی شادی آمنہ کی بہن اُھب بنت وھب سے ہوئی اور اُھب کے بطن سے حضرت حمزہ پیدا ہوئے اور آمنہ کے بطن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یہی وجہ ہے کہ ثویبہ نے حمزہ اور آنحضرت کو دودھ پلایا ۔

کی حالت میں قیدی ہونے سے بچائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قریش کے اندر کوئی ایسی عبادت گزاری نہ پائی جاتی تھی جس سے وہ اس بات کے مستحق ہوتے کہ اصحاب فیل کو ان سے دور ہٹا دیا جائے۔ وہ اہل کتاب بھی نہ تھے کیونکہ کچھ تو ان میں سے بتوں کو پوجتے تھے یا بتوں کو اپنا (مرکز) دین سمجھتے تھے یا زندیقی خیالات کے قائل تھے یا دوبارہ زندہ کیے جانے کے منکر تھے۔ یہ جو کچھ ہوا صرف اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ظاہر کرنے، نبوت کی بنیاد ڈالنے اور کعبے کی تعظیم کرانے کا ارادہ کیا تھا تاکہ کعبے کو نماز کے لیے قبلہ اور حج کا رکن قرار دے دیا جائے۔ اور جب عربوں میں یہ بات عام پھیل گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں والے لشکر سے کیا برتاؤ کیا ہے تو وہ حرم کعبہ سے ہیبت کھانے لگے، اس کی تعظیم کرنے لگے اور کعبے کی حرمت دلوں میں اور زیادہ ہو گئی۔ وہ قریش کے مطیع ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ لوگ اہل اللہ ہیں۔ اللہ ان کی طرف سے لڑا ہے اور اللہ نے انھیں دشمن کی حیلہ سازی سے محفوظ رکھا ہے لہٰذا وہ پہلے سے بھی زیادہ ان کی تعظیم کرنے لگے۔ قریش بھی بہ طریق سابق رفادہ، سدانہ، اور سقایہ کے فرائض سر انجام دیتے رہے اور وہ دین دار ائمہ اور ایسے سردار بن گئے جن کے سامنے لوگ احترام سے گردنیں خم کر دیتے تھے، رہے اصحاب فیل تو وہ آئندہ نسلوں کے لیے (عبرت کی) مثال بن کر رہ گئے۔

ہشام بن محمد الکلبی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ عہد جاہلیت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف تجارت کی غرض سے گئے۔ آپ کا گزر زنباع بن روح کے پاس سے ہوا۔ زنباع عُشر لیا کرتا تھا۔ اس نے یہاں سے گزرتے ہوئے حضرت عمرؓ سے اچھا برتاؤ نہ کیا، اُن سے اپنا ٹیکس وصول کیا۔ حضرت عمرؓ نے یہاں سے روانہ ہونے کے بعد کہا:

مَتَىٰ أَلْقَ زِنْبَاعَ بْنَ رَوْحٍ بِبَلْدَةٍ
إِلَى النِّصْفِ مِنْهَا يَقْرَعُ السِّنَّ بِالنَّدَمْ

جب میں زنباع بن روح کو یہاں سے آدھے فاصلے پر بھی کسی شہر میں پا لوں تو وہ ندامت سے دانت پیسنے لگ جائے گا

وَيَعْلَمُ أَنَّا مِنْ لُؤَيِّ بنِ غَالِبٍ
مَطَاعِينُ فِي الهَيْجَا مَضَارِيبُ فِي البُهَمِ[۱]

وہ جان لے گا کہ ہم لؤی بن غالب کی اولاد میں سے ہیں - ہم جنگ کے وقت خوب نیزہ زنی کرتے ہیں ، سواروں کے لشکر میں خوب شمشیر زنی کے جوہر دکھاتے ہیں

[۲٦۲] جب یہ اشعار زنباع کو پہنچے تو اس نے مکے پر چڑھائی کرنے کی غرض سے فوج تیار کر لی - کسی نے اس سے کہا کہ یہ تو اللہ کا حرم ہے جو شخص بھی یہاں برے ارادے سے آتا ہے ہلاک ہو جاتا ہے جس طرح اصحاب الفیل فنا ہو گئے تھے - اس پر زنباع اس ارادے سے باز آ گیا اور یہ شعر کہے :

تَمَنَّى أَخُو فِهْرٍ لِقَايَ وَدُونَهُ
قَرَاضِبَةٌ مِثْلُ اللُّيُوثِ الهَوَاصِرِ[۲]

بنو فہر کے ایک آدمی (عمر) نے مجھ سے جنگ کرنے کی آرزو کی ہے حالانکہ اس کے سامنے ڈاکو تھے ، ایسے جو شیروں کی طرح تھے ہر چیز کو تہس نہس کرکے رکھ دیں

فَوَاللهِ لَوْلَا اللهُ لَا شَيْءَ غَيْرُهُ
وَكَعْبَتُهُ رَاقَتْ إِلَيْكُم مَعَاشِرِي

خدا کی قسم اگر اللہ اور اس کا کعبہ نہ ہوتا اور اللہ کے سوا کوئی اور ہے بھی نہیں ، تو میری قوم تم پر چڑھائی کر دیتی

لِأَنْ تَشْتُلَ مِنْكُمْ كُلَّ كَهْلٍ مُعَمَّمٍ
وَأُسْبِي نِسَاءً بَيْنَ جَمِيعِ الأَبَاعِرِ

---

۱ - بلوغ الارب میں التهم دیا ہے اسے البُهَم پڑھیں -

۲ - بلوغ الارب میں : الحواظر دیا ہے الهواصر پڑھیں - اس لفظ کو درست کرنے میں مجھے سخت دقت پیش آئی - محمد بہجۃ اثری خاموشی سے یہاں سے گزر گیا ہے -

تاکہ میں تمھارے ہر ادھیڑ عمر کے دستار بند کو قتل کر ڈالوں اور اونٹوں کی گلّے کے ساتھ تمھاری عورتوں کو بھی قید کر لاؤں

یہ اشعار حضرت عمرؓ کو پہنچے تو انھوں نے اس کے جواب میں یہ شعر کہے :

اَلَمْ تَرَ أَنَّ اللهَ أَهْلَكَ مَنْ بَغٰى
عَلَيْنَا قَدِيْمًا فِيْ قَدِيْمِ الْمَعَاشِرِ

کیا تونے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے قدیم زمانے میں قدیم لوگوں کے درمیان ان لوگوں کو ہلاک کر ڈالا جنھوں نے ہمارے خلاف سر اٹھایا تھا

وَ أَرْدَى أَبَا يَكْسُوْمَ أَبْرَهَةَ الَّذِيْ
أَتَانَا مُغِيْرًا كَالْفَنِيْقِ الْمُخَاطِرِ

اور اللہ نے ابرھہ ابویکسوم کو ہلاک کر دیا جو اکڑ کر چلنے والے اونٹ کی طرح ہم پر غارت ڈالنے کے لیے آیا تھا

بِجَمْعٍ كَثِيْرٍ تَحْرَجُ[1] الْعَيْنُ وَ سْطَهُ
عَلَىٰ رَأْسِهِ تَاجٌ عَلَىٰ رَأْسِ بَاكِرٍ

(ابرھہ) بہت بڑی فوج لے کر آیا جس کے وسط میں آنکھ حیران ہو جاتی ہے (کہ سارا لشکر کتنی دور تک پھیلا ہؤا ہے) ۔ اس کے سر پر تاج تھا اور وہ صبح سویرے آیا تھا

فَمَا رَاعَنَا مِنْ ذٰلِكَ الْعَبْدِ كَيْدُهُ
وَ كُنَّا بِهِ مِنْ بَيْنِ لَاهٍ وَّ سَاخِرٍ

ہم اس بندے کی چال سے نہیں ڈرے ۔ ہم میں سے کچھ لوگ غافل تھے ۔ کچھ تمسخر اڑا رہے تھے

---

۱ ۔ بلوغ الارب يُحرجُ چھپا ہے اسے تَحرَجُ پڑھیں ۔ محاورہ ہے حَرِجَتْ عَيْنُهُ تَحرَجُ حَرَجًا اى حَارَتْ ۔

وَ قَالَ سَائِغِی البَیْتَ هَدْمًا ولا أَرَی
بِمَکَّةَ مَاشٍ[1] بَیْنَ نَلِشکَ المَشَاعِرِ
اور کہنے لگا میں اس گھر کو گرانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میں مکے میں مناسک حج کے درمیان کسی کو چلتا پھرتا نہ دیکھوں گا
فَرَدَّاہ رَبُّ العَرْشِ عَنَّا رِدَاءَہُ
وَ لَمْ یُنْشِجِبہ اعظامه[2] بِالمَرَائِرِ
رب عرس نے ہماری طرف سے مدافعت کرتے ہوئے اسے ہلاک کر دیا اور اس کے مضبوط ارادے اسے نجات نہ دلا سکے
فَأَهْلَکَهُ و التَّابِعِیْنَ لَه مَعًا
وَ أَسْرِیٰ[3] بِهِ مِن نَاصِرٍ وَمُسَامِرٍ
اللہ نے اسے اور اس کی تابعداری کرنے والوں کو اور اس کی جمعیت کو جس میں بعض مددگار اور بعض رات کو داستانیں سنانے والے تھے سب کو ہلاک کر دیا
وَلَیْسَ لَنَا فَاعْلَمْ و لَیْسَ لَبَیْتِنَا
سِوَی اللہِ مِنْ مَوْلَیٰ عَزِیزٍ و نَاصِرٍ
یاد رکھ کہ نہ ہمارا اور نہ اس گھر کا اللہ کے سوا کوئی اور مولیٰ و مددگار ہے
[4]فَدُونَکَ زُرْنَا نَلْقَ مثل الَّذِی لَقُوا
جَمِیْعُهُمْ مِنْ دَارِ عَیْشٍ و حَاسِرِ

---

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح "ماش" دیا ہے حالانکہ اصول نحو کی رو سے مَاشِیًا چاہیے مگر اس سے وزن ٹوٹتا ہے ۔
۲ - بلوغ الارب میں اسی طرح "اعظامه دیا ہے اعتزامُہ' پڑھیں ۔
۳ - اسْرِیٰ بہ ۔ بلوغ الارب میں یہ لفظ اسی طرح دیا ہے اور مجھے اس لفظ نے سخت پریشان کیا ۔ اسے اَسْرَاتُہ پڑھیں یہ جمع ہے سربکی جس کے اصل معنی ریوڑ یا گلے کے ہیں ، مراد جماعتیں ہیں ۔
۴ - یہاں دُونَک و عید کے لیے استعمال ہؤا ہے جیسے دُونَک صِرَاعِی اور دُونَک فتمرّس بِی ۔

اب ہم سے جنگ کر کے دیکھ لے تو بھی وہی مزہ چکھے گا
جیسے ان سب نے چکھا تھا خواہ وہ زرہ پوش تھے یا بغیر
زرہ کے

ہاتھیوں کا واقعہ ہر حد سے بڑھنے والے کو روکنے اور ہر سرکش آدمی کو دور رکھنے کا باعث بن گیا ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت کے عہد میں بھی اور ہجرت کے بعد بھی ایسے لوگوں کے ہمعصر رہے جنھوں نے ہاتھیوں کو اور پرندوں کے غول کو دیکھا تھا ۔ ان میں سے حکیم بن حزام (م ۵۴ھ) ، حاطب بن عبدالعُزّٰی اور نوفل بن معاویہ تھے ، اس لیے کہ ان میں سے ہر شخص ایک سو بیس سال زندہ رہا ، ساٹھ سال جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں ۔

## سوال و جواب

[۲۶۳] اگر کوئی یہ پوچھے کہ جاہلیت کے زمانے میں ہاتھیوں کو مکے کے اندر فتنہ انگیزی اور بے راہ روی سے کیوں روک دیا گیا اور پھر عہد اسلام میں حجاج بن یوسف ثقفی کو کیوں نہ روکا گیا حالانکہ اس نے کعبے کے خلاف منجنیقیں استعمال کیں اور کعبے کو آگ لگا دی اور جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے اس نے ان منجنیقوں کے بارے میں یہ شعر بھی کہا تھا :

كَيْفَ تَرَاهُ سَاطِعًا غُبَارُهُ
وَ اللهُ فِيمَا يَزْعُمُونَ جَارُهُ

تو اس کا غبار کیسے اڑتا ہوا دیکھ رہا ہے حالانکہ ان کے خیال کے مطابق اسے اللہ کی پناہ حاصل ہے

اور کعبے پر منجنیقیں چلانے والے نے یہ شعر کہا تھا :

قَطَّارَةٌ مِثْلُ الفَنِيقِ المُزْبِدِ
أَرْمِي بِهَا أَعْوَادَ هٰذَا المَسْجِدِ

یہ منہ سے جھاگ نکالنے والے نر اونٹ کی طرح دُم ہلا کر چلتی ہے
میں اس سے اس مسجد کی لکڑیوں پر سنگ باری کروں گا

نیز یہ کہ اس نے مکے میں خون ریزی کی۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کو مکے کے اندر قتل کیا۔ اسی طرح قرامطہ[۲] کو کعبے (کی بے حرمتی کرنے سے) کیوں نہ روکا گیا جب کہ انہوں نے کعبے کی پوشش اور زیورات تک اتار لیے تھے۔ حجر اسود کو بھی اکھیڑ کر لے گئے تھے۔ خود کعبے کے اندر کثیرالتعداد حاجیوں اور نیک مسلمانوں کو قتل کر ڈالا تھا۔

جواب: زمانۂ جاہلیت میں ہاتھیوں کو روک دینا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا نشان تھا، اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا و اجداد کی شان کو بلند کرنا مقصود تھا اس لیے کہ وہ بیت اللہ کے آباد کرنے والے اور وادیٔ مکہ کے رہنے والے تھے لہذا اللہ تعالیٰ کا یہ فعل نبوت کی تمہید کے طور پر تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ

---

۱۔ بلوغ الارب میں قَطَّارَةٌ ہی دیا ہے مگر صحیح روایت خَطَّارَةٌ ہے۔ لسان العرب میں ہے: النَّاقَةُ الخَطَّارَةُ: تَخْطِرُ بِذَنَبِهَا فِي السيرِ نَشَاطًا۔ لسان العرب میں پہلا شعر یوں دیا ہے۔ خَطَّارَةٌ كَالجَمَلِ الفَنِيقِ اور یہ غلط ہے۔ صحیح یوں ہے۔ خَطَّارَةٌ مثلِ الفنيقِ المُزبِدِ۔

۲۔ یہ فتنہ ابوسعید حسن بن بہرام الجنابی (م ۳۰۱ھ) اور اس کے بیٹے ابو طاہر سلیمان بن حسن (م ۳۳۲ھ) نے بپا کیا تھا۔ ابو طاہر نے ۳۱۲ھ میں جبکہ اس کی عمر ابھی سترہ سال کی تھی۔ ۳۱۱ھ اور ۳۱۷ھ کے حاجیوں کو حج سے واپس جاتے ہوئے لوٹا اور قتل کیا اور حجر اسود کو اٹھا کر لے گیا۔ جنابہ بحرین میں ایک شہر ہے جس کی طرف یہ منسوب ہوتا ہے۔

علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے ایک قسم کی حجت تھی ۔ اگر ہاتھیوں والوں کو روکا نہ گیا ہوتا اور حرم کعبہ کی طرف سے مدافعت نہ کی گئی ہوتی تو اس سے دو باتیں لازم آتیں ایک یہ کہ اہل حرم جو عام مسلمانوں اور ان لوگوں کے آبا ؤ اسلاف ہیں جنھوں نے دین کو قائم کیا سب فنا ہو جاتے اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثابت کرنے میں حجت قائم کر دے اور اس واقعے کو اس بات کا مقدمہ و پیش خیمہ بنائے کہ نبوت کا وجود اور ظہور انھی میں ہوگا [۲۶۴] اور (ظاہر ہے کہ) اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی ۔ یہ لوگ عرب تھے اور جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے ۔ ان کے پاس نہ کوئی علمی بصیرت تھی اور نہ ان میں پہلے سے کسی قسم کی حکمت موجود آتی تھی ۔ وہ صرف ان امور کو سمجھ سکتے تھے جن کا ادراک حواس اور مشاہدہ سے ہو سکے ۔ اگر یہ معاملہ اسی طرح واقع نہ ہؤا ہوتا تو ان کے پاس دلائل نبوت میں سے کوئی ایسی چیز باقی نہ رہتی جس سے اس زمانے میں ان کے لیے حجت قائم کی جا سکتی ۔

مگر جب اللہ تعالیٰ نے دین کو ظاہر کر دیا ۔ اس کے نشان بلند کر دیے ، اس کے دلائل کی وضاحت کر دی اور اس کے مددگاروں کی تعداد بڑھ گئی تو پھر جو واقعہ کعبے کے ساتھ پیش آیا ۔ اس سے دین کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی اس سے مسلمانوں کی بصیرت میں کوئی عیب واقع ہو سکتا تھا ۔ یہ تو اللہ کی طرف سے صرف اپنے بندوں کی آزمائش کے طور پر ہؤا تھا تاکہ ان کے صبر اور اجتہاد کی آزمائش ہو سکے اور تاکہ وہ انھیں اپنی مہربانی اور مغفرت سے معاف کر دے ۔ اللہ ہی ایسی عنایت کرنے کا اہل ہے ۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ وہی پیدا کرتا ، وہی حکم دیتا ہے ۔ وہ جہانوں کا پالنے والا خدا بڑا ہی برکت والا ہے ۔

جو کچھ ہم نے مکے کے متعلق بیان کیا ہے یہ اس زمانے کے

مختصر سے حالات ہیں مگر بہت سی بحثیں ابھی باقی ہیں جو قلم کے احاطے سے باہر ہیں - جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اگر آپ اس سے زیادہ جاننا چاہیں تو ابو الطیب[1] محمد المکی المالکی رحمۃ اللہ علیہ کی شفاء الغرام باخبار البلدالحرام کا مطالعہ کریں - اسی طرح امام ازرقی[2] علیہ الرحمۃ کی تاریخ مکہ ہے - جو شخص مکہ مکرمہ کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کرنا چاہے اس کی آرزو ان دونوں (کے مطالعہ) سے پوری ہو سکے گی -

## زمانۂ جاهلیت میں عربوں کے میلے

سال کے مختلف مہینوں میں عرب مختلف میلے منعقد کیا کرتے تھے ، اور پھر ایک میلے سے دوسرے میلے کی طرف منتقل ہو جایا کرتے تھے - ان میلوں میں سارا عرب اپنی قابل فخر اور اچھی چیزوں کو لے کر آ جاتا - ان میں سے ایک میلہ دومة الجندل ہے - یہاں لوگ پہلی ربیع الاول کو آ کر اترا کرتے - خرید و فروخت اور لین دین کے لیے یہاں اکٹھے ہؤا کرتے - یہاں جس قسم کی خرید و فروخت ہوتی اسے " بیع الحصاۃ " کہا جاتا تھا - یہ اس قسم کی خرید و فروخت تھی جسے اسلام نے باطل قرار دیا تھا - " بیع الحصاۃ " کی تشریح یہ ہے کہ بیچنے والا خریدار کو کہتا : یہ کنکر پھینک - جس کپڑے پر بھی یہ گر پڑا وہ ایک درہم کے عوض تمھارا ہو گیا - ایک اور تشریح یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین بیچتا تو کہتا کہ جہاں تک تمھارا کنکر پہنچ جائے وہاں تک تمھارے پاس بیچ دوں گا - ایک اور تشریح یہ ہے کہ ایک شخص مٹھی بھر کنکر لیتا اور کہتا کہ جس قدر مٹھی میں کنکر ہوں گے اسی قدر چیزیں لے لوں گا یا فروخت کنندہ اس شرط کے ساتھ بیچتا کہ خریدار مٹھی بھر کنکر لے اور فروخت کنندہ کہے کہ ہر

۱ - تقی الدین ابو الطیب محمد بن احمد بن علی الناسی ثم المکی المالکی پیدائش ۷۷۵ھ اور وفات ۸۳۲ھ

۲ - المتوفی ۲۱۹ھ

کنکر کے مقابلے میں ایک درہم لوں گا ۔ ایک اور تشریح یہ ہے کہ خرید و فروخت کرنے والوں میں سے ایک شخص ہاتھ میں کنکر لیتا [۲۶۵] اور کہتا کہ جب کوئی کنکر گر گیا تو بیع واجب ہو جائے گی ۔ اور ایک نشریح یہ ہے کہ خریدار اور بیچنے والے میں سے ایک کہے کہ جب میں تمھاری طرف کنکر پھینک دوں تو بیع واجب ہو جائے گی ۔ ایک اور نشریح یہ ہے کہ بھیڑ بکریوں کا ریوڑ سامنے سے گزرے اور کوئی فرد کنکر ہاتھ میں لے اور کہے کہ جس بکری کو بھی کنکر لگ گیا وہ اتنے داموں میں تمھاری ہو گئی ۔

فروخت کی یہ تمام صورتیں باطل ہیں کیونکہ ان میں باطل طریقے سے دوسرے کا مال کھایا جاتا ہے نیز اس لیے بھی کہ ان میں دھوکا اور شرط پائی جاتی ہے ۔ یہ صورتیں جوئے سے مشابہت رکھتی ہیں یہی وجہ ہے کہ شریعت نے ان چیزوں کو باطل قرار دے دیا ۔ دومۃ الجندل کا حاکم اُکَیْدِر پہلے دن لوگوں کی نگہداشت کرتا اور ان کا انتظام کرتا پھر یہ میلا نصف ماہ تک جاری رہتا ۔ بعض اوقات بنو کلب میلے پر غالب آ جاتے تو اکیدر ان سے عُشر[۱] وصول کرتا پھر بنی کلب کا کوئی سردار ان کا انتظام کرتا اس طرح میلا مہینے کے آخر تک قائم رہتا ۔

انھی میں سے ایک " سُوق هَجَر " ۔ ھاء اور جیم دونوں پر زبر ۔ هَجَر تمام بحرین کی سر زمین کا نام ہے ، اسی سے مثال ہے کَمُسْتَبْضِعِ تَمَرٍ إِلَى هَجَرٍ (جیسے کوئی کھجوریں بیچنے کے لیے ھجر جائے) اسی طرح حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد ہے : " مجھے ھجر کے تاجر پر تعجب ہوتا ہے " شاید آپ کی مراد یہ ہے کہ وہاں وبا بہت پھیلتی ہے یا اس لیے کہ اس تاجر کو سمندر کا سفر اختیار کرنا پڑتا ہے ۔ اسی نام کا ایک شہر یمن میں بھی ہے جس کے اور عشر کے درمیان ایک دن اور ایک رات کا فاصلہ حائل ہے ۔ یہ لفظ مُذکر اور منصرف

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں فیعشوھم دیا ہے اسے فیعشرھم پڑھیں ۔

ہے - کبھی مؤنث بھی بولا جاتا ہے اور اس کا اسم نسبت " ھجری " اور " ھاجری " آتا ہے - میلا وہی ہے جس کا پہلے ذکر ہؤا - ربیع الآخر کے مہینے میں لوگ یہاں منتقل ہو کر آ جاتے اور یہاں بازار لگ جاتا - بنی عبداللہ بن دارم کا ایک شخص ان سے عشر وصول کرتا اور ان کا انتظام کرتا تھا -

انھی میں سے سوق عُمان - بروزن غراب ہے - قاموس میں ذکر کیا گیا ہے کہ یہ یمن کا ایک شہر ہے اور منصرف ہے - نیز یہ سُداد کے وزن پر بھی (بولا جاتا) ہے جو شام کے ایک شہر کا نام ہے - مگر صاحب قاموس نے اس جگہ کا ذکر نہیں کیا جہاں بازار لگتا تھا ، وہ بحرین میں ہے - لوگ سوق ھجر سے منتقل ہو کر یہاں آ جاتے تھے اور جمادی الاولیٰ کے آخر تک یہاں میلا جما رہتا تھا -

انھی میں سے ایک "سوق المشقر" ہے بروزن مُعَظّم - یہ بحرین کے ایک قلعے کا نام ہے جہاں عربوں کا میلا لگا کرتا تھا جو پہلی جمادی الآخریٰ سے شروع ہوتا تھا - ان کی خرید و فروخت حلف اٹھانے اور جھوٹ کے خوف سے " ملامسہ " ، ایماء ، ہمہمہ کے ذریعے سے ہوتی - ہمہمہ ہر مخفی کلام اور ہر اس آواز کو کہتے ہیں جس میں بھاری پن پایا جاتا ہو - اور " بیع الملامسہ " کئی طرح سے عمل میں آتی ہے - یہ اس طرح ہے کہ ایک لپیٹے ہوئے کپڑے کو لایا جائے یا تاریکی میں (کچھ) لایا جائے اور سودا کرنے والا اسے چھوئے اور کپڑے کا مالک کہے : میں تمھارے پاس یہ کپڑا اس شرط پر بیچتا ہوں کہ تمھارا اسے چھو لینا تمھارے دیکھنے کے قائم مقام ہوگا اور جب تم اسے دیکھ لو گے تو پھر تمھیں کوئی اختیار نہ ہو گا - دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں محض چھو لینے کو بیع قرار دیں ، اس کے سوا کوئی اور زائد شرط اس ضمن میں نہ لگائی جائے - تیسری صورت یہ ہے کہ دونوں محض چھو دیں ، لینے کو خیار مجلس کے ختم ہونے کی شرط قرار دیں وغیرہ وغیرہ - یہ بھی بیع [۲۶۶] کی ان صورتوں میں سے ہے جنھیں اسلام نے باطل قرار دے دیا - جیسے بیع " منابذہ " - بیع منابذہ یہ ہے کہ دونوں کسی چیز کے محض

پھینکنے کو بیع قرار دے دیں جیسا کہ " ملامسہ " میں ذکر ہو چکا ہے۔ یا یہ کہ دونوں پھینکنے کو بغیر کسی قسم کی شرط کے بیع قرار دیں یا یہ کہ دونوں پھینکنے کو " قاطعِ خیار " قرار دیں۔

انھی میلوں سے ایک میلہ " سوق صحار " ہے صاد مہملہ پر پیش۔ یہ رجب کی دس تاریخ سے پانچ دن کے لیے لگتا تھا۔

انھی میں سے ایک شحر، بروزن منع، ہے۔ یہ عمان سے عدن تک کے ساحل کا نام ہے۔ اسے زیر کے ساتھ (شِحر) بھی پڑا جاتا ہے۔ یہ شعبان کے نصف میں لگتا تھا۔ ان مذکورہ بالا میلوں میں بھی دومۃ الجندل کے میلے کی طرح بیع کنکر پھینکنے یا پتھر ڈالنے سے ہوا کرتی۔

انھی سے " عَدَن اَبیَن " کا بازار ہے۔ شحر سے کوچ کر کے یہاں آ کر اترا کرتے تھے اور عدن یمن کا ایک جزیرہ ہے جہاں اَبیَن نے قیام کیا تھا اور پھر یہ اسی کی طرف منسوب ہو گیا۔ یہاں رمضان تک ان کا میلہ رہتا تھا۔ تجارتی مال اور مختلف قسم کی خوشبوؤں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔

انھی میں سے صنعاء کا بازار ہے۔ جب لوگ عَدَن اور شحر سے کوچ کرتے تو نصف رمضان سے لے کر آخر رمضان تک صنعاء میں میلا لگتا۔ صنعاء یمن کا عمدہ ترین شہر ہے۔ رنگا ہوا چمڑا اور دھاری دار چادریں یہیں سے دیگر ممالک کو بھیجی جاتی تھیں۔ یہ اشیا معافر کی راہ سے باہر کو جاتی تھیں۔ معافر یمن کا ایک شہر ہے۔ صنعاء کا کچھ ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔

انھی میں سے ایک حضر موت کا میلا ہے۔ یہ پندرہ ذوالقعدہ کو لگا کرتا تھا۔ کچھ عرب قبائل یہاں آیا کرتے اور کچھ قبائل کسی دوسرے ایسے میلے کی طرف چلے جاتے جو انھی دنوں لگتا۔ اس کا ذکر ہم عنقریب کریں گے۔

انھی میں سے ذوالمجاز کا میلا ہے۔ یہ میلا عرفہ کی جہت میں اور اس کے پہلو ہی میں منعقد ہوتا تھا، ازرقی کے نزدیک بروایت ہشام بن الکلبی یہ عرفہ سے ایک فرسخ کے فاصلے پر بنو ہذیل کا میلا تھا۔ صحاح

کے مصنف سے یہاں غلطی سرزد ہوئی ہے ۔ اس نے صحاح میں کہا ہے کہ ذوالمجاز مِنٰی کا ایک مقام ہے جہاں عہدِ جاہلیت میں میلا لگتا تھا ۔ مگر طبرانی نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ عرب عہدِ جاہلیت کے زمانے میں نہ عرفہ میں خرید و فروخت کیا کرتے تھے اور نہ مِنٰی میں ۔

ان میں سے ایک '' سوق مجنّہ '' ۔ میم پر زبر بھی آتی ہے اور زیر بھی ۔ مِجنّہ مکے کے قریب ایک جگہ کا نام ہے ۔ جب ہجرت کے بعد حضرت بلالؓ نے اس کے اشتیاق میں یہ شعر کہا تو ان کی مراد اسی شہر سے تھی :

وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْماً مِيَاهَ مِجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ وطَفِيلُ

کیا میں کسی روز مجنہ کے پانیوں پر وارد ہوں گا اور کیا شامہ اور طفیل مجھے (پھر) دکھائی دیں گے

یہاں ایام حج کے قریب میلا لگا کرتا تھا اور بہت سے عرب قبائل یہاں آیا کرتے تھے

[۲٦٧] انھی میں سے '' سوق حُبَاشہ '' ہے ۔ حاء مہملہ پر پیش اور باء موحدہ مخفف ہے اور الف کے بعد شین معجمہ ہے ۔ یہ بارق کے علاقے میں اور قَنُونا کی جہت میں تھا ۔ قنونا میں قاف پر زبر نون مخففہ پر پیش اور نون کے بعد الف مقصورہ ہے ۔ یہ مکے سے یمن کو جاتے ہوئے آتا تھا ۔ یہ میلا حج کے موسم میں نہیں بلکہ رجب کے مہینے میں لگا کرتا تھا ۔

انھیں میں سے ایک سُوق عُکَاظ ہے ۔ عین مہملہ پر پیش ۔ کاف مخفف اور آخر میں ظاء معجمہ ہے ۔ منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح آیا ہے ۔ لحیانی کہتا ہے کہ اہل حجاز اسے منصرف بولتے ہیں مگر تمیم کی لغت میں یہ غیر منصرف ہے ۔ عربوں کا مشہور میلا ہے بلکہ یہ ان کے بزرگ ترین میلوں اور بازاروں میں سے تھا اور یہ نخلہ اور طائف کے درمیان وادی میں ایک نخلستان ہے ۔ مگر نسبتاً طائف کے زیادہ قریب ہے ۔

طائف اور اس کے درمیان دس میل کا فاصلہ ہے اور یہ صنعائے یمن کے راستے سے ” قرن المنازل “ سے ایک مرحلے کے فاصلے پر ہے - جس مقام پر لوگ اکٹھے ہوتے اسے ابتدا کہتے - وہاں کچھ پتھر بھی پڑے ہوتے تھے جن کا لوگ طواف کیا کرتے تھے - عرب یہاں خرید و فروخت کرتے ، مفاخرت کرتے اور باہم مباحثہ و جدال کرتے ، شعرا اپنا تازہ کلام سناتے - اس میلے کا ذکر بہت سے عرب سعرا کے کلام میں آیا ہے مثلاً حسّان کہتے ہیں :

سَاَنْشُرُ إِنْ[۱] حَيِيتُ لَهُمْ كَلاَماً
يُنَشَّرُ فِى الْمَجَامِعِ مِنْ عُكَّاظِ

اگر میں زندہ رہا تو ان کے سامنے جا کر وہ کلام پڑھوں گا جس کا ذکر عکّاظ کی مجلسوں میں عام ہوتا رہے گا

یہیں ہر فصیح و بلیغ خطیب خطبہ دیا کرتا - ان خطبا میں سے ایک قُسؓ بن ساعدہ ایادی ہے ، جس نے خاکستری رنگ کے اونٹ پر سوار ہو کر وہاں اپنا مشہور خطبہ دیا - یہیں قبائل کے ان شعرا کے سامنے جو یہاں آیا کرتے تھے قصیدے لٹکائے گئے جن کی فصاحت پر انھیں ناز تھا - ہر شریف صرف اپنے علاقے و شہر کے بازار میں جایا کرتا تھا سوا سوق عکاظ کے ، کہ عرب یہاں ہر جہت سے آیا کرتے تھے - چنانچہ قریش ، ہوازن ، احابیش ، عقیل ، مصطلق اور دیگر عربوں کے گروہ سبھی یہاں جمع ہو جایا کرتے تھے - جس کا کوئی عزیز کسی کی قید میں ہوتا وہ اس کے فدیے کی تدبیر کرتا اور جس کا کوئی مقدمہ ہوتا وہ حاکم کے پاس نالش لے جاتا - اس میلے میں بنی تمیم کے کچھ لوگ منصف ہوا کرتے تھے - ان میں سے ایک اقرع بن حابس تھا - چونکہ یہ میلا تمام قبائل کے جمع ہونے کی جگہ تھی اسی لیے طریف بن تمیم عنبری کہتا ہے :

أَوَكُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ قَبِيلَةٌ
بَعَثُوا إِلَىَّ عَرِيفَهُمْ يَتَوَسَّمُ

---

۱ - دیوان حسان میں ان حییت لھم کی بجائے إن بقیت لکھ دیا ہے -

جب بھی کوئی قبیلہ عکاظ میں آتا ہے وہ اپنا سردار میرے پاس بھیجتا ہے تا کہ وہ اپنی فراست سے مجھے جان لے

فَتَوَسَّمُونِي إِنَّنِي أَنَا ذَا كُمُ
شَاكِي سِلَاحِي فِي الحَوَادِثِ مُعْلَمُ

[۲٦٨] مجھے اپنی فراست سے جان لو۔ میں وہی ہوں ، میں مکمل ہتھیار باندھے رہتا ہوں اور حوادث کے وقت نمایاں علامت لگائے ہوئے ہوتا ہوں

۱ تَحْتِي الأَغَرُّ وَفَوْقَ جِلْدِي نَثْرَةٌ
زَغْفٌ تَرُدُّ السَّيْفَ وَهُوَ مُثَلَّمُ

میرے نیچے اَغَرّ گھوڑا ہوتا ہے اور میری کھال کے اوپر وسیع اور نرم زرہ ہوتی ہے جو تلوار میں دندانے ڈال کر اسے لوٹا دے

۲ حَوْلِي أُسَيِّدُ وَالهُجَيْمُ وَمَازِنٌ
وَإِذَا حَلَلْتُ فَحَوْلَ بَيْتِي خَضَمُّ

---

۱ - یہی شعر صرف قافیے کے تغیر کے ساتھ شرح امالی میں حنجل بن نضلہ کی طرف منسوب کیا ہے ۔ وہاں یہ شعر یوں درج ہے :

نحتی أَغَرُّ وَفَوقَ جِلْدِي نثره
زَغف برد السیف وهو مُفَلَّلُ

۲ - لسان العرب میں یہ شعر کسی کی طرف منسوب نہیں کیا گیا اور اس شعر میں خَضَمُّ کے معنی " الجمع الکثیر من الناس " دیے ہیں مگر پھر بعد میں لکھتے ہیں کہ صحاح میں دیا ہے کہ خَضَمَّ بروزن بَقَّم ہے اور یہ عنبر بن عمرو بن تمیم کا نام ہے اور اب یہ لفظ قبیلے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ابن بری کہتا ہے کہ انھی معنوں میں طریف بن مالک عنبری کا یہ شعر ہے :

حولِي فوارس من أُسَيِّد شجعة
واذا نزلت فحول بیتی خَضَمُّ

میرے گرد اُسَید ، ھُجَیم اور مازن کے قبائل ہوتے ہیں اور جب میں کہیں اترتا ہوں تو میرے گھر کے گرد لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے

وَلِكُلِّ بَكْرِيٍّ لَدَيَّ عَدَاوَةٌ
وَأَبُو رَبِيعَةَ شَانِئٌ وَ مُحَلِّمُ

ہر بکری کو مجھ سے عداوت ہے اور ابو ربیعہ اور محلم بھی مجھ سے دشمنی رکھتے ہیں

یہ طریف عربوں کے مشہور بہادروں اور شہسواروں میں سے تھا ، ایک بار اس نے بنی شیبان کے ایک آدمی کو قتل کر دیا ۔ اس کے بعد اس میلے میں آیا تو مقتول کے کسی رشتہ‌دار نے اسے غور سے دیکھا ۔ طریف نے اس سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا : میں تجھے پہچاننا چاہتا ہوں ۔ ہو سکتا ہے کسی دن میرا اور تمہارا اتفاقاً آمنا سامنا ہو جائے تو پھر یا میں تجھے قتل کر دوں گا یا تو مجھے ۔ اس پر طریف نے یہ اشعار کہے تھے ۔ چنانچہ اتفاق سے اس شخص سے طریف کا آمنا سامنا ہو گیا اور اس شخص نے طریف کو مار ڈالا اور اس طرح اپنے رشتہ دار کے قتل کا بدلہ لے لیا ۔

عکاظ میں کئی بار جنگیں ہوئیں ۔ اسی لیے دُرید بن الصمہ کہتا ہے :

تَغَيَّبْتُ عَنْ يَوْمَيْ عُكَاظَ كِلَيْهِمَا
وَإِنْ يَكُ يَوْمٌ ثَالِثٌ أَتَغَيَّبُ

میں عکاظ کی دونوں جنگوں میں غیر حاضر رہا اور اگر تیسری جنگ ہوگی تو بھی حاضر نہ ہوں گا

وَإِنْ يَكُ يَوْمٌ رَابِعٌ لَا أَكُنْ بِهِ
وَإِنْ يَكُ يَوْمٌ خَامِسٌ أَتَجَنَّبُ

اگر چوتھی جنگ ہوگی تو (جب بھی) میں وہاں نہ ہوں گا اور اگر پانچویں ہوگی تو میں جب بھی الگ ہی رہوں گا

ابو عبیدہ نے ذکر کیا ہے کہ عکاظ میں چار جنگیں ہوئیں ۔ یوم

شمطہ ، یوم العبلاء ، یوم شرب اور یوم الحریرہ یہ سب مقامات عکاظ کے اندر ہیں ۔ پھر کہتا ہے کہ شمطہ عکاظ کے علاقے کا وہ مقام ہے جہاں قریش اور ان کے حلیف بنو کنانہ نخلہ کی جنگ کے بعد اترے تھے ۔ نخلہ کی لڑائی جنگ فجار کی پہلی لڑائی تھی ، یہ ایک سال پہلے واقع ہوئی تھی کیونکہ بنو کنانہ نے ہوازن اور ان کے حلیف بنی ثقیف وغیرہ سے یہاں کا وعدہ کیا تھا ۔ شمطہ کی جنگ میں ہوازن کو فتح اور کنانہ اور قریش کو شکست ہوئی مگر قریش کی طرف سے کوئی قابل ذکر شخص ہلاک نہ ہؤا ۔ بکر بن عبد مناہ بن کنانہ رخم نامی پہاڑ پر جا کر الگ ہو گئے تھے لٰہذا ان میں سے بھی کوئی قتل نہ ہؤا ۔

خداش بن زُہیر کہتا ہے :

فَاَبْلِغْ اِنْ بَلَغْتَ بِہٖ ھِشَاماً
وعَبْدَ اللہ اَبْلِغْ وَالوَلِیْدَا

[۲٦۹] اگر تو اس امر کی خبر پہنچا سکے تو ھشام ، عبداللہ اور ولید کو پہنچا دینا

بِاَنَّا یَوْمَ شَمْطَۃَ قَدْ اَقَمْنَا
عَمُودَ الدِّیْنِ اِنَّ لہ عَمُوْدَا

کہ شمطہ کی جنگ میں ہم نے دین کے ستون کو قائم رکھا بے شک دین کا ایک ستون ہے

پھر ایک سال کے بعد مذکورہ قبائل عکاظ کے پہلو میں عبلاء کے مقام پر ملے مگر پھر ہوازن کو فتح اور قریش اور کنانہ کو شکست ہوئی

خداشؓ بن زھیر کہتا ہے :

اَلَمْ یَبْلُغْکُمْ اَنَّا جَدَعْنَا
لَدَی العَبْلَاءِ خِنْدَفَ بِالقِیَادِ

کیا تمھیں خبر نہیں پہنچی کہ ہم نے عبلاء کے مقام پر خندف کو مطیع کرکے ان کی ناک کاٹ ڈالی

فَرَّبْنَاهُمْ بِبَطْنِ عُكَاظَ حَتَّى
تَوَلَّوْا طَالِعِيْنَ مِنَ النِّجَادِ

ہم نے انھیں عکاظ کی وادی میں اس قدر مارا کہ وہ پہاڑی علاقوں
کی طرف چڑھتے ہوئے بھاگ نکلے

ایک سال کے بعد وہ پھر شرب کے مقام پر ملے - یہ نخلہ کی جنگ سے لے کر اب تک چوتھی جنگ تھی - شرب بھی عکاظ کے اندر شامل ہے - ان کے یہاں اس سے بڑی جنگ کبھی نہ ہوئی تھی - قریش اور کنانہ کو غیرت آ گئی تھی کیونکہ اس سے پہلے ہوازن دو بار شکست دے چکے تھے - امیہ کے دونوں بیٹوں ابوسفیان اور حرب اور ابوسفیان بن حرب نے اپنے آپ کو جکڑ دیا اور کہا ہم میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ٹلے گا ، یہاں تک کہ ہم یا مر جائیں گے یا کامیاب لوٹیں گے - چنانچہ ہوازن اور تمام کے تمام قبائل قیس کو سکست ہو گئی صرف بنی نصر نے ڈٹ کر بنی ثقیف کا ساتھ دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ عکاظ ان کا شہر تھا اور ان کے نخلستان اور اموال یہیں تھے مگر یہ بھی کچھ نہ کر سکے آخر شکست کھائی - اس دن ہوازن کا تو قتل عام ہو گیا - [1] اُمَیّہ بن اَسکر الکنانی کہتا ہے :

أَلَا سَائِلْ هَوَازِنَ يَوْمَ لَاقَوْا
فَوَارِسَ مِنْ كِنَانَةَ مُعْلَمِيْنَا

جس دن ہوازن کا بنی کنانہ کے ان شہسواروں سے آمنا سامنا ہوا جنھوں
نے نمایاں نشان لگائے ہوئے تھے اس دن کے متعلق تو ان سے پوچھ
(کہ ان پر کیا گزری تھی)

---

۱ - امیۃ بن الاسکر : امیہ بن حرثان بن الاسکر - انھوں نے جاہلی زمانہ بھی اور اسلامی زمانہ بھی پایا یعنی مخضرم تھے - اصابہ میں ان کے سوانح موجود ہیں - (شرح امالی : ۱۲۰)

لَدَى شَرْبٍ وَقَدْ جَاشُوا وَجُشْنَا
اَتَاوعَتَبَ فِي النَّفِيرِ بَنُواْ بِيْنَا

شرب کے مقام پر وہ بھی جوش میں آ گئے اور ہم بھی جوش میں آ گئے - ہمارے باپ کی تو تمام کی تمام اولاد جنگ کے لیے نکل آئی تھی

نیز کہتا ہے :

قَومِي اللَّذُوْ بِعُكَاظٍ طَيَّرُوْا شَرَراً
مِنْ رُؤُسِ قَوْمِكَ ضَرْباً بِالمَصَافِيلِ

میری قوم تو وہ قوم ہے جس نے عکاظ میں تمھاری قوم کے سروں سے صیقل شدہ تلواریں مار مار کر شرارے نکالے تھے

[٢٧٠] ایک سال بعد "حریرہ" کے مقام پر یہ ایک دوسرے کے پھر مقابل ہوئے - حریرہ عکاظ کے قریب سیاہ پتھروں والا ایک قطعہ ارض ہے جو باد جنوب کے چلنے کی جگہ کے ساتھ ملی ہوئی ہے - اس لڑائی میں ہوازن کو قریش اور کنانہ پر فتح ہوئی -

ایک قول کے مطابق یہ میلا یکم ذوالقعدہ سے لے کر بیس ذوالقعدہ تک لگا کرتا تھا - اس کے بعد وہ مکہ روانہ ہو جاتے اور عرفات میں قیام کیا کرتے - پھر مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد اپنے اپنے وطن کو لوٹ جاتے - ایک اور قول کے مطابق وہ سارے کا سارا شوال کا مہینہ یہاں قیام کیا کرتے - ان دو اقوال کے علاوہ اور بھی مختلف اقوال پائے جاتے ہیں - شاید اس اختلاف کی وجہ یہ ہو کہ عربوں کے یہاں سال کے شمار کرنے میں اختلاف پایا جاتا تھا یا اس لیے کہ اس میلے میں قیام کرنے کے معاملے میں بھی قبائل میں اختلاف تھا - قبائل العرب کے مصنف کی رائے یہ ہے کہ عرب نصف ذوالقعدہ سے لے کر آخر ذوالقعدہ تک یہاں قیام کیا کرتے تھے اور جب ذوالحجہ کا چاند دکھائی دیتا تھا تو ذوالمجاز پہنچ جاتے تھے - ذوالمجاز جیسا کہ ذکر ہو چکا عکاظ کے قریب واقع ہے اور یہاں ترویہ یعنی آٹھویں ذوالحجہ تک میلا لگا رہتا ہے - اسے

---

١ - يُقَالُ اَوْعَتَبَ القَوْمُ : خَرَجُوْا وَلَمْ يَبْقَ منهم اَحَدٌ

یوم الترویہ اس لیے کہا گیا کہ اس دن (یہ لوگ) سیر ہو کر پانی پی لیا کرتے اور ساتھ بھی لے لیا کرتے تھے یا اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس دن اپنے خواب پر غور و فکر کیا ، نویں کو ان پر حقیقت واضح ہو گئی اور دسویں کو اس پر عمل کیا ۔ اس کے بعد (یہ لوگ) منٰی جاتے تھے ، " سوق نطاۃ " خیبر میں لگتا ۔ نطاۃ خیبر میں ایک چشمہ یا قلعہ ہے ۔

اور ان میں سے ایک سُوق حَبَاشہ ۔ حاء مہملہ پر زبر اور جیم ساکن ۔ عاشوراء سے لے کر آخر محرم تک ۔ یہ میلے عہدِ اسلام میں بھی بدستور سابق لگتے رہے تاآنکہ سب سے پہلے سوق عکاظ لگنا بند ہوا ۔ یہ ۱۲۹ھ کی بات ہے ، جب حَرُورِی[1] خارجی مکے میں مختار بن عوف کے ہمراہ بغاوت کا علم بلند کرکے نکلے ۔ انھوں نے اس میلے کو لُوٹا ۔ چنانچہ یہ میلا آج تک بند چلا آ رہا ہے ۔ یہ میلا واقعہ فیل سے پندرہ سال بعد لگنا شروع ہوا تھا ۔ مذکورہ بالا اسواق میں سے سب سے آخر میں بند ہونے والا بازار سوق حباشہ ہے ۔ یہ میلا ۱۹۷ھ میں داؤد بن عیسٰی بن موسٰی عباسی کے زمانے میں بند ہوا ۔ حقیقتِ حال اللہ کو ہی معلوم ہے ۔

## زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے اجتماعات

ان میلوں کے علاوہ ان کے یہاں کئی قسم کے اجتماع ہوتے تھے [۲۷۱] جن کا مکمل ذکر اس جگہ نہیں کیا جا سکتا ۔ بعض اجتماع صرف اُنس اور تفریح اور گزشتہ جنگوں اور واقعات کی یاد تازہ کرنے ، شعر سنانے اور دیگر ایسے امور کے لیے ہوتے جن سے طبیعت کو فرحت حاصل ہو اور یہ حال بالعموم رات کے وقت ، استراحت کے بعد اور اطمینان قلب سے ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ لفظ " مسامرہ " سے معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ " سمر " رات کے وقت گفتگو اور باتیں کرنے کو کہتے ہیں ۔ عربوں کی کیا بات ہے ان میں اس قدر دقیق غور و فکر

---

۱ - بلوغ الارب میں الحرویہ چھپا ہے اسے الحَرُورِیّہ پڑھیں ۔

پایا جاتا ہے کہ انسان کو حیرت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ دن کا وقت بالخصوص صبح کا وقت دوڑ دھوپ کرنے، معاش کی تلاش، زندگی کی مصلحتوں کو پورا کرنے، روزی کمانے اور اپنی حالت کو بہتر بنانے کا وقت ہوتا ہے۔ عرب اس وقت کے دوران میں اپنی مصلحتوں اور کام کاج کے لیے دوڑ دھوپ کرتے اور اسے کھیل کود، بے کار بیٹھنے اور گپیں ہانکنے میں بسر نہ کرتے تھے۔ یہ پھر ہمارے زمانے کے بالکل بر عکس ہے اس لیے کہ ان لوگوں کو بری عادتیں پڑی ہوئی ہیں، لہذا تو دیکھے گا کہ یہ لوگ اپنا قیمتی وقت بے کار امور میں صرف کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہر قسم کی فضیلت حاصل کرنے کے معاملے میں پیچھے رہ گئے ہیں اور عالی صفات اور اچھے اخلاق سے محروم ہیں۔ در حقیقت معاملہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اگلے وقتوں کے عربوں نے تو اپنے کارناموں اور قابل فخر باتوں سے دفتر بھر دیے تھے۔ جب اکٹھے ہوتے تھے تو تو مجلس کی ایک جانب حلقہ بنا لیتے تھے، حلقے کے درمیان وہ شخص بیٹھتا تھا جو سب سے زیادہ باشرف بزرگ ہوتا تھا۔ جب کوئی شخص کسی عجیب حادثے یا کسی عجیب بات کا ذکر کرنا چاہتا تو وہ لوگوں کو اٹھ کر اسی طرح سناتا جس طرح ایک خطیب خطبہ دیتا ہے اور جب کوئی شخص بات کرتا تو وہ تقریر کے دوران میں اپنی داڑھی کو چھوتا اور پھر گفتگو کرتے کرتے داڑھی کو مٹھی میں لے لیتا۔ یہ عربوں کا ایک طرز اور ایک عادت تھی، اسی طرح باہم گفتگو میں بھی ایک شخص دوسرے کی داڑھی کو پکڑ لیتا تھا۔ اُن کے اعتقاد میں اسے ایک طرح کی باہمی مہربانی خیال کیا جاتا تھا، جیسا کہ خطابی نے شرح سنن میں بیان کیا ہے۔

بعض اجتماع جنگ کی تدبیر یا کسی قوم پر غارت ڈالنے کے متعلق مذاکرہ اور مشورہ کرنے کے لیے منعقد ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ ان امور کے ضمن میں صرف اُسی وقت حرکت کرتے تھے جب ان کے اہل حل و عقد مخصوص مقام پر جمع ہو کر فیصلہ کر لیتے، مثلاً یہ کہ ان امور کی ذمہ داری اٹھانے والا اس کے لیے ایک خیمہ لگاتا جیسا کہ بیان کیا جا

چکا ہے ، پھر اجتماع کے وقت مذاکرے کا دور چلتا اور جو رائے قرار پا جاتی اس کے مطابق عمل کیا جاتا اور پھر کوئی شخص اس امر میں پیچھے نہ رہتا تھا ۔

بعض اجتماع مقدمات ، دعووں اور ان کے باہمی جھگڑوں کے فیصلہ کرنے کے لیے عمل میں آتے تھے ۔ بعینہ اسی طرح جس طرح وہ دارالندوہ میں — دارالندوہ قصی بن کلاب کا گھر تھا ۔ اسی نے اسے بنایا تھا ۔ اس کا دروازہ مسجد کعبہ کی طرف رکھا تھا ۔ قریش قصی کے طرز سے برکت حاصل کرنے کے لیے اسی گھر میں اپنے معاملات کا فیصلہ کیا کرتے تھے ، چنانچہ کسی عورت یا مرد کی شادی ہونا ہوتی تو اسی گھر میں ہوتی ۔ [۲۷۲] کوئی مرحلہ درپیش ہوتا اور اس کے متعلق مشورہ کیا جانا تو اسی گھر میں ، کسی غیر قبیلے کے خلاف جنگ کا جھنڈا اٹھانا ہوتا تو اسی گھر میں اُٹھایا جاتا تھا ، اسی جھنڈے کو قصی کی اولاد میں سے کوئی شخص اٹھاتا تھا ۔ اگر قریش کی کوئی لڑکی اس عمر کو پہنچتی کہ اسے قمیص پہنائی جائے تو اسے یہیں قمیص پہنائی جاتی ، اس طرح کہ اس گھر میں قمیص کو پھاڑ کر (تیار کیا جاتا) اور وہ پہنتی ، پھر اسے اس کے گھر والوں کے پاس لے جاتے ۔ ہر بچے کے ختنے بھی یہیں ہوتے ہر طرح کے جھگڑوں کے فیصلے بھی اسی گھر میں ہوتے ۔

کلبی کہتا ہے کہ یہ پہلا گھر ہے جو مکے میں بنایا گیا اس کے بعد یکے بعد دیگرے رہنے کے لیے لوگوں نے اپنے اپنے گھر بنا لیے اور جوں جوں اسلام کے زمانے کے قریب پہنچتے گئے توں توں ان کی قوت اور تعداد بڑھتی گئی تاآنکہ تمام عرب ان کا مطیع ہو گیا ۔ قریش میں قصی کا حکم ایک قسم کا دین بن گیا جس کی لوگ تابعداری کرتے تھے ۔ اسی گھر کا نام ندوہ اسی لیے پڑا کہ لوگ خیر و شر کے لیے یہاں جمع ہوتے تھے ۔ قاموس میں ہے : نادی^ ۔ ندوۃ اور منتدٰی کے معنی قوم کی وہ مجلس جو دن کے وقت قائم ہو '' یا '' مجلس جب تک لوگ اس میں جمع رہیں '' ۔ کعبے کے گرد قریش کی کئی ایک مجالس تھیں جن میں ان کا اجتماع ہؤا کرتا جیسا کہ سیرت ہشامیہ میں لکھا

تھے ۔ ان مجالس میں وہ اپنے خاص معاملات کے متعلق مذاکرہ کیا کرتے تھے ۔ عبدالمطلب کعبے کے سایے میں بیٹھا کرتے تھے ۔ وہاں خاص ان کے لیے ایک فرش بچھا دیا جاتا تھا ۔ جس پر ان کے احترام اور تعظیم کی وجہ سے کوئی دوسرا نہ بیٹھ سکتا تھا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی بچے ہی تھے کہ اپنے دادا کے پہلو میں بیٹھ جایا کرتے تھے ۔ عبدالمطلب کسی شخص کو انھیں روکنے کی اجازت نہ دیتے تھے ۔ فرمایا کرتے تھے : میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا بلکہ ان کے تصور اور ان کی امید سے کہیں بڑھ کر ہوا ۔

بعض اجتماعات ثواب یا نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے منعقد ہوتے تھے ، ایسے ہی جیسے قریش عہد جاہلیت میں کعب بن لؤی بن غالب کے پاس ہر جمعے کے دن اکٹھے ہو جایا کرتے تھے۔ کعب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں دادا ہوتے ہیں ۔ کعب قریش کو خطبہ دیتے اور زبیر بن بکار کی روایت کے مطابق یوں کہا کرتے تھے :

اما بعد ! سنو ، سمجھو ، سیکھو ، جانو ، رات تاریک ہے ، دن صاف ، زمین بچھونا ہے ، آسمان چھت ، پہاڑ میخیں ، اور ستارے علامات ، [۲۷۳] پہلے لوگ اور پچھلے لوگ سب ایک جیسے ہیں ۔ صلہ رحمی کرو اور بیاہ اور شادی کی وجہ سے جو رشتہ داری قائم ہو اس کا تحفظ کرو ۔ اپنے مالوں کو بار آور کیا کرو ۔ کیا تم نے کسی مرنے والے کو واپس آتا دیکھا یا مردے کو پھر زندہ ہوتے دیکھا ۔ گھر تمھارے آگے ہے ۔ ظن اس طرح نہیں جس طرح تم کہتے ہو ۔

کعب بعثت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا کرتا تھا اور انھیں بتایا کرتا تھا کہ وہ نبی اس کی اولاد میں سے ہوگا چنانچہ انھیں اس نبی کی تابعداری کا حکم دیتا اور کہتا : اپنے حرم کو آراستہ کرو ، اس کی تعظیم کرو ، عنقریب اس کی بہت بڑی شان ہوگی اور یہاں سے ایک نبی کریم نکلے گا ۔ پھر یہ شعر پڑھتا :

نَهَارٌ وَلَيْلٌ كُلُّ أَوْبٍ تَجَاذُبُ
سَوَاءٌ عَلَيْنَا لَيْلُهَا وَ نَهَارُهَا

دن اور رات کا بربار لوٹنا ایک قسم کی کھینچا تانی ہے - ہمارے لیے رات کیا اور دن کیا دونوں یکساں ہیں

یَئُوبَانِ بِالاَحْدَاثِ حِینَ تَأَوُّبًا
وَبِالنِّعَمِ الضَّافِي عَلَیْنَا سُتُورهَا

یہ دن اور رات جب دونوں لوٹتے ہیں تو حوادث کے ساتھ لوٹتے ہیں اور ان کے پردوں میں ہمارے لیے کثرت سے نعمتیں آتی ہیں

[1]صُرُوفٌ وَ اَنْبَاءٌ تُقَلِّبُ اَهْلَهَا
لَهَا عُقَدٌ مَا یُسْتَحَلُّ مَرِیرُهَا

(یہ دن رات) گردشیں اور خبریں ہوتی ہیں جو دنیا کے لوگوں کو اُلٹی پلٹتی رہتی ہیں - ان گردشوں کی گرہوں کو کوئی کھول نہیں سکتا

عَلَى غَفْلَةٍ یَأْتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ
فَیُخْبِرُ اَخْبَارًا صَدُوقًا خَبِیرُهَا

نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اچانک آ جائیں گے اور وہ خبریں بتلائیں گے جن کا جاننے والا سچا ہوگا

پھر کہتا : اللہ کی قسم اگر میں ان دنوں کان ، انکھ ، ہاتھ اور پاؤں رکھتا ہوا تو اونٹ کی طرح محنت کروں گا اور نر اونٹ کی طرح تیز چلوں گا - پھر کہتا[2] ہے

یَا لَیْتَنِي شَاهِدٌ فَحْوَاءَ دَعْوَتِهِ
حِینَ العَشِیرَةُ تَبْغِي الحَقَّ خِذْلاَنَا

---

۱ - الروض الانف (۱ : ۲٦۹) میں یہ مصراع یوں دیا ہے :
صروف رأیناها تقلب أهلها -

۲ - نیز ملاحظہ ہو الروض الانف ; ۱ : ٦ : ۲٦۹ -

کاش میں اس[1] کی دعوت کے مفہوم کو جانوں ، جب اس کا قبیلہ حق کی طرف داری چھوڑ دینے کا ارادہ کرے گا - یہ بات ان الہامی ادراکات میں سے ہے جن کو عقلیں تصور میں لاتی ہیں اور وہ صحیح ثابت ہوتے ہیں - نفوس جن کا تصور کرتے ہیں اور وہ حقیقیت کا روپ دھار لیتے ہیں - کہا جاتا ہے کہ اس نے یوم عروبہ کا نام یوم الجمعہ رکھا تھا اور اسے وہ صورت دی جو آج بھی مروج ہے کیونکہ جمعہ کے دن لوگ اکھٹے ہوتے ہیں - ان کے ہاں انوار کو اول ، پیر کو أهوَن ، منگل کو جبار ، بدھ کو دبار ، جمعرات کو مؤنس ، جمعہ کو عروبۃ اور ہفتہ کو شیار کہا کرتے تھے - أهوَن کو أوهن اور أوهد اور شَیار کو شیّار (زبر اور زیر دونوں طرح) بھی کہا گیا ہے - کسی نے ان کو یوں نظم کر دیا ہے :

أؤَمِّلُ أنْ أعِيشَ وأنّ يَومِی
بأوَّل أو بِأهْوَنَ أوْ جُبَارِ
اوِ التَّالِي دُبَارِ فَإنْ أفُتْهُ
فَمُؤنِس فَالعَرُوبَةَ أوْ شِيَارِ

[۲۷۳] یعنی میں دنیا میں باقی اور زندہ رہنا چاہتا ہوں اور ابھی دنوں میں سے ایک نہ ایک دن مجھے ضرور مر جانا ہے اور یہ ایک احمقانہ خیال ہے - دانش مند کو چاہیے کہ وہ دنیا میں باقی رہنے کی امید رکھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہفتہ کا ہر دن انسان کی زندگی کی انتہا ہو اور اسی دن عمر کا خاتمہ ہو -

اسی طرح عربوں نے دن اور رات کی ساعتوں کے وہ نام رکھے ہیں

---

۱ - یہ شعر لسان العرب (مادہ عرب) میں یوں تحریر ہے :

یالیتنی شاهد فحواء دعوته
اذا قریش تبغی الخلق خذلانا

لسان العرب میں الخلق لکھا ہے اسے الحق ہونا چاہیے -

جو عام متعارف نہیں ہیں اور یہ نام یہ ہیں ذرور[1] پھر بزوغ[2] پھر ضُحٰی پھر غزالہ پھر ہاجرہ پھر زوال پھر دلوک[3] پھر عصر پھر اصیل پھر صَبُوب پھر حُدور[4] پھر غروب ۔ یوں بھی کہا جاتا ہے : بکور پھر شروق پھر اشراق پھر رأد پھر ضُحٰی پھر مَتُوع پھر ہاجرہ پھر اصیل پھر عصر پھر طَفَل پھر عَشِی پھر غَروب ۔ ابن النحاس نے اپنی کتاب " صناعۃ الکتاب " میں ان دونوں روایتوں کا ذکر کیا ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے دن کو بارہ گھنٹوں میں تقسیم کیا اور اس امر کا اپنی اس وصیت میں ذکر کیا جو انہوں نے اپنے بیٹے شیث کو کی ۔ اس میں بتایا کہ ہر ساعت میں اس پر کون سا عمل فرض ہے اس کے لیے کیا عبادت مقرر کی گئی ہے ۔

رات کی ساعات یہ ہیں ۔ ساہد پھر غسق پھر عتمہ پھر فحمہ پھر موہن پھر قطع پھر جوسر پھر عبکہ پھر تباشیر پھر فجر اول پھر معترض پھر اسفار ۔

لغت کی کتابوں میں رات اور دن کی ساعات کے اور نام بھی دیے گئے ہیں ۔ ان کتابوں کی طرف رجوع کریں ۔ اسی طرح اہل عرب مہینوں کے بھی کچھ اور ہی نام رکھا کرتے تھے ۔ یہ نام وہ نہیں جو آج ہم جانتے ہیں ۔ ان شاء اللہ ان کا ذکر نسیئ کی بحث میں آئے گا ۔

---

۱ ۔ بلـوغ الارب میں درود دال مہملہ کے ساتھ مرقوم ہے وہ غلط ہے ۔

۲ ۔ بلـوغ الارب میں بـزوع عین مہملہ کے ساتھ درج ہے وہ غلط ہے ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں دلول مکتوب ہے وہ غلط ہے ۔

۴ ۔ بلوغ الارب میں حدود ( آخر میں دال) کے ساتھ تحریر ہے وہ غلط ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ عروبہ کا نام جمعہ اس لیے پڑا کہ انصار نے کہا: کہ یہودیوں کا ہر چھ دن کے بعد ایک دن وہ ہوتا ہے جس میں وہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں کے ہاں ہے۔ آؤ ہم بھی ایک دن مقرر کر لیں جس میں اکٹھے ہو کر اللہ کا ذکر کیا کریں اور نماز پڑھیں۔ پھر کہا ہفتہ تو یہودیوں کا ہے اتوار عیسائیوں کا لہذا عروبہ کے دن ہی مقررہ کر لیا جائے، لہذا وہ سعد بن زرارہ کے ہاں اکٹھے ہوئے۔ اس نے اس دن دو رکعت نماز باجماعت ادا کی اور انہیں وعظ کیا لہذا انھوں نے اس دن جمع ہونے کی وجہ سے اس کا نام جمعہ رکھ لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ نازل کی۔ یہ اسلام کا پہلا جمعہ تھا۔ لیکن پہلا جمعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا وہ یوں تھا کہ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ شریف لائے تو آپ بنی عمرو بن عوف کے ہاں اترے اور ان کے ہاں پیر، منگل، بدھ اور جمعرات کا دن قیام کیا اور مسجد کی بنیاد رکھی، پھر جمعہ کے دن مدینے کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب بنی سالم بن عوف کی وادی کے وسط میں پہنچے تو نماز کا وقت آ گیا آپ نے خطبہ دیا اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔

[۲۷۵] سہیلی نے سیرۃ نبوی کی شرح میں بیان کیا ہے کہ اس دن کو پیشتر اس کے کہ انصار جمعہ کی نماز ادا کریں جمعہ ہی کہا جاتا تھا۔ اور چونکہ اس دن خلق آدم[1] کو جمع کیا گیا لہذا اس دن کا یہ نام پڑ گیا۔

اہل لغت کہتے ہیں: سبت کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ یوم السبت اسی سے نکلا ہے کیونکہ اس دن خلق اشیا کا سلسلہ منقطع ہوا۔ (گویا ہر شے کی تخلیق مکمل ہوگئی)۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اسماء متداولہ اہل کتاب سے

---

۱۔ لسان العرب کے یہ الفاظ ہیں (مادہ ج م ع) وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ قال: انما سُمِّیَ یوم الجمعۃ لانّ اللہ تعالیٰ جمع فیہ خلق آدم صلی اللہ علی نبینا و علیہ وسلم۔

مروی ہیں اور عرب مستعربہ نے اہل کتاب کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے یہ نام ان سے لے لیے تھے ۔ ان سے پہلے لوگوں کو صرف وہ نام معلوم تھے جو عرب عاربہ نے یا حو سریانیوں نے رکھے ہوئے تھے ۔ وہ نام یہ ہیں ۔ ابجد[۱] ، ہوز[۲] ، حطی[۳] ، کلمن[۴] ، سعفص[۵] ، قرشت[۶] مگر ساتویں کا ذکر نہیں کیا ۔ اور انھوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ ان دنوں کے نام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو خواہ علوی ہو خواہ سفلی پیدا کیا تھا ۔ یہ قول ابن النحاس کی کتاب میں بھی موجود ہے ۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سہیلی نے اسی سے نقل کیا ہے ۔

بعض اجتماع حلف اور معاہدے کے لیے منعقد ہوتے تھے ، چنانچہ جب قریش میں سرداروں کی کثرت ہوگئی اور ان میں ریاست (کی ذمہ داری) پھیل گئی اور انھوں نے باہمی کھینچا تانی اور ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی خواہش کا مشاہدہ کیا جسے کوئی طاقتور بادشاہ بھی نہ روک سکتا تھا تو انھوں نے ایک معاہدہ کیا جس میں یہ قرار پایا کہ دست درازی کو روکا جائے اور مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلایا جائے ۔ چنانچہ، جیسا کہ زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ بنی زبید کا ایک آدمی یمن میں سے عمرہ کرنے کی نیت سے مکے آیا ۔ اس کے ساتھ کچھ مال تجارت بھی تھا جسے بنی سہم کے ایک شخص نے اس سے خرید لیا ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص العاص بن وائل تھا ۔ مگر اس نے اس شخص کا حق ادا کرنے سے انکار کر دیا ۔ اس لیے زبیدی نے اپنا مال و متاع مانگا ، اس نے نہ دیا ، اس پر اس شخص نے حجر پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ شعر کہے :

يَالَ قُصَيٍّ[۲] لِمَظْلُومٍ بِضَاعَتُهُ
بِبَطْنِ مَكَّةَ نَائِي الدَّارِ وَالنَّفَرِ

اے آل قصی جس شخص کے مال تجارت پر مکے کی وادی میں دست درازی کی گئی ہے اس کی فریاد کو پہنچو

---

۲ ۔ الروض الانف میں یال قُصَیٍّ کی بجائے یا آل فیهر منقول ہے

کیونکہ اس شخص کا گھر اور اس قوم کے لوگ اس سے دور ہیں

وَاشْعَثَ مُحرمٍ لم تُقْضَ حُرْمَتُه[1]
بَيْنَ المُقَام وَ بَيْنَ الحِجْرُ الحَجَرِ

ایک شخص جو پریشان مُو ہے اور احرام باندھے ہوئے ہے مگر اس نے احرام (کے حق) کو مقام ابراھیم ، حجر (حطیم) اور حجر اسود کے درمیان پورا ادا نہیں کیا

[2]أَقَائِمٌ مِنْ بَنِي سَهْمٍ بِذِمَّتِهِم
أَوْ ذَاهِبٌ فِي ضَلَالٍ مَالُ مُعْتَمِرِ

کیا بنی سہم کے لوگ اپنے عہد پر قائم ہیں یا یہ کہ عمرہ کرنے والے کا مال یونہی ضائع چلا جائے گا

اس کے بعد قیس بن شیبہ سلمی نے ابی بن خلف کے ہاتھ مال بیچا اس نے (قیمت ادا کرنے سے) انکار کر دیا ، اور اس کا حق مار لیا ۔ قیس نے بنی جمح کے ایک شخص سے پناہ طلب کی مگر اس نے اسے پناہ نہ دی تو قیس نے یہ شعر کہے :

يَالَ قُصَيٍّ كَيْفَ هٰذَا فِي الحَرَمْ
وحُرْمَةِ البَيْتِ وَأَحْلَافِ الكَرَمْ
أظْلَمَ مَنْ لا يَمْنَعُ عَنِّي الظُلم

اے آل قصی حرم کے اندر یہ کیسے روا ہے ۔ قسم ہے کعبے کی حرمت کی اور کرم کے حلیفوں کی کہ جو شخص مجھ پر وارد ہونے

---

۱ ۔ الروض الانف (۱ : ۹۱) میں یہ شعر یوں ہے :
و مُحیرم اشعث لم یقْضِ عمرته
یا للرجال و بین الحجر و الحَجَرِ
۲ ۔ الروض الانف میں اس شعر کی بجائے یہ شعر دیا ہے :
ان الحرام لِمَن تَمَّتْ كَرَامَتُه
وَلَا حَرَامَ لِثَوْبِ الفَاجِرِ الغَدِرِ

والے ظلم کو نہیں روکے گا گویا خود اس نے بھی مجھ پر ظلم کیا

اس پر عباس بن مرداس السلمی نے اس کے جواب میں یہ شعر کہے :

إنْ كَانَ جَارُكَ لَمْ تَنْفَعْكَ ذِمَّتُهُ
وَقَدْ شَرِبْتَ بِكَأْسِ الذُّلِّ أَنْفَاسَا

[۲۷۹] اگر تیرے پناہ دہندہ کے عہد و پیمان نے تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا تو پھر تیری زندگی ذلت کے پیالے سے (پانی یا شراب) پینے کے مترادف ہے

فَأْتِ البُيُوتَ وَكُنْ من أهْلِهَا صَدَداً
لَا تَلْقَ نَادِيَهُمْ فُحْشاً وَلَا بَأْسَا

تو قریش کے شریف خاندانوں کے پاس آ ، مکے کے باشندوں سے کنارہ کر لے ، تو ان شرفا کے آداب میں کسی قسم کی فحش یا تکلیف دہ بات نہ پائے گا

وَمَنْ يَكُنْ بِفِنَاءِ البَيْتِ مُعْتَصِماً
يَلْقَ ابنَ حَرْبٍ وَيَلْقَ المَرْءَ عَبَّاسَا

اور جو شخص بیت اللہ کے صحن میں پناہ لے گا وہ وہاں ابن حرب اور عباس کو پائے گا

[۱] قَومِيْ قُرَيْشٌ بِأَخْلَاقٍ مُكَمَّلَةٍ
بِالمَجْدِ والحَزْمِ مَاعَاشَا وَمَاسَاسَا

---

۱ - میرے خیال میں یہ دونوں شعر یوں ہونے چاہئیں :

قومی قُریش باخلاق مکمّلةَ
والمجد یضرب أخشاسًا واسداسًا
ساقی الحجیج وھذا ناشرفلج
بالمجد والحزْم ماعاشا وَمَاسَاسَا

میری قوم قریش کامل اخلاق کی مالک ہے جب تک یہ لوگ زندہ ہیں اور بااقتدار ہیں شرف و دانش کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے ،

سَاقِـي الحجيـج وهٰذا نَـاشرٌ فَلْـجٌ
والمَجْدُ يُـورِثُ اَحْمَا سا وَاَسْدَاسا

ایک تو وہ ہے جو حاجیوں کو پانی پلاتا ہے (یعنی عباس) اور دوسرا (ابو سفیان بن حرب) جو جھنڈا کامیابی سے پھیلاتا ہے اور بزرگی وہ شے ہے جو پانچویں اور چھٹے حصے کا وارث بنا ہی دیتی ہے

اس پر ابو سفیان اور عباس دونوں اٹھ کھڑے ہوئے ۔ چنانچہ اس شخص کا مال واپس کر دیا گیا پھر قریش کے مختلف بطن اکٹھے ہوئے اور انھوں نے عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اس بات پر حلف اٹھایا کہ مکے کے اندر کسی پر ظلم نہ ہونے دیں گے ۔ ظالم کو روکیں گے اور مظلوم کا حق دلوائیں گے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت (کے منصب پر فائز ہونے) سے پہلے ان کے ساتھ تھے ۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی ۔ حلف الفضول عبداللہ بن جُدعان کے گھر میں لی گئی ۔ اس کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا : میں حلف الفضول کے وقت عبداللہ بن جُدعان کے گھر میں موجود تھا ۔ میں اس حلف کے عوض میں سرخ اونٹوں کو بھی لینا پسند نہ کروں گا اور اگر اسلام آ چکنے کے بعد بھی مجھے اس قسم کی کسی چیز کی طرف دعوت دی جائے تو میں اس دعوت کو قبول کروں گا ۔ ازاں بعد آپ نے اس حلف کا سارا قصہ بیان کیا ۔ اسلام کے آنے سے اس قسم کی (باعث خیر) باتوں کو اور تقویت حاصل ہوتی ہے ۔ قریش کے کسی شاعر نے اسی حلف کے متعلق کہا ہے :

تَيمَ بن مُرَّةَ إنْ سَأَلْتَ وَهَاشِماً
وَزُهْرَةَ الخَيْرِ فِي دَارِ ابنِ جُدْعَانِ

اگر تو تیم بن مرہ ، ہاشم اور زہرۃ الخیر سے ابن جدعان کے گھر میں درخواست کرے (تو تجھ پر واضح ہو جائے گا کہ)

مُتَحَالِفِيْنَ عَلَى النَّدَى[1] مَا غَرَّدَتْ
وَرْقَاءُ فِي فَنَنٍ مِنْ جِذْعِ كُتُمَانِ[2]

ان لوگوں نے پکارنے والے کی پکار پر (مدد کو آنے کے لیے) حلف اٹھا رکھا ہے ، جب تک کبوتری کتمان کے کھجور کے پیڑوں کی شاخوں پر گاتی رہے گی (یہ اسی طرح مدد کو آتے رہیں گے)

یہ اگرچہ ایک جاہلی فعل تھا جس کی اس وقت سیاسی ضرورت محسوس کی گئی تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کی وجہ سے نیز جو کچھ آپ نے اس کی تائید میں فرمایا ہے اس کی وجہ سے یہ ایک شرعی حکم اور نبوی فعل بن گیا ۔

یا جس طرح قریش اس حلف کے لیے جمع ہوئے جو حلف المطیبین کے نام سے مشہور ہے ۔ ہم مکے کے بیان میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں ۔ سیرۃ ابن ھشام میں ابن اسحٰق سے نقل کرتے ہوئے اس حلف کا یوں بیان دیا ہے :

جب قصی کی وفات ہوئی تو اس کے بیٹوں نے اپنی قوم اور دیگر لوگوں میں حکومت کے کام کو اس کے بعد بھی بدستور جاری رکھا ۔ انھوں نے مکے کے چار خطے بنائے ۔ علاوہ اس خطے کے جو اس نے اپنی قوم کے لیے مقرر کر رکھا تھا ۔ چنانچہ وہ ان ٹکڑوں کو اپنی قوم میں اور دیگر لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے ۔ مثلاً ان کے حلیفوں میں اور انھیں بیچ بھی دیا کرتے تھے ۔ کچھ عرصے تک قریش نے ان کا ساتھ دیا اور [۲۷۷] ان میں کسی قسم کا اختلاف اور نزاع پیدا نہ ہوا مگر پھر بنی عبدمناف[3] بن قصی یعنی عبد شمس ، ھاشم ، مطلب اور نوفل نے اس بات

---

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح " الندی " لکھا ہے اسے النَّدا پڑھیں ۔
۲ - کُتمان جگہ یا پہاڑ کا نام ہے ۔
۳ - بلوغ الارب میں بنی عبدمناف بن قصی بن عبدشمس لکھا ہے ۔ اسے بنی عبد مناف بن قصی عبدشمس وھاشما الخ پڑھیں ۔

پر اتفاق کر لیا کہ وہ بنی عبدالدار بن قصی کے قبضے سے وہ تمام امور لے لیں گے جو قُصَیّ" نے عبدالدار کے لیے مقرر کر رکھے تھے مثلاً حجابت ، لواء ، سقایہ اور رفادہ ۔ ان کا یہ خیال تھا کہ وہ اپنی قوم میں اپنے شرف اور فضیلت کی وجہ سے ان امور کے زیادہ حقدار ہیں ، اس بات پر قریش کے مختلف گروہ بن گئے ۔ چنانچہ ایک گروہ بنی عبد مناف کی اس رائے سے متفق تھا اور ان کی یہی رائے تھی کہ بنی عبد مناف بنی عبدالدار کے مقابلے میں زیادہ مستحق ہیں ۔ ایک گروہ بنی عبدالدار کے ساتھ تھا اور ان کی یہ رائے تھی کہ جو کچھ قَصَیّ نے ان کے لیے مقرر کر دیا ہے وہ ان سے چھینا نہ جائے ۔ بنی عبدمناف کا سردار عبدشمس بن عبدمناف تھا اور بنی عبدالدار[1] کا سردار عامر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار تھا ۔ بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ، بنو زھرہ بن کلاب ، بنو تیم بن مرہ بن کعب ، اور بنو الحارث بن فہر بن مالک بن النضر بنی عبد مناف کے ساتھ تھے اور بنو مخزوم بن یقظہ بن مرہ ، بنو سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب اور بنو عدی بن کعب بنی عبدالدار کے ساتھ تھے ۔ عامر بن لؤی اور محارب بن فہر (ان دونوں گروہوں سے) نکل گئے ۔ انھوں نے کسی بھی فریق کا ساتھ نہ دیا ۔ ہر گروہ نے اپنے موقف کے ضمن میں پختہ قسمیں لیں کہ وہ کبھی بھی ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں گے ۔ بنو عبد مناف خوشبو کا ایک بھرا ہؤا پیالہ لے آئے ۔ ان کے خیال میں اس پیالے کو بنی عبد مناف کی کوئی عورت نکال لائی تھی جسے انھوں نے کعبے کے پاس مسجد میں اپنے حلیفوں کے لیے رکھ دیا ۔ اس کے بعد سب نے اس پیالے میں ہاتھ ڈبوئے اور عہد کیا اور انھوں نے اور ان کے حلیفوں نے تاکید [۲۷۸] کے طور پر اپنے ہاتھوں کو کعبے پر مل دیا ، چنانچہ ان کا نام " مطیبین " پڑ گیا ۔

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں وکان صاحب بنی عبدالدار تحریر ہے اسے وکان صاحب امر بني عبدالدار پڑھیں جیسا سیرۃ ابن ھشام میں تحریر ہے ۔

بنو عبدالدار اور ان کے حلیفوں نے بھی کعبے کے پاس عہد کیا اور پختہ قسمیں کھائیں کہ وہ کبھی بھی ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں گے ۔ ان کا نام " احلاف " پڑ گیا ۔ اس کے بعد[1] خاص قبائل کو خاص قبائل کے مقابلے کے لیے مقرر کیا گیا اور ایک کو دوسرے کے ساتھ[2] چسپاں کر دیا گیا ۔ چنانچہ بنو عبد مناف بنو سہم کے لیے تیار کیے گئے ، بنو اسد بنو عبدالدار کے لیے ، زہرہ بنو جمح کے لیے ، بنو تیم بنو مخزوم کے لیے اور بنو الحارث بن فہر بنی عدی بن کعب کے لیے ۔ اس کے بعد انھوں نے کہا کہ ہر قبیلہ اس قبیلے پر حملہ کرے جس کا اسے مقابل بنا دیا گیا ہے ۔ ابھی وہ اسی حال میں تھے اور جنگ کا تہیہ کر چکے تھے کہ انھوں نے ایک دوسرے کو صلح کی دعوت دی ، اس شرط پر کہ وہ بنی عبدمناف کے ہاتھ میں سقایہ اور رفادہ کا انتظام دے دیں اور حجابت اور لواء اور ندوہ حسب سابق بنی عبدالدار ہی کے پاس رہے ۔ چنانچہ اسی طرح کر دیا گیا ۔ دونوں فریق اس پر راضی ہو گئے ، جنگ سے باز آ گئے ۔ تاہم ہر قبیلہ ان لوگوں کا ساتھی رہا جن کا وہ حلیف بنا تھا ۔ وہ اسی حالت پر بدستور قائم رہے حتیٰ کہ جب اسلام آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : زمانۂ جاہلیت کی جو قسم یا عہد و پیمان تھا اسلام نے اسے مزید تقویت دے دی ہے ۔

ابھی عربوں کے بہت سے اجتماعات کا ذکر باقی ہے ۔ جن پر سیر اور تاریخ کی کتابیں روشنی ڈالتی ہیں ۔

---

۱ ۔ سہیلی لکھتے ہیں (الروض الانف : ۱ : ۹۰) وذکر ان القبائل سُوِّنِدَ بعضُها الی بعض لتکفی کل قبیلہ ماسُوِّند الیھا فسوند من السناد وھی مقابلۃ فی الحرب بین کل فریق ومایلیہ من عدوہ ومنہ اخذ سناد الشعر

۲ ۔ بلوغ الارب میں لزم بعضھا ببعض دیا ہے مگر ابن ھشام میں لَزَّ بَعضُھا بِبَعضٍ دیا ہے ۔

# اشاریہ

## الرجال

## شہروں ، قبیلوں اور کتابوں کے نام

# الرجال

## (ب)



## (ت)



## (ث)



## (ج)

## ( خ )



## (د)

## (ش)

## (ن)



## (ہ)

# شہروں، قبیلوں اور کتابوں کے نام

## (ا)

## (ت)

## (ذ)



## (ر)

(ص)



(ض)



(ط)



(ظ)



(ع)

## (غ)



## (ف)

## (ق)

(ك)



(ل)

## (م)

## (ى)